عصر حاضر کی اسلامی تحریکیں

www.kitabosunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

عصر حاضر کی اسلامی تحریکیں

www.kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عصر حاضر کی اسلامی تحریکیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

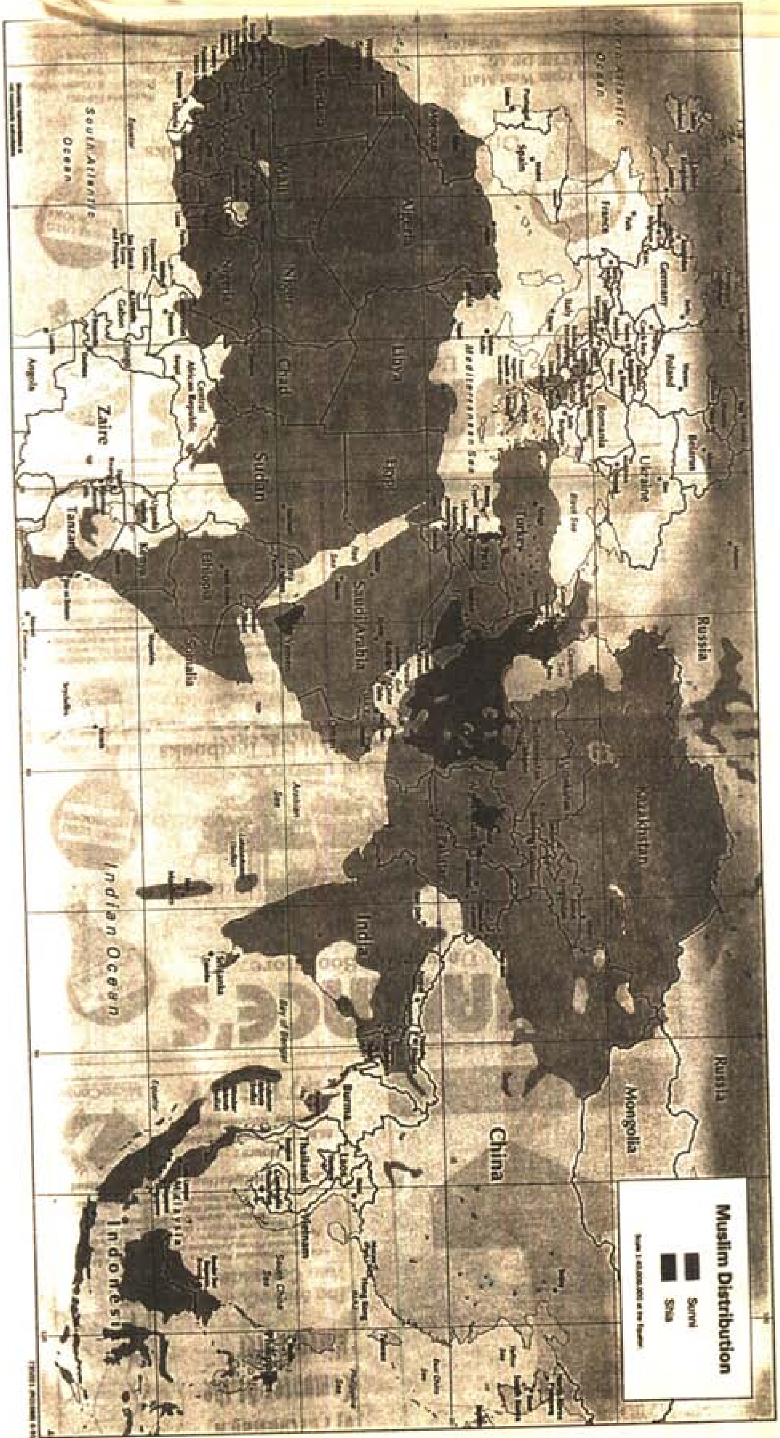

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عصر حاضر کی اسلامی تحریکیں

مصنفہ

پروفیسر سیدہ مسعودہ نعیم شاہ

سندھ ساگر اکادمی، اردو بازار، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب	:	عصر حاضر کی اسلامی تحریکیں
مصنفہ	:	پروفیسر سیدہ مسعودہ نعیم شاہ
طبع اول	:	نومبر ۲۰۱۳
صفحات	:	۳۶۸
قیمت	:	۳۶۶
کمپوزر	:	ساجد خان
مطبع	:	میٹرو پرنٹرز، لاہور
تعداد	:	۵۰۰

ملنے کا پتہ :

۱۔ اعلیٰ پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور

۲۔ کتاب سرائے، اردو بازار، لاہور

۳۔ دارالکتاب، اردو بازار، لاہور

۴۔ نیو کالج پبلی کیشنز، آرچر روڈ، کوئٹہ

۵۔ سندھ ساگر اکادمی، اردو بازار، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتساب

اللہ رب العزت

کے

نام

جس نے اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی

معرفت صراط مستقیم کا علم عطا کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

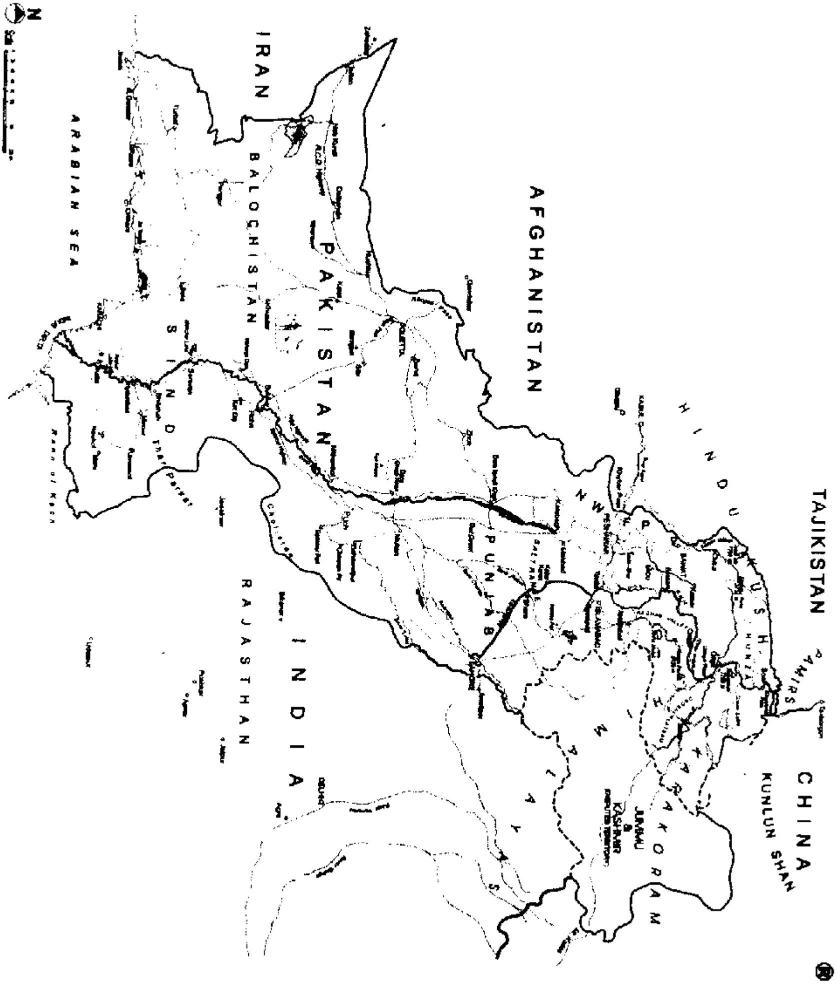

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

تمہید ۱۵

مقدمہ ۲۹

عصر حاضر کی اسلامی تحریکیں: ایک تعارف ۲۵

باب اول

تاریخی پس منظر

۱) تحریک اسلامی کا مفہوم ۲۹

۲) تجدیدی تحریکوں کا تاریخی جائزہ ۳۲

۳) اسلامی تحریکیں، اوائل تا بیسویں صدی ۳۴

۴) اسلامی تحریکیں اور عہد جدید ۳۶

اسلامی تحریکیں: ایک تعارف ۳۹

۵) تزکیۂ نفس کی تحریکیں ۳۹

۶) وہابی تحریک ۴۱

۷) سیاسی تحریکیں ۴۴

۸) ترکی میں سیکولر جمہوریت اور اسلامی سیاسی جمہوریت ۴۷

۹) جہادی تحریکیں ۵۲

۱۰) تحریک مجاہدین ۵۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱)	تعلیمی ادارے	۵۹
۱۲)	دارالعلوم دیوبند	۶۱
۱۳)	ایران میں تحریک اسلامی اور مدرسہ قم کا کردار	۶۴
۱۴)	حوالہ جات باب اول	۶۹

باب دوم

اخوان المسلمون

۱)	تعارف	۷۳
۲)	اخوان المسلمون کی تشکیل وقیادت	۷۶
۳)	اغراض ومقاصد	۷۶
۴)	پہلا مرحلہ: ابلاغ وپیش کاری	۷۸
۵)	دوسرا مرحلہ: آزمائشوں کا آغاز	۷۹
۶)	چوتھا مرحلہ: شیخ حسن بن اسماعیل الہضیبیؒ، دوم مرشد عام	۸۰
۷)	السید عمر تلمسانیؒ مرشد عام سوم	۸۲
۸)	الجماعۃ الاسلامیۃ	۸۳
۹)	استاد محمد حامد ابوالنصرؒ (چوتھے مرشد عام)	۸۴
۱۰)	اخوان اور خلیج کی جنگ	۸۵
۱۱)	استاد مصطفیٰ مشہور	۸۶
۱۲)	اخوان المسلمون کے حالیہ جماعتی انتخابات	۸۷
۱۳)	اخوان المسلمون کے نومنتخب مرشد عام ڈاکٹر محمد بدیع	۸۸
۱۴)	اخوان پھر زیر عتاب	۹۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۵) مصری سیاست کا نیا موڑ ۹۲

۱۶) اخوان المسلمون اور شام ۹۴

۱۷) شام میں اخوان کا جمہوری کردار ۹۵

حماس ۹۷

۱) فلسطین۔ ہلال وصلیب کی رزم گاہ ۹۷

۲) حماس اسلامی تحریک مزاحمت ۱۰۰

۳) شیخ احمد یاسین ۱۰۲

۴) غزہ دور حاضر کا شعب ابی طالب ۱۰۴

۵) جمہوریت لرزاں ۱۰۶

۶) کربلائے غزہ ۱۰۹

۷) فری غزہ موومنٹ ۱۱۲

۸) مشرق وسطی پر نوم چومسکی کا تجزیہ ۱۱۳

۹) اسرائیل کا مستقبل ۱۱۴

حزب اللہ ۱۱۶

۱) لبنان عرب دنیا کی تفریح گاہ ۱۱۶

۲) حزب اللہ کا قیام ۱۱۷

۳) نظریہ ۱۱۹

۴) اسلامی مزاحمت ۱۲۰

۵) حزب اللہ کا مستقبل ۱۲۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶) لبنان کا سیاسی بحران اور حزب اللہ ۱۲۶

۷) حوالہ جات باب دوم ۱۳۰

باب سوم

ترکی میں اسلامی تحریک ۱۳۷

۱) شیخ بدیع الزماں نوریؒ ۱۳۷

۲) سیکولر ترکی میں تحریک اسلامی کا آغاز ۱۴۰

۳) نجم الدین اربکان اور ملی نظام پارٹی ۱۴۱

۴) ترکی میں حجاب کا مسئلہ ۱۴۷

۵) سعادت پارٹی کا عزم نو جدوجہد ۱۴۸

۶) ایک نظریاتی بحث ۱۵۰

۷) ترکی کا سفینۂ حریت ۱۵۲

۸) ترکی میں عالمی اتحاد العلما کانفرس کا دوسرا اجلاس ۱۵۳

انڈونیشا کی تحریک اسلامی ۱۵۵

۱) انڈونیشا کی تحریک آزادی ۱۵۵

۲) جدید اسلامی تحریکات ۱۵۶

۳) نهضة العلماء کی تاسیس وارتقا ۱۵۶

۴) منشور و مقاصد دائرہ کار و لائحہ عمل ۱۵۷

۵) نهضة العلماء کا سیاسی کردار ۱۵۹

۶) 1971ء کے انتخابات اور سیاست سے علیحدگی ۱۶۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷)	مجلس شوریٰ مسلمی انڈونیشیا (ماشومی پارٹی)	۱۶۲
۸)	تحریک نہضۃ اسلامی تیونس	۱۶۴
۹)	ملائیشیا	۱۷۰
۱۰)	ملائیشیا میں دار لارقم کی دعوتی تحریک	۱۷۰
۱۱)	تنظیم	۱۷۲
	الجزائر میں "اسلامی محاذ نجات (اسلامی سالویشن فرنٹ)	۱۷۴
۱)	الجزائر میں اسلامی تحریک کا پس منظر	۱۷۴
۲)	اسلامی محاذ نجات کا قیام	۱۷۵
۳)	تحریک کے منشور و مقاصد	۱۷۶
۴)	اسلامک سالویشن فرنٹ کا قیام	۱۷۶
۵)	عباسی مدنی	۱۷۷
۶)	اسلامک سالویشن فرنٹ کا جمہوری کردار	۱۷۸
۷)	الجزائر کی اسلامی تحریک اور استعماری طاقتیں	۱۷۹
۸)	2/جون 1991 کے پارلیمانی انتخابات	۱۷۹
	سوڈان	۱۸۳
۱)	حسن ترابی اور اخوان المسلمون	۱۸۴
۲)	نیشنل اسلامک فرنٹ کی تشکیل	۱۸۵
۳)	ڈاکٹر ترابی کے افکار	۱۸۶
۴)	انٹر نیشنل مسلم آرڈر	۱۸۷
۵)	اور اب سوڈان	۱۸۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶)	10 اکتوبر 2008 کے اسرائیلی اخبارات	۱۹۲
۶)	حوالہ جات باب سوم	۱۹۳

باب چہارم

	جنوبی ایشیا کی اسلامی تحریکات	۱۹۷
	جماعت اسلامی	۱۹۸
۱)	مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور جماعت اسلامی	۱۹۸
۲)	جماعت اسلامی کا قیام	۲۰۰
۳)	تحریک اقامت دین اور جمہوری انتخابات	۲۰۳
۴)	جماعت اسلامی کے مخالفین کی رائے	۲۰۵
۵)	جماعت اسلامی اور اس کی وسعت	۲۰۸
	مولانا الیاسؒ اور اُن کی تبلیغی جماعت	۲۱۲
۱)	حالات زندگی	۲۱۲
۲)	سماجی وسیاسی پس منظر	۲۱۴
۳)	مکاتب کا آغاز	۲۱۵
۴)	تبلیغی گشت کی ابتدا	۲۱۶
۵)	طریقۂ کار	۲۱۷
۶)	مولانا محمد الیاس اور مولانا محمد یوسف کے سیاسی نظریات	۲۲۰
۷)	تبلیغی جماعت کے بارے میں ڈاکٹر حمید اللہ کی رائے	۲۲۲
	تحریک طالبان کی تنظیم اور احیائے اسلام	۲۲۶
۱)	ملا عمر ایک تعارف	۲۲۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲)	تحریک کا منشور و مقاصد	۲۲۸
۳)	طالبان فکر کا تاریخی پس منظر اور پاکستان کا کردار	۲۲۹
۴)	طالبان تحریک کا افغانستان پر قبضہ	۲۳۳
۵)	۱۱ ستمبر کے بعد افغانستان پر امریکی حملہ اور پاکستانی پالیسی	۲۳۵
۶)	طالبان عالمی چیلنج	۲۳۷
	القائدہ	۲۴۱
۱)	اسامہ بن لادن اور جہاد	۲۴۲
۲)	نائن الیون ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱	۲۴۶
۳)	بین الاقوامی میڈیا اور "الجزیرہ" کا کردار	۲۴۷
۴)	القائدہ سے مذاکرات کیوں نہیں	۲۴۸
	وسط ایشیا کی اسلامی تحریکیں	۲۵۰
۱)	وسط ایشیا میں اسلام	۲۵۱
۲)	پریسٹریکا کے تحت اسلامی آزادی	۲۵۲
	تاجکستان میں "جماعت احیائے اسلام"	۲۵۶
۱)	ملا محمد رستموف ہندستانی	۲۵۶
۲)	خانہ جنگی	۲۵۸
۳)	جماعت احیائے اسلام کا زوال	۲۶۱
	حزب التحریر "خلافت کے احیا کی جدوجہد	۲۶۲
۱)	ابتدائی ڈھانچہ اور نظریات	۲۶۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲) حزب التحریر اور اسلامی شدت پسندی	۲۶۹
۳) حوالہ جات باب چہارم	۲۷۲
باب پنجم	۲۷۹
۱) مسلمان اور جدید تحدیات	۲۷۹
۲) سیکولرزم کا سامنا	۲۸۴
۳) عالمی استعمار کا رویہ	۲۸۹
۴) مسلمانوں کی سیاسی کمزوری اور آمریت کا سامنا	۲۹۹
۵) مغربی تہذیب و ثقافت کا خطرہ	۳۱۰
۶) قومیت کا مسئلہ	۳۲۰
اقبال کا تصور قومیت	۳۲۱
عصبیت اور اسلام کی دشمنی	۳۲۵
عصبیت کے خلاف اسلام کا جہاد	۳۲۶
عالم اسلام کے خلاف ایک خطرناک منصوبہ	۳۲۸
۷) تعلیمی پسماندگی	۳۳۳
علامہ اقبال اور تعلیم	۳۳۵
تحریکی عمل اور زوال علم	۳۳۸
۸) کیا عالم اسلام ایک فہم دین پر جمع ہو سکتا ہے؟	۳۴۴
۹) حوالہ جات باب پنجم	۳۵۳
کتابیات	۳۵۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہید

زندگی متغیر اور متحرک ہے، اس کا شباب ہر وقت قائم ہے۔

؎ جاوداں پیہم دواں ، ہر دم جواں ہے زندگی

اس زندگی کی متحرک تغیر پذیری کا ساتھ دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جس دین کو بھیجا ہے وہ یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ وہ ہر حال میں دنیا کی رہنمائی کر سکے۔ اور ہر منزل میں تغیر پزیر انسانیت کا ساتھ دے سکے۔ وہ کسی خاص دور کی تہذیب یا کسی خاص وقت کا فن تعمیر نہیں کہ جو اس دور کی یادگاروں کے اندر محفوظ ہو اور اپنی زندگی کھو چکا ہو۔ امت اسلامیہ کا زمانہ سب سے زیادہ تغیرات سے پُر ہے۔ اسلام کے قلب وجگر پر جب بھی حملے ہوئے اسلام کی بقا اور تسلسل کے لیے ہمیشہ ہر دور میں ایسے زندہ اشخاص پیدا ہوئے، جن کی قیادت نے اس کی حفاظت کی کوشش کی۔ مگر انیسویں صدی کے آخر میں اور بیسویں صدی کے نصف اول تک سیاسی ضرورت کے تحت ہماری مسلم دنیا میں بے شمار تحریکیں اُٹھیں۔ ان اسلامی تحریکوں نے اسلام کے اچھے یا برے امیج کو بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ بلکہ دور جدید میں مسلمانوں کے لئے جو مسائل پیدا ہوئے ہیں، ان میں سب سے اہم مسئلہ فکر اسلامی کی تشکیل اور جدید عالم اسلام اور اس سے وابستہ تحریکوں کا کردار ہے۔ اس موضوع پر اجتماعی تحقیق کی ضرورت ہے، کیونکہ عصر حاضر میں اسلامی تحریکات کی سیاسی اور انقلابی تشکیل نو کا کام جتنا مشکل ہے، اتنا ہی ضروری بھی ہے۔ اس لیے لازم ہے داعی اور مدعو کے درمیان جو ابلاغ اور جدید ذرائع کی آزادی جو آج حاصل ہے، اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پوری دنیا میں اپنی بات پہنچا دی جائے۔ عالم اسلام میں ایک سرے سے دوسرے تک سیاسی اضطراب و ہیجان کے ساتھ ساتھ تہذیبی کشمکش بھی برسر پیکار ہے۔ ہر جگہ کامُلا احساس وعمل عروج و ترقی، احیا وتجدید کا تقاضا موجود ہے۔ بدقسمتی سے موجودہ حالات میں اسلام کے خلاف زبردست

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس کی آخری حد یہ ہے کہ ماڈرن دنیا "امن" کا دشمن اسلام کو ٹھرانے لگی ہے۔ یعنی دین رحمت لوگوں کی نظر میں دین تشدد بن گیا ہے۔ اسلام ایک جنگجو (Militant) مذہب گنوایا جارہا ہے۔ اور اسلامی تحریکیں متشددانہ تحریکیں قرار پارہی ہیں۔ مگر وقت کے ان نئے تقاضوں کے مقابلے میں اہل مذہب نے عام طور پر مختلف طرزِ عمل اختیار کر رکھا ہے۔

اس تحقیق کا مقصد یہی ہے کہ مسلمان تحریکوں کو وہ مجتہدانہ روش دکھائی جائے جس کے ذریعے عصر حاضر کے جدید تقاضوں کو سمجھ سکیں۔ وہ ان غلطیوں سے بچیں جو ان کی کوششوں اور قربانیوں کو ضائع کر رہی ہیں، اور ان کو صحیح راستے کی رہنمائی ہو سکے۔

ملت اسلامیہ چونکہ بنیادی طور پر ایک ہی ثقافت و تہذیب کی علمبردار ہے، اس لیے ہم کسی خاص ملک کی یا خاص تحریک کی تحقیق سے کسی نتیجے تک نہیں پہنچ سکتے اور ان تحریکوں کے کردار کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتے۔ آج اسلامی تاریخ اور اس دور کے صحیح رجحانات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ تمام دنیائے اسلام کو زیر بحث لائیں۔ کسی ایک ملک کی تحریک سے ہم اسلامی نظریات اور مخالف قوتوں اور درپیش چیلنجز کا مکمل احاطہ نہیں کر سکتے۔ مسلمانوں کی عروج و زوال اور حیات اجتماعی اور نظریاتی اور تصوراتی کشمکش کو کسی ایک دور کی روشنی میں نہیں بلکہ پوری تاریخ اور موجودہ حالات کی روشنی میں ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد چونکہ اپنی تاریخ کی روشنی میں مستقبل کے لیے راہ ہموار کرنا ہے۔ اس لیے یہاں اس مقالے میں تمام بڑی اسلامی تحریکوں کا جائزہ لیا گیا ہے اور آخر میں ان کے مشترکہ چیلنجز کو پیش کیا گیا ہے۔

ہر دعوت و تحریک میں دو چیزیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں: ایک اس کی اساسی فکر جو اس کو دوسری دعوتوں اور تحریکوں سے ممتاز کرتی ہے اور جو اس کی روح رواں ہوتی ہے۔ دوسرے داعی اوّل یا بانی تحریک کی شخصیت و سیرت، داعی کی سیرت کو اس کی دعوت اور فکر سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن میں بھی انبیا اور ان کی دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں یہ لحاظ کیا گیا ہے اور دعوت کے ساتھ جا بجا داعیوں کے عمل و اخلاق کو پیش کیا ہے۔ اس لیے اس جائزے میں ہر تحریک کے شروع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بانی تحریک کی زندگی اور اس کے مشن کو مختصراً پیش کیا گیا ہے۔

بدقسمتی سے تاریخ اسلام کے وسیع ذخیرے میں یا تو وہ کتابیں ملتی ہیں جن کو واقعات کی فہرست کہنا صحیح ہے یا چند نمایاں شخصیتوں کی سوانح وتراجم اور تذکرے ملتے ہیں۔ اردو میں صوفیا و مشائخ کے تذکروں کی کمی نہیں مگر آج قرآن کی اشاعت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بعد صرف اُن لوگوں کی سیرت پورے طور پر مفید ہو سکتی ہے جو سیف و تسبیح کے جامع ہوں اور جن کی محبت و شوق الٰہی کے ساتھ حرکت و عمل کی قوت بھی پیدا ہو۔

لہٰذا اپنی حدود کے واضح شعور کے باوجود اس ضرورت کے تحت اس تحقیقی کام کا آغاز کیا ہے۔ موضوع کی وسعت کے باوجود کافی اختصار سے کام لیا ہے، ورنہ اس کی کئی جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔ یہ ایک عمومی جائزہ ہے جس میں متعدد کلیدی باتوں کا جواب موجود ہے۔ یہ ایسے لوگوں کے لیے مفید ہے جو واقعات سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں۔ اور اگر مجھے اس میں کامیابی حاصل ہوئی ہے تو یہ صرف خداوند کریم کی دی ہوئی استطاعت ہی کا نتیجہ ہے۔

﴿وما توفیقی الاّ باللہ علیه توکلت و الیه أُنیب﴾

(پروفیسر سیّدہ مسعودہ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

اسلام اللہ تعالیٰ کا اخری پیغام ہے اور کامل و مکمل طور پر دنیا کے سامنے آچکا ہے اور جو مادی فلاح کے ساتھ روحانی فلاح کا ضامن ہے، اس لیے ہر عہد میں اسلام کی صحیح تعلیمات اور تصویر کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے

﴿وَلتکن منکم اَمة یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ط واولٓئک ھم المفلحون﴾. (آل عمران ۳:۱۴)

اور چاہیے کہ تم میں ایک جماعت ہو جو بھلائی کا حکم دیتی ہو اور نیکی کی ہدایت کرتی ہو اور بُرائی سے منع کرتی ہو اور وہی فلاح پانے والے ہوں گے۔

اسلام کی تاریخ تبدیلی و مطابقت کی کہانی سے عبارت ہے۔ اسلامی تاریخ میں وقتاً فوقتاً ایسی تحریکیں اٹھتی رہی ہیں جو اسلامی عقیدے کی ماہیت اور مسلمانوں کی سیاسی اور سماجی زندگی میں انقلابی تبدیلیاں لانا چاہتی ہیں۔ اگر ہم اسلامی تحریکات کی تاریخ کو جانچیں تو دورِ رسالت سے دورِ خلفائے راشدین تک ہمیں اسلام کی تحریک الگ سے کسی جماعت کی شکل میں نہیں ملتی۔ بلکہ یہ ملک کی سیاسی معاشی فوجی تمام نظاموں کے اندر مرکزی روح کی حیثیت سے ملتی ہے۔ البتہ اس کے بعد (بنوامیہ) دور سے یہ طریقہ نکلا کہ لوگ مذہبی امور کے لیے حکمرانوں کے پاس نہیں جاتے تھے۔ بلکہ وہ عالموں کے پاس جاتے تھے جو دنیاوی معاملات سے دور رکھے جاتے تھے۔ یعنی دین و دنیا کو الگ الگ کر دیا گیا اور یوں حکومتِ وقت سے برسرِ پیکار اسلامی تحریکات کا آغاز ہوگیا، یوں دینِ الٰہی کے علمبرداروں اور دینِ حق کے منکروں کے درمیان برابر کش مکش چل پڑی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی معاشرے کو جنم دینے اور اس کی حفاظت کرنے کے لیے قوت و طاقت ایک بنیادی عامل ہے۔ جس کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ جیسے ہی نقشہ عالم پر کوئی مسلم معاشرہ ابھرتا ہے اسے اپنوں (کبھی منافقین اور معتزلہ کبھی متجددین، منکرین حدیث اور قادیانیوں وغیرہ کے روپ میں) اور غیروں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور نزع اور کش مکش کا ایک لا متناہی سلسلہ چل پڑتا ہے۔

چنانچہ عصرِ حاضر بھی شاہد ہے کہ آج جہاں بھی نظامِ اسلام یا خدائی قانون کے نفاذ کی باتیں ہو رہی ہیں وہاں پر طرح طرح کی مخالفتیں اور فتنے برپا ہو رہے ہیں، خصوصاً دنیا کی بڑی طاقتیں احیائے اسلام کے نام ہی سے دہشت زدہ اور لرزہ براندام نظر آتی ہے۔ اور اس تحریک کو کچلنے اور اس آواز کو دبانے کے لیے طرح طرح کے طریقے اختیار کر رہی ہیں اور دنیا کے نقشے سے مسلم حکومتوں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دینے کے لیے اندر ہی اندر سازشیں کر رہی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مذہبی تحریکیں تو آبادکاری اور ظالم و جابر حکومتوں کے خلاف فعال طور پر سرگرم ہو کر ہی "اسلامی احیائی تحریکیں" بنی ہیں۔ "اسلامی احیائی تحریک" بلاشبہ ایک جدید عمل ہے جو اُسے معاصر صورتِ حال کے لیے اسلامی علامات استعمال کرنا سکھاتا ہے۔ اور جس کو مسلم دنیا میں مغرب کے غلبے اور استحصال کے خلاف اجتماعی مذہبی ردِ عمل کی حیثیت سے ہی سمجھا جانا چاہیے۔ سرمایہ دارانہ ترقی اور استعمار کی فتوحات نے اسلامی احیاء کی موجودہ صورت حال کو پیدا کیا ہے۔

یہ اسلام ہی کا دیا ہوا سیاسی آزادی و قومی شناخت اور عزت اور وقار کا احساس تھا جس کی وجہ سے سامراجی حکمرانوں کے خلاف مسلسل مزاحمت جاری رکھی جا سکی یہ کسی جغرافیائی اکائی میں محدود نہیں۔ لہٰذا یہ ایک تہذیبی عمل تھا جس کو اس فکری اور تاریخ کے پس منظر میں ہی سمجھا جا سکتا ہے۔

آج اور اس سے پہلے کی متحرک اسلامی تحریکیں اس تجدید کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں تاکہ امت کی فکری و عملی رہنمائی ہو اور اس کی شکست خوردگی کی شدت کو کم کریں اور خود داری و اعتماد کو پروان چڑھائیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرض یہ کہ مراکش سے ترکی اور انڈونیشیا سے الجزائر و شام تک ہندستان اور پاکستان میں افغانستان سے ملائشیا سوڈان افریقہ فلسطین تک عالم اسلام کے چپے چپے میں ایسی شخصیتیں اُبھری ہیں جنھوں نے اپنے نظریات وافکار کی آبیاری سے غیر اسلامی رجحانات کو روکنے کی کوشش کی۔

اب اسلامی تحریکات کے لیے تاریخ کا دوسرا دور شروع ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے وہ محض اپنی قوموں اور حکومتوں کی زیادتیوں کا نشانہ بنتی رہی ہیں لیکن اب عالمی پیمانے پر لادین تہذیب کے بت خانے سے ''لمن الملک'' کا نعرہ بلند ہو رہا ہے اور نیو ورلڈ آرڈر کا نیا دین جبراً مسلط کیا جا رہا ہے۔ اور جس کا اصل ہدف مسلمان اقوام اور ان کی فنڈامنٹل ازم ہے۔ حالانکہ فنڈامنٹل ازم کی دشمنی میں فوج جبر، قرض، سرمایہ، اسلحہ کو روکتے اور پروپیگنڈے میں جو جنونی پن پایا جاتا ہے وہ خود کو پامال کرنے والا فنڈامنٹل ازم ہے۔ مسلمان پر سکوت معاشرے میں مرضی کی حکومتوں کی تشکیل کے ذریعے اسلامی تحریکوں کا راستہ روکا جا رہا ہے۔ اس اعتبار سے سیاسی وسماجی دونوں نقطہ نظر سے مسلم کلچر اور سوسائٹی کو براہ راست یا بالواسطہ غیر مستحکم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

مذہبی جماعتوں میں یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ اسلام انتخابات کے ذریعے نہیں آ سکتا۔ مروجہ سیاست کو اپنا کر اسلام کو غالب نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے ہمیں انقلاب کا راستہ اپنانا ہوگا اور وہ فوج اور اسٹیبلشمنٹ سے ''بحر'' جانے کو انقلاب سمجھتے ہیں حالانکہ انقلاب کے لیے معاشرے میں ایک فکری عمل جاری کرنا اور اسے اس حد تک کامیاب بنانا ضروری ہے کہ خواص اور عوام دونوں طبقات کے قابل لحاظ عناصر اس کے قائل ہو جائیں۔

انھیں حالات کی بنا پر امت کا یہ مزاج بن گیا کہ وہ غیر قانونی طور پر اقتدار پر قبضہ کرنے والوں کے خلاف خروج نہ کرے۔ اور اسے ایک امر واقعہ سمجھ کر تسلیم کرلے تاہم یہ ضروری ہے کہ نیا حاکم احکام شریعت پر عمل پیرا ہو۔ ''امر بالمعروف نہی عن المنکر'' کے ادارے کے ذریعے خرابیوں اور جرائم کی روک تھام کرے۔ رعایا کی بہتری کے لیے کام کرے۔ مسلح جہاد جمہور مسلم فقہا کے نزدیک صرف اس وقت جائز ہے جب کوئی بیرونی دشمن دین، مسلمانوں اور مسلم علاقوں پر حملہ آور ہو۔ زبردستی اقتدار پر قبضہ کرنے والوں کے خلاف جہاد بھی علما کے لیے پسندیدہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ۔ بے شک یہ طرز عمل سرکش حکمرانوں کو موقع دیتا ہے کہ وہ آزادیاں سلب کرلیں اور حقوق پامال کریں مگر اس کے برعکس معرکہ آرائی اور جاں بازی سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا ۔ جبکہ بہت سے بے گناہ لوگ مارے جاتے ہیں عوامی مفادات تباہ ہو جاتے ہیں اور امت کے دشمنوں کی مداخلت سے امت کی کمزوری کے کئی راستے کھل جاتے ہیں ۔ اس سے بڑھ کر مصیبت یہ ہے کہ قابض و مسلط حکام کا قلع قمع اور جان و مال کی عظیم قربانیاں دینے کے باوجود اور عوام کے ہتھیار اُٹھالینے کے نتیجے میں اگر حکمران اقتدار سے دست بردار ہو جائیں تو پہلے سے بڑا ڈکٹیٹر سامنے آجاتا ہے ۔

دانش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ عظیم ہتھیار استعمال کیا جائے جو اسلام نے ہر مسلمان کو حسب حالات انفرادی و اجتماعی طور پر عطا فرمایا ہے ۔ یہ ہتھیار ہے امر **بالمعروف ونهی عن المنکر** ہم اس طرز عمل سے بچ سکتے ہیں جسے تاریخ اسلام کے طویل دور میں خوارج اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں نے اختیار کیا جس سے مسلمانوں کو خیر کا کچھ حصہ نہ ملا اور نہ ظلم سے نجات ملی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وحدثوا الناس بما يفهمون اتريدون ان يكذب الله و رسوله

لوگوں کے فہم کے مطابق بات کرو کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے؟

چیز کو اس کی جگہ پر رکھنا ہی دانش مندی ہے ۔ اسلامی تحریکوں کو اپنے اردگرد ''صورت حال یا'' امر واقعہ کے اساسی عنصر اور فیصلہ کن توازن کا غور سے جائزہ لینا ہے ۔ معروضی حالات اور تغیر و تبدل کے مواقع کا پوری باریک بینی سے جائزہ لینا ہے ۔ اور پھر کسی نتیجہ پر پہنچ کر جدو جہد کی سطح متعین کرنی ہے ۔ ہماری استطاعت کیا ہے اور امکانات کیا ہیں؟ استطاعت کا عنصر ہی وہ چیز ہے جسے شارع نے متعین فرمانے میں فیصلہ کن قرار دیا ہے ۔ ارشاد الٰہی ہے **فاتقوا الله ما استطعتم** (التغابن ۶۴:۱۶) لہٰذا جہاں تک ہو سکے تمھارے بس میں اللہ سے ڈرتے رہو ۔ **لا يكلف الله نفساً الا وسعها** (البقرہ ۲:۲۸۶) اللہ کسی نفس پر اس کی مقدورت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا'' ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن اور سنت، استطاعت کی قید لگاتے ہیں اور فرد و جماعت کو پیش آمدہ صورت حال سمجھنے کا پابند کرتے ہیں۔ صورت حال کو سمجھنا کوئی معمولی کام نہیں، اس کے لیے خاص علوم کی ضرورت پڑتی ہے۔ جیسے عمرانیات، اقتصادیات، شماریات، سیاسیات، تاریخ، فلسفہ وغیرہ میں مہارت حاصل کرنے سے ہم اپنی سیاسی فکر کی خامیوں کو دور کر سکتے ہیں۔

ہماری پس ماندگی اور ہماری امت کی بہترین صلاحیتوں اور عظیم قربانیوں کے ضیاع کا اصل سبب یہی ہے کہ ہم صورت حال یا امر واقعہ کو درست طور پر سمجھ نہ سکے۔ تغیر و تبدل کا جذبہ اپنی جگہ نہایت مستحسن ہے لیکن اس کے لیے مناسب دموزوں وقت کی پہچان بھی بہت ضروری ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ ہماری امت نے عقیدے کی خاطر جان و مال کی جتنی بڑی قربانیاں دی ہیں کوئی دوسری قوم اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔

ہمارا یہ المیہ رہا ہے کہ ہم نے ہمیشہ حالات کا درست اندازہ لگانے میں کوتاہی برتی ہے۔ اس سلسلے میں عقل و فہم کا مناسب استعمال نہیں کر پائے ہم نے افرادی و مادی وسائل کے استعمال میں کمزوری دکھائی ہے۔ اپنے اور دشمن کے امکانات کا موازنہ کرنے میں کوتاہی کی ہے۔ ترجیحات کی ترتیب و تعین میں ضعف دکھایا ہے۔ مخالفین کی درجہ بندی نہیں کر سکے۔ اس اعتبار سے سیاسی، سماجی، فکری اور اسلامی قیادت ان دونوں سے آگے بڑھنے میں فیصلہ کن حد تک کامیاب نہیں رہی۔ ابھی تک وہ ان کی ٹرانسفر میشن Transformation کو مکمل نہیں کر سکی۔ یہی چیز وہ دوراہا ہے کہ جس پر ہمارے عوام دل سے اسلام چاہتے ہیں تاکہ اسلام جو مطالبات اور جو تبدیلیاں وہ چاہتا ہے انھیں اپنی زندگی میں لے آئیں۔ اسی بات کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہمارا اصل بحران یہ ہے کہ بلاشبہ آج مسلمان اسلام کے لیے جان اور مال کی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں، لیکن اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے تیار نہیں۔ اسلامی تحریکوں کے لیے یہ کھلا چیلنج ہے۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم دوستوں کی تلاش جاری رکھیں، اپنے دشمنوں میں کمی کریں، قربانیاں دینے میں اعتدال کا رویہ اپنائیں۔ کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے اس کے عواقب و ثمرات پر اچھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح غور و فکر کر لیں۔

تجربات سے سبق حاصل کریں۔شوریٰ کا دائرہ وسیع کریں۔ماہرین کا احترام کریں اور ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کریں۔اپنے اندر صبر و برداشت کی قوت پیدا کریں اور غیر ضروری معرکہ آرائیوں سے اجتناب کریں،اعلیٰ مقاصد سے لگن پیدا کریں۔

ہمیں چاہیے کہ آنے والی نسلوں کے لیے عمدہ نمونہ چھوڑیں،ہمارے لیے اور آیندہ مسلمان ملکوں کے لیے کامیابی کا واحد راستہ یہی ہے کہ پیش آمدہ صورت احوال کا تدبیر و تفکر سے جائزہ لیں۔یہ حالات خواہ مقامی ہوں یا بین الاقوامی تغیر و تبدل کے لیے مہیا امکانات و وسائل کا درست جائزہ لیں۔جلد بازی اور اثر پذیری سے بچ کر رہیں۔جن بحرانوں سے ہم اب تک گزرے ہیں کیا ان کے تلخ نتائج ہمارے لیے اپنے اندر کافی سامان عبرت نہیں رکھتے؟ ہم لوگ صاحب دعوت یعنی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوہ حسنہ کی پیروی کب کریں گے جسے اپنانے کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ میں دیا گیا ہے۔

قل هذه سبيلی ادعوا الی الله قف علیٰ بصيرة انا و من اتبعنی

(یوسف۱۲:۱۰۸)

تم ان سے صاف کہہ دو کہ میرا راستہ تو یہ ہے کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔
میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی۔

۱۱رمئی ۲۰۱۳

پروفیسر سیدہ مسعودہ
کوئٹہ۔بلوچستان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عصر حاضر کی اسلامی تحریکیں :ایک تعارف

حضور اکرمؐ کی حیات مبارکہ اور اس کے بعد خلفائے راشدین کے عہد میں اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لیے مسلمانوں نے مشرق و مغرب میں اپنی ترکتازیوں سے ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا تھا۔ دین اسلام کے انقلابی پیغام نے اپنی دوررس تاثیر سے نہایت تیزی کے ساتھ نوع انسان کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اسلامی تعلیمات کے نفوذ کی جو تاثیر عہد نبویؐ میں عرب قبائل کی فوج درفوج شمولیت کی صورت میں نظر آتی ہے، یہی منظر خلافت راشدہ کے عہد میں بھی مشاہدے میں آتا ہے۔ مشرق میں سرزمین ہند، مشرق وسطی کے علاقے، آذربائیجان، آرمینیا، ایران، عراق، مصر، شام اور مشرقی ترکی تک مسلمان فاتحین کے قدم پہنچ چکے تھے۔ پہلی صدی ہجری کے اختتام سے قبل ہی مسلمان سپین میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہو چکے تھے۔ خلافت راشدہ کے بعد بنو امیہ اور بنو عباس کے دور حکومت میں اس وقت کی معلوم دنیا مسلمان فاتحین کے زیر اثر آ چکی تھی۔ تاتاریوں کے حملوں کے تھوڑے عرصے بعد عثمانی خلافت کے عہد میں مشرقی یورپ مسلمانوں کے زیرنگین آیا اور یہ عثمانی خلافت ۱۹۲۴ تک رہی۔ مسلمانوں کے عروج کے عہد میں دنیا بھر میں مسلمان واحد عالمی طاقت کے طور پر صدیوں تک بنی نوع انسان کو بہترین تہذیب و ثقافت، علوم و فنون اور طرز حکمرانی سے روشناس کرتے رہے۔

مغربی طاقتوں نے جدید علوم اور عسکری برتری کے ساتھ ساتھ تزویراتی ہتھکنڈوں، سازشوں اور مکروفریب سے مسلم دنیا کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ان استعماری طاقتوں نے مسلمان ممالک پر سیاسی غلبے کے علاوہ زندگی کے مختلف شعبوں میں اپنے اثرونفوذ سے یہ مقام حاصل کر لیا کہ حیات اجتماعی کے گوشے گوشے میں مسلمانوں پر مسلط ہوتے گئے اور مسلمان ان سے اس قدر مغلوب ہوئے کہ مسلمان ممالک کے حکمرانوں میں مغرب کی ذہنی غلامی آج بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ تاہم مسلمانوں میں ان رجال عظیم کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا جو باطل کے خلاف جدوجہد کرتے رہے۔ اسلامی تحریکوں اور حریت و آزادی کے لیے قائم بعض تحریکیں بھی اس سلسلے میں یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ عالم اسلام میں مختلف اوقات میں متعدد تحریکیں مسلمانوں کو مغربی اقوام سے آزادی کے لیے ابھارتی رہی ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان سب کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی سربلندی کا نعرہ تھا، اس جدوجہد نے کبھی تحریک جہاد کا نام استعمال کیا، کبھی حکومت الٰہیہ کا نعرہ بلند کیا اور کبھی تحریک آزادی کے نام سے سرگرم عمل ہوئی۔ عالم اسلام میں احیائے اسلام کی تحریکیں کس حد تک کامیاب ہوئی ہیں، اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ گذشتہ صدی کے اوائل میں سوائے ترکی اور سعودی عرب کی حکومتوں کے، کوئی مسلمان ملک آزاد نہیں تھا۔ ایک صدی کی جدوجہد اور تحریک آزادی نے یہ کامیابی حاصل کی کہ آج کوئی بھی مسلمان ملک استعماری طاقتوں کا غلام نہیں ہے، البتہ یہ حقیقت اپنی جگہ پر ہے کہ آج بھی مسلمان حکمران الا ماشاء اللہ، مغربی آقاؤں کے ذہنی طور پر غلام ہیں۔ زیر نظر کتاب میں اسلامی تحریکوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ان تحریکوں میں سیاسی، جہادی، جمہوری، دینی اور صوفیانہ تحریکیں شامل ہیں۔ جن تحریکوں پر تحقیقی کام کیا گیا ہے ان تحریکوں کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) اخوان المسلمون (۲) حماس (۳) حزب اللہ (۴) ترکی کی اسلامی تحریکیں (۵) انڈونیشیا کی اسلامی تحریک نہضۃ العلما (۶) الجزائر کی اسلامی تحریک: اسلامی سالویشن فرنٹ (۷) سوڈان کی نیشنل اسلامک فرنٹ (۷) جماعت اسلامی (۹) تبلیغی جماعت (۱۰) تحریک طالبان (۱۱) القاعدہ (۱۲) جماعت احیائے اسلام (۱۳) حزب التحریر

ہر تحریک کا پس منظر، قیام، ارتقا اور موجودہ صورت حال، ان کے امرا کی کارگزاری، اس تحریک کا لٹریچر، تحریک کا لائحہ عمل، طریق کار اور دعوت و تبلیغ کا منہج زیر بحث آیا ہے۔ مصنفہ محققہ نے بڑی محنت، ذوق و شوق اور غیر جانب داری سے ان تحریکوں کا تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے۔ ان تحریکوں کی کاوشوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کا نصب العین، وسائل و ذرائع اور ان کی سرگرمیوں کے نتائج کیا ہیں ان تحریکوں کے عزائم نہایت بلند ہیں، بظاہر مادی وسائل میں کمی ہے، لیکن ان کی پیش رفت کی رفتار ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انھیں کامیابی حاصل ہوگی۔

یہ نہایت وسیع موضوع ہے۔ جدید دور میں علوم و فنون کی وسعت نے میدان کار کو بہت پیچیدہ بنا دیا ہے۔ اب بالادستی کے لیے فقط شمشیر و ستان کام نہیں دے سکتے، نہایت بالغ نظری سے اجتماعی تقاضوں پر پورا اترنے کے لیے مختلف شعبوں میں سخت محنت کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنفہ محققہ کے اس تحقیقی کام کو قبول فرمائے۔

ابو الحسن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

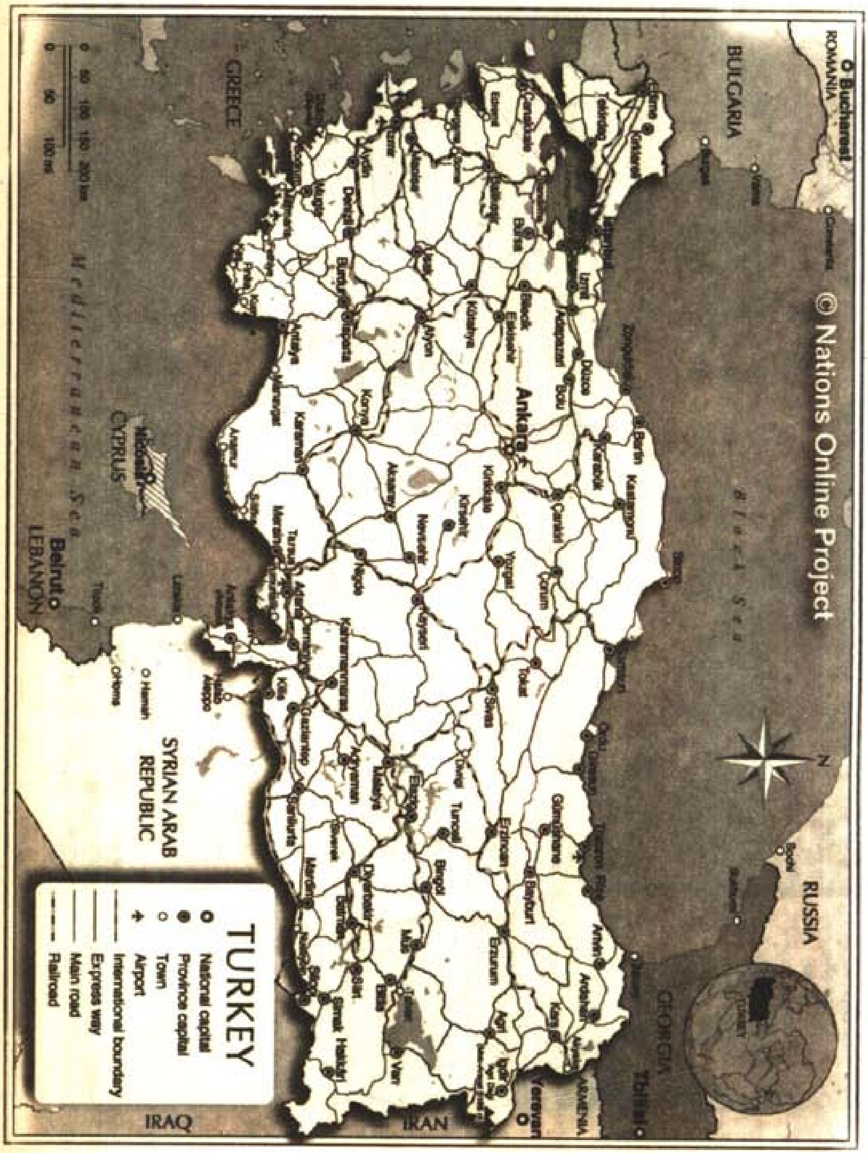

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

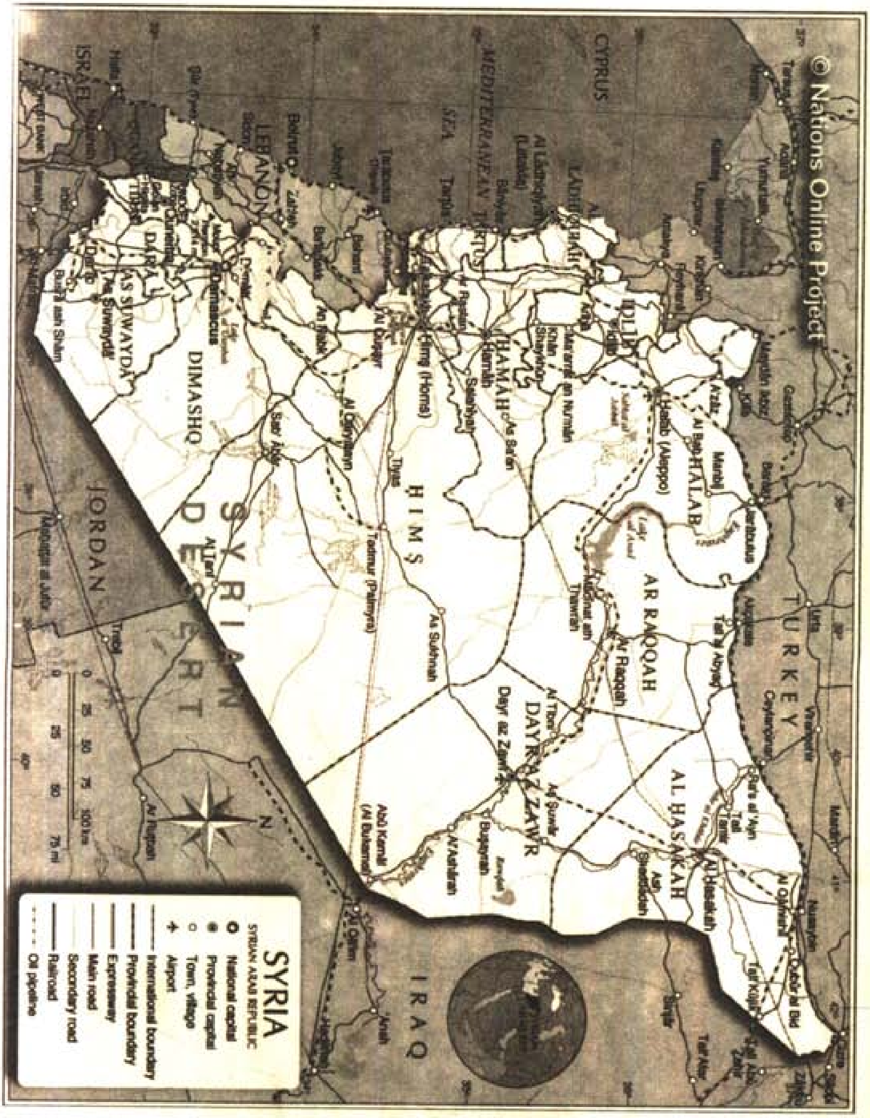

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب اوّل

تاریخی پس منظر

تحریک اسلامی کا مفہوم

اسلام کے لغوی معنی اطاعت جھکنے سر تسلیم خم کرنے اور مکمل سپردگی کے ہیں۔ اس کے دوسرے لفظی معنی ''امن'' سلامتی اور آشتی کے ہیں۔

اصطلاح میں اسلام کا مطلب دین کو اللہ کے لیے خاص کرنا ہے۔ اور مسلم سے مراد وہ شخص ہے جو عبادت کو اللہ کے لیے خالص کرتا ہے یعنی اسلام دراصل اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا ہے۔[1]

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا[2]

آج ہم نے تمھارا دین تمھارے لیے کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین پسند کر لیا۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ[3]

(بلاشبہ) دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ[4]

اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا اس سے وہ دین ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام وہ دین ہے جو خدا کی حاکمیت کی بنیاد پر ایک پورا ضابطہ زندگی پیش کرتا ہے اور انسان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اسے قبول کرے اور اس کی پیروی کرے کیونکہ خدا کے قانون کے آگے جھکنے اور اس کی اطاعت کرنے کا نام ہی اسلام ہے۔

اسلام ایسے مذہب کا نام نہیں جو صرف نجی اور انفرادی زندگی کی اصلاح کا داعی ہو اور جس کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کل سرمایہ حیات کچھ عبادات، چند اذکار اور مٹھی بھر رسوم پر مشتمل ہو۔

بلکہ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو خدا اس کے آخری نبیؐ کی ہدایت کی روشنی میں زندگی کے تمام شعبوں کی تعمیر اور صورت گری کرتا ہے اور زندگی کے ہر پہلو خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی معاشرتی ہو یا تمدنی مادی ہو یا روحانی، معاشی ہو یا سیاسی اور ملکی ہو یا بین الاقوامی، اسلام کی اصل دعوت یہ ہے کہ خدا کی زمین پر خدا کا قانون جاری و ساری ہو اور دل کی دنیا سے لے کر تہذیب و تمدن کے ہر گوشے تک خالق حقیقی کی مرضی پوری ہو ۵۔ علامہ اقبال محدود مذہبی نقطہ نظر اور اسلام کے انقلابی نقطہ نظر کا فرق بڑی خوبی سے واضح فرماتے ہیں۔

ایک صوفی بزرگ واقعہ معراج کا ذکر کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

محمد عربی بر فلک الافلاک رفت و باز آمد واللہ اگر من رفتمے ہرگز باز نیا آمدمے۔

(محمد عربی آخری آسمان پر گئے اور واپس آ گئے قسم خدا کی اگر میں اس معرفت و بلندی پر گیا ہوتا تو کبھی واپس نہ آتا)

یہ ایک جملہ محدود مذہبی نقطہ نظر اور انبیاء کے انقلابی نقطہ نظر کے فرق کو واضح کر دیتا ہے کہ جس شخص کے پیش نظر صرف اپنی ذات کی اصلاح اور خود کو روحانی بلندیوں سے آشنا کرنا ہو، وہ حق باری تعالیٰ تک پہنچنے کو اپنا منتہیٰ سمجھے گا۔ لیکن اس کے برعکس نبی کا رویہ وہ ہوتا ہے کہ وہ اس بلندی کے بعد پھر دنیا میں آتا ہے وہ تاریخ ساز قوتوں پر غلبہ حاصل کرتا ہے، اور انسانی تہذیب و تمدن کی تشکیل جدید کا انقلابی کام سر انجام دیتا ہے۔٦

خدا نے اپنی ہدایت بھیجنے کا سلسلہ اسی لیے شروع کیا کہ انبیاء دین حق کی رہنمائی میں نیا انسانی معاشرہ قائم کریں۔ اسلام زندگی سے فرار نہیں۔ زندگی کی تعمیر کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ پوری زندگی کو سنوارنے کے لیے ہدایت کا ایک مکمل نظام پیش کرتا ہے جس کا نام "اسلامی آئیڈیالوجی" یا نظریہ اسلام ہے۔٧ جدید عمرانی لٹریچر میں یہ لفظ ایک ایسے ضابطہ فکر و عمل اور اجتماعی پروگرام کے معنی میں استعمال کیا جا سکتا ہے جو اپنی فکر اور فلسفیانہ بنیادیں رکھتا ہے۔ اور سیاست اور تمدن و معاشرت کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے بھی ایک واضح لائحہ عمل پیش کرتا ہے۔

ڈاکٹر جارج بوآس فلسفے کی لغت کے اعتبار سے اس کی یہ تعریف کرتے ہیں: ''عام نظریات کا کوئی ضابطہ یا کوئی ایسا پروگرام جس کی اساس فکر و فلسفہ پر ہو'' اس طرح مشہور ماہر لسانیات ''ویبسٹر'' اس کی تعریف یہ کرتا ہے:

"کسی تہذیبی، سیاسی یا معاشرتی تحریک کے عام منصوبے یا لائحہ عمل کا علمی بیان" ۸

ان تعریفات کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ نظریہ یا کسی تحریک کا نظام "تمدن" کی فکری بنیادیں اور ان سے ماخوذ تہذیبی، سیاسی اور معاشرتی پروگرام اور لائحہ عمل مراد ہے۔

یعنی وہ "نظریہ" جو اپنے خاص نظام فکر کی روشنی میں زندگی کے مختلف شعبوں کے متعلق رہنمائی کرتا ہے۔ ۹

تحریک

کسی تہذیب کی روشنی دراصل اس کے اصول و عقائد اخلاقی اقدار اور سماجی اداروں کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یہی عناصر وہ "تحریکات" کہلاتے ہیں جو تمدن کا ڈھانچہ متعین کرتے ہیں۔

''تحریک'' اس جدوجہد کا نام ہے جو کسی نصب العین کے حصول کے لیے منظم طور پر کی جائے۔ ۱۰

مولانا مسعود عالم ندوی تحریک اسلامی کی تعریف بتاتے ہوئے کہتے ہیں۔'' جب ہم اسلامی تحریک کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے مراد ایسی تحریک و دعوت ہے جو دین کے کسی خاص جز پر قناعت کرنے کے لیے تیار نہ ہو اور جو پوری انسانی زندگی کو دین کا موضوع اور اسے دائرہ عمل کے اندر داخل سمجھتی ہو۔'' ۱۱

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ پوری انسانی تاریخ میں ہمیشہ اللہ کے دین کو قائم کرنے کے لیے ایسی تحریکات موجود رہی ہیں جو ہر فرد کو حق کا سپاہی اور راستی کا سفیر بنانا چاہتی ہیں۔ وہ مسلمانوں کو امت وسط قرار دے کر امت کی تخلیق کا مقصد ہی یہ قرار دیتی ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۱۲؎

اب دنیا میں بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا اور تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیکی کو قائم کرنا، بدی کو مٹانا اور اللہ وحدہ لاشریک کو اعتقاداً و عملاً اپنا اللہ اور رب تسلیم کرنا یہ امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے یہ بھی فرمایا گیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۱۳؎

اے لوگو جو ایمان لائے۔ واللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ یعنی امت مسلمہ کا کام صرف انصاف کرنا نہیں بلکہ انصاف کا جھنڈا لے کر اٹھنا ہے۔

وَقَاتِلُوْا حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۱۴؎

ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورا کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے۔

ان باتوں سے اسلام میں اسلامی تحریکات کی ایک مجمل تصویر سامنے آتی ہے کہ تحریک اسلامی کے ذریعے عوام کو متحرک اور بیدار کرنا ہوتا ہے کہ وہ دین کو اللہ کے لیے خالص کر لیں۔

۲۔ تجدیدی تحریکوں کا تاریخی جائزہ

تاریخ اسلام عام اصطلاح کے مطابق کسی قوم کی تاریخ نہیں ہے بلکہ ایک تحریک کی تاریخ ہے اور ایک نظریے کے عروج و زوال کی داستان ہے۔

اسلامی تاریخ ایک نظریاتی کشمکش کی تاریخ ہے۔ جب بھی اسلامی اصولوں پر عمل درآمد کے معاملے میں کمزوری کا اظہار ہوا تو مسلمان حکمرانوں اور مصلحین نے فوراً تدارک کی کوشش کی۔ حضرت ابوبکرؓ اور فاروق اعظمؓ سے لے کر اورنگزیب عالمگیر تک یہی کشمکش نظر آتی ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب حسینؓ نے جاہلیت کی بو محسوس کی، جمہوریت کی جگہ آمریت اور شخصی استبداد نے لینی چاہی تو امام حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی جان دے کر اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیلاب کو روکنے کی کوشش کی۔ وہ روک تو نہ سکے لیکن اپنے خون سے امت کو جبر واستبداد کے خلاف صف آرا کر دیا۔۱۵

سودا قمار عشق میں خسرو سے کو ہکن
بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا

بنو امیہ کے جبر اور شخصی انانیت نے ان تحریکوں کو دبا دیا لیکن اللہ کا بول بالا ہے۔ اس نے بدعات ملوکانہ اور شاہی جاگیرداریوں کا خاتمہ کرنے کے لیے عمر بن عبدالعزیز کو اُٹھا کھڑا کیا، جس نے ناجائز ٹیکس ختم کیے اور نسلی حکومت پر تیشہ چلایا اور بحیثیت مجموعی خلافت راشدہ کا نمونہ پیش کیا۔۱۶

اس کے بعد تحریک دعوت وعزیمت کا مسلسل سلسلہ ہے، جو ہر دور میں حق کو باطل کے خلاف صف آرا کرتا رہا ہے۔

امام مالکؒ نے بنو عباسی کے دور میں جبری بیعت کے خلاف آواز اُٹھائی اور امام ابوحنیفہؒ ملوکیت کے حق وراثت کو ماننے سے انکار کر کے تحریک اسلامی کو تقویت پہنچاتے ہیں تو امام احمد بن حنبلؒ خلق قرآن کے مسئلے میں قرآن وسنت کے ماسوا تمام دلائل رد کر دیتے ہیں۔ امام غزالیؒ، حضرت حسن بصری، امام ابن قیم، محمد بن عبدالوہاب وغیرہ، یہ سب تحریک اسلامی کے مایہ ناز سپوت ہیں، جنھوں نے تحریفات وتاویلات، عجمی اثرات، مشرکانہ رسوم مادیت ونفس پرستی، لادینیت اور عقل پرستی وغیرہ کے خلاف آواز بلند کی اور سینہ سپر ہوئے اور غیر اسلامی اقدار و رجحانات کے ساتھ سودا بازی سے انکار کیا۔۱۸

اسلام کی تاریخ میں کوئی ایسا دور نہیں آیا جب اصلاح وتجدید کی کوئی دعوت نہ اٹھی ہو۔ اس حقیقت کو حضور اکرمؐ نے اس طرح بیان کیا ہے:

''اس علم کو ہر صحیح جانشین سے آگے ثقہ لوگ لیتے رہیں گے۔ وہ اس سے غلو کرنے والوں کی تحریف، جھوٹوں کی من گھڑت باتوں کی تاویل کو ہمیشہ دور کرتے رہیں گے۔''۱۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ اسلامی تحریکیں اوائل تا بیسویں صدی

پہلی جنگ عظیم کہنے کو تو یورپ کی جنگ تھی۔ لیکن اس سے عالم اسلام میں جو نشیب و فراز آئے ان کی مثال مسلمانوں کی ۱۳ صدیوں کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس وقت کی عظیم مسلم طاقت اور خلافت یعنی سلطنت عثمانیہ کا جنگ میں مرکزی قوتوں کا ساتھ دینے کا فیصلہ ایک متنازع امر شمار ہوتا ہے۔ (گمان یہ ہے کہ اس کے پیچھے انگریزوں کا ہاتھ تھا) عثمانی قیادت جنگ میں سارے عالم اسلام کو ساتھ لینا چاہتی تھی چنانچہ 1914ء کو اتحادی طاقتوں کے خلاف لڑنے کا فتویٰ جاری ہوا لیکن برطانیہ عرب قومیت کو ہوا دے کر مسلمانوں کی اس عالمگیر قوت میں شگاف ڈالنے میں کامیاب ہوگیا۔ اُدھر برطانیہ کی شہہ پر شریف حسین نے ترکوں کے خلاف بغاوت کر کے مسلمانوں کے مرکز، حجاز پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ اگلا قدم یہ اٹھایا کہ عراق اور ماورائے اردن کی بادشاہی حسین کے دو بیٹوں کو سونپ دی۔ 1919ء میں برطانوی جرنیل این بی، عرب فوجوں کو لے کر لڑتا ہوا یروشلم جا پہنچا۔ لیگ آف نیشنز نے فلسطین پر برطانوی تسلط کی توثیق کر دی۔ جنگ میں سلطنت عثمانیہ کو بری طرح شکست ہوئی اور آخر کار 2 مارچ 1924ء کو سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا اور عالمگیر مسلمان بھائی چارے کی بنیادیں ہل گئیں۔[۲۰]

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ہندستان میں اسلامی احیا کی شمعیں روشن کرنے میں دو شخصیات کا ذکر یوں کرتے ہیں: ''حقیقت یہ ہے کہ اگر ہندستان میں اللہ تعالیٰ دو شخصیتوں کو پیدا نہ کرتا اور ان سے اپنے دین کی دستگیری نہ فرماتا تو یوں تو اللہ تعالیٰ اپنے دین کا نگہبان ہے اس کی حفاظت دین کے طریقے ہزار ہیں لیکن بظاہر تیرھویں صدی تک یا تو اسلام ہندستان سے بالکل فنا ہو جاتا یا اتنا بگڑ جاتا جتنا ہندو مذہب۔ یہ دو بزرگ پیشوا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمدؒ سرہندی اور شیخ الاسلام شاہ ولی اللہ دہلوی ہیں۔[۲۱]

۱۔ شاہ ولی اللہ نے اسلام کے اجتماعی نظام کا جو خاکہ پیش کیا تھا، اس میں سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہید کی تحریک مجاہدین نے رنگ بھرنے کی کوشش کی اور اسلامی ہند کی تاریخ میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلی بار احیائے دین واقامت حکومت الٰہیہ کے لیے منظم اور مرتب جدوجہد کی گئی۔ لیبیا میں محمد علی سنوسی اور عمر المختار (۱۸۵۷ء۔۱۹۳۱) جسے عظیم مجاہدوں نے اپنے ملک کو اطالوی سامراج سے آزاد کروایا اور وہاں سنوسی خاندان کی حکمرانی قائم ہوئی۔ مہدی سوڈانی نے 1856ء میں اپنے ملک کو علماوصوفیا کے ساتھ مل کر 1856 میں انگریز کی غلامی سے نجات دلائی۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد شام پر فرانس کا قبضہ تھا۔ آخر ایک عالم جلیل اور محدث شیخ بدرالدین الحیسی (1851-1935) نے ملک کا دورہ کر کے یک لخت انقلاب کی لَے جگا دی اور فرانس کو شام سے نکلوا کر دم لیا۔ سینے گال میں حاجی عمر تجانی، مالی میں احمد ولوبو، نائجریا میں عثمان وان فودیو اور الجزائر میں عبدالقادر الجزائری نے جبکہ قفقاز میں امام شاملؒ نے آزادی کی تحریکوں کو جو کہ اصلاحی تحریکیں بھی تھیں، اسلامی احیا کا کام لیا۔۲۲

سعودی عرب میں 1856 میں ابن سعود کا ریاض پر قبضہ، وہابی ریاست کا احیا ثابت ہوا۔ ایک انگریز مورخ کے مطابق اگر جزیرہ نما عرب میں کوئی شخص امن وامان قائم کرنے میں کامیاب ہوسکا تو ان میں پہلے حضرت عمرؓ اور دوسرے ابن سعود تھے۔ جنھوں نے وہابی تحریک کی بنیاد ڈالی۔ مراکش پر اسپین، فرانس دو سامراجی طاقتیں قابض تھیں۔ مجاہد کبیر محمد عبدالکریم خطابی نے اسپین اور فرانس کے خلاف جہاد کیا اور مراکش کو آزاد کیا۔ نعیم امجد انو ھادی (وفات 1967) اور رشید عالی الکیلانی عراق کو انگریزوں سے نجات دلانے والے تھے مگر پہلے بادشاہی دور میں نوری سعید نے اور پھر عبدالکریم قاسم نے عراق کو اسلام سے کوسوں دور کر دیا۔

الغرض جمال الدین افغانی(1839-1897) امیر شکیب(1849-1946) ترک جرنیل جواد، رفعت اوتیل خان(1889-1967) بدیع الزماں نورسی مجدد ترکی مجاہد فلسطین عزالدین القسام(1882-1935)انڈونیشیا میں نامور عالم ابن الحاج عمر سعید اور ہاشم، اشعری، اور ہندستان میں مولانا محمد علی جوہر، علامہ اقبال اور دیگر، علمائے دین آزادی کے نقیب بن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر ملت اسلامیہ کے مردہ جسم میں روح پھونکتے رہے۔ اور استعمار کے خلاف کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ تمام مسلم ممالک سے استعمار کی بساط لپٹ گئی اور پھر بجائے اس کے کہ نظام اسلام کا سورج طلوع ہوتا اور نہ صرف عالم اسلام بلکہ باقی دنیا میں بھی اس کی روشنی پھیلتی مگر ایسے لوگ بر سر اقتدار آگئے جو مسلمان ممالک کو اسلام سے دور اور دور تر کرتے گئے۔ چنانچہ ان تمام ممالک میں اسلام کے نفاذ کے لیے تحریکیں برپا ہوئیں۔ ۲۲

اے تماشا گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا می روی
(سعدی)

۴۔ اسلامی تحریکیں اور عہد جدید

دور جدید تک پہنچتے پہنچتے مسلمانوں نے اپنے زوال کی تمام منزلیں طے کر لی تھیں اور ان حالات میں تجدید و اصلاح کا آغاز اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشہ پیش کر رہا تھا جس میں فرمایا:

بداء الاسلام غریباً ثم یعود غریباً کمابدأ فطوبیٰ للغرباء اللذین یفلحون اذا فسد الناس ۲۳

اسلام کا آغاز بالکل اجنبیت کی فضا میں ہوا، ایک وقت آئے گا وہ پھر اسی طرح انوکھا اور اجنبی ہو جائے گا، جیسے آغاز میں ہوا تھا پس خوشخبری ہے اس ماحول میں کام کرنے والوں کے لیے جب وہ فساد میں مبتلا ہو جائیں۔

دور جدید

بیسویں صدی میں مسلم دنیا کی ایک اہم قوت احیائے اسلام کی وہ تحریکیں رہی ہیں، جو اپنے مزاج، ساخت طریقہ کار اور حکمت عملی کے لحاظ سے گذشتہ صدیوں کی مسلم جماعتوں سے مختلف تھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تحریکوں نے انفرادی اور روایتی دین داری میں اجتماعیت اور حرکت پیدا کرنے اور ایمان وعمل کی طاقت کو بدلتے ہوئے حالات میں شعوری طور پر منتقل کرنے کی بڑی کوشش کی۔ مغرب کے منفی اثرات، مذہب سے بے زاری مغرب کے فلسفہ حیات اور اشتراک کی خام خیالوں کا ابطال اور جوانوں کو تہذیب حاضر کی خرابیوں سے آگاہی اور تہذیب وتمدن کی قومیت پر برتری ان کے مقاصد اور اہداف تھے۔۲۵

اب اسلامی تحریکات کے لیے تاریخ کا دوسرا دور شروع ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے وہ محض اپنی قوموں اور حکومتوں کی زیادتیوں کا نشانہ بنتی رہی ہیں لیکن اب عالمی پیمانے پر لادین، تہذیب کے بت خانے کا مہابت دنیا بھر کے سامنے کوس "لمن الملک" بجا رہا ہے۔ اور نیو ورلڈ آرڈر کا نیا دین جبراً مسلط کرنا چاہتا ہے۔ اس کا خصوصی ہدف مسلمان اقوام ہیں۔ جو فنڈامینٹلزم کی مجرم ہیں۔ مغرب اسلامی تحریکات کو سیاسی حوالے سے دیکھتا ہے اور ان تحریکات کا اسی نقطہ نظر سے تجزیہ کرتا ہے۔ مسلمانوں کی سیاسی فکر کی بجائے ان کو دہشت گردی اور انتہا پسندی و بنیاد پرستی کے تناظر میں دیکھتا ہے۔

چنانچہ بیسویں صدی کی یہ تحریکیں اپنی ملی وقومی ضرورتوں اور مصلحین کے فکر وفلسفہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنے علاقوں میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے عملی طور پر کوشاں ہیں۔۲۶

احیائے اسلام کا ایک حصہ جدید تنظیمیں ہیں' یہ وہ فعال عناصر ہیں جو صرف دوسروں کی شروعات کا جواب نہیں دیتے بلکہ یہ تحریکیں ایک بڑے سیاسی اور سماجی متبادل یا جہت نمو کی نمایندگی کرتی ہیں۔ یہ تحریکیں مسلم سماج میں جدید تعلیم یافتہ ماہرین کی دہری توقعات کی عکاسی کرتی ہیں، جو سیاسی عمل میں زیادہ حصہ داری چاہتے ہیں اور وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ان کے معاشرے کی اسلامی شناخت زیادہ واضح ہو۔

بطور نتیجہ یہ جدید تنظیمیں بیسویں صدی کے دو بڑے رجحانات یعنی احیائے دین اور جمہوریت کو قریب تر کرتی ہیں۔ یہ رجحان ۱۹ویں/۲۰ویں صدی میں مغرب کے تعامل سے وجود

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آنے والے روشن خیال اور ''رواداری'' والے اسلام سے متصادم ہے۔مثلاً مصر کے حسن البنا نے اسلام کو زندگی کے ایک مکمل نظام کے طور پر پیش کیا۔مثالی اسلامی ریاست قائم کرنے کے لیے ان کی حکمت عملی کے دو زاویے تھے۔ ۲۷

اسلامی تعلیم وتربیت وعوام میں نئے سیاسی شعور کی بیداری۔انھوں نے اخوان المسلمون کی تحریک برپا کر کے '' اسرہ '' خاندان کا نظام قائم کیا۔مدارس' جامعات' مساجد'ہسپتالوں اور سرکاری سماجی خدمات کے اداروں کو اپنے دائرہ کار میں لے کر مسلمانوں کو ایک نیا نعرہ دیا۔

اللہ ہمارا مقصود ہے۔رسُول ہمارے قائد ہیں' قرآن ہمارا دستور ہے۔جہاد ہمارا راستہ ہے۔اور اللہ کی راہ میں شہادت ہماری اعلیٰ ترین خواہش اور تمنا ہے

سید ابو الاعلیٰ مودودی کو بھی ابن تیمیہ/محمد بن عبدالوہاب کے اسلام کا جدید ایڈیشن کہا جاتا ہے۔''جماعت اسلامی'' نام کی تحریک نے آزاد خیالی اور لادینیت کے خلاف اور سلفی اسلام کے حق میں عملی' علمی اور سیاسی میدان میں ایک جہاد کا آغاز کیا۔ان پر امن تحریکوں کے بعد ۲۰ ویں صدی کے وسط میں اور آخر میں بین الاقوامی حالات' پہلی عرب اسرائیل جنگ میں عربوں کی شکست ۱۹۶۷ لبنان کی خانہ جنگی (۹۰-۱۹۷۵) ایرانی انقلاب (۷۹-۱۹۷۸) سویت یونین کے افغانستان پر قبضے کی مزاحمت (۹۲-۱۹۷۹) پہلی خلیجی جنگ (۹۲-۱۹۹۷) اور حال ہی میں عراق اور افغانستان پر امریکی یلغار نے مسلم دنیا میں مغرب کے خلاف ایک عملی فساد اور نفرت اور نتیجتاً کچھ عملی اقدامات کی طرف رجحان کو فروغ دیا'' جو (۱۱) گیارہ ستمبر کی صورت میں سامنے آئے اور مسلمان جو اپنے دین کے حوالے سے جذباتی ہو چکے تھے،انھوں نے اسامہ بن لادن کے مقاصد کو ٹھیک سمجھ لیا۔ ۲۸

افغانستان پر جارحیت کے ذریعے قبضہ کیا گیا اور اُن لوگوں کو خوش آمدید کہا گیا جن کے خلاف افغانیوں نے طالبان کو نجات دہندہ سمجھ لیا تھا۔اور یوں اسلامی دنیائے اسلامی قیادتوں کے ''بینرز'' نیچے آ گئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج اسلامی تحریکوں میں وہ تحریکیں سر فہرست ہیں جو اپنے اپنے ملک میں استعماری استحصال کے خلاف لڑ رہے ہیں مگر انھیں استعماری طاقتوں کی ریشہ دوانیوں نے ان میں سے اکثر تحریکوں کو بدنام زمانہ ''دہشت گردی'' کا سمبل بنا رکھا ہے۔اور اس دور میں وار آف ٹیرر'' کی اصطلاح نے یہ کردار ادا کرنا شروع کیا ہے کہ وہ اسلام کی ہر تحریک کو دہشت گردی اور انتہا پسند ہونے کے الزامات کے تحت دبا رہی ہیں۔

مگر ان تحریکوں نے ان الزامات کے باوجود 'حماس' اور 'حزب اللہ' کی شکل میں آج بھی مظلوم عوام کی قیادت کا فریضہ بخوبی اپنے سر اٹھا رکھا ہے۔اور مغرب آج بھی اسلام کا مقابلہ کرنے کے لیے حسب سابق تمام ذرائع کا استعمال کر رہا ہے۔[۲۹]

اسلامی تحریکیں: ایک تعارف

عصر حاضر کی معروف تحریکوں کو زیر بحث لانے سے پہلے ہم یہ بات زیر بحث لائیں گے کہ یہ اسلامی تحریکات جو خدمات سر انجام دے رہی ہیں وہ کس نوعیت کی ہیں۔اُن کا اصل کام تو مذہبی احیاء اور معاشرتی اصلاح کو دستور حیات بنانا ہے۔مگر مقاصد کے حصول کے ذرائع یا طریقے الگ الگ ہیں۔جس کی بنا پر ہم ان کو کچھ گروپوں میں بانٹ سکتے ہیں تا کہ ان کی حکمت عملی اور عصر حاضر کی ضرورتوں کو سمجھنے میں مدد مل سکے اور یہ اندازہ لگایا جا سکے کہ ان کی کوششیں کس اختتام پر منتج ہوتی ہیں۔علاوہ ازیں ہر گروپ میں ماضی کی کسی تحریک سے مثال دے کر انداز کار کو واضح کیا ہے۔[۳۰]

تزکیہ نفس کی تحریکیں

نبی کے بعد اُمت مسلمہ فرائض نبوت میں دعوت خیر اور ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' میں نبی کی جانشین بنی،اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کار نبوت کے جو چار فرائض عطا ہوئے: 'تلاوت' احکام' تعلیم کتاب' حکمت و تزکیہ یہ تینوں فرض اُمت مسلمہ پر بھی بطور کفایہ عائد ہیں۔[۳۱]

و لتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنھون عن المنکر و اولٰئک ھم المفلحون ۳۲؎

اور تمھارے اندر سے ایک جماعت اس کام پر مقرر ہونی چاہیے کہ نیکی کی دعوت دے، معروف کا حکم دے اور منکر سے روکے اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

لہٰذا اسی رسُول کے تحت رسُولؐ نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ اگر کوئی منکر کو دیکھیں تو اپنے دائرہ اختیار میں اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کریں۔ آپ کا ارشاد ہے:

من رأ ی منکم منکراً فلیغرہ بیدہ فا ن لم یستطع فبلسانہ، فاِن لم یستطع فبقلبہ، و ذلک اضعف الایمان ۳۳؎

تم میں سے کوئی شخص اپنے دائرہ کار یا اختیار میں کوئی برائی دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ ہاتھ سے اس کا ازالہ کرے، پھر اگر اس کی ہمت نہ ہو تو زبان سے اور یہ بھی نہ ہو تو دل سے اسے ناگوار سمجھے اور یہ ایمان کا ادنیٰ ترین درجہ ہے۔

قرآن کی تصریحات، دین کے مسلمات، رسول کی سیرت اور روایت کے الفاظ کی روشنی میں اس کی صحیح تاویل یہ ہے کہ مسلمان اپنے اور دوسرے نفوس کا تزکیہ کرے، قلوب امراض کا علاج کرے اور برائیوں اور بدیوں کے زنگ و میل سے دھو کر اخلاق انسانی کو نکھارا اور سنوارا جائے اور یوں ان تحریکوں میں ظاہری اور باطنی فرض یکساں اہمیت سے ادا ہوتے ہیں۔ ۳۴؎

ان تحریکوں کا اصل طریقہ کار بھی یہی ہے کہ معاشرے کی مکمل اصلاح کے لیے سب سے پہلے انفرادی طور پر ایک ایک فرد کی اصلاح کی جائے۔ سب سے پہلے قوم کے لیے پہلے دین میں طلب رغبت پیدا کی جائے، بغیر عقائدِ مبادی کی درستی کے دین قائم و غالب نہیں ہو سکتا۔ یوں دین کی معلومات ہر فرد کو بہم پہنچائی جائیں۔ جب آدمی دوسروں کی اصلاح کا فریضہ انجام دیتا ہے تو اس کا فائدہ یہ بھی ہے کہ آدمی کی اپنی اصلاح بھی ہو جاتی ہے۔

جو شخص کسی چیز کو حق مان کر بیٹھا رہتا ہے تو صرف اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالنے پر قانع ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے مقابلے میں جو شخص اس میں مشغول ہو اس کی ذات پر وہ حق خود بخود طاری ہوتا چلا جاتا ہے جس کی تبلیغ میں سرگرم ہوتا ہے۔ اس کی تائید میں دلائل ڈھونڈتے ہیں اور اس کی راہ میں رکاوٹیں دور کرنے کی فکر جتنی زیادہ اس کو لاحق ہوتی ہے اس قدر زیادہ وہ اس میں متغرق ہوتا چلا جاتا ہے۔

اس کی خاطر جب وہ طرح طرح کی مزاحمتوں کا مقابلہ کرتا ہے، گالیاں سنتا ہے، طعنے سنتا ہے، الزامات اور اعتراضات برداشت کرتا ہے اور بعض اوقات چوٹیں کھاتا ہے، ستایا جاتا ہے تو یہ ساری تکلیفیں حق کے ساتھ اس کے عشق کو اور زیادہ بڑھاتی چلی جاتی ہیں۔ یوں ہر فرد کے دین میں لگ جانے سے ایک صالح معاشرہ وجود میں آجائے گا۔ معاشرے کی جب اصلاح ہو جائے گی تو یہی افراد ہر گوشۂ زندگی میں اپنے اپنے طور پر ہر شعبے کی اصلاح کا باعث بن جائیں گے۔

دین کے غلبے کی شکل ایک انعام کی سی ہے یعنی معاشرہ حکومتوں کے بدلنے سے نہیں بلکہ افراد کی اصلاح و تزکیہ سے بنتا ہے۔ یعنی معاشرے میں رہنے والے افراد جب اپنی ذاتی اُلفتیں و محبتیں قربان کر کے راہِ حق میں ایک دوسرے کے رفیق و غمگسار بن جائیں۔ ۳۵

ماضی میں اس طرح کی تحریکوں کی مثال میں محمد عبدالوہاب کی تحریک اور سنوسی تحریک وغیرہ ہیں، جبکہ فی زمانہ مولانا الیاس کی تبلیغی جماعت اس گروپ کی ترجمانی کرتی ہیں۔

۶۔ وہابی تحریک

وہابیت کے بانی نجد کے ایک عالم دین محمد ابن عبدالوہاب تھے۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو تمیم سے تھا وہ ۱۷۰۳ء میں نجد کے ایک قریبی قصبہ میں پیدا ہوئے۔ آباؤ اجداد کی طرح ابن عبدالوہاب نے مکہ و مدینہ بغداد اور دمشق میں اسلام کی تعلیم حاصل کی۔ جب وہ نجد پہنچے تو اسلام کا بس نام ہی باقی رہ گیا تھا اور دیدہ دلیری سے اس کی مخالفت ہو رہی تھی۔ زمانہ جاہلیت کی طرح قبروں، درختوں، پتھروں کی پوجا ہو رہی تھی۔ ان سے مرادیں مانگی جا رہی تھیں۔ نذرانے گزارے جا رہے تھے۔

تو را کینہ قاضی کے مطابق عقائد میں کفر و شرک کی آمیزش کے ساتھ ساتھ اخلاق و کردار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی انتہائی پست درجے کو پہنچے ہوئے تھے۔

چنانچہ شیخ الاسلام نے نجد کے اس ماحول میں موجود مفاسد کے خلاف اللہ کی توفیق سے درس و تدریس وتربیت کے کام کا آغاز کیا اور مختلف قبائل اور اجتماعات کے سامنے دعوت الیٰ اللہ پیش کی۔ وہ ان کے گھروں چوراہوں اور عوامی اجتماعات میں پہنچ جاتے کچھ لوگ ان کی تبلیغ سے متاثر ہوتے اور اُن کی تحریک میں شامل ہوجاتے اور مددگار اور معاون ثابت ہوتے۔ یوں لاکھوں انسانوں نے توبہ کی اور آغوشِ خداوندی میں داخل ہوگئے۔ آپ کی مساعی سے ویران مساجد آباد ہوگئیں اور لوگ کتاب وسنت کی تحصیل میں مشغول ہوگئے۔ ۳۶

دوسری طرف اس دعوت کے مخالفین کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ مخالفت کی قوت جب بہت بڑھی تو آپ کو متعدد شہروں سے ہجرت کرنی پڑی اور آخرکار ''درعیہ'' میں قیام کیا۔

درعیہ کا امیر ابن سعود ان کی دعوت سے متاثر ہوا اور ان کے ساتھ تعاون کرنے لگا۔ محمد بن عبدالوہاب محض اسلام کی تبلیغ وتلقین کے قانع نہ تھے بلکہ وہ اسلام کی تعلیمات سے نکھرے ایک معاشرے کے قیام کا عزم رکھتے تھے۔

ان کی دعوت کے زیر اثر لوگوں کا طرز زندگی عقائد اور کردار یکسر بدل گیا، جو لوگ قبل ازیں کلمہ شہادت کے علاوہ کچھ نہ جانتے تھے اب ہر شخص سے باجماعت نماز پڑھنے اور روزے رکھنے اور زکوۃ دینے کا مطالبہ کرنے لگے۔ تمباکونوشی، ریشم اور عشرت پرستانہ زندگی کے نشانات محو اور تمام غیرملکی ٹیکس منسوخ کردیے گئے۔

کئی صدیوں بعد پہلی مرتبہ ملک میں بدو چوری چکاری اور خوف واندیشہ کے بغیر سونے لگے۔ فرقہ وارانہ آویزش ختم ہوگئی کیونکہ تمام مکاتب فکر کے علما مساجد میں باری باری نماز پڑھاتے تھے۔ شرعی مسائل میں آپ حنبلی مسلک کے پابند تھے، تاہم وہ امام حنبلؒ کے اندھے مُقلد نہ تھے بلکہ وہ اپنی کتاب میں بالصراحت اس چیز کی اجازت دیتے ہیں کہ دیگر تین ائمہ کے فقہی مسلک سے جو وابستہ رہنا چاہے، وہ رہ سکتا ہے۔ تاہم انھوں نے مسلک تصوف کی کج رویوں کے خلاف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جدوجہد کی، جو اسلام کے بنیادی عقیدہ توحید سے متصادم تھیں۔ اولیا پرستی، تصورِ شیخ، قبر پرستی اور بدعات و منکرات کے خلاف زبردست جنگ لڑی۔ ۳۷

مخالفت

اسی زمانے میں مختلف گوشوں سے شیخ کی شدید مخالفت ہوئی۔ یہ ایک فطری امر تھا۔ اُن کے دشمنوں نے عامتہ المسلمین کو یقین دلایا کہ شیخ ایک نئے مذہب کی تعلیم دیتے ہیں، جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ انھوں نے مختلف الزامات لگائے کہ جو لوگ ان کی قیادت تسلیم نہیں کرتے یہ اُنھیں کافر قرار دیتے ہیں وغیرہ۔

ان الزامات میں رتی بھر صداقت نہ تھی لیکن شیخ کے دشمن اپنے عقیدت مندوں کو اس جھوٹ کے باور کرانے اور شیخ کی دعوتِ دینی پر لبیک کہنے والوں کو ''وہابی'' کی نفرت انگیز لقب دینے میں کامیاب ہو گئے۔

امیر عبدالعزیز کے انتقال کے بعد اُن کا بیٹا جانشین ہوا۔ بدقسمتی سے وہ تدبر و حکمت عملی سے عاری تھا۔ اس نے شیخ کے متبعین کو ترکوں سے لڑا دیا۔ وہ عقل و دانش سے کام لیتا تو اس خون ریزی کو ٹال سکتا تھا۔ مگر اقتدار کے طلبگاروں نے ترکوں کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج بھی کسی تُرک کے سامنے ''وہابی تحریک'' کا ذکر کرنا اُس کی نفرت کو اُبھارنے کے لیے کافی ہوگا۔

اس مہلک غلطی کے نتیجے میں مصر کا البانوی حکمران ''محمد علی'' وہابی تحریک کو مٹانے کے لیے عرب پر چڑھ دوڑا 1814ء میں طائف کے قریب زبردست جنگ ہوئی اور وہابی شکست فاش سے دوچار ہوئے۔ ۳۸

اور اُن پر تاریخ کا بدترین ظلم و بربریت روا رکھا گیا۔ تاہم پچیس سال بھی نہ گزرے تھے کہ سلطان عبدالعزیز ابن سعود نے محض اپنی سعی اور جدوجہد کے بل پر جزیرہ نما عرب کا بیشتر علاقہ فتح کر لیا۔ ابتدا میں نہ صرف اس کے زیر سایہ بسنے والے عربوں کی بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کی نگاہیں اس پر مرکوز ہو گئیں۔ اُن کا خیال تھا کہ وہ احیائے اسلام کا پرچم لے کر اُٹھے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ وہ بڑی بے چینی سے اُس روز سعید کا انتظار کرتے گئے لیکن جب اس نے ملوکیت کے قیام کا اعلان کیا تو اُن کی ساری اُمیدیں خاک میں مل گئیں۔ اب یہ صاف عیاں ہو گیا کہ شاہ سعود نے وہابی تحریک کے مذہبی جوش و خروش کو محض حصول اقتدار کی خاطر بطور حربہ استعمال کیا تھا۔ فی الواقع وہ شاہ ابن سعود ہی تھا جس نے ۱۹۳۲ میں امریکہ کی ایک بہت بڑی کمپنی کو تیل تلاش کرنے کی اجازت دے کر تحریک پر ضرب کاری لگائی۔ جبکہ کمپنی کو انکار کر کے وہ اپنی مملکت پر نقصان دہ مغربی اثرات کے دروازے بند رکھ سکتا تھا۔ یہ المناک انجام ہے اُس تحریک کا جس نے تزکیہ نفس سے اپنی تحریک کو یہاں تک پہنچایا مگر دولت و اقتدار کی حرص نے اسلام کے اجتماعی نظام کے نفاذ کی جدوجہد کو مکمل طور پر غرقاب کر دیا۔ ۳۹

آج جب کہ وہابی تحریک نے اپنی تیس سال کی زندگی میں مکمل اسلام رائج کر دیا تھا، اسے آج دولت و اقتدار کے مرض کی ریل پیل اور مغربی اثرات نے زائل کر کے رکھ دیا ہے۔ اُن میں تساہل پسند، عیش کوش اور مغربی تعیشات کے خوگر پیدا ہو رہے ہیں جو غیر ممالک سے ہر قسم کے ملازمین اور کارکنوں کو بلا کر یہ ثابت کر رہے ہیں کہ وہ مغربی رنگ میں رنگنے میں پڑوسی ملکوں کی طرح تیار ہیں۔

اگرچہ وہابی تحریک خالص سیاسی معنی میں جزیرہ عرب تک ہی محدود ہے۔ مگر روحانی طور پر اس کے قومی اثرات عالم اسلام کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک اپنی رو میں بہا لے گئے۔

اس تحریک کی قابل تقلید مثالیں سنوسی تحریک، الاخوان المسلمون اور جماعت اسلامی ہیں۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا بلکہ اس کی بقا کا دارومدار محمد بن عبدالوہاب ایسے مجددین کی روحانی اولاد پر ہے۔ ۴۰

۷۔ سیاسی تحریکیں

ہر زمانے کا ایک مزاج ہوتا ہے اور جب تک اصلاح و تجدید کا کام قوم و ملت کے مزاج کے مطابق نہ ہوگا وہ کامیاب نہ ہو سکے گا، اس وقت ملت اسلامیہ کے اصلاح و تجدید کے گروپوں میں سب سے زیادہ مقبول طریقہ جمہوری نظام میں شامل ہو کر اپنی بات منوانے کا ہے۔ کیونکہ جدید دنیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جمہوری ادارے ہی قوت کا اصل سرچشمہ ہیں۔

سیاسی جماعتیں چاہتی ہیں کہ قوت کے اصل مرکز کو اپنایا جائے تاکہ پورا ملک اپنے ہاتھ میں لے کر افراد کی اصلاح کی جائے یعنی دیوار سے سر ٹکرا کر پاش پاش کرنے سے بہتر ہے کہ ان کے قوانین کے مطابق راستہ بنا کر قوت کے ذرائع سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ ۴۱

اسلامی تحریکات کے بارے میں ہمیشہ دو طرح کی رائے دی جاتی ہے۔ یعنی جو تفریق دین و دنیا کے قائل ہیں اور کہتے ہیں تم مذہب کی تبلیغ کرو سیاست میں دخل کیوں دیتے ہو۔

جب کہ دوسرا گروہ وہ ہے جو "جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی" یعنی پادریوں والا مذہب نہیں جو سیاست میں دخل نہیں دیتا جبکہ ہم اس مذہب کے ماننے والے ہیں جو سیاست میں محض دخل ہی نہیں دیتا بلکہ اس کو اپنا ایک جز بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔

جس کے لیے قرآن پاک کی یہ آیت، وہ نص کے طور پر پیش کرتے ہیں:

قال اجعلنی علیٰ خزائن الارضانی حفیظ علیم ۴۲

حضرت یوسفؑ نے فرمایا تو اس سے مراد یہ تھی کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے احکام جاری کرنے اور حق قائم کرنے اور عدل پھیلانے کا موقع مل جائے اور وہ اُس کام کو انجام دینے کی طاقت حاصل کرلیں۔ جس کے لیے انبیاء بھیجے جاتے ہیں انھوں نے بادشاہی کی محبت اور دنیا کے لالچ میں یہ مطالبہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ جانتے ہوئے کیا کہ کوئی دوسرا شخص ان کے سوا ایسا نہیں تھا بلکہ جو اس کام کو انجام دے سکے۔

اس لائحہ عمل کا اصل جز نظام حکومت کی اصلاح ہے کہ زندگی کے موجودہ بگاڑ کو دور کرنے کی کوئی تدبیر بھی کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک کہ اصلاح کی دوسری کوششوں کے ساتھ ساتھ نظام حکومت کو درست کرنے کی کوشش بھی نہ کی جائے، اس لیے کہ تعلیم و قانون اور نظم و نسق اور تقسیم رزق کی طاقتوں کے بل پر جو بگاڑ اپنے اثرات پھیلا رہا ہو، اس کے مقابلے میں بناؤ اور سنوار کی وہ تدبیریں جو صرف وعظ و تلقین کے ذرائع پر منحصر ہوں۔ کبھی کارگر نہیں ہوسکتیں۔ ۴۳

لہٰذا اگر اہل خیر و اصلاح کے ہاتھ میں اقتدار ہو تو تعلیم اور قانون نظم و نسق کی پالیسی کو تبدیل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر کے چند سال کے اندر وہ کچھ کر ڈالیں گے جو غیر سیاسی تدبیروں سے ایک صدی میں نہیں ہوسکتا۔ ایک جمہوری نظام میں اس کا راستہ صرف ایک ہے اور وہ ہے انتخابی جدوجہد "رائے عامہ کی تربیت کی عوام الناس کے معیار انتخاب کو بدلا جائے۔ انتخاب کے طریقوں کی اصلاح کی جائے اور پھر ایسے صالح لوگوں کو اقتدار کے مقام پر پہنچایا جائے، جو ملک کے نظام کو خالص اسلام کی بنیادوں پر تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں اور قابلیت بھی۔

اجتماعی اصلاح کی سعی میں اس سوسائٹی کے ہر طبقے کی اس کے حالات کے لحاظ سے اصلاح شامل ہے اور اس کا دائرہ اتنا ہی وسیع ہوسکتا ہے جتنا کہ ذرائع وسیع ہوں۔

البتہ مقصد ذہنی، اخلاقی اور عملی انارکی کو ختم کیا جائے اور عوام سے لے کر خواص تک سب میں صحیح اسلامی فکر، سیرت اور سچے مسلمانوں کی سی عملی زندگی پیدا کی جائے۔

جس کے لیے مختلف سمتوں میں باقاعدہ تعمیری کام مقصود ہیں۔ بستی کی مسجدوں کی اصلاح عام باشندوں کو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے روشناس کرانا، تعلیم بالغاں کا انتظام، لائبریری کا قیام، صفائی و حفظان صحت کی کوششوں اور ذرائع کی موجودگی کی صورت میں پرائمری یا ہائی اسکول یا مذہبی تعلیم کا ایسا مدرسہ قائم کرنا جس میں تعلیم کے ساتھ اخلاقی تربیت بھی کی جاتی ہو۔[۴۴]

سیاسی تحریکیں فی زمانہ ہر ملک میں موجود ہیں اور حکومت وقت میں شامل ہو کر یا حکومت سے باہر رہ کر اسلامی احیا کی کوششیں کر رہی ہے، جس کی مثال الجزائر کی اسلامک سلویشن فرنٹ، بنگلہ دیش اور پاکستان میں جماعت اسلامی وغیرہ ہیں۔

الذين ان مكنهم في الا رض اقاموا الصلوة و اتوا الزكوة و امروا بالمعروف و نهوا عن المنكر[۴۵]

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں اقتدار دیں تو وہ نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ترکی میں سیکولر جمہوریت اور اسلامی سیاسی جمہوریت

اتاترک نے اپنی اصلاحات کا آغاز ترکی کو ایک جمہوریہ قرار دے کر کیا۔اس ضمن میں انھوں نے خلافت کا نظام ہی ختم کر دیا۔اور ترکی جمہوریہ کے آئین سے "اسلامی ریاست کی دفعہ نکال کر ملک کو سیکولر یا لادین جمہوریہ قرار دے دیا۔قوم کو مغرب میں ضم کر دینے کے لیے مسلسل اصلاحات نافذ کیں۔خانقاہوں کو بند کر دیا گیا اور مغرب کے دیوانی اور فوجداری قوانین پر مشتمل ضابطے بنائے گئے۔تعداد ازدواج کو ختم کر دیا اور پردے کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔مسلمانوں کی فتوحات اور مساجد کو عجائب گھر بنا دیا، شادی اور طلاق کے قوانین کو تبدیل کر دیا گیا۔ہیٹ کو لازمی اور ترکی ٹوپی اور برقع کو ممنوع قرار دے کر سرکاری دفاتر میں علما کا لباس مقرر کر دیا گیا۔اسلامی کیلنڈر کی جگہ یورپی کیلنڈر اور عربی رسم الخط کی جگہ لاطینی رسم الخط رائج کیا گیا۔جمعہ کے بجائے اتوار کو تعطیل مقرر کی اور اسلام کو سرکاری مذہب کی حیثیت سے ختم کر دیا گیا اور تمام اسلامی قوانین کو متروک قرار دیا۔اس لادینیت کے خلاف جو اتحاد بنے ان میں "ملت پارٹی" پہلے قدم پر تھی، جس نے باقاعدہ منشور تیار کیا اور اپنے اخبار "ملت" میں لادینی نظام کے خاتمے کی باتیں کیں۔جس سے حکومت چونک اٹھی اور اس دوران میں نئی جماعت کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی اور روزنامچہ بند کر دیا۔اسلامی پارٹی نے اپنا اجلاس منعقد کیا جس کا نام تھا "ڈیموکریٹک پارٹی"۔ ۴۶

ڈیموکریٹک پارٹی

۱۹۴۶ میں جلال بایار نے اس کی بنیاد رکھی اور یہ جلد عوام میں مقبول ہو گئی۔یہ پارٹی حکومت کی غلط پالیسیوں پر تنقید اور نکتہ چینی کرنے لگی۔چونکہ اس سے پہلے تمام سیاسی پارٹیوں پر پابندی تھی لہٰذا یہ جلد ہر دل عزیز ہو گئی۔جلال بایار کے مقاصد یہ تھے کہ عہد کمالیت میں لادینیت اور لامذہبیت کا دور شروع ہوا تھا، اس کا سدباب کیا جائے۔اور لوگوں کو اسلام کے راستے پر گامزن کیا جائے۔تاکہ بیرونی دنیا جان لے کہ ترک مغربی تہذیب کے سیلاب میں بہہ کر اسلام کو بالکل ہی ترک کر چکے ہیں۔ ۴۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۵۰ء میں جب قومی انتخابات ہوئے تو نوزائیدہ ڈیموکریٹک پارٹی معجزانہ طور پر بھاری اکثریت سے کامیاب ہوگئی۔ اور برسراقتدار پیپلز پارٹی صرف ۶۴ نشستیں حاصل کرسکی جبکہ باقی ۳۷۸ نشستیں لے کر جلال بایار جمہوریہ ترکیہ کے نئے صدر بن گئے اور عدنان میندریس کو نئی کابینہ بنانے کی ذمہ داری سونپ دی، پارٹی نے خارجہ تبدیلی نہ کی مگر ۲۷ سال بعد ریڈیو اسٹیشن سے تلاوت قرآن کی آواز کانوں میں پڑی۔ جمہوریت کی بحالی کے ساتھ ساتھ عوام میں لادینی نظام کے خاتمے کا مطالبہ بھی زور پکڑ گیا۔ چنانچہ ڈیموکریٹک پارٹی نے اپنے اقتدار میں عربی زبان میں اذان اور عبادت کی اجازت دے دی۔ حج کے لیے سہولتیں مہیا کیں۔

پرائمری اسکولوں میں اسلامی تعلیم لازمی قرار دے دی گئی۔ انقرہ یونیورسٹی میں شعبہ الٰہیات کی تنظیم نو عمل میں لائی گئی۔ استنبول یونیورسٹی میں اسلامیات کا شعبہ قائم کیا گیا۔ اسی طرح ائمہ اور واعظین کی تربیت کے ادارے قائم کیے۔ انھوں نے ملکی دستور کے اندر رہتے ہوئے تمام لادینی اثرات ختم کرنے کی کوشش کی۔ ۱۹۵۴ء میں بھی ڈیموکریٹ پارٹی کو زبردست کامیابی ہوئی اور اس نے خلق پارٹی کی ۳۱ نشستوں کے مقابلے میں پانچ سو نشستیں حاصل کیں۔ ۱۹۵۸ء کے انتخابات میں ڈیموکریٹ پارٹی کی یہ مسلسل کامیابیاں اس کی مقبولیت کا واضح ثبوت تھیں۔[۴۸]

عدنان مندریس

ڈیموکریٹک پارٹی کے دس سالہ دورِ حکومت میں اگرچہ صدارت کے عہدے پر جلال بایار فائز رہے لیکن اس دورِ حکومت کے اصل روحِ رواں وزیراعظم عدنان مندریس تھے۔

عدنان بے مشرقی ترکی کی آیدن (Aydin) میں پیدا ہوئے، ان کا تعلق چودھویں صدی کے ترک طبیب حاجی علی پاشا کے خاندان سے تھا۔ اُنھوں نے امریکی کالج میں تعلیم پائی اور پھر انقرہ یونیورسٹی میں قانون کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۵ مئی ۱۹۱۹ء کو جب یونانی ازمیر میں داخل ہوئے تو عدنان مندریس نے ان کے خلاف دفاعی جدوجہد میں پُرجوش حصہ لیا۔ جلال بایار سے ان کا پہلا تعارف اسی موقع پر ہوا۔ قیامِ جمہوریہ کے بعد وہ آیدن کی لبرل پارٹی کے صدر بنے اور برابر مجلسِ ملی کے رکن منتخب ہوتے رہے۔[۴۹]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ زراعت پیشہ تھے اور زراعت کے میدان میں ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔ان کی کوششوں سے اس علاقے میں ساٹھ ہزار ایکڑ پر مشتمل دلدلوں کو خشک کیا گیا، اور وسیع علاقے کو زراعت کے قابل بنادیا گیا۔انھوں نے یہاں نہریں کھدوائیں، پل بنوائے اور جدید طرز کی کاشت کو رواج دیا۔جو ترکی میں زراعت کے لیے نمونہ ہیں۔جب ترکی میں خاندانی نام اختیار کرنے کا قانون بنا تو انھوں نے اپنے لیے مندرلیس کا نام اختیار کیا، جو مشرقی ترکی کا اہم دریا ہے اور زرعی علاقے میں زرعی خوشحالی کا باعث ہے۔جب سیاسی پارٹیاں بنانے کی اجازت ملی تو ڈیموکریٹک پارٹی بنائی۔۱۹۴۸ء میں انتخابی قوانین میں ترمیم میں ان ہی کا نمایاں ہاتھ تھا۔کمال اتاترک کے بعد وہ جلال بایار کے قریبی ساتھی رہے اور ڈیموکریٹک پارٹی کی کامیابی کے بعد ترکی کے وزیراعظم بنے۔ان کو ترکی میں جمہوریت کا اصل معمار کہا جاتا ہے۔انھوں نے صنعت، زراعت کو تیزی سے ترقی دی۔ملک میں سڑکوں کا جال بچھادیا گیا۔مگر اشتراکی روس کے جارحانہ عزائم کا مقابلہ صرف اس صورت میں ممکن تھا کہ وہ مختلف معاہدوں کے ذریعے مغربی ملکوں سے وابستہ ہوجائیں۔

مختصر یہ کہ ڈیموکریٹک پارٹی کے عہد میں وہ بیڑیاں بڑی حد تک کاٹ دی گئیں جو ترکی میں جمہوریت کے مقام کے وقت اسلام کے پاؤں میں ڈال دی گئی تھیں۔وہ اتاترک کے اس قدر مخالف تھے کہ ان کے قیام کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ اگر ان کا بس چلے تو ملک سے اتاترک کی ایک ایک یادگار مٹادیں۔۵۰

مشہور ترک قانون دان اور استنبول اور انقرہ یونیورسٹیوں کے، پروفیسر ڈاکٹر علی خواد باشگل (Bashgil) نے اپنی کتاب ۲۷ مئی کا انقلاب اور اس کے اسباب میں کہا ہے کہ "اتاترک کے بعد عدنان مندرلیس ترکی کے سب سے مقبول رہنما تھے۔لیکن جب انھوں نے ترکی کے آئین سے سیکولرزم کی دفعہ نکالنا چاہی تو فوج نے مداخلت کر کے حکومت کا تختہ اُلٹ دیا۔اور جمال گرسل کی زیر صدارت فوجی حکومت قائم کردی، فوجی حکومت نے جلال بایار عدنان مندرلیس کے خلاف نمائشی مقدمہ چلایا اور اس جرم میں عدنان مندرلیس کو موت کی سزا دے دی۔جبکہ جلال بایار کو عمر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ ہونے کی وجہ سے عمر قید کی سزا دی گی۔

حزب عدالت یا جسٹس پارٹی

ڈیموکریٹک پارٹی توڑ دی گئی، مگر اس کے اثرات ملک میں پھیل چکے تھے۔ اس کے حامیوں نے جن میں سابق کمانڈر انچیف راغب گشن پالا نمایاں تھے، حزب عدالت یعنی جسٹس پارٹی بنائی۔ حزب عدالت نے اکتوبر ۱۹۶۱ء کے انتخابات میں حصہ لیا اور پارلیمنٹ کی تقریباً نصف نشستیں حاصل کر لیں۔

حالانکہ ملک میں دہشت پھیلی ہوئی تھی اور ملک کا صدر وہی شخص تھا جو انقلاب لایا تھا۔ لیکن ۱۹۶۵ء کے دوسرے انتخاب میں حزب عدالت واضح اکثریت سے کامیاب ہوئی۔ یہ کامیابی یا ڈیموکریٹک کی کامیابی ان عناصر کی کامیابی تھی جو مذہب کو ترکوں کی زندگی میں ایک موثر عامل کی حیثیت سے دیکھنا چاہتی تھی۔ 1965ء کے انتخابات کی کامیابی کے نتیجے میں سلیمان ڈیمریل نے حکومت بنائی جو ایک دلکش شخصیت کے مالک اور ایک اچھے مسلمان تھے۔ وہ اپنے محلے کی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے اور وزیر اعظم بننے کے بعد انھوں نے مذہب سے کھل کر تعاون کیا۔ عدالت پارٹی فوج کی نگرانی میں تھی، بہر حال کئی سال سیاسی استحکام قائم رہا البتہ اسلامی تعلیمات کے فروغ کے سلسلے میں عدالت پارٹی کی حکومت نے ڈیموکریٹک پارٹی کی پالیسی قائم رکھی۔ ملک میں دینی مدرسوں کا جال بچھا دیا گیا اور امام اور خطیبوں کے لیے تربیتی ادارے قائم کیے گئے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے مدرسے علیحدہ قائم کیے گئے، جن میں ۱۹۶۸ء میں ایک لاکھ ۳۴ ہزار طلبہ اور طالبات قرآن مجید حفظ کر رہے تھے۔ عربی رسم الخط میں لکھی کتابیں ترکی یعنی لاطینی رسم الخط میں ترجمہ کی گئیں۔

اکتوبر ۱۹۶۹ء کے انتخابات بھی عدالت پارٹی نے بھاری اکثریت سے جیت لیے، لیکن ۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۱ء میں طلبہ مزدور بے چینی اور انتہا پسند عناصر کے باہمی تصادم نے ترکی میں امن و امان کا مسئلہ پیدا کر دیا، جس کا سہارا لے کر فوج نے ۱۲ مارچ ۱۹۷۱ء کو سلیمان ڈیمریل کو مستعفی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امان کا مسئلہ پیدا کر دیا، جس کا سہارا لے کر افوج نے ۱۲ مارچ ۱۹۷۱ء کو سلیمان ڈیمریل کو مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا۔ ۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۳ء تک ترکی میں فوج کی نگرانی میں دائیں بازو کے کئی انتخابات ہوئے مگر کسی بھی پارٹی نے اکثریت حاصل نہیں کی البتہ اسلامی فوج نے ایک نئی پارٹی کو جنم دیا۔

ملی نظام پارٹی

یہ پارٹی پروفیسر نجم الدین اربکان نے بنائی جس کا انتخابی نعرہ تھا:
''عزیز وطن ترکی کے مقدس ورثے کے تحفظ کے لیے'' اس کا نشان بند مٹھی تھا، جو اتحاد واستحکام کی علامت تھی اور اس کی شہادت کی انگلی ہوا میں لہراتی ہوئی روشن مستقبل کی جانب اشارہ کر رہی تھی۔ اس پارٹی کا منشور اسلامی فکر اور نظریات کی بالا دستی، امت مسلمہ کی عظمت رفتہ کا احیا اور ملک میں نظم وضبط، خوشحالی اور ترقی کو عام کرنا تھا۔ ترکی کا سیکولر طبقہ اور مغرب پرست حکمران پروفیسر اربکان کی اسلامی فکر کو کیسے گوارا کر سکتے تھے چنانچہ ملی نظام پارٹی تنقیدوں اور بیانات کے خلاف دستوری عدالت میں سرکاری وکیل نے استغاثہ دائر کر دیا اور عدالت پارٹی کو اس بنیاد پر تحلیل کر دیا کہ یہ ملک میں قانون کی توہین کر رہی ہے، یوں اسے خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔ ۵۱

مگر بدلتے ہوئے حالات میں نئی حکمت عملی کے تحت 11 اکتوبر 1972ء کو نجم الدین اربکان نے ''ملی سلامت پارٹی کے نام سے ایک نئی جماعت بنالی۔ یوں ترکی میں جمہوری روایات کے زیر سایہ اسلامی تحریک نے نیا رخ اختیار کیا، جو آج تک جاری ہے۔ مختلف ناموں سے وہی اسلام کے پروانے اس شمع پر کٹ مرنے کو باری باری تیار ہیں اور لادین طاقتوں کو یہ باور کروا رہے ہیں کہ:

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے ۵۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ جہادی تحریکیں

بعض اوقات سیاسی نااہلی کی بنا پر جب کوئی سیاسی قوت بار بار دبائی جاتی ہے تو وہ راستہ بدل کر دوسرا یعنی تشدد کا راستہ اختیار کر لیتی ہیں۔ جب سیاسی جماعتوں سے آزادی چھین لی جاتی ہے اور حکمران طبقہ ان کی راہ میں مزاحمت کرتا ہے تو پھر یہ جماعتیں تشکیل پاتی ہیں۔

ان کے خیال میں "حکمران ہی اصل رکاوٹ ہیں" بعض اوقات استعماری قوتیں بھی اکثریت کا استحصال کرتی ہیں تو عوام کے پاس سوائے تشدد کے دوسرا کوئی راستہ باقی نہیں رہتا۔ آج دنیا میں جہاں کہیں اسلامی تحریکیں اسی طور پر ناکام رہی ہیں۔ انھوں نے وہاں اپنی تحریکوں کو جہادی رنگ دے دیا ہے۔

ان اسلامی تحریکوں کا یہ زبردست کارنامہ ہے کہ انھوں نے صدیوں سے مردہ روح کو دوبارہ ملت اسلامی کے اندر زندہ کر دیا۔ جہادی فکری دعوت کے ساتھ ساتھ اسلامی تحریکوں نے باطل کے خلاف منظم جہاد بھی کیا۔

مغرب نے شروع ہی سے ان اقوام اور علاقوں میں خاص کر جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، اسی طرح کے حالات و تقسیم پیدا کر دی ہے کہ وہ غالب اکثریت سے محروم ہو گئے۔ یا ان پر بیرونی حکمران مسلط کر دیئے ہیں، جو ان کی آزادی و خود مختاری کے لیے رکاوٹ کا باعث ہیں اور یہ اسلامی تحریکیں اپنی آزادی و خود مختاری کے لیے کوشاں ہے۔ ان کی جہادی تحریکات کی بنیادی فکر اسلام اور شریعت اسلامیہ ہے اور یہ سب ایک ہی عالمی تحریک کے خوشہ چین ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں کے اندر ہونے والی ان تمام تحریکوں کا خالص اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ لیا جائے اور دیکھا جائے کہ یہ کام ٹھیک اسلامی خطوط پر ہو رہا ہے یا اس میں فکری و عملی انحراف بھی پایا گیا ہے۔ یہ کہ سارے کام کن حالات میں وہ کس حد تک موزوں تھے اور ان کے کیا نتائج نکلے۔ یہ جائزہ اس انداز میں ہونا چاہیے کہ وہ مستقبل کے لیے ایک نیا لائحہ عمل بن سکے۔

تاہم کوئی بھی اسلامی نظریہ یا روایت، نسلی یا گروہی یا اعتقادی اور فرقہ وارانہ اختلاف کی بنیاد پر کسی ایسے جہاد کی اجازت نہیں دیتا جس میں معصوم غیر مسلم مردوں، عورتوں اور بچوں یا اپنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ن بھائیوں کا خون بہایا جائے۔ معصوم لوگوں کے قتل عام کو منصفانہ ثابت کرنے کی خاطر جہاد کی گمرا ہ کن تعریف جزوی طور پر موجودہ انتہا پسند اسلامی تحریکوں کے انقلابی اور بنیاد پرستی کے خطوط کو اجا گر کرتی ہے۔

دین دراصل نام ہے ایک روحانی قوت کا جس میں ہماری قوتوں کو اکسانے اور ابھارنے کی بے پناہ تاثیر پنہاں ہے۔ دین ہر حملہ کے مقابلے میں خود ایک چٹان ہے اور جم کر مقابلہ کرنے کی تلقین بھی ہے۔ اور کمزوری کا شکار ہو کر ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ، دینے والوں کو دنیا اور آخرت دونوں میں بُرے انجام کی دھمکی دیتا ہے۔ ۵۳

اعدو الھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبو ن به عدو اللہ وعدو کم ۵۴

اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کی مقابلے کے لیے تیار رکھو کہ اس کے ذریعے سے اللہ اور اپنے دشمنوں کو خوفزدہ کر سکو۔

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ط ان اللہ لا یحب المعتدین ۵۵

اور تم اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو کہ زیادتی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

اسلامی جہاد درحقیقت ایک عملی تحریک ہے جو ہر مرحلے میں اپنی ضروریات اور تقاضوں کے مطابق متوازی اور موزوں وسائل اختیار کرتی ہے۔ دین اسلام عملی زندگی کا مقابلہ محض مجرد نظریات سے نہیں کرتا۔ نہ وہ زندگی کے مختلف مراحل کو جامد اور ناقابل تغیر ذرائع سے طے کرتا ہے جو لوگ نظام جہاد پر گفتگو کرتے ہوئے قرآنی نصوص سے استدعا کرتے وقت دین کے اس امتیازی وصف کا لحاظ نہیں کرتے اور ان ادوار و مراحل کی فطرت و حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتے۔ جن سے تحریک گزری ہے تو اس طرح کے لوگ نظام جہاد کو نہایت بھونڈے انداز سے غلط ملط کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتے ہیں۔ اسلامی تحریک مادی اقتدار سے نبرد آزمائی میں محض دعوت وتبلیغ پر اکتفا نہیں کرتی اور نہ عام انسانوں کے افکار و کردار بدلنے کے لیے محض قوت کا استعمال ہی مناسب سمجھتی ہے۔ یہ دونوں اصل میں اس دین کے طریق کار میں یکساں طور پر اہمیت رکھتے ہیں۔

سید قطب شہید کے الفاظ میں: ''اسلام کی برپا کردہ تحریک جہاد کا مقابلہ ایک ایسی جاہلیت سے ہوتا ہے، جو ایک طرف خیالات وعقائد پر قابض ہوتی ہیں، اور دوسری طرف اس کی بنیاد پر زندگی کا عملی نظام قائم ہوتا ہے۔ اور تیسری طرف اسے اور اس کے قائم کردہ نظام زندگی کی پشت پناہی کے لیے سیاسی مادی اقتدار موجود ہوتا ہے۔ اس لیے تحریک کو جاہلیت کا مقابلہ کرنے کے لیے متوازی وسائل واسباب بروئے کار لانا پڑتے ہیں۔ ۵۶

یہی وہ فطری طریق کار ہے جس کی بدولت اسلام کا عمل موجودہ دنیا میں قائم ہوا تھا۔ اس کے آتے ہی اس کی بنیاد پر ٹھوس جان دار اور متحرک جماعت وجود میں آگئی جس نے نہ صرف باطل معاشرے میں اپنا جداگانہ تشخص قائم کیا ہے۔ بلکہ باطل وجود کو بھی چیلنج کر دیا۔ وہ ہرگز عملی وجود سے عاری محض خیالی نظریے کی صورت میں نہیں اترا اور آئندہ بھی اس کا وجود ایک عملی نظام کے ذریعے ہی منصۂ شہود پر آسکتا ہے۔ ۵۷

اذن للذین یقتلون با نھم ظلموا، و ان اللہ علی نصرِ ھم لقدیر ۵۸

اجازت دی گئی ان لوگوں کو جنگ کی جن سے کفار لڑتے ہیں کیونکہ ان (مسلمانوں) پر ظلم ڈھایا گیا اور اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔

تحریک مجاہدین

سید احمد شہید (۱۷۸۶۔۱۸۳۱) اور شاہ اسماعیل شہید (۱۷۷۹۔۱۸۳۱) کی تحریک مجاہدین جس وقت وجود میں آئی، اس وقت علم وفضل کی کمی نہ تھی۔ دینی ومذہبی کمالات کی حامل شخصیں عنقا نہ تھیں، درس وتدریس، تصنیف وتالیف، شعر وادب کے حلقے معمور اور آباد تھے۔ تصوف وطریقت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اکابر وشیوخ کی کمی نہ تھی۔ لیکن یہ ساری صلاحتیں غلط رخ پر استعمال ہو رہی تھیں۔

اس وقت ایسے شخص کی ضرورت تھی جو دین وعلم اور صلاحیتوں کے اس بچے کھچے سرمائے سے وقت پر کام لے لے اور ان کو ٹھکانے لگائے۔ جو خانقاہوں کا حال اور درس گاہوں کا قال، وہاں کی حرارت اور یہاں کی روشنی سارے ملک میں عام کر دے جس کے جلوس چلتی پھرتی خانقاہیں ہوں اور دوڑتے بھاگتے مدرسے گھوڑوں کی پیٹھ پر عالم ہوں اور محرابوں میں مجاہد۔ اس تحریک نے یہی کام انجام دیا۔ یہ دراصل وقت کی سب سے بڑی ضرورت اور اہم ترین تقاضا تھا۔ جسے تحریک مجاہدین نے پورا کیا۔ ۵۹

چنانچہ اس تحریک نے ان تمام خرابیوں کو دور کرنے کے کام کا بیڑہ اٹھایا اور ایک منصوبہ کے تحت یہ کام تکمیل کو پہنچا۔ مختلف مقامات کے مسلسل دورے کیے گئے۔ لوگوں کو گمراہی سے توبہ کرائی گئی اور انھیں خالص اسلام کی دعوت دی گئی اور ایک روایت کے مطابق اس تحریک کے ذریعے چالیس ہزار غیر مسلم ایمان کے دائرے میں آئے۔

انھوں نے عامہ خلائق کے دین اخلاق اور معاملات کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا، اور جہاں جہاں ان کے اثرات پہنچ سکے وہاں زندگیوں میں ایسا زبردست انقلاب رونما ہوا کہ صحابہ کرام کے دور کی یاد تازہ ہوگئی۔

انھوں نے اتنے وسیع پیانے پر جو انیسویں صدی کے ابتدائی دور میں ہندستان جیسے بر سر تنزل ملک میں بمشکل ہی ممکن ہو سکتا تھا اور اس تیاری میں اپنی تنظیمی قابلیت کا کمال ظاہر کر دیا۔

پھر اس جہاد میں وہی اصول اخلاق اور قوانین جنگ استعمال کیے جن سے ایک دنیا پرست جنگ آزما کے مقابلے میں ایک مجاہد فی سبیل اللہ ممتاز ہوتا ہے۔ اس طرح فوج کے سپاہی دن کو گھوڑے کی پیٹھ اور رات کو جانماز پر ہوتے تھے۔ خدا سے ڈرنے والے، آخرت کے حساب کو یاد رکھنے والے اور ہر حال میں راستی پر قائم رہنے والے تھے۔

انھوں نے کہیں شکست کھائی تو بزدل ثابت نہ ہوئے اور کہیں فتح پائی تو جبار اور متکبر نہ پائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے۔ اس شان کے ساتھ خالص اسلامی جہاد ہندستان میں نہ ان سے پہلے ہوا تھا اور نہ ان کے بعد ہوا۔ یہ لوگ بعض طبعی اسباب کی وجہ سے جن کا ذکر آگے آتا ہے، ناکام ہوئے مگر خیالات میں جو حرارت وہ پیدا کر گئے تھے اس کے اثرات ایک صدی سے زیادہ مدت گزر جانے کے باوجود اب تک ہندستان میں موجود ہیں۔[60]

غرض اس تحریک کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ رسول پاکؐ کی سنت زندہ ہو اور اسلامی حکومت چلے۔ اسی کو قانون سازی اور تنقید کا حق ہو اور اسی کی زندگی کے ہر معاملے میں اطاعت کی جائے اور یہ کہ شرعی اور اسلامی حکومت کے بغیر مکمل اسلام پر عمل کرنا کسی کے لیے ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ اس تحریک کا بنیادی مقصد اعلائے کلمۃ اللہ اور اقامت حکومت الٰہیہ تھا۔ یہ محض احیائے دین کے لیے برپا کی گئی تھی [61]

برصغیر کی پہلی اسلامی ریاست

تحریک مجاہدین نے سکھوں کے خلاف عملی جہاد کیا اور جان و مال کی بے شمار قربانیوں اور جہد و عزیمت کی طویل ترین مسافتوں کے طے کرنے کے بعد باقاعدہ پشاور پر قبضہ کر لیا اور اس آزاد علاقے میں پہلی اسلامی ریاست کی حکومت قائم کی۔ ان کو ایک چھوٹے سے علاقے میں حکومت کرنے کا جو تھوڑا سا موقع ملا انھوں نے ٹھیک اس طرز کی حکومت قائم کی جس کو ''خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کہا گیا ہے، وہی حدود و شرعیہ، وہی مساوات، وہی شوریٰ، وہی عدل، وہی انصاف، وہی حدود، شرعیہ وہی مال کو حق کے ساتھ لینا اور حق کے مطابق صرف کرنا، وہی خدا سے ڈر کر حکومت کرنا، غرض ہر پہلو میں انھوں نے اس حکمرانی کا نمونہ ایک مرتبہ پھر تازہ کر دیا جو صدیقؓ و فاروقؓ نے پیش کی تھی۔[62]

پشاور ۱۸۳۰ء کے اخیر میں فتح ہوا جو تحریک جہاد کی تاریخ کا سب سے روشن باب ہے لیکن افسوس کہ یہ کامیابی جلد ہی سخت ناکامی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اور نہ صرف پشاور ہاتھ سے نکل گیا بلکہ گرد و نواح کے علاقے میں جو قاضی تحصیلدار مقرر ہوئے تھے۔ انھیں خود مسلمانوں کے ہاتھوں شہادت نوش کرنا پڑا۔ اس افسوناک انقلاب احوال کا تجزیہ کرنا آسان نہیں (دیدہ حاضر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مولانا مہر نے بڑے جذبے سے اس کی ترجمانی کی ہے) متعلقہ تحریروں کو دیکھنے سے خیال ہوتا ہے کہ بنیادی اختلافات اقتصادی اور سیاسی تھے۔ قبائلی علما اپنا عشر کھونے پر پہلے ہی ناخوش تھے اور شاید بعض مخلص، قدیم الخیال ہستیوں کو بھی سید صاحب کے بعض ساتھیوں کے طور طریقے، بلکہ عقائد بھی کھٹکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سرداران پشاور اور علماء کا ایک محاذ بنا جس نے مجاہدین کے قتل کے فتوے دیئے۔

حاکم پشاور کے ایما پر فیصلہ ہوا اور ایک رات یہ قتل مقرر ہوا جب کہ پہلے سے مقرر اشاروں کے مطابق ہر ایک گاؤں میں نقارے بجائے گئے اور اونچے مکانوں پر آگ جلائی گئی اور رات کو بوقت عشاء نماز میں مشغول مجاہدین کا قتل شروع ہوا۔ کسی گاؤں میں عین نماز فجر میں یہ مردان خدا جو ملک ہندستان کا انتخاب تھے، ظالموں کے ہاتھ سے ذبح ہوئے۔

جنھیں جنرل ونٹورا کی توپیں اور جنرل بدھ سنگھ کی فوجیں ناکام نہ کرسکیں، دربار لاہور کی ڈپلومیسی سے مسلمانوں کے ہاتھوں خاک میں مل گئیں۔ چنانچہ سید صاحب نے اس علاقے کو چھوڑ کر عرب جانے کا فیصلہ کیا اور مجاہدین کو اپنے اپنے گھر جانے کی اجازت دے دی لیکن اکثر ساتھیوں نے آپ کو چھوڑنا قبول نہ کیا۔ آپ چند منزلیں چل کر ملک کاغان" میں بمقام راج دواری مقیم تھے کہ راجا شیر سنگھ کا لشکر اس طرف آیا اور مدافعت کے لیے سردار حبیب اللہ نے آپ کی مدد چاہی۔ آپ لشکر کے ساتھ بالاکوٹ تشریف لے گیا۔ جب لڑائی ہوئی اس میں سید صاحب کے ایک ساتھی کی غداری سے مجاہدین چاروں طرف سے محصور ہو گئے۔ راجا شیر سنگھ کا لشکر بہت بڑا تھا۔ جو چاروں طرف پہاڑوں پر چھا گئے۔ اس جنگ میں مجاہدین کو شکست فاش ہوئی، مولوی اسمٰعیل شہید، مولوی خیر الدین اور ارباب بہرام خان سب اس معرکے میں شہید ہو گئے۔ سید صاحب بھی اس معرکے میں ۲۴ ذیقعد ۱۸۳۱ کو بالاکوٹ کے مقام پر شہید ہوئے۔ ۶۳

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ط بل احیاء ولکن لا تشعرون ۶۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انھیں مردہ نہ کہو۔ وہ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ مگر تم نہیں سمجھتے۔

ناکامی کے اسباب

ان کی ناکامی بلحاظ حقیقت، حقیقی کامیابی تو مسلمان کے نزدیک یہ ہے کہ وہ اللہ کے رضا کے لیے اقامت دین کی سعی کرے۔ جیسا کہ سعی کرنے کا حق ہے۔ اس لحاظ سے یہ حضرات یقیناً کامیاب رہے۔ البتہ ان کی ناکامی دنیوی نتائج کے اعتبار سے ہے کہ وہ عملاً جاہلیت کا اقتدار ختم کر کے اسلام کا غلبہ قائم نہ کر سکے۔

پہلا سبب

مصلحین نے تصوف کی بیماری کا اندازہ لگائے بغیر ان کو پھر وہی مریدی، پیری کی غذا دے دی، جس سے مکمل پرہیز کی ضرورت تھی۔

دوسرا سبب

سید صاحبؒ اور شاہ اسمٰعیلؒ نے جس علاقے میں جا کر جہاد کیا اور جہاں اسلامی حکومت قائم کی، اس علاقے کو اس انقلاب کے لیے اچھی طرح تیار نہیں کیا تھا۔ تاریخ کا یہ سبق ہر تجدیدی تحریک کے لیے ضروری ہے۔ کیونکہ ایسا انقلاب واقع ہو بھی جائے تو نقش بر آب ہوتا ہے۔

تیسرا سبب

اب یہ سوال باقی رہتا ہے کہ یہ بزرگ اسلامی حکومت تو قائم نہ کر سکے مگر ہزاروں میل دور سے آئے ہوئے انگریز یہاں جاہلی حکومت قائم کرنے میں کامیاب کیسے ہو گئے۔ ۶۵

معاصر تاریخ پر نگاہ ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہمارے ہاں تو چند اشخاص بیدار ہوئے تھے جبکہ وہاں قوموں کی قومیں بیدار ہو گئی تھیں۔ یہاں صرف ایک جہت میں تھوڑا سا کام ہوا تھا وہاں ہر جہت میں ہزاروں گنا زیادہ کام کر ڈالا گیا۔ یہاں شاہ ولی اللہ اور ان کی اولاد نے چند کتابیں لکھیں اور وہاں لائبریریوں کی لائبریریاں ہر علم و فن پر تیار ہوئیں۔ لہٰذا ان دو طاقتوں میں کیا تناسب تھا؟ اس میں جو نتیجہ فی الواقع رونما ہوا اس کے سوا اور کچھ نہ نکلتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تمام اسباب وعوامل کے باوجود سید احمد شہید کی بالاکوٹ کے مقام پر شہادت اور ان کے اثرات اس قدر قوی تھے کہ ان کی درخشاں مثال مسلم ہندستان میں تجدید اسلام کی تمام آئندہ کوششوں کی محرک بن گئی۔۶۶

۱۱۔ تعلیمی ادارے

اسلام نے زندگی کا ایک خاص تصور دیا ہے، جو اپنے ماننے والوں کو ایک انفرادیت عطا کرتا ہے۔ مسلمان جب بھی غیر اسلامی فلسفے اور تہذیب ومعاشرت سے متاثر ہوئے اس کی اصلاح کی کوشش بھی ساتھ ساتھ ہوتی رہی۔ ہر دور میں مسلمانوں کی تعلیمی وتربیتی اور ذہنی وفکری نشو ونما کے لیے مکاتب ومدارس اور علمی وتحقیقی شعبے وجود میں آئے اور دعوت وتبلیغ کا کام ہوتا رہا۔

کوشش اس بات کی تھی کہ اللہ کا دین غالب آئے اور پوری زندگی اس کے تابع ہو جائے، اس کے لیے انفرادی طور پر بھی جدوجہد ہوئی اور انجمن ادارے اور تنظیمیں بھی وجود میں آئیں۔ جب مزاحم قوتیں اسلام کو پھیلنے سے روکنے میں معروف ہوں اور سیاسی جماعتوں اور جہادی تنظیموں کو پنپنے نہیں دیا جاتا اور صرف تزکیہ نفس سے کام نہیں چلتا تو ان قوتوں سے مقابلے کے لیے تعلیمی ادارے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جو تعلیمی پالیسی کی بجائے تحریک کی شکل میں عوام پر چھا جاتے ہیں۔ ان تعلیمی اداروں نے ان حملوں کا بھرپور جواب دیا۔ جو عیسائیوں، قادیانیوں آریوں اور ہندوؤں کے پروپیگنڈہ لٹریچر کے ذریعے ایک مہم کی شکل میں مسلمانوں کے عقائد واخلاق کے خلاف کام کر رہے تھے۔

جس زمانے میں گورنر یوپی سر ولیم میور نے (The life of prophet) لکھی، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شایستہ وبااخلاق زندگی پر اعتراضات کیے گئے، ازواج مطہرات ومسئلہء جہاد اور تعدادِ ازدواج جیسے مسائل پر گندگی اچھالی گئی اور صاف صاف لکھا گیا کہ دنیا کو اس وقت دو خطرے درپیش ہیں: (نعوذ باللہ) ایک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلوار، دوسرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن پاک اور جب تک ہم یہ دونوں ختم نہیں کر دیں گے چین سے نہیں بیٹھیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے۔۶۷

دوسری طرف نیا تعلیمی نظام نافذ کیا گیا جو علامہ اقبال کے بقول دین و مذہب کے خلاف ایک سازش تھی۔ سرسید کا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے ان اعتراضات اور شکوک وشبہات کا جواب دینے کی کوشش کی جو عیسائی مشنریوں نے اسلام کے سلسلے میں پیدا کر دئے تھے اور ایک تعلیمی تحریک کے ذریعے مسلمانوں کو ان کے زوال سے نکالنے کی کوشش کی دوسری طرف خالص اسلامی تعلیمات اور مسلم تہذیب وتمدن کے تحفظ کے لیے علمائے کرام نے ایک تحریک چلائی اور بے شمار قربانیاں دے کر اپنی روایات وثقافت کی حفاظت کی۔ اسی مقصد کے لیے دیو بند کا مدرسہ قائم ہوا۔ علما نے سوچا ملک وملت کے مادی خزانے تو انگریز لوٹ کر لے جا چکے تھے۔ اب اس امر کی ضرورت تھی کہ ملت کا علمی وروحانی سرمایہ محفوظ کرلیا جائے۔ اگر دوسروں پر اپنے دین کا دبدبہ نہ بٹھا سکے تو کم از کم اپنے ورثہ وتہذیب کی خود حفاظت تو کرسکیں۔ چنانچہ اس ادارے نے جو مفید و اہم خدمات انجام دیں ان سے کوئی حق پرست انکار نہیں کر سکتا۔ دار الارقم بھی ایک رضا کار غیر سرکاری اسلامی دعوتی تحریک ہے، جو 1960 میں ملائیشیا میں وجود میں آئی۔ اس کا بنیادی مقصد اسلامی اقدار وعقائد کا احیا اور روزمرہ زندگی میں ان پر عمل کرنا ہے۔

نہضۃ العلما اور شرکت اسلام پارٹی کا قیام 1912ء میں عمل میں آیا اور علما کی بیداری کی یہ تنظیم انڈونیشیا میں شروع ہوئی، جو قومی بیداری کی تحریک ثابت ہوئی۔ 1926 میں اس کا چارٹر تیار ہوا اور سنی مسلک کے علما کے درمیان باہمی تعلقات کو فروغ دینا اور درسی کتب وتدریسی مواد کو بدعات سے محفوظ رکھنے کی کوشش بنیادی اہم کارنامے ہیں۔

ایران کے انقلاب میں مدرسہ "قم" کا کردار بھی ایک تعلیمی ادارے کی کارکردگی کی مثال ہے، جس سے شاہ ایران کے خلاف عوام کو پلیٹ فارم مہیا کیا۔ اس صدی کی پانچویں اور چھٹی دہائیوں میں نوجوانوں کے جذبات واحساسات میں جو تابانی آئی، اسے معاصر اسلامی تحریکات کی تاریخ میں ایک امتیازی شان حاصل ہے اور اس کے رہنماؤں نے جو کردار ادا کیے جو دراصل تعلیمی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اداروں کے اندر تحریکات کی بدولت تھے، اسلامی تحریکوں کی جدوجہد میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ان طلبہ نے اپنی عملی و متحرک کوششوں کی مساعی سے اسلام اور مسلمانوں کے مفادات و مصالح کی طرف ان کا رخ موڑ دیا۔نوجوانوں کے اندر تطہیر افکار اور تعمیر نو کے لیے کئی اقدامات کیے۔تحریکات اسلامی کو صالح مستعد اور باشعور قیادت مہیا کی اور اسلام کی فلاح و بہبود کے لیے عملی اقدامات کیے۔۶۸

۱۲۔دارالعلوم دیوبند

دیوبند کا مدرسہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے نام پر مدرسہ قاسم العلوم کہلاتا ہے۔اس کی ابتدا ہنگامہ غدر سے دس سال بعد 30 مئی 1867 کو ہوئی۔حکومت کی نظر اس مدرسے کے سلسلے میں اچھی نہ تھی، کیونکہ اس کے ہمدردوں میں ایسے لوگ بھی شامل تھے جنھوں نے سن ستاون کی جنگ آزادی میں حصہ لیا تھا اور اس کے پیش نظر شریعت محمدی کی تعلیم و اشاعت اور انگریزی کا مکمل بائیکاٹ شامل تھا۔

لیکن علمائے حق کی نیک نیتی اور ان کی قربانی و جان نثاری نے اس مدرسے کو وہ مقبولیت عطا کی کہ ہندوپاک ہی نہیں بلکہ عالم اسلام میں اسے علوم اسلامیہ کا مرکز سمجھا جانے لگا۔

اسی آزادی فکر کی خاطر مولانا قاسم نے طے کیا کہ سرکاری وظائف تو درکنار طلبہ کے لیے ریلوے [ریل کے سفر کے کرائے میں رعایت و تخفیف] کنسیشن تک کی سہولت حکومت سے نہیں لی جائے گی۔

مولانا مناظر احسن گیلانی کے استفسار پر شیخ الہند نے فرمایا کہ:۔

"حضرت الاستاذ نے اس مدرسہ کو درس و تدریس تعلیم کے لیے قائم کیا تھا۔مدرسہ میرے سامنے قائم ہوا جہاں تک میں جانتا ہوں ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد ادارہ قائم ہوا کہ کوئی ایسا مرکز ہو جس کے زیر اثر لوگوں کو تیار کیا جاسکے تاکہ ۵۷ء کی ناکامی کی تلافی ہو سکے۔" ۶۹

یہ ایک ایسی تعلیمی تحریک تھی جو حکومت کی سرپرستی کے بغیر دین کی حفاظت کی تحریک تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیام

یہ تحریک جو کہ اسلامی تعلیمات اور مسلم تہذیب و تمدن کے تحفظ کے لیے علما کرام نے چلائی۔ اس لیے اس کے اصل محرک مولوی فضل الرحمٰن، مولوی ذوالفقار علی اور پہلے مدرس ملا محمد محمود صاحب تھے اور دیوبند کی "مسجد چھتا" میں تعلیم شروع ہوئی۔ شروع شروع میں درس مسجد میں ہوتا تھا۔ جب طلبہ کی کثرت ہوئی تو "مسجد قاضی" کے قریب ایک مکان کرایے پر لیا گیا۔ ۱۲۹۳ء میں دارلعلوم کی اپنی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ آج دارلعلوم کے احاطے میں کئی عمارتیں کھڑی ہیں۔ دوسو تیس بڑی بڑی درس گاہیں ہیں۔ آٹھ ہوسٹل ہیں۔ تقریباً چار سو حجرے ہیں۔ دارالعلوم کی بین الاقوامی اہمیت ہونے کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ آسام، برما اور چین بدخشاں کے طالبعلم تعلیم پا رہے ہیں۔ ۷۰

خدمات

گذشتہ پچاس سال کے حالات دیکھتے ہوئے یہ کہنا قطعاً مبالغہ نہیں کہ دیوبند نے قوم کی بڑی مذہبی اور علمی خدمت کی ہے۔ دیوبند کا نصاب ضروریات زمانہ کے لحاظ سے ناکافی سہی اور علمائے دیوبند کی حالات زمانہ اور مغربی مستشرقین یا دور حاضر کے مصری علما کی تصنیفات سے اتنی واقفیت نہ سہی، جتنی بعض دوسرے علما کو ہے۔ لیکن دیوبند کا پیانہ بہت وسیع ہے۔ وہاں سے ہزاروں علما طلبہ فارغ التحصیل ہو کر نکلے ہیں۔ جنھوں نے ملک کے کونے کونے میں اسلامی علوم کے چراغ روشن کیے۔ مذہب کی اشاعت کی بدعتوں اور مضر اخلاق خرابیوں کی اصلاح کی۔ یہ درست ہے کہ وہ جو جدید ضرورریات کے لحاظ سے کئی باتوں میں بہت باخبر نہیں لیکن آخران میں تقویٰ پرہیزگاری اور روحانیت دوسروں سے زیادہ ہے۔ صرف اسی کا فیض ملک کے دور دراز حصوں میں پہنچانا ملک اور قوم کی قابل قدر خدمت ہے۔

اس کے علاوہ اس طرز کے مدارس دوسرے علاقوں میں قائم کیے گئے۔ ۱۲۸۳ میں مولانا سعادت علی سہارنپوری نے شہر سہارنپور میں مدرسہ مظاہر العلوم کی بنیاد رکھی، جہاں سے علما اور علم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین کے خدمت گزار بڑی تعداد میں فارغ ہوئے۔ اور فن حدیث کی خاص طور پر خدمت کی۔
درس نظامی کے طرز پر بہت سے مدارس قائم ہوئے جن میں مرادآباد کا "مدرسہ شاہی"، دربھنگہ کا
مدرسہ، "امدادیہ" اور حوتا مکھن کا "مفتاح العلوم" خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اے

اہل حدیث کے متعدد مدارس، مدرسہ رحمانیہ، مدرسہ سلفیہ بنارس، مدرسہ محمدیہ سلفیہ سہریا
سرائے دربھنگہ وغیرہ قائم ہوئے، جن میں دہلی کا مدرسہ رحمانیہ تقسیم کے بعد بند ہو گیا۔ جب کہ باقی
خدمت میں مشغول ہیں۔

مقاصد

آزادی ضمیر کے ساتھ ہر موقع پر کلمۃ الحق کا اعلان ہوتا کہ یہ تعلق کسی دباؤ یا سرپرستانہ
مراعات وغیرہ کے دباؤ میں نہ ہو۔

اس کا تعلق عام مسلمانوں کے ساتھ زائد سے زائد ہوتا کہ یہ تعلق خود بخود مسلمانوں میں
ایک نظم پیدا کردے جو ان کو اسلام اور مسلمانوں کی اصل شکل پر قائم رکھنے میں معین ہو، اور اس طرح
اسلامی عقائد اور اسلامی تہذیب ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے نیز توکل علی اللہ اور عوام کی طرف
احتیاج خود کارکنان مدرسہ کو اسلامی شان پر باقی رکھ سکے اور جابرانہ استبداد یا ریاست کا ٹھاٹھ ان
میں قطعاً نہ پیدا ہو بلکہ ایک جمہوری تعلق ہو جو ایک کو دوسرے کا محتاج بنائے رکھے اور اس طرح
آپس میں خود ایک دوسرے کی اصلاح ہوتی رہے۔ بڑے مقاصد یہ تھے:۔

۱) آزادی ضمیر ۲) مسلمانوں کو ایک جمہوری عوامی تنظیم میں پرونے کی جدوجہد کرنا
۳) حضرت شاہ ولی اللہ کے مسلک کی حفاظت واشاعت
۴) مسلم معاشرے سے خودغرضی اور استبداد کا خاتمہ
۵) علوم دینی کا احیا ۶) علوم عقلیہ کی صحیح تربیت
۷) دین میں مہارت کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم کے تقاضے پورے کرنے والے علما تیار کرنا
ہے۔۲ے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دارالعلوم دیوبند نے بغیر کسی شوروغل کے تھوڑی ہی مدت میں جو اعتبار و مرتبہ حاصل کرلیا ہے وہ اس کے منتظمین کی قابلیت اور نیک نیتی کا واضح ثبوت ہے لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ دیوبند کی کامیابی علمی فتوحات سے کم اور روحانی پاکیزگی کی وجہ سے زیادہ ہوئی ہے۔ یہ مدرسہ حقیقتاً شاہ عبدالعزیز اور شاہ ولی اللہ کے درس کی نمایاں خصوصیتوں کا حامل ہے۔ اس خاندان سے شاہ عبدالغنیؒ نے فیض حاصل کیا تھا اور مولانا محمد قاسم نانوتوی نے ان سے۔ اسی طرح حاجی امداداللہ صاحب، مولانا سید احمد بریلوی کے خلیفہ کے مرید تھے اور مولانا سید احمد، شاہ عبدالعزیز کے نامور خلیفہ تھے۔ مسلک ولی الٰہی سے فیض یاب ہونے کے علاوہ مدرسے کے منتظمین درس و تدریس کے جدید طریقوں اور نئے تعلیمی انتظامات سے بھی ناواقف نہ تھے۔ مولانا محمد احمد گنگوھی کے استاد مولانا مملوک علی دہلی کالج میں پروفیسر تھے۔ اور ان دونوں بزرگوں نے دہلی کالج میں تعلیم حاصل کی تھی۔ پہلے صدر مدرس مولانا محمد[1] وب ایک عرصے تک سرکاری محکمہ تعلیم میں معزز عہدوں پر مامور رہے تھے۔ اور مولانا محمود حسن کے والد ماجد ذوالفقار علی سرکاری مدارس کے انسپکٹر تھے۔ نصاب تعلیم میں مذہبی علوم کے علاوہ تاریخ، ہندسہ اور طب کا بھی انتظام ہے۔ ابتدائی درجوں میں اردو، فارسی بھی پڑھائی جاتی ہے۔[۳]

علامہ سید رشید رضا صاحب ہندستان آئے تو آپ دیوبند بھی تشریف لے گئے۔ اور اس دارالعلوم کے متعلق آپ نے فرمایا کہ:

"اگر میں اس دارالعلوم کو نہ دیکھتا تو ہندستان سے بہت مایوس ہوکر جاتا۔ اس دارالعلوم نے مجھے بتایا کہ ہندستان میں ابھی علوم عربیہ اور تعلیمات مذہبی اعلیٰ پیمانے پر ہیں۔"[۴]

۱۳۔ ایران میں تحریک اسلامی اور مدرسہ قم کا کردار

بیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں اسلامی تحریکوں کے سیاسی اثرات نمایاں ہونے لگے۔ ان تحریکات کی تربیت میں جبر و طاقت اور آمریت کے خلاف منظم ہونے کے ساتھ ساتھ مغربی استعمار کے تسلط کے خلاف سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ امام خمینی نے ۶۳۔۱۹۶۲ کے سالوں میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت کے خلاف واضح ٹھوس موقف اختیار کرتے ہوئے عام پبلک میں حکومت پر براہ راست تنقید کی۔ یہ چیز گذشتہ چند صدیوں کے اندر علمائے دین کی طرف سے حکومت کے خلاف پہلا آشکارو برملا ٹکراؤ تھا۔ صفویہ دور اور حکومت ایران میں علما کے طبقے کی باقاعدہ تشکیل کے زمانے سے لے کر اس زمانے تک علما کا حکومت کے خلاف طرز عمل مخلوط تھا۔ وہ کبھی تو حکومت کی تائید کرتے اور کبھی اس کی بعض پالیسوں کی مخالفت کرتے۔ علما کا تقریباً ایک صدی یعنی ۱۹۳۶ء تک ایران کے سیاسی معاشرتی میدان میں بطور واضح اور ٹھوس کردار رہا۔ لیکن کبھی بھی منظم شکل اختیار نہ کی۔ ایران میں جب ظلم وستم انتہا کو پہنچ چکا، بداخلاقی، بے حیائی، اور منفی انار کی اپنی حدوں کو چھو رہی تھی۔ ایرانی قوم کو مغرب کا غلام بنایا جارہا تھا۔ اس صورت حال میں ایران کے علاوہ علماء مشائخ نے عوام کے اندر بیداری کا آغاز کیا اور اس کو منطقی انجام تک امام خمینی نے پہنچایا۔ عوام جو شاہ کے ظلم وستم سے تنگ آچکے تھے انھوں نے اس تحریک کا ساتھ دیا اور انقلاب کی بنیاد ولایت فقیہہ پر رکھی جو خالصتاً نظریاتی اور سیاسی دونوں جہتوں سے عبارت تھی۔

اسلام کی معاشرتی اور سیاسی توانائیوں کو متعارف کرنے کے لیے اسلام کے سیاسی اور معاشرتی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کا کام شروع کیا گیا ایک ایسے معاشرے میں جہاں وہ مختلف فکری، جہادی، مکاتب اور طالبعلموں اور یونیورسٹی کے جوانوں میں سے موثر اور فعال قوت کو نکھارنے میں مشغول تھے۔ اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ معاشرے کی ان قوتوں کو قانع کرنے کے لیے دین کی نئی تشریح کی جاتی۔ موجودہ زمانے کی زبان میں زمانے کی ضرورتوں کا جواب دینے کے لیے دین کی توانائیاں ثابت کی جاتیں۔ ان دینی قوتوں کی جدوجہد کے نتیجے میں دینی قوت کے ۷۹-۱۹۷۸ء میں عظیم تر مقاصد پر دستیابی اس بات کو بخوبی ظاہر کرتی ہے کہ مسلمان مفکرین نے اسلام کو ایک پرجستجو اور باصلاحیت نظریے کے طور پر متعارف کرنے میں کتنی عظیم کامیابی حاصل کرلی تھی۔ اور یہ ثابت کردیا کہ[۵]

ان الله لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا مابا نفسهم[۶]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ قم

ایران کا مشہور شہر قم جو کہ شیعہ مسلمانوں کا بہت بڑا مرکز ہے۔ جہاں مذہبی تعلم کے لیے ایک جامعہ (یونیورسٹی) بھی ہے۔ شاہ ایران کے خلاف آیت اللہ خمینی کی تحریک کا مرکز یہ مدرسہ حوزہ علمیہ قم ہی تھا۔ ۱۹۲۹ء میں صرف ۲۷ سال کی عمر میں انھوں نے یہاں پڑھانا شروع کیا اور ساتھ ہی حوزہ علمیہ قم میں ابتدائی دور میں فلسفہ اصول تصوف اور فقہ کا درس دینا شروع کیا ۱۹۴۳ء میں پہلی ''کتاب کشف الاسرار'' لکھی اس کتاب میں آپ نے رضا شاہ پہلوی کے دور میں ہونے والے ظلم وستم کو بے نقاب کیا۔ اس کے علاوہ مختلف مواقع پر مدرسہ میں خطاب کر کے ایرانی قوم کو شاہ کے خلاف احتجاج پر اُبھارا اور ۲۶ اکتوبر کی زبردست تقریر میں حکومت شاہ کو امریکہ کا غلام قرار دیا، جس پر شاہ کے فوجی کمانڈروں نے امام خمینی کے گھر واقع قم میں سے اُن کو گرفتار کر لیا اور تہران ائیر پورٹ پہنچا دیا۔ جہاں سے ترکی جلاوطن کر دیا گیا۔ آپ گیارہ سال تک ترکی میں رہے۔ آپ نے وہاں تحریر ''الوسلیہ'' لکھی جسے رسالہ عملیہ بھی کہتے ہیں۔ اس کتاب نے استعماری اور ظالم حکومتوں کو بے نقاب کر دیا۔ ترکی حکومت آپ کے سیاسی بیانات اور خطبات پر پابندی لگا چکی تھی۔ اور آخر کار آپ کو اکتوبر ۱۹۶۵ء میں ملک بدر ہو کر نجف عراق منتقل کر دیا گیا ہے۔ ''ولایت فقیہ'' اسلامی حکومت نامی کتاب آپ نے یہاں آ کر لکھی، یہاں پر ہزارہا ایرانی طالبعلم آپ کی عملی اور سیاسی بصیرت وفراست سے سیراب ہوئے۔ آپ نے یہاں ایران کے عوام اور علما کو بیانات تحریروں اور کیسٹوں کے ذریعے پیغام انقلاب دینا شروع کر دیا۔ شاہ کے خلاف عوام پہلے ہی بھرے بیٹھے تھے۔ ۱۹۷۸ء میں قم کے اندر عوام نے شدید احتجاج کیا اور حکومت شاہ کے خلاف مظاہرے ہوئے۔ اور یوں دیکھتے ہی دیکھتے انقلاب کی چنگاری نے سارے ایران کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ عوام شاہ کی مغرب نوازی سے بیزار تھے۔ اور وہ سر پر کفن باندھ کر میدان میں کود پڑے۔ ایران اور عراق کے وزیر خارجہ نے نیویارک میں فوری ملاقات میں فیصلہ کیا کہ امام خمینی کو عراق سے فوراً نکال دیا جائے۔ آپ کو نظر بند کر دیا گیا۔ کویت والوں نے بھی آپ کو داخل ہونے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اجازت نہ دی۔ امام خمینی آخر کار پیرس منتقل ہو گئے۔ وہاں سے آپ نے انقلابی کونسل کی تشکیل کا اعلان کیا اور ارا کین بھی نامزد کر دیئے گئے۔ ایران میں تحریک اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی بادشاہ ۱۶ جنوری ۱۹۷۹ء کو یہ کہہ کر کہ وہ بیمار ہے، ملک سے فرار ہو گیا۔ یکم فروری ۱۹۷۹ء کو پیرس سے امام خمینی تہران کے مہرآباد ائر پورٹ پر جہاز سے اُترے۔ ایک جم غفیران کے استقبال کے لیے موجود تھا۔ اور ہر طرف سے یہ صدا آرہی تھی کہ ''شاہ رفت وامام آمد'' چودہ سال کی جلاوطنی کے بعد امام خمینی ایران آئے اور گیارہ (۱۱) فروری ۱۹۷۹ء ''نوروزیا'' ''مستضعفین اور یوم انقلاب'' قرار دیا گیا۸ے۔ اس تحریک نے مذہبی قوتوں کو ایک آزاد تشخص عطا کیا اور یہ احساس بیدار ہوا کہ مذہب ایک قابل اعتماد آزاد سیاسی اور معاشرتی طاقت ہے۔ ایسی طاقت جس کا دوسری تمام سیاسی اور معاشرتی تحریکوں سے ایک واضح فرق تھا۔ مذہبی ادارے نے اسلامی تاریخ پر بھروسہ کرتے ہوئے۔ اس دین کے سیاسی ہونے کو ثابت کیا اور طے کر دیا کہ سیاسی اسلام، انسانی معاشرے اور تاریخ کے بارے میں اپنا ایک خاص نظریہ رکھتا ہے۔ اسی نظریے میں ایک مسلمان انسان نہ صرف اپنا ذمہ دار بلکہ اپنے معاشرے کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں مسلمان اپنے معاشرے اور اسلامی امہ کی تقدیر کے سلسلے میں خاموش اور بے پرواہ نہیں رہ سکتا۔ مسلمان انسان کو یا ''تو حُسینی'' ہونا چاہیے ورنہ وہ ''یزیدی'' ہوگا۔

اس سلسلے میں چار خاص اقدامات اور بنیادی تحریکیں سیاسی و دینی افکار کے احیا کا باعث بنیں اور سیاسی اسلام کو بھرپور انداز سے ایران کے سیاسی اور معاشرتی میدان میں نافذ کیا اور بااختیار اور غیر متنازع قیادت کی راہ ہموار کی۔

۱۔ روحانیت وعلمائے دین کا ظلم وستم، اغیار پر بھروسہ اور شہنشاہی ظلم وستم کے خلاف مبارزت اور مزاحمت کو آشکار یا نمایاں کرنا۔

۲۔ دین کے نظریاتی پہلوؤں کو نمایاں کرنا اور اسلام کو ایک باصلاحیت سیاسی مکتب کے طور پر بتدریج روشناس کرانا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ ایرانی معاشرے کے دینی اعتقادات اور روایتی ثقافت پر مبنی شہنشاہیت کی جگہ لینے کے لیے متبادل منصوبہ پیش کرنا۔

۴۔ شاہ کے تمام بڑے مخالفین کی اصلاح پسندانہ حکمت عملیوں کے مقابلے میں انقلابی روش اختیار کرنا۔۹ے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالہ جات: باب اول

1۔ سید قاسم محمود، شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، الفیصل ناشران وتاجران لاہور، ۲۰۰۱ء، ص:۲۰۴

2۔ سورۃ المائدہ ۵:۳

3۔ آل عمران ۳:۱۹

4۔ آل عمرآن ۳:۸۵

5۔ پرفیسر خورشید احمد: ''اسلامی نظریہ حیات'' کراچی یونیورسٹی، 1993ء ص ا

6۔ ڈاکٹر محمد اقبال: ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ'' ترجمہ سید نذیر نیازی، بزم اقبال لاہور، ۱۹۵۸ء، صفحات: ۹۸۸، ۹۸۹

7۔ پروفیسر خورشید احمد: ''اسلامی نظریہ حیات''، کراچی یونیورسٹی کراچی 1993 ص:۲

Runes, D.D. (Ed) Dictionary of Philosophy. Philosophical Library New York, P 140

9۔ پروفیسر خورشید احمد: ''اسلامی نظریہ حیات''، ص نمبر ۵

10۔ عبیداللہ فہد فلاحی: ''تاریخ دعوت وجہاد'' فضلی سنز کراچی، ۲۰۰۰ء، ص، ۱۷

11۔ مسعود عالم ندوی: ''روداد جماعت اسلامی'' مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی ۱۹۶۷ء، ج ۶، ص: ۸۸

12۔ آل عمران ۳:۱۱۰

13۔ المائدہ ۵:۸

14۔ الانفال ۸:۳۹

15۔ ثروت صولت: ''ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ'' اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۹۹ء ص ۴۱، ۴۲

16۔ عبیداللہ فہد فلاحی: ''تاریخ دعوت وجہاد، ص: ۴۱، ۴۲

17۔ ایضاً ص: ۴۲

18۔ البخاری محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح، باب المسند من حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم وسنہ وایامہ، کتاب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الایمان حدیث، ۱۰۸ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۹۶۱ء

19۔ خلیل احمد حامدی: اسلامی تحریکوں کے عالمی اثرات، ادارہ معارف اسلامی لاہور ۱۹۸۹ء ص:۱۲۲

20۔ حافظ محمد سجاد: اسلامی تحریکات عہد جدید میں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد ۲۰۰۰ء ص:۱۷

21۔ عبیداللہ فہد فلاحی: ''تاریخ دعوت وجہاد'' ص:۱۲۲

22۔ صلاح الدین ناسک: جدید عالم اسلام، عزیز بک ڈپو لاہور، ۱۹۷۷ء ص:۲۶۶

23۔ ثروت صولت ''ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ'' ج ۳، ص ۹

24۔ صحیح مسلم، ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلۃ، باب ۴۴

25۔ خرم مراد: مغرب اور عالم اسلام، منشورات لاہور ۲۰۰۶ء ص:۲۷

26۔ منیر احمد خلیلی: ''عصر حاضر کی اسلامی تحریکیں، حسن البناء اکیڈیمی راولپنڈی ۲۰۰۴ء ص:۲۱

27۔ ڈاکٹر مصطفیٰ طحان: احیائے اسلام نئے محاذ اور نئے مسائل، ترجمہ عبیداللہ فہد فلاحی، اسلامک پبلشرز ۱۹۸۴ء ص:۵۰

28۔ ڈاکٹر محمد ممتاز علی: تہذیبی تصادم یا بقائے باہمی، مرتب ومترجم، سلیم خالد منصور، ترجمہ: دی اسلامک فاونڈیشن منشورات لاہور ۲۰۰۶ء ص ۱۱۱

29۔ پروفیسر عبدالقدیر سلیم: ''مغرب اور اسلام کی کشمکش' ماہنامہ ترجمان القرآن مئی 2009 ص:۷۸،۷۹

30۔ ڈاکٹر مصباح الدین کے لیکچرز ''اسلامی تحریکیں ایک تعارف' دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد ۲۰۰۰ء ص:۳۱

31۔ سید ابوالحسن علی ندوی: حضرت مولانا الیاس اور اُن کی دینی دعوت، ادارۃ الحرم لاہور سن اشاعت ندارد ص:۱۲

32۔ آل عمران، ۳ : ۱۰۴

33۔ صحیح مسلم، ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب الامر بالمعروف، حدیث ۶، ج:۱

34۔ حضرت مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت ص:۱۳

35۔ ایضاً ص:۱۵

36۔ تورا کینہ قاضی، مولانا وہاب اور وہابی تحریک، ادارہ مطبوعات سبحانی لاہور ۲۰۰۴ء ص ۱۰

37۔ ڈاکٹر قیام الدین احمد: ہندستان میں وہابی تحریک، ترجمہ پروفیسر محمد اسلم عظیم آبادی، نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۷۴ء ص:۱۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

38۔ مریم جمیلہ: اسلام ایک نظریہ ایک تحریک، سنت نگر، لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۰۹

39۔ بشیر احمد تمنا، جدید دنیائے اسلام، تاریخ وسیاست، بی اے، ایورنیو پلیس اُردو بازار، لاہور ۲۰۰۲ء ص ۵۶۸

40۔ مریم جمیلہ: اسلام ایک نظریہ ایک تحریک، ص: ۱۱۰

41۔ ڈاکٹر مصباح الدین: اسلامی تحریکیں ایک تعارف، دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد ۲۰۰۰ء، ص

42۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی: تفہیم القرآن، سورۃ یوسف، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، طبع دہم، ۱۹۷۹ء، ج ۳، ص

43۔ سید مولانا ابوالاعلیٰ مودودی: تحریک وکارکن، ترتیب، خلیل احمد حامدی، منصورہ لاہور، ۱۹۷۹ء ص: ۱۱۲

44۔ ایضاً ص ۱۰۸

45۔ الحج ۲۲: ۴۱

46۔ بشیر احمد تمنا: جدید دنیائے اسلام، ایورنیو بک پلیس لاہور ص: ۸۴

47۔ ایضاً ص: ۸۶

48۔ حافظ سجاد: اسلامی تحریکات عہد جدید میں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ص: ۳۰

49۔ ثروت صولت: ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، جلد سوئم ص: ۲۷۶، ۲۷۵

50۔ حافظ سجاد: اسلامی تحریکات عہد جدید میں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ص: ۳۵

51۔ عبیداللہ فلاحی: جدید ترکی میں اسلامی بیداری، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۹ء ص ۱۲۰

52۔ علامہ محمد اقبال: بانگ درا، ص ۱۸۸

53۔ منیر احمد خلیلی: عصر حاضر کی اسلامی تحریکیں، حسن البناء اکیڈمی، راولپنڈی، ۱۹۹۲ء، ص ۳۰۴

54۔ الانفال، ۸: ۱۵۰

55۔ البقرہ، ۲: ۱۹۰

56۔ سید قطب شہید: جادہ منزل، مترجم خلیل احمد حامدی، ترجمہ: معالم فی طریق اسلامک پبلکیشنز ۱۹۷۷ ص ۱۸۷

57۔ ڈاکٹر اختر حسین عزمی: دعوت وجہاد کا منہج، ماہنامہ ترجمان القرآن، ۲۰۰۷ء ص ۵۹

58۔ الحج ۲۲: ۳۹

59۔ سید ابوالحسن علی ندوی: سیرت سید احمد شہید، حصہ اول، اسلامک پبلیشرز، ص ۷۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

60۔ سید اسعد گیلانی: تحریک مجاہدین کا انقلابی پہلو، ص ۶۸

61۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی: تجدید و احیائے دین، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۴ء، ص ۸۷

62۔ عبیداللہ فلاحی: تاریخ و دعوت جہاد، ص ۱۶۴

63۔ شیخ محمد اکرام: موج کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۲۰۰۳ء، ص ۳۲، ۳۳

64۔ البقرہ، ۲: ۱۴۵

65۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی: تجدید و احیائے دین، ص ۱۲۲۔۱۲۷

66۔ مریم جمیلہ، اسلام ایک نظریہ، ایک تحریک، ص ۲۰۲

67۔ ڈاکٹر خالد علوی: اقبال اور مسلم تشخص، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، 2005ء ص ۴

68۔ حافظ محمد سجاد: اسلامی تحریکات عہد جدید میں، علامہ اقبال یونیورسٹی اسلام آباد، ص ۲۲۲

69۔ عبیداللہ فہد فلاحی: تاریخ و دعوت جہاد، ص ۳۲۷۔۳۶۶

70۔ شیخ محمد اکرام: موج کوثر، ص ۱۹۳، ۱۹۴

71۔ ڈاکٹر رشید احمد جالندھری: دارالعلوم دیوبند، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد ۱۹۸۴ء، ص ۲۰۴

72۔ محمد ریاض درانی: دارالعلوم دیوبند احیائے اسلام کی عالم گیر تحریک، جمعیۃ کمپوزنگ سینٹر لاہور، ۲۰۰۹ء ص ۲۳

73۔ سید محمد رشید رضا (1865-1935) مفتی محمد عبدہ کے مشہور شاگرد تفسیر المنار ان کے بڑے کارناموں میں سے ہے۔

74۔ شیخ محمد اکرام: موج کوثر، ادارہ ثقافت لاہور، ص ۲۱۰

75۔ حافظ محمد سجاد: اسلامی تحریکات عہد جدید میں، ص ۲۸۰۔۲۸۳

76۔ الرعد، ۱۳: ۱۱

77۔ مختار مسعود: لوح ایام، نقوش پبلیشرز پریس لاہور، ۱۹۹۹ء، طبع چہارم، ص ۳۰۲، ۳۲۱

78۔ سبط حسن: انقلاب ایران مکتبہ دانیال کراچی، ۱۹۸۵ء ص ۳۷۱۔۳۷۷

79۔ حافظ محمد سجاد: اسلامی تحریکات عہد جدید میں، ص ۲۸۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

اخوان المسلمون

تعارف

اخوان المسلمون عرب میں عہد حاضر کی سب سے بڑی تحریک ہے۔ ۱۹۲۸ میں یہ تحریک وجود میں آئی اور مختلف مراحل سے گزرتی ہوئی ۱۹۵۴ میں یہ شدید آزمائش سے دوچار ہوگئی اور ابھی تک اس کی آزمائش کا یہ طویل دور ختم نہیں ہوا۔

عرصہ قلیل میں اس تحریک نے جو کام سرانجام دے دیا تھا، وہ اس قدر دوررس، اثر انگیز اور نقش کالحجر ثابت ہوا کہ کہنے کو تو یہ جماعت ختم کر دی گئی۔ مگر نہ ذہن وقلب سے اس کی دعوت محو ہوئی، نہ ذوق نگاہ اس کی عشق ومستی سے بیگانہ ہو سکے۔ دل برابر اس کی یاد سے معمور ہیں اور مورخ کا قلم یہ لکھنے پر مجبور ہے کہ گو اس خدا پرست جماعت کو تنظیم کی حیثیت سے منتشر کر دیا گیا ہے، مگر یہ تحریک کی حیثیت سے نہ صرف قائم ودائم ہے بلکہ کوئی امریت کوئی استبداد اور کوئی سازش اسے معدوم نہیں کر سکتی ہے۔

بلکہ آج عالم عرب میں عوامی بیداری احیائے اسلام اور تنفیذ شریعت کی جو مہم زوروں پر ہے اور اسلام کی بالادستی وامامت کی جو کشمکش عروج پر نظر آرہی ہے، وہ اسلامی تحریک اخوان المسلمون کی عظیم جدوجہد بے پناہ قربانی وایثار اور بے بدل رفاہی، فلاحی خدمات کا ثمرہ ہے۔ جو مصر میں ابتدائی طور پر تشکیل پاکر سوڈان، شام، اُردن، فلسطین، کویت یمن اور شمالی افریقہ میں توسیع پزیر ہوئی۔

شیخ حسن البناء اس حقیقت سے خوب واقف تھے کہ دشمن اقتدار کے سائے میں کسی اسلامی معاشرے کا پنپنا ناممکن ہے۔ چنانچہ انھوں نے مطالبہ کیا کہ برطانیہ کے سیاسی اور اقتصادی سامراج کیخلاف جہاد کا اعلان کیا جائے اور آخر دم تک جنگ کی جائے گی۔

برطانیہ کو مجبور کیا جائے کہ وہ نہر سویز سے اپنا قبضہ اُٹھائے۔ حسن البناء کو جمہوریت کے مزاحم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے شدید نفرت تھی چنانچہ ۱۹۴۸ میں اسرائیل کے خلاف جنگ میں اخوان عرب قوموں کی نسبت کہیں زیادہ شجاعت سے لڑے ۔[۲]

اگر مصر میں ۱۹۲۸ میں تحریک اخوان المسلمون قائم نہ ہوتی تو کون جانے آج یہاں کیا حال ہوتا؟ اسرائیل فلسطین کو ہڑپ کر جاتا اور احتجاج کی کوئی صدا بھی بلند نہ ہوتی۔

حسن البناء نے عوام کے دلوں میں آنے والے خطرات کا احساس پیدا کیا اور عالم شرق میں صورت حال کو تبدیل کر دیا۔ صلیبی جنگیں اپنی معروف شکل میں مدت ہوئی ختم ہو چکی تھیں مگر نو صدیوں کے بعد ان جنگوں کا آغاز پھر سے ہو گیا۔ عالمی سامراجی طاقتوں کا ہدف یہ ہے کہ تحریک اسلامی ختم کر دی جائے اور اس پر پابندی لگانے میں افریقہ، انگلینڈ، فرانس کا دباؤ کارفرما تھا۔ کیا یہ اسلام کے خلاف صلیبی جنگیں نہیں؟ کون نہیں جانتا کہ عالمی جنگ کے دوران اسلحے کے ڈپو کو جو نہر سویز کے کنارے تھا کس نے اُڑایا تھا؟ ۔مغربی طاقتیں ان کی جرات و شجاعت سے خوب واقف ہیں، اس لیے بالواسطہ اور بلاواسطہ اس تحریک کو صفحہ ہستی سے مٹانے پر تلی ہوئی ہیں۔ محترمہ مریم جمیلہ اپنی کتاب میں لکھتی ہیں کہ:

یہ تصور غلط ہے کہ اخوان المسلمون کی دعوت مر چکی ہے۔ ان سطور کا راقم مصر اور شام جا چکا ہے۔ ایک غیر حقیقی صورت حال کی بنا پر اخوان کی تنظیم عارضی طور پر منظر سے غائب ہو جانے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کا وجود واقعی ختم ہو چکا ہے۔ نظریاتی تحریکیں اس طرح نہیں مرتیں۔ ان کے پیغام کی اشاعت جاری رہتی ہے۔ اخوان کی دعوت آج بھی فکری، معاشرتی اور ثقافتی میدانوں میں ترقی پذیر ہے۔ اور نئے نئے میدان فتح کر رہی ہے۔ جب بھی استبداد کی عائد کردہ بندش دور ہوگی یہ تحریک سب سے زیادہ طاقت ور بن کر اُبھرے گی۔[۳]

اخوان کا مشن ایک ہمہ گیر اور جامع اور مکمل دعوت کی شکل میں سامنے آیا۔ ۱۹۳۸ء میں قاہرہ میں پانچویں کانفرنس منعقد ہوئی جس میں امام حسن البناء نے ایک طویل خطبہ دیا اور اخوان کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقصد اور طریق کار کو بیان کیا۔

الاخوان المسلمون ایک سلفی دعوت ہے۔ اس لیے کہ اخوان اسلام کی ابتدائی صورت کی طرف لوٹنے کی دعوت دیتے ہیں اور کتاب اللہ اور سنت رسول کے اصل سرچشموں کی طرف بلاتے ہیں۔ یہ ایک طریقہ سنت ہے کیونکہ اخوان تمام معاملات میں سنت مطہرہ کی پابندی کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ایک تصوف ہے اس لیے کہ اخوان کے خیال میں نیکی کی بنیاد طہارت نفس وصفائی قلب مخلوق سے بے نیازی الحب فی اللہ اور تعاون علی الخیر ہے۔

یہ ایک سیاسی جماعت ہے۔ اس لیے کہ اخوان حکومت سے ایک طرف داخلی اور خارجی امور میں اصلاح کا مطالبہ کرتے ہیں۔ یہ ایک عسکری تنظیم ہے، اس لیے کہ اخوان جسمانی تربیت کی طرف خاص توجہ دیتے ہیں۔

ایک ثقافتی انجمن ہے، اس لیے کہ اخوان کے کلب فی الواقع تعلیم وتہذیب کی درسگاہ ہیں اور عقل وروح کو جلا دینے والے ادارے ہیں۔ یہ ایک اجتماعی نظریہ ہے، اس لیے کہ اخوان معاشرے کے تمام امراض کی طرف متوجہ ہیں، ان کے علاج کی فکر کرتے ہیں۔ اور امت کو ان سے نجات دلانے میں سرگرم ہیں۔

اس لیے کہ اسلام قرآن میں ان سب موضوعات پر کلام کرتا ہے۔ عبادت، وطن، شہریت، دین حکومت، روحانیت وعمل، قرآن تلوار، وہ ان سب کو اسلام کا مغز اور غیر منقسم حصہ سمجھتا ہے۔ اور ان کو بہترین طریقے سے انجام دینے کی نصیحت کرتا ہے۵۔ آیت کریمہ میں ارشاد ہے:

وابتغ فیما اتاک اللہ الدار الاخرۃ ولاتنس نصیبک من الدنیا واحسن کمااحسن ا للہ الیک ۶

اللہ تعالیٰ نے تم کو جو کچھ عطا کیا، اس سے دار آخرت کما لو اور دنیا میں اپنا حصہ بھی نہ بھولو اور بھلے کام کرو جیسا کہ اللہ نے تمھارے ساتھ احسان کا معاملہ کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔اخوان المسلمون کی تشکیل و قیادت

یہ ۱۹۲۸ کا زمانہ تھا کہ مصر کے ایک بائیس سالہ نوجوان استاد حسن البناء نے مسلم معاشرے کو خالص اسلامی نظام میں ڈھالنے کے لیے اخوان المسلمون کی بنیاد رکھی۔ اخوان المسلمون یعنی مسلمان بھائی اس تحریک کی تشکیل ایسے دور میں ہوئی جب کہ مصر میں وطنیت، قومیت، اتحاد، زندقہ اور مغرب پرستی نے اپنے اثرات قائم کرنے کا آغاز کر دیا تھا اور روایتی اسلام اور تجدد کے مابین تصادم شروع ہو گیا تھا۔

سید جمال الدین افغانی (1897-1838) جیسے اسلامی اصلاح کے علم برداروں کی آواز نقار خانے میں طوطی کی صدا سے زیادہ اہمیت نہ رکھتی تھی۔۶

اس زمانے میں شیخ حسن البناء دارالعلوم میں استاد بننے کی تربیت حاصل کر رہے تھے۔ اپنی یادداشت میں بتاتے ہیں کہ انھیں تحریک شروع کرنے کا خیال سب سے پہلے قاہرہ میں لوگوں کی اسلام سے بے خبری اور غفلت کو دیکھ کر ہوا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ روایتی علماء تجدد پسندوں کا سدباب کرنے سے قاصر ہیں اور کفر و الحاد کے فتوے جاری کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔

انتہائی یاس انگیز بات یہ تھی کہ نام نہاد علماء جلال الدین حکمران طبقے کی خوشنودی کے لیے اسلامی اصولوں کا سودا کرنے پر آمادہ رہتے تھے۔ قاہرہ کے علما تو ذلت اور پستی کی انتہا کو پہنچ گئے تھے۔۷

اس منظر نامے میں حسن البنا اور اخوان المسلمون نے دعوت، تنظیم اور تربیت کا کام شروع کیا۔ وہ بیک وقت عالمی سامراج اور اس کے مقامی اہلکاروں کے سامنے چٹان بن کر کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے دین کی گمراہ کن تعبیر کرنے والوں اور سیاسی ظلم کی تمام قوتوں کو چیلنج کیا۔ اس میں تنظیم و صحافت کے ساتھ سیاست میں کھلے بندوں حصہ لینا بھی شامل تھا اگر برطانوی اور مصری حکومت راستہ نہ روکتی تو وہ بڑی عظیم اکثریت سے کامیاب ہوتے۔ ۸

۳۔اغراض و مقاصد

اسلام کے جامع اصلاح تصور اور اسلامی خدمت کے نظریے کے ساتھ اخوان المسلمون کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ایمان رکھنے والی ایسی نئی نسل کی تشکیل ہے جو امت کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مکمل طور پر اسلامی رنگ میں رنگ دے۔

صبغة الله ومن احسن من الله صبغة ۹

(ہم نے) اللہ کا رنگ (اختیار کیا) اور اللہ کے رنگ سے بہتر رنگ کس کا ہے؟

اس مہم کی انجام دہی میں اخوان کا وسیلہ عرف عام کی تبدیلی اور اسلامی تعلیمات پر دعوت کے مددگاروں کی ایسی تربیت ہے کہ جس کے ذریعے وہ ان تعلیمات کی پابندی کی فکر و عمل میں دوسروں کے لیے نمونہ و مثال بن جائیں۔

جس اسلام پر اخوان کا یقین وایمان ہے، اس کے ارکان میں ایک اہم رکن حکومت بھی ہے، جو تنقید پر بھی اس طرح اعتماد کرتی ہے، جس طرح رہنمائی پر اعتماد کرتی ہے۔ تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ نے بہت پہلے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ حکومت واقتدار کے ذریعے ان برائیوں کو روک لگاتا ہے جو قرآن کے ذریعے نہ رک سکیں۔ اور نبیؐ نے حکومت کو اسلام کا ایک مضبوط راستہ قرار دیا ہے۔ اس لیے فقہی کتابوں میں حکومت کا باب عقائد اور اصولی معاملات میں شمار ہوتا ہے نہ کہ فروعی مسائل میں۔ اس لحاظ سے اسلام حکومت اور تنقید پر بالکل اسی طرح ہے جس طرح وہ تشریح تعلیم اور قانون وقضا پر مشتمل ہے ان میں جو چیز اسلامی حکومت کا تصور واضح کرتی ہے اُسے قرآن یوں بیان کرتا ہے۔

ان الارض لله يورثها من يشاء من عباده ط ۱۰

بے شک زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے

اخوان کے دو بڑے مقاصد تھے

۱۔ اب اسلامی وطن غیر ملکی اقتدار سے آزاد ہو۔ اس لیے کہ اس پر انسان کا فطری حق ہے۔ اس کا انکار ظالم و جابر اور مطلق العنان انسان کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا۔

۲۔ پھر اس آزاد وطن میں خود مختار اسلامی حکومت قائم ہو، جو اسلامی احکام کے تحت کام کرے۔ اس کے معاشرتی نظام کو نافذ کرے، اس کے صحیح اصولوں کا اعلان کرے اور اس کی حکیمانہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوت لوگوں تک پہنچائے جب تک ایسی حکومت قائم نہ ہوگی، اس وقت تک مسلمان گناہگار اور اس کے قیام میں کوتاہی کی وجہ سے اللہ کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔اُن کے مقاصد کی وضاحت اخوان کے اس مفصل نعرے سے ہوتی ہے:اللہ غایتنا، والرسول زعیمنا، والقرآن دستورنا ، والجهاد سبیلنا، شهادة امنتینا ، اللہ ہمارا مقصود و مطلوب ہے،رسول ہمارے لیڈر ہیں،قرآن ہمارا دستور ہے، جہاد ہمارا طریقہ کار ہے،اور شھادت ہماری آرزو۔[11]

حسن البنا نے اخوان کی تاسیس کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مصر کی پژمردہ اور مایوس قوم کے اندر جہاد کا جذبہ پھونکا چنانچہ اخوان المسلمون نے اپنے بنیادی مقاصد میں سے یہ قرار دیا کہ:

والموت فی سبیل اللہ اسمی امانینا

اللہ کی راہ میں شہادت ہماری بلند ترین تمنا ہے۔

یہ صرف زبانی نعرہ نہیں تھا بلکہ عملاً بھی انھوں نے اپنے ارکان کو جہاد کی تربیت دینا شروع کیا۔اس جذبہ جہاد کا صحیح مظاہرہ اُس وقت ہوا جب ۱۹۴۸ میں یہودیوں کے خلاف عرب عوام نے جنگ برپا کردی۔[12]

۴۔پہلا مرحلہ ابلاغ (Communication) پیش کاری (Presentation)

1933 سے 1939 کے مرحلے میں اخوان ایک ہمہ گیر نظریے اور جامع تحریک کے قالب میں ابھری۔بڑی خاموشی سے مسجدوں میں وعظ وتذکیر کی محفلیں برپا ہوئیں۔قصبوں اور شہروں کے دورے ہوئے،شاخوں کا قیام عمل میں آیا اور مصری،مردوں اور عورتوں کو اسلامی تہذیب کی مکمل پیروی کی دعوت دی گئی۔

پہلا مرحلہ:1939 سے 1945 پر محیط ہے۔اس میں اخوان نے برملا سیاسی میدان میں قدم رکھا اور ایک مضبوط عوامی طاقت بن کر وہ منصۂ شہود پر آئے اور حکومت وقت کی نظروں میں کھٹکنے لگے اور جبر وتشدد کا نشانہ بنے۔اس مرحلے میں فواد الاول یونیورسٹی اور الازہر یونیورسٹی کے طلبہ و اساتذہ دوسرے پیشوں سے تعلق رکھنے والے تاجر،صنعت کار انجینئر ڈاکٹر،وکیل غرضیکہ ہر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلبہ و اساتذہ دوسرے پیشوں سے تعلق رکھنے والے تاجر، صنعت کار انجینئر ڈاکٹر، وکیل غرضیکہ ہر طبقے کے لوگ جوق در جوق اس تحریک میں داخل ہوئے۔ اخوان نے سماجی اور اقتصادی پروگراموں میں توسیع کی ثقافتی اور جسمانی تربیت کا اہتمام کیا اور نہایت منظم اور منصوبہ بند طریقے سے پورے ملک میں آزادی اور اسلام کا غلغلہ بلند کیا۔ انگریزوں نے اخوان کے بڑھتے ہوئے اثرات پر بندش لگانے کا فیصلہ کیا اور حسین مسری پاشا کی حکومت پر دباؤ ڈالا۔ نتیجے کے طور پر اخوان کے ایک ہفتہ وار التعارف اور ماہنامہ المنار پر پابندی اور پریس کو مقفل کر دیا گیا۔ امام حسن البناء کو قاہرہ سے قنا اور ان کے نائب احمد السکری کو دمیاط بھیج دیا گیا۔ پھر مصری پارلیمنٹ کے احتجاج پر انھیں واپس آنے کی اجازت ملی، مگر امام اور اخوان کے جنرل سیکرٹری کو گرفتار کر لیا گیا۔ اخوانی حلقوں کے شدید احتجاج کو دیکھتے ہوئے حکومت نے انھیں چھوڑ دیا۔[۱۳]

آزمائشوں کا آغاز

دوسرا اور تیسرا مرحلہ:

1945ء سے 1948ء تک کے عرصے پر مشتمل ہے۔

اس مرحلے میں تحریک اپنے عروج کو پہنچی اور مصر سے باہر عالم عرب میں اپنی شاخیں قائم کر لیں۔

5 مئی 1946 کو الاخوان المسلمون کے نام سے پہلی بار تحریک نے ایک روزنامہ بھی نکالا جس نے استعماری حلقوں میں تہلکہ مچا دیا۔

انگریزوں کے انخلا کے مطالبے پر ان سے براہ راست تصادم ہوا۔ 5 مئی 1948 کو عرب کے زیر اہتمام فلسطین میں عرب فوجیں اتریں اور یہودیوں کے خلاف جہاد شروع ہو گیا۔ اخوان کے رضا کاروں نے اس میں شجاعت و بہادری کی روشن مثالیں قائم کیں۔

وزیر اعظم نقراشی پاشا نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کے دباؤ میں 8 دسمبر کو 1948 میں مارشل لا آرڈیننس نمبر 63 کے ذریعے اخوان کو خلاف قانون قرار دے دیا اور پورے ملک میں داروگیر اور جبر و تشدد کا بازار گرم کر دیا۔[۱۴]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخوان کے مورخ محمد شوکی زکی کے الفاظ میں

''اخوان نے حکومت کے جبر و تشدد کا صبر و عزیمت سے مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ نحاس پاشا کی حکومت کو خود ہی تشدد سے دست بردار ہونا پڑا۔ اخوان اور حکومت کے تعلقات یکساں نہ رہتے، کبھی حکومت انھیں آزاد کر دیتی اور وہ سرگرم عمل ہو جاتے اور جب ان کا ناطقہ بند کر دیتی اور وہ صبر و رضا کو شعار بنا لیتے۔''

الاخوان المسلمون خلاف قانون قرار دے دی گئی۔ اس کے ہزاروں کارکن گرفتار کر لیے گئے۔ مگر قائد کو گرفتار نہیں کیا گیا۔ انھیں مصر سے جانے سے حکماً روک دیا گیا۔ ان کے خلاف کچھ اور ہی منصوبہ بنا رکھا تھا۔

پھر 12 فروری 1949 کو ۱۴ ، پیکر صدق و صفا، کوہ عزم و وفا، مشعل بردار دین مبین اور داعی ایمان و یقین کو شبان المسلمین کے سامنے سرعام شہید کر دیا گیا۔ حسن البنا شہادت پا گئے۔ شہر میں خوف و ہراس کی فضا طاری تھی۔ ظالموں نے ہسپتال کا محاصرہ کر دیا تھا۔ نتیجتے شہید کے بوڑھے باپ شیخ ابو عبدالرحمان احمد البنا نے تن تنہا نماز جنازہ ادا کی۔ میت کو ان کے گھر کی عورتوں نے آخری آرام گاہ تک پہنچایا کسی کو تعزیت کی اجازت نہیں تھی۔ ۱۵

لیکن اخوان کے حوصلے اپنے مرشد کی شہادت سے بھی پست نہ ہوئے اور تحریک تیزی سے پھلنے پھولنے لگی۔

۲۔ چوتھا مرحلہ: شیخ حسن بن اسماعیل الہضیبی

امام حسن البنا کی شہادت کے ساتھ اخوان کے ہزاروں کارکن ڈیڑھ سال تک قید و بند کی سختیاں اُٹھاتے رہے 1951 میں وفد پارٹی برسر اقتدار آئی تو اُنھیں رہائی نصیب ہوئی۔ چنانچہ 17 اکتوبر 1950 کو اخوان نے شیخ حسن بن اسماعیل الہضیبی کو اپنا دوسرا مرشد عام منتخب کیا۔

شیخ الہضیبی کی زندگی میں اخوان المسلمون بڑے نازک اور زہرہ گداز مرحلوں سے دوچار ہوئی، مگر مرشد عام کی فراست بصیرت ایمان اور استقامت اور صبر و رضا کی خصوصیات نے تنظیم کے [illegible] میں لغزش نہ آنے دی۔ اخوان اسلامی اصولوں پر اصلاحات کرنا چاہتے تھے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئینی حکومت بحال کرنا چاہتے تھے چنانچہ وفد کے رہنماؤں اور اخوان نے سیاسی جماعتوں کی بحالی اور آئینی حکومت کے قیام کی مہم چلائی جیسا کہ ناصر کی سوچ کا انداز تھا، وہ امریت سیکولرزم اور مغربی مادیت کے مراحل سے گزر کر سوشلزم تک جانے والا تھا۔اب اخوان اور ناصر کے درمیان براہ راست کشمکش شروع ہوگئی۔اخوان پر دہشت گردی کا الزام لگایا گیا اور ۱۹۵۴ میں اچانک ہی اخوان المسلمون پر پابندی لگا دی گئی۔ ۲۶ اکتوبر کو ناصر پر قاتلانہ حملے کا الزام لگا کر اخوان کے خلاف کاروائیاں کی گئیں۔مصر کے مشہور اخبار المصری کے ایڈیٹر احمد ابوالفتح کا بیان ہے کہ چند ہفتوں میں گرفتار ہونے والوں کی تعداد پچاس ہزار تک ہوگئی۔[۱۶]

ناصر اور اخوان المسلمون

۱۹۵۴ء کے وسط میں مصر کا نیا آئین تیار ہوگیا۔اس کے تحت کرنل ناصر جمہوریہ کے صدر منتخب ہوئے مگر چونکہ ان کے دور میں طاقت کا سرچشمہ اسلام نہیں بلکہ عرب قومیت اور سوشلزم تھا اور جدید عربی سوسائٹی کو اسلامی شریعت اور خدا کی حدود کا پابند نہیں سمجھتے تھے بلکہ مغربی فکر اور جدید سوسائٹی کے داعی تھے۔۱۳ مئی ۱۹۶۲ء کو قومی منشور المیثاق الوطنی کا اعلان کیا تھا، اگر اس منشور سے عرب اور مصر کا لفظ نکال دیا جائے جس سے ماحول اور معاشرے کا پتا چل جاتا ہے جس کے لیے یہ منشور مرتب کیا گیا تھا اور اس کو کسی سیکولر اور سوشلسٹ اسٹیٹ کی طرح منسوب کر دیا جائے تو کچھ فرق نہیں پڑے گا۔اس لیے کہ یہ سب حکومتیں عقیدے کی آزادی اور انسان اور تہذیب انسانی پر مذاہب سے پیدا ہونے والی روحانی اقتدار کے اثر و تسلط کی معترف ہیں۔

اس انقلاب کے خلاف وفد پارٹی یا اخوان المسلمون ہی عوام کی نمائندہ تھی۔جنوری ۱۹۵۳ میں وفد اور دوسری جماعتوں کو ختم کر دیا گیا تھا۔صرف اخوان باقی رہے۔[۱۷]

جولائی 1965 میں حکومت کا تختہ اُلٹنے کی سازش کے الزام میں تقریباً 20 ہزار سے 50 ہزار تک اخوان جیلوں میں ٹھونس دیئے گئے، جن میں 700 سے 800 خواتین بھی تھیں۔ان گرفتار شدگان میں مرشد عام کے علاوہ سید قطب اور ان کے بڑے بھائی محمد قطب اور دو بہنیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حمیدہ قطب اور امینہ قطب بھی اس اعزاز کی مستحق قرار پائیں۔ ۱۸

سید قطب

ان کی عمر 40 سال تھی۔ اخوان کے ساتھ وابستگی سے پہلے یہ مصر کی وزارت تعلیم میں انسپکٹر آف سکولز کے منصب پر فائز تھے۔ ۱۹۵۴ء میں گرفتار ہوئے۔ اگست ۱۹۶۴ میں عبدالسلام عارف مرحوم کی سفارش کی بنا پر حکومت مصر نے انھیں رہا کر دیا۔ مگر ایک سال بعد ہی اگست ۶۵ میں انھیں دوبارہ گرفتار کر لیا گیا اور پھر پھانسی چڑھا دیا گیا۔ ان کا شمار عرب دنیا کے انتہائی نامور فضلا اور مصنفین میں ہوتا تھا۔ ان کے بھائی محمد قطب جو خود بھی ایک مشہور مصنف تھے۔ بہن امینہ قطب چند ماہ پہلے ظلم وتشدد کی تاب نہ لا کر جیل میں فوت ہو چکی تھی۔ ایک بہن کو دس سال قید با مشقت کی سزا دی گئی جو جیتے جی موت کے مترادف تھی۔

مرشد عام کو 3 سال قید با مشقت کی سزا سنائی گئی۔ خود مرشد کی صحت اب کافی خراب رہنے لگی تھی۔ قید سے رہائی ہونے کے بعد وہ اپنی قوت بحال نہ کر سکے اور 1973 کو شہیدانِ راہ ہے وفا میں شامل ہو گئے۔ ان کی زندگی شیخ کے اس قول کی ترجمان تھی:

اقیمو ادولة القرآن فی انفسکم تقم فی ارضکم

قرآن کی حکومت اپنے دلوں میں قائم کرلو زمین میں خود بخود ہو جائے گی۔ ۱۹

۷۔ سید عمر تلمسانی مرشد عام سوم 1904-1986

عمر تلمسانی 1933 میں اخوان المسلمون میں شرکت اختیار کی اور ان سے مکمل وابستگی اور وفاداری کو دیکھتے ہوئے شیخ حسن البناء نے آپ کو ایک بار بیت المال کا ناظم مقرر کیا۔ بعد میں اخوان کے نائب مرشد کا عہدہ بھی پیش کیا، جس سے انھوں نے معذرت کی۔ سید عمر تلمسانی دوسرے اخوانی کارکنوں کی طرح گرفتار ہوئے اور 17 سال تک مسلسل سنت یوسفی ادا کرتے رہے۔ محمد انور السادات کے دور میں اخوانی رہنماؤں کے ساتھ رہا ہوئے۔ 1972 میں جب مصر کی خارجہ پالیسی میں تبدیلی آئی اور اسرائیل کی طرف بھی دوستی کا ہاتھ بڑھایا گیا اور ستمبر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1987 میں امریکہ میں کیمپ ڈیوڈ کے قیام پر اسرائیل کے ساتھ ایک سمجھوتے پر دستخط کر دیئے جس سے عالم اسلام میں سادات کی سخت مخالفت ہوئی مگر اس مفاہمت کے نتیجے میں 1982 تک 42 ہزار مربع میل پر پھیلے ہوئے جزیرہ نما سینا کو اسرائیل نے مصر کے لیے خالی کر دیا۔ 18 فروری 1980 کو قاہرہ میں اسرائیل کا سفارت خانہ بھی قائم ہو گیا۔ اس دور میں اخوان پر پابندی عائد رہی مگر اس کا رسالہ الدعوۃ جولائی 1976 سے دوبارہ جاری ہوا اور دعوتی سرگرمیاں تنظیم کا نام استعمال کیے بغیر مسلسل احکام جاری کرتی رہیں۔ ۲۰ مرشد عام کو غیر سرکاری سطح پر بھی تسلیم کر لیا گیا اور حکومت نے مختلف لوگوں پر انھیں افہام و تفہیم کی دعوت بھی دی۔ اس پورے دور میں تعلیمی اور تربیتی امور پر توجہ دی جاتی رہی اور یونیورسٹیوں اور کالجوں میں طلبہ ''الجماعتہ لاسلامیہ'' کے نام سے منتظم ہوئے اور بعد میں طلبہ انتخابات میں کامیاب ہونے لگے۔

۸۔ الجماعتہ الاسلامیہ

دراصل یہ مختلف اسلام پسند تنظیموں کا وفاق تھا جنھوں نے انور السادات کی لبرل پالیسی سے فائدہ اٹھا کر کام شروع کیا۔ یہ تنظیمیں حسن البناء اور اخوان المسلمون سے متاثر تھیں۔ کیمپ ڈیوڈ معاہدے کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے میں بھی اس کے خطیبوں نے کلیدی کردار ادا کیا، جس نے اسرائیل کے خلاف جہاد اور شہادت کا ماحول گرم کیا۔ الجماعت الاسلامیہ کے خطیبوں نے نفاذ شریعت کی تحریک چلائی 1988ء کے آخر میں فیوم، سینا اور الیسوط کے متعدد شہروں میں خون ریز تصادم کے خطرناک واقعات پیش آئے۔ یہ جھڑپیں شیخ کے متبعین اور مقامی پولیس کے دستوں کے درمیان ہوئیں۔ چنانچہ حکومت نے اس جماعت کی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی۔ مساجد مقفل اور طلبہ یونین معطل کر دی گئیں۔ ان کے شیخ عمر عبدالرحمٰن کو گرفتار کر لیا گیا اور آخران کو ملک بدر ہونا پڑا۔ ۲۱

1981 میں اخوانی کارکنوں کو عیسائیوں اور مسلمانوں کے فرقہ ورانہ فسادات میں جیلوں میں زدوکوب کیا گیا۔ بہر حال اس تمام عرصے میں اخوان المسلمون عوام کی طاقت بنے رہے، جبکہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی سیاسی اور قانونی حیثیت کو حکومت تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھی۔ 1986 میں مرشد عام کبرسنی علالت اور مسلسل نقاہت کے باعث جوار رحمت الٰہی میں چلے گئے۔ ۲۲

سید عمر تلمسانی کے حادثہ وفات کے بعد اخوان نے ابوالنصر کو چوتھا مرشد عام منتخب کرلیا۔

۹۔ استاد محمد حامد ابوالنصرؒ (1913-1996)

استاد ابوالنصرؒ کے 10 سالہ دور قیادت میں اخوان نے سیاسی سطح پر غیر معمولی کامیابیاں حاصل کیں۔ اگرچہ تنظیمی سطح پر اب بھی خلاف قانون رہی مگر عوام میں اس کی جڑیں پھر گہری ہوئیں اور اس کے وجود کو برابر تسلیم کیا گیا۔ ملک کی پیشہ وارانہ تنظیمیں اور کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تدریسی انجمنوں پر اخوان کے کارکن اور رہنما حاوی رہے۔

اپریل 1987 میں "حزب العمل" اور "حزب لاحرار" سے مفاہمت کر کے اخوانی کارکنوں نے پارلیمانی انتخابات میں حصہ لیا اور پہلی بار جماعت کی تاریخ میں مصری پارلیمنٹ میں 36 امیدوار کامیاب ہو کر پہنچے اور کامیاب حزب اختلاف کا کردار ادا کیا۔ 1989 کے مجلس شوریٰ کے وسط مدتی انتخابات کے مقابلے میں بھی اخوانی کارکنوں نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ 1992 کے مقامی انتخابات میں بھی اخوان شامل رہے۔ 1993 میں صدر حسنی مبارک کی مدت صدارت میں جب تیسری بار توسیع کی تو اخوانیوں نے اس کی مخالفت کی۔ جس کی وجہ سے ان کے 82 قائدین کو 1995 میں فوجی عدالتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے 54 ارکان کو جیل جانا پڑا۔ ۲۳

چوتھے مرشد عام کے دور میں تنظیم الاخوان المسلمون داخلی استحکام اور تدریجی استقرار سے ہم کنار ہوئی۔ 1995 میں پارلیمانی انتخابات سے قبل ہی صدر حسنی مبارک نے اخوان کے ساتھ پھر داروگیر کا معاملہ کیا اور بیشتر اخوانی رہنماؤں کے خلاف فوجی عدالت میں مقدمے چلائے۔ 15 افراد کو 5 سال اور 49 کو 3، 3 سال قید بامشقت کی سزا سنائی گئی۔ مرکز کی عمارت کو 18 برسوں بعد پھر مقفل کردیا گیا۔ یہ دور تحریک کے لیے ابتلاء و آزمائش کا تسلسل تھا۔ چوتھے مرشد عام 10 سال اخوان کی بھرپور قیادت کر کے 29 شعبان 1416، 20 جنوری 1996 کو عالم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخرت کی راہ لی۔ اور مرنے سے پہلے مصطفیٰ مشہور کو اپنا جانشین مقرر کر گئے جس پر بعد میں تمام اخوان رہنماؤں نے اتفاق ظاہر کر دیا۔ ۲۴

۱۰۔ اخوان اور خلیج کی جنگ

استاد محمد حامد ابوالنصر کے دور میں اخوان نے خلیجی ممالک اور عالمِ اسلام کے مسائل پر بڑا بے لاگ اور جرأت مندانہ موقف اختیار کیا۔ اور عراق کویت جنگ میں اخوان نے بڑا معتدل مؤقف اختیار کیا۔ استاد ابوالنصر کا پہلا بیان کویت پر عراقی حملے کے دن 12 اگست 1990ء کو ہی شائع ہو گیا جس میں عراقی جارحیت کی مذمت اور جان مال کی تباہی پر افسوس کیا گیا۔ انھوں نے غیر ملکی مداخلت کی مخالفت کرتے ہوئے کہا: خلیجی بحران کا تصفیہ عرب اسلامی تناظر میں کیا جائے۔ اس سیاق میں اخوان نے عالم عرب میں مختلف اسلامی تحریکوں کے نمایندوں پر مشتمل ایک وفد تشکیل دیا، جس کی قیادت مرشد عام اور ان کے نائب مامون الہضیبی نے کی اور بحران کو حل کرنے کی کوشش کی، دوسرے مرحلے میں 20 جنوری 1991ء کو مرشد عام نے ایک بیان جاری کیا یعنی عراق پر امریکی حملے کے تیسرے دن آپ نے امریکی حملے اور متحدہ فوجی قوتوں کی مذمت کرنے کے ساتھ اُمت مسلمہ کے اس بحران کے لیے عرب حکام کو ذمہ دار قرار دیا۔ انھوں نے مزاحمت کی کہ حاکم عراق کو اور اس کے بدترین آمرانہ نظام کو تمام تر قصوروار مان لیا جائے تو بھی یہ حقیقت ہے کہ عراقی قوم امت مسلمہ و عربیہ کا حصہ ہی ہے۔ تیسرے مرحلے میں اخوان نے جنگ کے خاتمے اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کو عراق کی جانب سے تسلیم کیے جانے پر خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔ مرشد عام نے اس بیان میں زور دیا کہ خلیجی بحران کی اصل وجہ یہ تھی کہ وہاں حکام آمر اور ظالم تھے۔ جمہوریت اور شوریٰ مفقود تھی اور عوام کی قسمت کا فیصلہ کرنے میں انھیں شریک نہیں کیا گیا تھا۔ ۲۵

۱۱۔ استاد مصطفیٰ مشہور (پیدائش 1921ء وفات اکتوبر 2000)

اخوان کے پانچویں مرشد عام استاد مصطفیٰ مشہور نے اپنے پیش رو کے مطابق جماعت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخوان کے طریق کار اور دستور العمل پر زور دیا۔ اور عالم گیر اسلامی حکومت کا قیام اس کا نصب العین قرار دیا۔ پانچویں مرشد عام کے طور پر ایک مجلہ " مجلۃ المجتمع " کے نمایندے کو ایک طویل انٹرویو دیا۔ جس کے کچھ حصے نقل کیے جا رہے ہیں۔ جن سے اُن کے آیندہ کے خیالات و حکمت عملی پر روشنی پڑتی ہے۔

سوال: کیا اخوان کی جماعت سیاسی اور قانونی سطح پر اپنا وجود منوانے کے لیے کچھ اقدام کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟ 1954ء سے جماعت خلاف قانون ہے؟ کیا کوئی متبادل شکل سوچی جا رہی ہے؟

جواب: مصطفیٰ مشہور: ہم نے سرکاری سطح پر اخوان کے وجود کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ ہم دہشت گردی قوانین ملکی کے خلاف کوئی کام کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ پھر بھی انتخابات میں ہمارے کاغذات رد کر دیے جاتے ہیں۔ حکومت کسی بھی مذہبی سیاسی پارٹی کی اجازت نہیں دیتی۔ پھر بھی بعض اخوانی نوجوانوں نے "الوسط پارٹی" کے نام سے درخواست دی ہے۔ جو یقیناً منظور ہو گی۔

سوال یہ تاثر عام ہے کہ نئے مرشد عام کے انتخاب کے بعد نظام عمل میں تغیر آئے گا۔ اور جماعت اس مرحلے پر تشدد آمیز عمل اختیار کرے گی؟

۱۱۔ مصطفیٰ مشہور

اخوان کا اسلوب، قیادت کی تبدیلی سے نہیں بدلا کرتا۔ فلسطین اور یہودیوں کے خلاف محاذوں کا دور گزر چکا ہے۔ میں تشدد اور طاقت پر یقین نہیں رکھتا۔ ملک میں کئی بڑے حادثے ہوئے مگر اخوانی الحمد اللہ اس میں شامل نہیں ہوئے۔ ارباب حکومت نے الزامات لگائے ہیں مگر یہ کبھی ثابت نہیں ہوئے۔ بلکہ ان تمام حادثوں میں ہم نے تشدد پر تنقید کی ہے۔

استاد مشہور کہنہ مشق ادیب، صحافی، مصنف اور خطیب بھی ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف اور اخبارات و جرائد میں لکھتے ہیں۔ اِن کے نزدیک قضیہ "راہ دعوت" میں اہم قضیہ "تکفیر" ہے یعنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے حرکی وانقلابی تصور کو نہ ماننے والوں اور اس کے تقاضوں کی تکمیل سے غفلت برتنے والوں کو کافر ومشرک قرار دینا۔ اس مسئلے پر بڑے دعوتی اور سماجی تناظر میں "طریق الدعوۃ" نامی کتاب میں تفصیل سے بات کی ہے۔ ۲۶؎

استاد مصطفیٰ مشہور کی ہوش مند قیادت باوقار حکمت عملی اور متعین وسنجیدہ افکار ونظریات کے اثرات ونتائج کو عالم اسلام، مصر کے مورخین ضرور محسوس کرتے ہیں۔ ان کے نظریات کی پختگی اور تحریروں کے رسوخ واستحکام سے اخوان اپنے دور کے مشکل حالات سے بڑی اچھی طرح عہدہ برا ہوئے۔ ۲۷؎

اخوان المسلمون جمہوریت اور پرامن جدوجہد پر یقین رکھنے والی جماعت ہے۔ مرشد عام مصطفیٰ مشہور کی وفات 17 اکتوبر 2000ء کے بعد مامون الہضیبی اپنی وفات تک مرشد عام رہے۔ ان کے بعد محمد مہدی عاکف اخوان کی تاریخ میں پہلے مرشد عام ہیں۔ جنھوں نے اپنی زندگی ہی میں خود اپنا جانشین منتخب کر دیا۔ اس موقع پر بعض ایسے واقعات بھی ہوئے جنھیں ذرائع ابلاغ نے خوب بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔ خاص طور پر سابق نائب مرشد عام ڈاکٹر محمد حبیب صاحب کی طرف سے مکتب ارشاد کے بعض اندرونی اختلافات کو ذرائع ابلاغ میں دینے کے واقعے کو اخوان کے دو دھڑوں میں تقسیم ہو جانے کا رنگ دیا گیا۔ اسی طرح مرشد عام ڈاکٹر محمد حبیب اور ڈاکٹر عبدالمنعم ابوالفتوح جیسے سرکردہ احباب کو اصلاح پسند دھڑا کہا جانے لگا۔ حالانکہ یہ صرف الزامات کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان حالات میں مصر میں اخوان کے حالیہ انتخابات منعقد ہوئے۔

۱۲۔ اخوان المسلمون کے حالیہ جماعتی انتخابات

اخوان کی 81 سالہ تاریخ میں پہلی بار ایک مرشد عام کی زندگی میں خود ان کی معذرت کے بعد نئے مرشد عام کا انتخاب ہوا۔ مصطفیٰ مشہور کے بعد مامون الہضیبی 26 نومبر 2002ء سے 9 جنوری 2004ء اپنی وفات تک اخوان کے مرشد عام رہے۔ تب اخوان کے بعض احباب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ذاتی سوچ بھی پیش کیا کرتے تھے کہ مشاورت اور اجتماعی جدوجہد تو یقیناً اسلامی تحریک کا خاصہ ہے لیکن اخوان کے حالیہ انتخابات کا مقصد یہ تھا کہ سربراہ کو بار بار بدلنا مناسب نہیں ہے۔ اخوان کے حالیہ انتخابات اس حوالے سے بھی منفرد تھے کہ جب ذرائع ابلاغ میں ان کے خلاف پروپیگنڈا عروج پر تھا۔ اخوان نے اپنے اس تنظیمی دستور اور طریق کار کا ثبوت دیا، جو امن وامان کی مخصوص صورت حال کے باعث اس سے پہلے صرف تنظیمی ذمہ داران کی حد تک مخصوص تھا۔ اس دستور میں مصر کے اندر بھی اخوان کی تنظیم وطریق کار کو واضح کیا گیا ہے۔ اور اخوان کی عالمی تنظیم کا نظام بھی۔ اس علان کردہ طریق کار کے مطابق اخوان کے ارکان مجلس شوریٰ کا انتخاب کرتے ہیں۔ یہی مکتب، شوریٰ کے طے شدہ طریق کار کے مطابق جماعت کے اکثر فیصلے اور پالیسیاں نافذ کرتا ہے۔ نئے مرشد عام کے اعلان کے وقت منعقد کی گئی پریس کانفرنس میں مکتب ارشاد کے تمام ارکان بھی وہاں موجود رہے۔ جن کے کاموں کا یوں پہلے اعلان نہ کیا جاتا تھا۔ اخوان کا یہ نیا کھلا پن نظام کو چیلنج کرنے سے زیادہ تمام تر مشکلات باوجود کھل کر کام کرنے کے عزم کا اظہار ہے۔ ان انتخابات میں جس مرشد عام کا انتخاب کیا گیا وہ ڈاکٹر محمد بدیع تھے۔ انھوں نے اپنے انتخاب کے بعد اولین انٹرویو میں اخوان کے اوپر لگائے جانے والے الزامات کے موضوع پر تفصیل سے بات کی۔ نومنتخب مرشد عام کی زندگی کا مختصر حال اور خیالات ان کے درج ذیل انٹرویو سے جانے جاسکتے ہیں۔ [۲۸]

۱۳۔ اخوان المسلمون کے نومنتخب مرشد عام ڈاکٹر محمد البدیع

1999ء میں مصر کی طرف سے سرکاری سطح پر شائع ہونے والے انسائیکلو پیڈیا میں پورے عالم عرب کی چوٹی کی 100 علمی شخصیات کا ذکر ہے۔ نومنتخب مرشد عام ڈاکٹر محمد بدیع ان 100 میں سے ایک ہیں۔ عالم عرب میں پیتھالوجی میں ان کے پائے کی [illegible] شخصیت [illegible] ہے۔ پوری دنیا میں وٹرنری سائنسز کے ماہرین کی فہرست بنی تو ان کا شمار چوٹی [illegible] میں ہوا۔ ایسی اعلیٰ علمی شخصیت کا تعلق اخوان سے بہت پرانا ہے۔ انھیں محمد سید [illegible]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب سے پہلے اخوان کی بھرپور سرگرمیوں میں حصہ لینے کی وجہ سے 1965ء میں گرفتار کیا گیا۔ سید صاحب کو تو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ اور ڈاکٹر بدیع کو 15 سال کی سزا ہوئی۔ نو سال کی بے جرم سزا کے بعد رہا ہوئے۔ پھر چند ماہ کے لیے متعدد بار گرفتار کیے گئے۔ لیکن 1999ء میں دوبارہ گرفتار ہوئے۔ تین سال جیل میں رہے۔ ان عقوبتوں کے باوجود 14 جنوری کو اخوان نے نئے مرشد کے لیے ان کو منتخب کر لیا۔ انھوں نے اپنے پہلے خطاب میں کہا:۔ "اخوان کبھی بھی حکومت کے حریف اور دشمن نہیں رہے۔ ہم کبھی بھی مخالفت برائے مخالفت پر یقین نہیں رکھتے۔ خیر میں تعاون اور شر کی مخالفت کرنا ہمارا دینی فریضہ ہے۔ اور ہم اسی بنیاد پر حکومت کی طرف تعاون کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔" اس خطاب کو ابھی ایک ماہ بھی پورا نہیں ہوا تھا کہ تین ہفتے کے اندر اندر مکتب ارشاد کے تین بزرگ ارکان سمیت مزید درجنوں رہنما کارکنان کو گرفتار کر لیا گیا۔ ساتھ ہی نومنتخب مرشد عام کے خلاف پروپیگنڈا بھی عروج کو پہنچ گیا۔ اخوان میں اختلافات کی بات کو بڑھا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ ۲۹

مرشد عام کے سید قطب کے ہمراہ گرفتار ہونے پر اُن کو قطبی کہہ کر پکارا جا رہا ہے۔ اور اس سے مراد یہ لی جا رہی ہے کہ وہ تشدد پر یقین رکھتے ہیں۔ سید قطب کو القاعدہ اور مسلح تنظیموں کی اصل فکر کا رہنما ثابت کیا جا رہا ہے۔ ان کے جملوں کو توڑ مروڑ کے اپنی مرضی کی تفسیر و تشریح کی جا رہی ہے۔ مرشد عام ڈاکٹر محمد بدیع نے اپنے اولین انٹرویو میں اس موضوع پر تفصیل سے بات کی ہے اور سید قطب کی تحریروں اور ان تشدد آمیز جماعتوں کے مابین کوئی ربط پیدا کرنا قطعی بلا جواز ہے۔ الاخوان المسلمون خاص طور پر جناب الہضیبی (سید قطب کے دور میں مرشد عام) نے اس راستے کی شدید مخالفت کی تھی۔ مرشد عام محمد بدیع نے مزید کہا یہ سراسر بہتان اور جھوٹ ہے کہ الاخوان المسلمون نے حکمرانوں میں سے کسی کے خلاف تکفیر کے فتوے جاری کیے ہیں۔ یہ بات اخوان کے طے کردہ منہج سے متصادم ہے۔

اخوان نے ان تمام لوگوں کو اخوان کی صفوں سے خارج کر دیا تھا کہ جنھوں نے تبدیلی سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے پرتشدد راہ چھوڑنے سے انکار کیا تھا۔ مرشد عام نے حکمرانوں کو متنبہ کرتے ہوئے کہا کہ جب بھی ہمیں اسلام کی میانہ روی پر مبنی دعوت پھیلانے سے روکا گیا تو یہاں ہر جانب خاردار جھاڑیاں اُگ آئیں۔ اور یوں مصر میں دہشت گردی نے جنم لیا۔ ہم آج بھی حکمرانوں کو خبردار کر رہے ہیں کہ اگر وہ اسی طرح شخصی اقتدار پر اصرار کرتے رہے اور کسی دوسرے کی نصیحت پر کان نہ دھرنے کی پالیسی پر گامزن رہے تو مصر ایک ایسے بند کمرے میں بدل جائے گا، جس میں گیس بھر گئی ہو۔ ایسے میں کہیں سے کوئی ادنیٰ سا شعلہ بھی سب کچھ بھسم کر کے رکھ دے گا۔ مرشد عام نے کہا کہ میں نے ایک امریکی دانشور مسٹر روگن کی کتاب The Arab پڑھی ہے۔ اس میں وہ کہتا ہے "سید قطب کو ڈکٹیٹر حکومتیں اور ظالم شخصیتیں اس لیے ناپسند کرتی تھیں کہ وہ ان کے ظلم واستبداد کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ پُر امن جہاد اور عوام تو خواب غفلت سے بیدار کر کے ان کا مقابلہ کر رہے تھے۔" اخوان اور ان کی قیادت پر تشدد کے الزامات اور ان پر ڈھائے جانے والے مظالم کا سلسلہ طویل عرصے سے جاری ہے۔ اخوان کے مرشد عام نے بتایا کہ گذشتہ برسوں میں اخوان کے 30 ہزار سے زائد افراد گرفتار ہوئے ہیں۔ لیکن ان کے مبنی بر حکمت حالیہ اقدامات سے روشنی کی امید ہے۔

اخوان المسلمون پھر زیرِ عتاب

1995ء سے 2005ء تک اور 2006ء سے 2007ء اور تا حال اسلامی تحریک سے وابستہ افراد جن میں تقریباً ساڑھے چار سو گھرانے اپنے اپنے پیاروں کی گرفتاری کا دکھ سہہ رہے ہیں۔ اخوان المسلمون کی تشکیل کے بعد سے لے کر اب تک شاید ہی کوئی وقت ایسا ہو کہ اخوان کے سیکڑوں کارکنان اور ذمہ داران پس دیوار زنداں نہ ہوں۔ ایک وقت میں یہ تعداد ہزاروں سے تجاوز کر گئی تھی۔ مگر ڈیڑھ سال قبل دوبارہ یہ گرفتاریاں جو انجینئرز یا ڈاکٹرز کی ہیں۔ ان میں نمایاں ہستی اخوان کے نائب مرشد عام انجینئر "خیرت الشاطر" ہیں۔ سب پر ایک نام نہاد عسکری عدالت میں مقدمہ چلایا گیا اور سب کو 10 سے 3 سال تک گرفتاری کی سزائیں سنائی گئیں۔ نسبتاً

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقبول افراد کے کاروباری اثاثہ جات تجارتی کمپنیاں اور ذاتی مال ومتاع بھی ضبط کیا جا رہا ہے۔۳۰؎ ملک کی درجنوں بڑی اور اہم کمپنیاں اس جرم میں بند کر دی گئی ہیں کہ یہاں سے اخوان کو مالی امدادی جاری ہے۔حکومت ذرائع کے مطابق اس خطرناک جماعت کے تمام مالی سوتے خشک کرنا امریکہ کی عالمی جنگ کا اہم ترین جزو ہے۔28 جون 2009ء کو پوری عرب دنیا کے ڈاکٹروں کی یونین کے سربراہ ڈاکٹر عبدالمنعم ابوالفتوح" اور ان کے پانچ اہم ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔گذشتہ برسوں میں غزہ کے مظلوم عوام کی طبی وانسانی امدادان کا جرم قرار پائی ہے۔مصری حکو مت کے مطابق ڈاکٹر صاحب نے کئی ملین ڈالر غیر قانونی اورطور پر غزہ ارسال کیے۔

اخوان المسلمون کے خلاف گرفتاریوں میں اچانک تیزی پر تجزیہ نگار جو اندازے لگا رہے ہیں، اکثر کا دو نکات پر اتفاق ہے۔

1۔ مسئلہ فلسطین پر اخوان کے خلاف کاروائیوں سے صیہونی انتظامیہ کو خوش کرنا اور اہل غزہ کو مزید مایوس و پریشان کرنا۔

2۔ خود مصر میں تبدیلی کے امکانات آئندہ عام انتخابات میں اخوان کو کنٹرول کرنے کی خواہش بڑھاپے کی آخری حدوں پر اپنے 28 سالہ اقتدار پر قابض حسنی مبارک اپنا اقتدار اپنے وارث جمال حسنی مبارک کو سونپنا چاہتا ہے۔اس خواہش میں اخوان ہی بڑی رکاوٹ ہیں۔گذشتہ انتخابات میں رکاوٹوں کے باوجود 88 نشستوں نے یہ ثابت کر دیا کہ مجموعی طور پر حالیہ گرفتاریاں ان وجوہات کی وجہ سے ہیں مگر آزمائشیں اخوان کو مزید کندن بنائیں گی۔یہی تاریخ کا سبق ہے۔یہی سنت الٰہی اور اسلام کی فطرت ہے۔

عالم اسلام کی معروف تحریک الاخوان المسلمون پر ایک جامع اور تفصیلی مضمون میں مضمون نگار نے اپنے تجزیے میں مختلف عرب ممالک میں سرگرم عمل اخوان تحریک کی حقیقی مشکلات وسائل اور درپیش چیلنجوں کا احاطہ کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔۳۱؎

انٹرنیشنل اور عالم عرب کے ممالک کی سطح پر اخوان المسلمون فکری اعتقادی اور عملی لحاظ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت مضبوط بنیادوں پر قائم اسلامی تحریک ہے۔ مگر عالمی اور مقامی میدانوں میں معروضی حالات نے اسے کئی مشکلات سے دوچار کر دیا ہے۔ مختلف ممالک میں اخوان کے بڑھتے ہوئے قدم روک لیے جاتے ہیں۔ جن ممالک میں کسی بھی طور پر انتخابات ہوتے ہیں وہاں آگے بڑھنے اور پیچھے ہٹنے کی کئی وجوہات ہوتی ہیں۔ اکثر انتخابات محض ڈھونگ ہوتے ہیں۔ مغرب نواز حکمران اپنی من مانی سے مخالفین کو کامیابی سے محروم کرنے کے لیے جو چاہیں کریں۔ مغربی دنیا خاموش تماشائی بنی رہتی ہے۔

گذشتہ انتخابات میں اخوان نے 88 نشستیں حاصل کر لی تھیں۔ آیندہ اس منظرنامے کو روکنے کے لیے حکومتی ذمہ داروں نے اخوان کو پیش کش کی کہ آیندہ انتخابات سے اگر وہ باہر رہیں تو ہم تمام قیدی چھوڑنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن مرشد عام کا جواب واضح تھا، کہ انھوں نے کہا: پہلی بات تو یہ ہے کہ کوئی بھی ایسی تجویز جو مصر کے قومی مفاد میں ہو تو ہم حکومت سے تمام تر اختلاف کے باوجود اسے قبول کر سکتے ہیں اور ہم ایک منظم جماعت ہیں جس میں فیصلے مشاورت سے کیے جاتے ہیں۔ اگر کوئی سنجیدہ اور مبنی بر اخلاص تجویز سامنے آئے گی تو ہماری شوریٰ ہی اس بارے میں حتمی فیصلہ کرنے کی مجاز ہوگی۔[۴۲] "حالیہ گرفتاریوں اور ممکنہ وجوہات کے تناظر میں یہ حقیقت ہے کہ اخوان کو جتنا کچلا گیا وہ اتنا ہی زیادہ مضبوط و توانا اور کامیاب ہوئے ہیں۔ اور اب بھی آزمائشیں اخوان کو مزید کندن بنائیں گی۔ یہی تاریخ کا سبق ہے اور اسلام کی فطرت ہے۔[۴۳]

۱۵۔ مصری سیاست کا نیا موڑ

ملک کی عمومی صورت حال کو دیکھا جائے تو مصری عوام اس وقت شدید مایوسی کا شکار ہیں۔ اخوان ہی نہیں اسلام کی بنیادوں کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ دیگ کے چند دانوں کے طور پر اور "نقل کفر، کفر نباشد" کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ جملے ملاحظہ فرمایئے۔ "اخوان جو نظام لانا چاہتے ہیں وہ اسے خلافتِ راشدہ کی طرز پر قائم نظام خلافت کا نام دیتے ہیں۔ یعنی ماضی کی ایک ریاست نہ کہ حاضر و مستقبل کی۔ ان کی ریاست میں فیصلہ کرنے کا حق صرف اللہ کے پاس ہوگا۔ اس ریاست نے ساتویں صدی میں تو زندگی کی باگ دوڑ سنبھالی تھی لیکن جو کسی بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت نئے میلینیم اور دو ہزار عیسوی کے زمانے کے تقاضے پورے نہیں کر سکتا۔اب انسانیت نے بہت سفر طے کر لیا ہے۔اب وہ پرانے زمانے کی طرف نہیں جا سکتی" ایک طرف یہ کفریہ نظریات دوسری طرف اخوان کی جرات مندانہ حکمت عملی یہ اطلاع دے رہی ہے۔عالمی استعماری طاقتیں اعتراف کر رہی ہیں کہ ان کے لیے حسنی مبارک کی ڈکٹیٹر شپ یا اسلامی تحریک کی بنیاد پرستی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔اب اس مشکل کو یوں حل کیا جا رہا ہے کہ کسی نئی جہت کی شخصیت کو متعارف کروایا جائے۔

بین الاقوامی ایجنسی برائے ایٹمی توانائی (IAEA) کے سربراہ محمد البرادعی دو مرتبہ اس کے چیر مین رہنے کے بعد حال ہی میں ریٹائرڈ ہوئے ہیں۔10 فروری 2010ء میں مصر واپسی پر اُن کا شاندار استقبال کیا گیا۔البرادعی نے بھی آتے ہی بیانات اور انٹرویو کا سلسلہ شروع کر دیا" کہ میں آیند صدارتی انتخابات لڑوں گا"۔ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ایٹمی ایجنسی کا مسلمان سربراہ ہونے کے ناطے عراق اور ایران پر ایٹمی ہتھیار رکھنے کے الزامات سچ ثابت کرنے کی جدوجہد میں پورا کردار ادا کیا اور انھوں نے کبھی اِن الزامات سے دامن آلودہ نہ ہونے دیا کہ وہ اسرائیلی ایٹمی ہتھیاروں پر کوئی اعتراض رکھتے ہیں۔واضح رہے کہ صدراتی انتخابات کے لیے پارٹی رجسٹرشن میں اخوان المسلون کو ابھی رجسٹریشن نہیں کیا گیا۔بلکہ اخوان کو ویسے ہی کالعدم قرار دیا گیا ہے۔اور آزاد امیدوار کی حیثیت سے شرط ہے کہ وہ کم از کم 250 ارکان پارلیمنٹ اور ضلعی کونسلوں کے تائیدی دستخط حاصل کرے۔۳۴

طویل عرصے تک ایک جماعتی اقتدار کے بعد اب مصری سیاست شاید ایک نیا موڑ لے کر رہے گی۔لگ بھگ دو ہفتے مصر اور دیگر مشرق وسطیٰ میں لاکھوں عوام مظاہروں کے ذریعے حسنی مبارک کو مستعفی کرنا چاہتے ہیں۔قاہرہ ان مظاہروں کا محور بن گیا ہے۔مصر کے صدر حسنی مبارک نے اپنی پارٹی کی صدارت سے استعفیٰ دے کر اور نئی کابینہ تشکیل دے کر مصری عوام کے اشتعال کو کم کرنے کی کوشش کی۔انھوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ وہ مصر کے آیندہ انتخابات میں حصہ نہیں لیں گے۔لیکن عوام ان کے استعفے کے طلبگار ہیں۔ ۳۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکہ نے حسنی مبارک کا اقتدار بچانے کی کوشش تیز کر دی مگر مصری عوام جیت گئے اور مبارک مستعفی ہو گئے۔ 18دن کی انقلابی جدو جہد نے آمر کے اعصاب توڑ دیئے۔ صدر حسنی مبارک کے مستعفی ہونے پر لاکھوں مصری عوام نے احتجاج کو جشن میں تبدیل کر دیا "التحریر" چوک نے نئی تاریخ رقم کر دی۔ مصر میں مسلح افواج نے سپریم کونسل اور پارلیمنٹ کو تحلیل کر دیا۔ آئین کو معطل کر کے اس سال ستمبر میں انتخابات اور سیاسی اصلاحات کے لیے ریفرنڈم کرانے کا اعلان کر دیا۔۳۶

۱۶۔ اخوان المسلمون اور شام

اخوان المسلمون کی بنیاد مصر میں 1928 میں پڑی تھی۔ پھر وہاں سے یہ تحریک دوسرے ملکوں میں پھیلی۔ مصر کے بعد سب سے پہلے جس ملک میں یہ تنظیم قائم ہوئی وہ شام ہے۔ حالیہ برسوں میں سیاسی لحاظ سے جہاں اخوان کے متاثرین کو سب سے بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ وہ غزہ اور فلسطین ہیں۔ شام کی تحریک آزادی اور حماس کے تعلقات آپس میں بہت قریبی اور دوستانہ ہیں۔ اس کی حقیقی وجہ شامی حکومت کی حماس سے محبت نہیں بلکہ علاقے کی معروضی صورت حال ہے۔ دوسری جانب حماس کو بھی اگرچہ شامی حکومت اور اس کی مجموعی سوچ کے علاوہ مقامی اخوان کے ساتھ اس کے رویے پر خاصے تحفظات ہیں مگر ان کی مجبوری اور مصلحت کا تقاضا ہے کہ وہ شام کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی نہ کریں۔ کسی عرب ملک نے انھیں اپنے ہاں وہ سہولیات فراہم نہیں کیں جو شام میں حاصل ہیں۔

شام کے جو علاقے جولان کی پہاڑیوں سمیت اسرائیل نے 1967 کی جنگ میں قبضے میں لے لیے تھے اور جنھیں پوری ڈھٹائی کے ساتھ بعد میں اسرائیل کا حصہ بنا دیا گیا۔ اس لیے مصر اور اُردن کے برعکس شام کے اسرائیل کے ساتھ تعلقات خاصے کشیدہ ہیں۔ اندریں حالات شام کے اخوانی شامی حکومت کے مظالم کی وجہ سے جس ابتلا و آزمائش سے گزر رہے ہیں اس کی بنا پر انھیں جہاں شام کی "نصیری" حکومت سے شدید نفرت ہے وہیں حماس اور شام کے باہمی تعلقات پر بھی وہ کبیدہ خاطر ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شام میں اخوان کی بنیاد 1945 میں پڑی تھی۔اس کے پہلے سربراہ عالمی شہرت کے حامل عالم دین اور دانش ور الشیخ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی تھے۔۳۷ شام میں سربراہ کو مراقب عام کہا جاتا ہے، جب اخوان نے اپنا عالمی تنظیمی ڈھانچا ترتیب دیا تو اس میں مصری تنظیم کے سربراہ کو تنظیم کا عالمی قائد تسلیم کیا گیا۔جبکہ شام کے سربراہ اخوان کو نائب صدر مقرر کیا جاتا۔چونکہ عالمی تنظیم ایک ڈھیلے ڈھالے ڈھانچے پر مشتمل ہے، اس لیے شام کے حالات میں بحث اس فورم میں آجاتی ہے۔۳۸

۷ا۔شام میں اخوان کا جمہوری کردار

شام میں اخوان نے اپنے قیام کے بعد جمہوری دور انتخابی عمل میں شرکت اور جمہوری اداروں کا حصہ بننے کا فیصلہ کیا تھا۔شامی اخوان عملاً منتخب اداروں میں نمائندگی کرتے رہے۔حتیٰ کہ بعض اوقات انھیں مخلوط حکومتوں میں وزارتی ذمہ داریاں ادا کرنے کا موقع بھی ملا۔ان کا یہ سلسلہ کامیابی سے آگے بڑھ رہا تھا کہ بدقسمتی سے ملک فوجی امریت اور اس کے نتیجے میں ایک جماعتی سیاست کی نذر ہوگیا۔1962,1954,1940,1947 کے انتخابات میں شامی اخوان نے حصہ لیا اور دستور سازی کے عمل میں بھی ایوان کے اندر اور باہر فعال کردار ادا کیا۔ 1948 میں مراقب عام الشیخ مصطفیٰ السباعی پارلیمنٹ کے رکن تھے۔جنھیں 1949ء میں پارلیمان میں ڈپٹی سپیکر بھی منتخب کیا گیا۔1962 کے انتخابات میں اخوان کے 13 چیدہ چیدہ راہنما پارلیمان میں منتخب ہوگئے۔جن کو عالم عرب کا پڑھا لکھا طبقہ جانتا ہے۔اخوان پارلیمان گروپ کی کارگردگی اور اہمیت کی بنا پر کچھ دیگر آزاد ارکان بھی ان کے ساتھ شامل ہوگئے، یہاں تک کہ ان کی تعداد 20 ہوگئی۔جب جمہوریت پر شب خون مارا گیا اور "بعث" پارٹی فوجی انقلاب کے نتیجے میں برسر اقتدار آئی تو شامی اخوان پر سرزمین شام تنگ کر دی گئی۔نصیری انقلاب سے قبل بھی لادین قوتیں جس میں شامی عیسائی بہت پیش پیش تھے۔ان کی جسارت کا حال اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کھلے عام منشور میں ''بعث'' پارٹی اپنا عقیدہ یوں بیان کیا"آمنت بعث ربا۔لاشریک لہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالعروبۃ دیناً مالہ ثانی (میں نے بعث پارٹی کو اپنا رب تسلیم کر لیا ہے۔ اور اس میں کسی دوسرے کو شریک نہیں سمجھتا، عرب قومیت میرا دین ہے اور اس کا کوئی بدل نہیں) یہ دراصل اس اسلامی شعر کا جواب ہے جس میں کہا گیا تھا۔

امنت باللہ ربًا لا شریک لہ

وبالاسلام دینًا ما لہ ثانی

اسلامی شعائر کے خلاف بغاوت دن بدن بڑھتی چلی گئی۔ بعث پارٹی کے دور حکومت میں بے شمار جرائم کا ارتکاب ہوا۔ شناختی کارڈ سے مذہب اور مسلم کا خانہ خارج کر دیا گیا۔ تعلیمی نصاب سے اسلامی مضامین خارج کر دیئے گئے۔ اسلامی شعائر کا مذاق سرکاری سرپرستی میں چلنے والے رسائل و اخبارات میں روزمرہ کا معمول بن گیا (نعوذ باللہ) اللہ اور تصورادیان کو میوزیم میں رکھوا دینا چاہیے ۳۹ "۔ مجلۃ الفجر نے گدھ کا کارٹون بنا کر اس کے سر پر عمامہ پہنایا۔ اور تمام اخوانی اعلیٰ قیادت سال ہا سال جیلوں میں بند رہیں۔ اس دور میں شامی مسلمانوں کے لیے مشکلات پیدا ہونا شروع ہوئیں۔ 8 مارچ 1963ء ہی کو فوجی انقلاب کے ساتھ سیاسی پارٹیوں بالخصوص اخوان پر پابندی لگا دی گئی۔ اور تمام سیاسی آزادی چھین لی گئی۔ اور تمام اعلیٰ عہدوں کو عیسائی و اشتراکی ذہن رکھنے والے افراد کو سونپا گیا۔ 1970 کے انقلاب میں حافظ الاسد بلا شرکت غیرے ملک کا حکمران بن گیا۔ جس نے 2000 تک بدترین آمریت کے تحت حکومت کی اور اپنی مدت سے پہلے اپنے بیٹے بشار الاسد کو تخت و تاج کا مالک قرار دے دیا۔ ۴۰

حافظ الاسد اور اخوان

اس کے دور حکومت میں شام کے اندر اخوان المسلمون پر بے پناہ ظالم ڈھائے گئے۔ ہزاروں مرد خواتین کو جیل میں بند کر دیا گیا۔ 1982 اور 1979 میں حلب و حماۃ کے شہروں کو فوجی گھیرے میں لے کر اخوان کو بری طرح قتل کر دیا گیا۔ اور ہزاروں بے گناہ شہریوں کو بھی اس آپریشن میں موت کی گھاٹ اتار دیا گیا۔ آج وہ جلاوطنی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ یا جیلوں میں بند ہیں۔ دیگر کو نااہل قرار دینے کے بعد ان کا معاشی قتل عام کیا گیا۔ داخلی طور پر یہ صورت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حال بہت دردناک ہے لیکن حماس کے قائد خالد المشعل اور ان کے قریبی ساتھی دمشق میں امن سے زندگی گزار رہے ہیں۔ انھیں یہ پناہ کسی دوسرے ملک میں نہیں مل سکتی۔ شام کے سارے شہر میں حماس کی حمایت کا پہلو ہی خیر کا ایک مظہر ہے۔ جبکہ شامی اخوان کو اسلام کے بھائی بند فراموش کر بیٹھے ہیں۔

شام میں چونکہ عوام کو جمہوری آزادی نہیں ہے، لہٰذا اخوان کی نمایندگی بھی موجود نہیں۔ اگر عرب ملکوں میں حقیقی معنوں میں عوام کو آزادنہ ماحول میں نمایندگی دینے کا موقع دیا جائے تو مصر اور شام دو ایسے ملک ہیں۔ جہاں اخوان کو سیاسی میدان میں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ شامی اخوان کے معاملے میں عالم اسلام کو اور اسلامی تحریکوں کو ان کے اس مسئلے کو زندہ کرنے کے لیے فکر کرنی چاہیے اور ان کے حق میں آواز اُٹھانی چاہیے۔ یہی وقت کا تقاضا ہے۔[۴۱]

حماس

ا۔ فلسطین ''ہلال وصلیب'' کی رزم گاہ

فلسطین کو بجا طور پر نبیوں کی سرزمین کہا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک مقدس سرزمین سے توحید کی آواز بلند ہوتی رہی۔ حضور اس سرزمین میں واقع مسجد اقصیٰ سے ہی معراج کو عرش کی طرف گئے۔ اور مسلمانوں کا قبلہ اول رہی۔ عربوں کے دور میں اردن اور شام کی طرح یہ بھی حکومت کا حصہ رہی۔ جنگ عظیم اول سے پہلے فلسطین بھی لبنان اور اردن کی طرح عثمانی سلطنت کا ایک حصہ تھا۔ جنرل النبی کے تحت انگریزی فوجیں پہلی دفعہ بیت المقدس میں داخل ہوئیں۔ اور آج تک صلیبی جنگ جاری ہے۔ اور خطہ آج تک اسی طرح باطل وحق کی رزم گاہ بنا ہوا ہے، جس طرح بارھویں صدی میں بنا تھا۔[۴۲]

فلسطین میں صیہونی جارحیت تشدد دہشت گردی اور جبری قبضے کی خونیں داستان ایک صدی سے زیادہ عرصے پر پھیلی ہوئی ہے۔ جب عیسائی دنیا میں یہودیوں کے لیے عزت سے زندہ رہنے کا ہر موقع معدوم ہو گیا اور ظلم وتعصب نے نسل کشی کی شکل اختیار کر لی تو مسلم ممالک اور خصوصیت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے عرب دنیا نے ان ستم زدہ یہودیوں کے لیے اپنے دروازے ہی نہیں سینے بھی کھول دیئے۔ لیکن خالص سیکولر اور استعماری مقاصد کے لیے قائم ہونے والی یہودی (Zionist) ۴۳ تحریک نے اس تاریخی احسان کا بدلہ اس طرح دیا کہ سرزمین فلسطین پر جبر اور تشدد، دھوکہ اور دغا بازی سے استعماری طاقتوں سے ساز باز کر کے قبضہ غیر قانونی جمانا شروع کر دیا۔ خصوصیت سے پہلی عالمی جنگ کے بعد اعلان بالفور ۴۴ کے سایے تلے 30 سالہ عملی جنگ کے ذریعے اپنا تسلط قائم کر دیا۔ اقوام متحدہ کی 1948 کی ایک غیر قانونی قرارداد کے ذریعے ریاست کا درجہ دے دیا۔

اسرائیل نے اس پر بھی قناعت نہ کی اور بار بار کی فوج کشی کے ذریعے اپنے تسلط کے دائرے کو برابر وسیع کیا اور بالآخر 1947ء میں پوری ارض فلسطین اور شام کی گولان کی پہاڑیوں لبنان کے چند جنوبی سرحدی علاقوں اور مصر کے وسیع و عریض صحرائے سینا پر قبضہ کر لیا۔ 1973ء کی جنگ کے بعد عرب ریاستوں نے مسئلہ فلسطین سے جان چھڑانے کی کوشش تیز کر دی۔ "کیمپ ڈیوڈ" اور" اوسلو" معاہدے کے ذریعے اپنے اپنے مفادات کے حصول کی جدوجہد میں لگ گئے۔ ان حالات میں دل برداشتہ فلسطینی عوام نے اسرائیلی سامراجی قبضے کے خلاف اپنی آزادی کی جدوجہد شروع کی اور "الفتح" کے جھنڈے تلے اسرائیل کے قبضے کو چیلنج کیا۔ لیکن "الفتح" نے جنگ آزادی کو مذاکرات کی میز پر تحلیل کرنے کا عمل شروع کر دیا۔

الفتح

اہل فلسطین کی بڑی تنظیم حرکتہ اللہ لتحریر الفلسطین (تحریک آزادی فلسطین) ہے جو "الفتح" کے نام سے مشہور ہے۔ اور انگریزی میں اس کو (Polostine Liberation Organization) کہا جاتا ہے۔ الفتح یا P.L.O اس کا مخفف ہے۔

اس تنظیم کا عسکری بازو ہے اور یاسر عرفات کی سربراہی میں الفتح تحریک آزادی فلسطین کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی تھی۔ اسے فلسطینیوں کی جدوجہد کے سلسلے میں کئی عشروں تک اجارہ داری حاصل رہی۔ حماس کا اس زمانے میں نام و نشان تک نہیں تھا۔ بہت جلد آزادی فلسطین کا دم بھرنے والے یاسر فات نے اپنے دیرینہ موقف سے رجوع کر لیا۔ اب اسرائیل کے اندر ہی خود

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختاری کی بات کرنے لگے۔ نیز اپنے سیاسی منہج کو سیکولرزم اور امریکا سے مفاہمت کے سانچوں میں ڈھال دیا۔ ۴۵

پی ایل او کو 1970، 1980 کے عشروں کے دوران پے در پے ناکامیاں ہوتی رہیں۔ پہلے اُس نے اُردن میں ہزیمت اُٹھائی اور پھر لبنان میں پسپائی سے دوچار ہونا پڑا۔ اس کی قیادت کا رویہ خطے کے دیگر عرب ممالک کی آمریت پسند حکومتوں کے رویے سے قطعاً مختلف نہیں تھا۔

لیکن ان دو عشروں کے دوران اسلام کے علمبرداروں نے پی ایل او کی راہ میں مزاحم ہونے اور بین الاقوامی میدان میں نمایندگی کے سلسلے میں اس سے کوئی مسابقت نہیں کی ۴۶۔

اس صورت حال میں فلسطینی نوجوانوں کے اندر جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت پیدا کرنے والی شخصیت شیخ احمد یسین کی شخصیت نمودار ہوئی۔ جنھوں نے معذور ہونے کے باوجود بلند ہمت اور خوددار ہونے کا ثبوت دیا اور حماس کی بنیاد رکھی۔

تحریک حماس کی تاریخ مقبوضہ فلسطین میں تحریک اخوان المسلمون سے وابستہ ہے۔ اخوان المسلمون نے عالم عرب میں دینی بیداری اور علمی احیا کی تحریک پیدا کر دی۔ چنانچہ 1945ء میں القدس میں اخوان المسلمین کا پہلا دفتر قائم ہوا اور اگلے سال پورے فلسطین میں اس کی شاخیں پھیل گئیں۔ یہ ہے وہ پس منظر جس میں فلاحِ عامہ کے کاموں میں اور عسکری میدان میں اپنا لوہا منوانے کے بعد حماس نے سیاسی و جمہوری عمل میں شرکت کر کے کامیابی حاصل کی۔ اگلے صفحے حماس کی کامیابیوں، اس کے طریق کار اور اس کی گوناگوں قربانیوں کے جائزے پر مشتمل ہیں۔ تنظیم آزادی فلسطین (پی ایل او) اور الفتح نے جو کردار ادا کیا اس کے بارے محتاط سے محتاط زبان بھی استعمال کی جائے تو بھی کہا جا سکتا ہے کہ یاسر عرفات مرحوم مصلحت کی کوششوں کے اس قدر شکار ہوئے کہ اپنی منزل ہی کھو بیٹھے۔ بلکہ اسرائیل نے ان کے ساتھ اتنی بدسلوکی کی کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ وہ دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے کہتے ہوں گے: ۴۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ جاننا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں

۲۔"حماس" اسلامی تحریک مزاحمت

تعارف

اسلامی تحریک مزاحمت (حماس) فلسطین کی اسلامی جدوجہد (مجاہدہ) کی تحریک ہے۔جس کا اعلیٰ ترین حوالہ اسلام ہے۔اوراس کی منزل فلسطین کی آزادی ہے۔

حماس دسمبر 1987 میں قائم ہوئی تھی۔اس کا نام حماس "حرکتہ المقاومتہ الاسلامیہ" کے ابتدائی حروف جوڑنے سے بنا ہے۔

تحریک حماس جس کی جڑیں الاخوان المسلمین (اخوت مسلمانان عالم) کے اندر پیوست ہیں،جس نے ایک عظیم معاشرتی منصوبے سے جنم لیا ہے،جس کا مطمح نظر انسان دوستی اور فلاح خلق ہے۔حماس فلسطین میں فلسطینی اخوان کی فکری اور تحریکی جانشین ہے۔جس کی بنیادیں1930ءاور 1940ء کے عشروں میں رکھی گئی تھیں۔جس میں اس عزم کا اعلان کیا گیا کہ پورے ذرائع ووسائل کے ذریعے ملک کا دفاع کرے گی۔[۴۸]

1۔ فلسطین میں اخوان کا کردار اس وقت عروج پر پہنچ گیا،جب نکبہ(تباہی) کے موقع یعنی1948ء میں فلسطین کو یہودیوں کے قبضے میں جانے سے روکنے کے لیے اپنے سینکڑوں رضا کار بھیجے تھے۔جبکہ یہی اخوان 1970ء کے عشرے میں جہاد فلسطین سے گریز کر رہے تھے۔اوران کا استدلال یہ ہوتا کہ فلسطین میں جو کچھ ہوا وہ اس بیماری کی علامت کے سوا کچھ نہیں جس میں ساری امت مبتلا ہے اور امت کی یہ کمزوری مذہب سے گریز کا خطرناک ترین نتیجہ ہے۔اس سے جہاں ایک طرف اسلامی تہذیب وتمدن کو نقصان پہنچا ہے،وہاں دوسری جانب دشمنان اسلام کو مسلمانوں کی سرزمین پر قبضہ کرنے کا موقع مل گیا ہے۔اس کا حل وہ یہ پیش کرتے تھے کہ مسلمان اسلام کی طرف واپس آجائیں۔اس کا قانون نافذ کریں اوراس کے معیارات خیر وشر کو اپنائیں،تب جا کر اُمت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیرونی دشمنوں کا مقابلہ کر سکے گی۔ خواہ وہ فلسطین ہو یا کوئی اور جگہ ہو۔

2۔ اخوان نے یہ سبق یاد کیا تھا۔ ہمارے اسلاف میں جن لوگوں نے دنیا کو فتح کیا اور اللہ نے انھیں زمین میں سلطنت عطا فرمائی، وہ زیادہ تعداد نہیں رکھتے تھے، بلکہ وہ جہاد کے اسلحے سے لیس تھے۔

آبادی کے جس حصے میں اسلام کی لہر کا آغاز کیا گیا، وہ طلبہ اور عام نوجوان تھے۔ اخوانوں نے دیگر گروپوں کی طرح سکولوں کے طلبہ کو اپنی اپنی سوسائٹیاں بنانے کی تلقین شروع کی، جس سے انھیں شہرت ملنے لگی۔ مگر انھیں مسجدوں میں زیادہ کامیابیاں حاصل ہوئیں۔

1970ء میں کویت میں فلسطین اخوان کے سٹوڈنٹ سیکشن کا قیام ہوا۔ یہ ایک بروقت اقدام تھا۔ جس نے بعد میں فلسطین میں ''فلسطینی ایسوی ایشن'' قائم کر لی۔ ان ایسوی ایشنز میں انتہائی مستعد تنظیمیں وہ تھیں جو 1980 کے اوئل میں امریکہ اور برطانیہ میں قائم کی گئی تھیں، اور وہ وہاں ان دیگر یورپی ممالک میں فلسطینی طلبہ کے ساتھ مل کر کام کر رہی تھیں، جو مختلف اداروں میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ان میں بہت سے طلبہ پی۔ ایل۔ او کی ہیڈ سے بددل ہو چکے تھے۔ کیونکہ ان کے خیال میں P-L-O ۴۹ کی لیڈر شپ ان کو ایسی شرائط پر راضی ہو کر حل کرنا چاہتی تھی، جو ان کے خوابوں سے کمتر تھا، اور وہ خواب تھا کہ فلسطین کو " دریا سے لے کر سمندر تک " آزاد کروایا جائے۔ مہاجرین کو ان کے گھروں میں دوبارہ آباد ہونے میں مدد دی جائے۔

اخوان نے تقریباً دس بارہ سال گھروں اور مسجدوں میں کام کرنے کے بعد حالات کو اس کام کے لیے سازگار پایا کہ عوام کو پبلک پلیٹ فارم سے مخاطب کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے ''الجماعۃ الاسلامیہ " کے نام سے ایک سوسائٹی قائم کی گئی۔ اس کا مقصد نوجوانوں کے لیے تعلیمی اور تفریحی پروگراموں اور کھیلوں کا انعقاد کرنا تھا۔

دریں اثنا شیخ یاسین نے اپنے اڈے سے، جو کہ ''العباس مسجد میں قائم کیا گیا تھا، سید قطب ۵۰ کی تفسیر قرآن ''فی ظلال القرآن'' کی آخری جلد چھپوا کر زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچا دی۔ الجمعیۃ (سوسائٹی) اور المجمع (سنٹر) کی فعال اور اچھی کارکردگی کے باعث مساجد کی تعداد دو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گنا سے بھی زیادہ ہوگئی۔ جس میں کنڈر گارٹن سکول اور قرآنی سکول بھی تھے۔ میڈیکل کلینکس بھی تھے، جو عوام کو میڈیکل کی سہولتیں دیتے۔ یہ زکوٰۃ کی کمیٹیاں بھی قائم کرتے جنھیں صحیح مصرف پر خرچ کیا جاتا۔ ان سب کے اولین صدر شیخ یاسین تھے۔

۳۔ شیخ احمد یاسین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"ان مِن اُمتی رجا لا الایما ن الیت فی قلو بھم من الجبا ل المرسٰی

میری امت میں ایسے مردان کار موجود ہیں کہ ان کے دلوں میں ایمان زمین میں نصب پہاڑوں سے زیادہ اٹل ہے۔"

شیخ احمد یاسین رحمتہ اللہ علیہ اس صدی کی وہ عظیم ترین شخصیت ہے جس نے اپنی جسمانی معذوری کے باوجود حماس اور "انتفاضہ المبارکہ" کے نام سے مقبوضہ فلسطین میں ایک ایسی تحریک کو برپا کیا، جس نے دنیا کی "بدترین" قوم کے چھکے چھڑا دیئے، اور ان کی تحریک صیہونیت (Zonest Movement) کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں۔ بلکہ یاسر عرفات اور اس کے امن مذاکرات کے ڈھونگ کو طشت از بام کر کے رکھ دیا ہے۔[۵۱]

خون اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری

شیخ یاسین جنھیں "شیخ انتفاضہ" کے نام سے پکارا جاتا ہے نے مسلمانوں کو سیکولر تنظیموں کے نرغے سے نکال کر اسلام کے پرچم تلے جمع کر دیا ہے۔ ہر طرف فدائین اسلام لشکر صیہونیوں کے خلاف:۔

" خیبر خیبر یا یہود جیش محمدؐ سوف یعود "

کے باطل شکن نعرے لگاتے ہوئے میدان کارزار میں برسرپیکار ہیں[۵۲] جناب منیر احمد خلیلی، شیخ یاسین کی شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مختلف مساجد میں ایک جلیل القدر عالم دین اور داعی و مبلغ کی حیثیت سے سامنے آیا تو منبر و محراب کی زینت فلسطین کی نسل نو کا مربی اور مظلوم و ستم رسیدہ قوم کا عظیم قائد بن گیا۔''
مسجدوں سے اُٹھنے والی ''انتفاضہ'' نے دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا کی توجہ کھینچ لی۔ ۵۳ھ
خلیل احمد الحامدی جہاد فلسطین کے بارے میں بیان کے دوران حماس کے اور اس کے لیڈر کے بارے میں لکھتے ہیں:

فلسطین میں جہاد آزادی کو برپا کرنے والا سب سے بڑا اور موثر گروپ حماس ہے۔ اس تحریک کو جنم دینے اور چلانے والے تحریک اسلامی کے متعدد حضرات ہیں۔ سب سے زیادہ اس کے اندر ذوق شہادت اور روح جہاد پھونکنے والا ایک نوجوان احمد یٰسین ہے۔ جس کا نچلا دھڑ مفلوج ہے، اور معذوروں کی گاڑی کے ذریعے نقل و حرکت کرتا ہے۔ ۵۴ھ
شیخ احمد 1938ء میں غزہ میں عسقلان کے ایک گاؤں الجوزہ کے ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ یہودیوں نے الجوزہ پر قبضہ کرلیا تو آپ کا خاندان ہجرت کر کے غزہ کے نزدیک ایک خیمہ بستی میں پناہ لے کر رہنے لگا۔ دین کی ابتدائی تعلیم مدرسہ امام شافعی سے حاصل کی۔ اس کے بعد ثانوی درجے کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ پھر دارالمعلمین بیروت اور اسکندریہ کی یونیورسٹیوں میں بھی پڑھتے رہے۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے انھوں نے قاہرہ یونیورسٹی میں بھی داخلہ لیا، جہاں وہ اخوان المسلمون سے متعارف ہوئے اور اس کے رکن بن گئے۔ وہ مدارس میں دن میں پڑھاتے اور سکولوں سے فارغ ہو کر اخوان المسلمون کو منظم کرنے میں وقت گزارتے۔

1966ء میں یہودی مظالم کے خلاف تقاریر کے جرم میں پہلی بار گرفتار ہوئے مگر چند سال بعد رہا ہو گئے 1983 میں انھیں تخریبی کاروائیوں کے اور بارود کے رکھنے کے جرم میں 31 سال کی سزا سنائی گئی۔ مگر ایک معاہدے کے تحت گیارہ ماہ بعد رہا کر دیے گئے۔ 15 دسمبر کو جب حماس کا باقاعدہ اعلان ہوا تو شیخ احمد یٰسین بانی اور چیرمین قرار پائے۔ حماس کا ایک عسکری بازو بھی تشکیل دیا گیا، جس کو ''عزالدین القسام'' ۵۵ھ کا نام دیا گیا۔ 1989ء میں شیخ ایک بار پھر گرفتار ہوئے مگر اپنے دو یہودی ایجنٹوں کی رہائی کے بدلے میں ان کو رہا کرنا پڑا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر ۲۲ مارچ ۲۰۰۶ء کو نماز فجر کے بعد مسجد سے نکلتے ہوئے ان کو شہید کر دیا گیا۔ ۵۶

امحسبتم ان تد خلوا الجنة ولما يعلم الله الين جهدوا منكم ويعلم الصابرين. ۵۷

۴۔ غزہ دور حاضر کا شعب ابی طالب

مصر کی وادی سینا سے منسلک اور بحر متوسط کے ساحل پر پھیلی ہوئی 40 کلومیٹر لمبی اور 10 کلومیٹر چوڑائی غزہ کی پٹی میں 15 لاکھ فلسطینی بستے ہیں 1948ء میں سرزمین فلسطین پر قبضہ کر کے جب صیہونی ریاست قائم کرنے کا اعلان کیا گیا تو غزہ کی پٹی مصر کے زیر انتظام آ گئی۔ مصری انتظام 19 سال تک قائم رہا۔ 1967 کی عرب اسرائیل جنگ کے نتیجے میں دیگر وسیع علاقوں کے ساتھ ہی ساتھ غزہ پر بھی صیہونی افواج نے قبضہ کر لیا۔ اور غزہ ہاشم پر ابتلا کا نیا دور شروع ہو گیا۔ 1948ء کے بعد دیگر فلسطینی علاقوں سے بھی مہاجرین کی بڑی تعداد غزہ منتقل ہو گئی تھی۔ آٹھ مہاجر خیمہ بستیاں وجود میں آئیں۔ یہودیوں نے بھی یہاں اپنی جدید ۶۵ بستیاں تعمیر کیں۔ اور غزہ کی پٹی کثافت آبادی کے لحاظ سے دنیا کی سب سے گنجان انسانی آبادی بن گئی۔ ۵۸

اس مغلوک الحال آبادی میں جہاد سے آشنا ایک نئی نسل نے جنم لیا۔ شیخ یاسین، ڈاکٹر عبد العزیز الرنیتیسی ۵۹ اور انجینئر یحییٰ شہید جیسے راہ نماؤں نے اس نسل کی تربیت کا بیڑہ اُٹھایا۔ اسلامی یونیورسٹی غزہ جیسے تعلیمی ادارے قائم کیے اور بالآخر 1987ء میں اسلامی تحریک مزاحمت وجود میں آئی۔ آغاز کار میں پتھروں اور غلیلوں سے ٹینکوں کا مقابلہ کیا گیا۔ ابابیلی صفت بچے گھروں سے نکلتے ہوئے باوضو ہو کر آتے مساجد میں نوافل ادا کرتے اور صیہونی درندروں کے مقابلے کے لیے نکل آتے۔ بظاہر ان کا کوئی مقابلہ نہیں تھا۔ ایسوسی ایٹ پریس کے ایک رپورٹر کے مطابق غزہ میں اسرائیلی فوجیوں نے مشتعل بوتلیں پھینکنے والے عرب مظاہرین پر فائرنگ کر دی۔ جس سے متعدد افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔ یہ "ٹریفک حادثہ" واحد واقعہ تھا، جس کے نتیجے میں 8 دسمبر 1987ء کو انتفاضہ ۶۰ پھوٹ پڑا جس میں کسی کا دخل نہیں تھا۔ عوام کے غیظ و غضب کا بند اچانک ٹوٹ گیا۔ "تنظیم اسلامی جہاد" سرایہ الجہاد اسلامی وغیرہ قسم کی مختلف جہادی تنظیموں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اسرائیلی قبضے کے خلاف مزاحمتی مہم شروع کر دی۔ ٦١

اس موقع پر اخوان کے لیے کوئی اور چارہ نہ تھا کہ وہ فلسطین کو آزاد کروانے کے لیے جہاد کے قائد کا کردار بحال کر سکیں۔اس کے علاوہ اخوان کے پاس ارادہ بھی تھا،نیت بھی۔مطلوبہ انفراسٹرکچر بھی اور انتفاضہ کی شمع کو روشن رکھنے کے لیے حماسی حمایت بھی۔

چنانچہ انھوں نے اپنے ارکان اور نیٹ ورک کو متحرک کر دیا۔اسلامی یونیورسٹی اس میں سرفہرست تھی۔اس نے سول نافرمانی کی کال دے دی۔اور ریلیاں منعقد کرنا شروع کر دیں۔

جب انتفاضہ شروع ہوا تو تیونس میں P-L-O کے صدر یاسر عرفات اور ان کے مشیر اس وقت دنیا پر اپنے پرامن ہونے کا تاثر جمانے کی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔

اُدھر اسرائیلی حکام اس کا الزام حماس کی قیادت پر عائد کرنے کا موقع تلاش کر رہے تھے۔ بالآخر 1988ء میں انھیں موقعے کی ایک کڑی مل گئی۔جب حماس نے اپنا چارٹر شائع کر دیا۔تو اس میں یہ اعلان موجود تھا کہ جہاد اس وقت تک جاری رکھا جائے گا،جب تک سارا فلسطین آزادنہیں ہو جاتا اور اسرائیلی ریاست ختم نہیں ہو جاتی۔چنانچہ اگست 1983ء میں حماس کے لیڈروں اور فعال کارکنوں کی وسیع پیانے پر گرفتاریاں شروع کر دی گئیں۔ ٦٢

انھی کاروائیوں کے نتیجے میں حماس کے فوجی شعبہ کتائب الشہید عز الدین القسام (شہید عزالدین القسام بریگیڈ) نے جنم لیا۔جن کی قیادت نئی پود کے ہاتھ میں تھی۔انھوں نے حماس پر ہونے والے مظالم کا انتقام لینے کا تہیہ کر رکھا تھا۔لوگ اس کو عشروں پہلے وجود میں آئی فلسطین قوم پرست تحریک کا باب(Version) سمجھ کر اس کی طرف انتفاضہ کا مقصد پورے فلسطین کو آزاد کرانا تھا۔اس نے ایک حد تک اس لیے بھی جنم لیا کہ اسرائیل نے مغربی کنارے پر قبضہ کر کے فلسطینیوں پر بے حد مظالم ڈھائے۔جس کا جواب ضروری تھا اور ایک حد تک اس کا مقصد ''الفتح'' جولغزشوں کا شکار ہو چکی تھی پر کنٹرول حاصل کرنا تھا۔ہزاروں شہید،زخمیوں اور قیدیوں کا نذرانہ دینے کے بعد بالآخر بے وسیلہ تحریک انتفاضہ کامیاب رہی اور 1967ء سے غزہ پر بعض عیسائی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افواج اور قابض صہیونی افواج 2005ء میں انخلا پر مجبور ہوئیں۔

۵۔ جمہوریت لرزاں

فلسطین میں صدارتی انتخابات یاسر عرفات کے پیرس کے ایک ہسپتال میں انتقال کے تقریباً دو ماہ بعد 9 جنوری 2005 کو ہوئے۔ منتخب صدر محمود عباس نے لیجسلیٹو الیکشنوں کے لیے تاریخ 25 جنوری 2006 کا اعلان کر دیا۔ ایک غیر اسلامی ریاست میں حماس کا موقف دیگر مقبول اسلامی گروپوں۔ سے مختلف نہیں ہے۔ وہ اخوان کے پیش کردہ اسی مسلمہ اصول کی توثیق کرتی ہے جس میں جمہوریت کو اسلام سے ہم آہنگ تسلیم کیا گیا ہے۔ البتہ صدارتی انتظامات کا بائیکاٹ کا فیصلہ اُن کے آزادانہ اور غیر جانبدارانہ، نہ ہونے کی وجہ سے تھا۔ ۶۳

انتخابات ہوئے اور حماس نے پہلی بار انتخابات میں شرکت کا فیصلہ کیا۔ امریکا اسرائیل اور فلسطینی اتھارٹی نے لاکھوں دھمکیاں دیں کہ اگر حماس کو منتخب کیا گیا تو امداد بند کر دی جائے گی۔ فوج کشی کی جائے گی۔ محاصرہ کر دیا جائے گا لیکن فلسطینی عوام نے بھاری اکثریت سے حماس کو نمایندہ منتخب کر لیا۔

کہنے کو ایک منتخب حکومت اور پارلیمنٹ وجود میں آ گئی لیکن عملاً یہ زہریلے کانٹوں سے بھرا ایک تاج تھا جو حماس حکومت کے حصے میں آیا۔ حماس نے مسئلہ فلسطین کی نزاکت کے مدنظر ایک قومی حکومت بنانے کا فیصلہ کیا۔ تاہم محمد دحلان سمیت فتح کے رہنما حماس کے ساتھ مل کر کام کرنے کو تیار نہ تھے۔ حماس کے اسماعیل ہانیہ نے حکومت بنالی۔ مگر اس منتخب حکومت کو ایک دن بھی سکھ کا سانس نہیں لینے دیا گیا۔ 1993ء میں معاہدے کے نتیجے میں متعارف کروائی جانے والی بیرونی امداد یکسر بند کر دی گئی۔

حماس نے چیلنج قبول کر لیا۔ پورے عالم اسلام نے اِن کے لیے امداد جمع کرنا شروع کر دی۔ بعض حکومتوں نے بھی دست تعاون بڑھایا۔ "دنیا" کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں حماس حکومت کامیاب نہ ہو جائے۔ مسلمان ملکوں کے بینکوں پر پابندی عائد کر دی گئی کئی بنکوں نے جمع شدہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رقوم ضبط کر لینے کا اعلان کر دیا۔مگر حماس نے پھر بھی ہمت نہ ہاری۔ذمہ داران حکومت خود مالی اعانت لے کر غزہ جانے لگے۔۶۴

غزہ کو مقبوضہ فلسطینی علاقوں سے ملانے والے ایک رستہ رفح (رفاہ) گیٹ وے ہے جو غزہ کو مصر سے ملاتا ہے۔وہ واحد راستہ ہے جو براہ راست اسرائیلی انتظام میں نہیں۔لیکن وہاں سے بھی ہر امداد باقاعدہ مزاحمت کرتے ہوئے اندر پہنچائی گئی۔

تقریباً ڈیڑھ برس کا عرصہ اس طرح گزرا کہ بری راستے بند صہیونی فوجی کاروائیوں کا دوبارہ آغاز اور سب سے بڑھ کر الفتح تنظیم اور صدارتی افواج کے ذریعے حماس کا باقاعدہ عسکری کاروائیوں کا اہتمام،اس دوران حماس اور فتح کے درمیان کئی معاہدے ہوئے،اگر کوئی نادیدہ قوت ان معاہدوں کو پرزے پرزے کر دیتی۔

بالآخر 8 فروری 2007 کو سعودی عرب کے شاہ عبداللہ کے انتھک کوششوں سے دونوں جماعتوں کے مابین مکہ مکرمہ میں ایک نیا معاہدہ طے پایا۔جس کے نتیجے میں الفتح بھی شریک اقتدار ہوگئی۔لیکن مقدس ترین مقام پر ہونے والا یہ معاہدہ بھی نصف سال پورا نہ کر سکا اور دونوں جماعتوں کے درمیان بدترین لڑائی شروع ہوگئی۔امریکہ اور اسرائیل دونوں محمود عباس کی حکومت کو سپورٹ کر رہے تھے۔اور انھوں نے فنڈز کے نام پر صدر محمود عباس کو امداد شروع کر دی۔جس سے صرف ان کے حامیوں کی تنخواہیں ادا ہوتیں۔۶۵

دوسری طرف اسماعیل ہانیہ کی حکومت سرکاری ملازمین کو تنخواہیں ادا کرنے سے معذور ہو چکے تھے۔ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب بلدیہ کے چھداروں کو بھی تنخواہ دینا ممکن نہ رہا۔تب وزیراعظم خود ان کے ساتھ مل کر غزہ کی سڑکوں پر صفائی کرنے کے لیے اُتر آیا۔

عین انھی لمحات میں امریکا نے 86 ملین ڈالر کی امداد فراہم کی تاکہ فلسطینی حکومت کی تابع سیکورٹی فورسز کے مقابل صدارتی فوج تیار کی جائے۔تقریباً 33 ہزار افراد پر مشتمل متوازی سیکورٹی کھڑی کر دی گئی اور بالآخر فلسطینی اور صیہونی کے بجائے الفتح،حماس جھڑپیں ہونے لگیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُدھر مصری اور اُردنی سرحدوں سے صدر کی حفاظت کے نام پر جدید اسلحے کی بڑی کھیپ محمود عباس اور ان کے شیر "دحلان" کو پہنچائی گئی۔ یہ سیکورٹی فورس مسجدوں اور تعلیمی اداروں میں گھس گھس کر حماس قیادت کو نشان بنانے لگی۔٢٦

الفتح کے نام پر دحلان سیکورٹی اور حماس کے افراد باقاعدہ مورچہ بند ہو کر لڑنے لگے۔ حماس نے اس موقع پر بھی حالات کا رخ موڑنے کی ایک کوشش کی اور اپنے حملوں کا اصل رخ اسرائیلی بستیوں کی طرف موڑ دیا۔ ان پر خود ساختہ راکٹوں کے سیکڑوں حملے کیے اور فلسطین کے عوام کو یاد دلایا کہ ہمارا اصل دشمن کون ہے۔ بالآخر 14 جون 2007ء کو حماس کے جوانوں نے صدارتی کیمپ کے تمام دفاتر خالی کرا لیے چند گھنٹوں میں غزہ میں صرف حماس کی عوامی اور عسکری قوت باقی رہ گئی۔ حماس نے اعلان کیا کہ یہ صرف ایک عارضی اور انتظامی کاروائی ہے۔ ہم تو فلسطینی بھائیوں سے اشتراک عمل چاہتے ہیں۔ مگر ان واقعات کو بنیاد بنا کر غزہ کو مکمل گھیرے میں لے لیا گیا۔

اس محاصرے کے سات ماہ میں غزہ کے تمام راستے مکمل طور پر بند کر دیے گئے۔ زندگی معطل اور ایندھن پانی، ادویات سامان خورد ونوش سب بند ہو گیا۔ ۱۸ ہزار سرکاری ملازمین کی تنخواہیں بند اور غزہ سے باہر محنت مزدوری کرنے والے ملازمین کے باہر جانے پر بھی پابندی لگا دی گئی۔

20 جنوری 2008ء محاصرے کی ہلاکت خیزیوں کے عروج کا دن تھا۔ غزہ کی 15 لاکھ آبادی کی بجلی کی سپلائی روک دی گئی جو ۵۰ فی صد جنریٹروں کے ذریعے فراہم ہوتی تھی۔ تیل کی سپلائی بند ہونے کی وجہ سے آخری جنریٹر بھی بند ہو گیا۔ اور تمام آبادی مکمل اندھیرے میں ڈوب گئی۔ ٹیوب ویل بند ہو گئے۔ پانی ناپید، ہسپتالوں میں بجلی نہ ہونے سے جن مریضوں کے اپریشن ہونے تھے، یا اپریشن ہو چکے تھے، موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ ٹیلی فون ایکسچینج اور موبائل بیٹریاں ختم ہو گئیں۔ نقل وحرکت مفلوج ہو گئی۔ اس پر اکتفا نہیں بلکہ ساتھ ساتھ اسرائیلی بم باری شروع ہو گئی۔ حصار اور تاریکی کے تین روز کے اندر اندر ۴۰ کے قریب افراد شہید کر دیئے گئے۔ 22 جنوری کو سیکڑوں خواتین رفح کے سرحدی پھاٹک پر جمع ہو گئیں۔ اور ہزاروں کی تعداد میں فلسطینی نوجوان اکٹھے ہوئے اور بلڈوزر غزہ اور مصر کے مابین حائل جنگلے اور آہنی دیوار مسمار کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی گئی۔لاکھوں فلسطینیوں کے قافلے عریش اور رفح کی طرف چل پڑے ہے تا کہ وہاں سے لالٹین موم بتیاں اوراشیاے خوردونوش خرید سکیں۔

سرحدی دیوارروند نے پرامریکا نے خبردار کیا ہے کہ یہاں سے دہشت گرد اسلحہ اورمجاہدین غزہ جاسکتے ہیں اوراسرئیل نے بھی مصرکوراستہ بندنہ کرنے کی صورت میں دھمکی دی ہےاور مصر نے امناً وصدقنا کہتے ہوئے یہ سرحدی شگاف بند کردیا۔اب غزہ سے کسی کومصر جانے کی اجازت نہیں البتہ فی الحال مصر کی طرف آئے ہوئے فلسطیوں کوواپس غزہ کی سب سے بڑی جیل جانے کی آزادی ہے۔۶۷

۶۔کربلائے غزہ

اسرئیل نے غزہ میں پولیس کے تربیتی مرکز پر 27دسمبر 2008ءکو پہلا حملہ کیا اور 40 کٹڑیل جوان خون میں نہلا دیئے۔

25دسمبرکوصہیونی وزیرخارجہ سیپی لفنی نے مصر کے دورے پر صدرحسنی مبارک اورمصری وزیر خارجہ کے ساتھ مشترکہ پریس کانفرنس کرتے ہوئے اعلان کیا:''حماس سےنجات ہی اسرائیل اور تمام علاقائی طاقتوں کا مشترک مفاد ہے۔''اس کی وجہ عرب ممالک اورمصرواروں کی جانب سے بڑھتی ہوئی تائیدکواپنے ملکوں میں اخوان المسلمون کی تائیدقراردیاجاتاسمجھاجاتاہےاورکربلائے غزہ میں حسبی اللہ و نعم الوکیل.حسبنا اللہ و نعم الوکیل. لاکھوں بےسہارا فلسطینوں کاصرف ایک سہارہ رہ گیاہے۔

جوغزہ میں مسلسل 22دن تک دنیا کے مہلک ہتھیاروں کا سامنا کرنے میں کامیاب ہوئے اور ہٹے کٹے اعضالیے، ملبے سے نکلتے خون میں نہائے ہوئے ایک ہی وقت میں دودو تین تین معصوموں کی لاشیں بازوں میں سمٹی ہوتیں اور یہی دعابددعا کی صورت بھی اختیار کرجاتی۔

حسبی اللہ علی الحکام الاعرب حسبی اللہ علی الیھود ۶۸

غزہ پرتوڑی جانے والی قیامت اپنی تمام ترہلاکت خیزی اورتوہین انسانیت سمیت تاریخ کا حصہ بن چکی ہےاورحماس حکومت نے اسرائیل کی جارحیت کوفلسطینی عوام کے خلاف یہودیوں کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ھولوکاسٹ" قرار دیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس جارحیت کے دوران اسرائیلی حملے کا بنیادی ہدف کیا ہے۔

اسرائیل نے غزہ پر حملے کے خطرے سے اپنے اہداف ومقاصد تین حصوں میں تقسیم کیے ہیں۔

۱۔ حماس حکومت کا خاتمہ۔

۲۔ مجاہدین کے تیار کردہ میزائلوں اور اسلحہ کے ذخیروں کا صفایا۔

۳۔ غزہ کا کنٹرول فلسطینی اتھارٹی اور فتح کے حوالے کرنا۔

اُدھر اسرائیل میں حماس کے حوالے سے نیا تصور اُبھر رہا ہے۔ کہ غزہ سے حماس حکومت کے خاتمے کی صورت میں حماس تحریک کے "انتفاضہ" کا آغاز بھی کر سکتے ہیں۔ جس کے لیے حماس کے رہنما بیانات دے چکے ہیں۔ اسرائیل کے دفاعی امور کے اہم تجزیہ نگار بین جمن ڈیوڈ نے انٹرویو دیتے ہوئے کہا: حماس پہلے کی طرح کمزور نہیں، اسے شام، حزب اللہ اور ایران کی جانب سے عسکری امداد بھی مل رہی ہے۔ اس طرح اسرائیل کو حماس کی جانب سے بڑے پیمانے پر خودکش حملوں کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا ہوگا۔ ۶۹ے

حماس کو تباہ کرنے کے لیے ہمارا حملہ جتنا شدید تھا۔ جس طرح اسرائیلی فوج نے اس پر بری، فضائی اور بحری حملوں کے ذریعے آگ کی بارش برسائی اس سب میں سے حماس بچ نکلی اور اس طرح بچ نکلنے کی کوئی نظیر اس سے پہلے نہیں ملتی۔ وہ آج پھر کسی دیوہیکل صحرائی پرندے کی طرح ریت جھاڑتے ہوئے ملبے کے ڈھیر میں سے اُٹھ کھڑی ہوئی ہے اور مصر کے ساتھ مذاکرات کرتے ہوئے بھی اپنے موقف پر سختی سے جمی ہوئی ہے۔ وہ کسی صورت ہار ماننے کے لیے تیار نہیں۔ ۷۰ے

تحریک کے بعد غزہ کی تعمیر نو

غزہ کی پٹی پر حملے سے قبل اسرائیل نے فوجیوں کو ہدایت کی تھی کہ وہ حملوں میں شہر کو اس طرح نشانہ بنائیں کہ وہ دوبارہ اِس کی طرف پلٹ کر نہ آنا پڑے۔ ہم تب اپنے اہداف میں کامیابی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کر سکتے ہیں جب یہ احساس ہو جائے کہ غزہ کی ہڈیوں کو گوشت سے جدا کر دیا ہے اور اس کی تعمیر نو کرتے ہوئے برسوں نہیں صدیوں کا عرصہ درکار ہو "

یہ الفاظ کسی عام یہودی کے نہیں بلکہ اسرائیلی وزیر داخلہ "میر شیٹریٹ" کے ہیں، جو انھوں نے سیکورٹی کونسل کے اجلاس میں افواج کے اعلیٰ عہدیداروں سے کہے تھے۔

تخریب لمحوں کا کام اور تعمیر کے لیے کئی برس درکار ہوتے ہیں۔ اسرائیلی جارحیت سے ہونے والی تباہی کے مختلف تخمینے لگائے جا چکے ہیں۔ اسرائیل کے سرکاری طور پر اعتراف کے مطابق تعمیراتی لاگت کم از کم اڑھائی کروڑ اور اقوام متحدہ کے اندازوں کے مطابق تعمیر نو پر 4 ارب ڈالر کے اخراجات ہوں گے۔ سعودی عرب، کویت، قطر، یمن اور مصر کی جانب سے غزہ کی تعمیر نو کے لیے تقریباً پچاس کروڑ ڈالر کی امداد دینے کا اعلان ہوا جبکہ گذشتہ ماہ "شرم الشیخ" جس میں ہونے والی عالمی روڈ کانفرنس میں تعمیر کے لیے 75 ڈونر ممالک کے پانچ ارب ڈالر کی امداد کا اعلان کیا۔ ایک رپورٹ کے مطابق چند ٹن سیمنٹ اور سریے کے سوا کچھ موصول نہیں ہو سکا جس کے باعث معمولی سطح پر مکانوں کی تعمیر میں بھی مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ بلکہ اسرائیلی حملے بھی بدستور شروع ہیں۔ اے

نئی حکومت جو صدر محمود عباس اور سلام فیاض ۲ے پر مشتمل ہے۔ یہ دونوں بڑی رکاوٹ ہیں جو غزہ میں پہنچنے والی امداد کو تخریب کاروں میں تقسیم کر دی جاتی ہے اور ۱۶ ملین ڈالر کرپشن ہو چکی ہے۔

تمام تر پریشانیوں کے باوجود غزہ میں حماس کی حکومت اور شہریوں نے اپنی مدد آپ کے تحت بحالی کا کام شروع کر دیا ہے۔ جسے بہر حال تسلی بخش قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جس کی وجہ سے غزہ کے 16 ملین متاثرین جنگ میں مایوسی بڑھتی جا رہی ہے۔ حماس اپنے تاریخ کے نہایت اہم مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔ فلسطین کا ہر دوسرا شخص حماس سے نہ صرف ہمدردی رکھتا ہے۔ بلکہ اسرائیلی ریڈیو رپورٹ کے مطابق آج بھی فلسطینی عوام اور حماس اکھٹے کھڑے ہیں۔ ان تمام بیانات اور اقدامات کا تجزیہ اگرچہ اہم ہے۔ مگر گذشتہ 60 سالہ صہیونی دہشت گردی اور جہاد کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچلنے کی کوششوں اور فلسطین قوم میں کچھ غداروں کے ان کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہونے کے باوجود ہم برسرزمین عملی نتیجہ کیا دیکھتے ہیں۔کیا وہی نہیں کہ فلسطینی جہاد اور تحریک حماس اب بھی فعال اور موثر ہے۔دنیا کے کتنے دارلحکومت ہیں جو ملیامیٹ کردیئے گئے،مگر آج وہ دوبارہ زندہ بھی ہیں اور فتح یاب بھی۔اہل غزہ کے اس عزم سے شیخ احمد یٰسین کی یہ پیشگوئی تازہ ہوگئی:''21 صدی کی پہلی چوتھائی میں ہمارا جہادی سفر نصرت الٰہی کی منزل پالے گا''۔۳ے

۷۔فری غزہ موومنٹ

غزہ سے باہر نکلنے کے صرف تین راستے ہیں۔اُن میں سمندر کا تیسرا راستہ بھی شامل ہے۔جس کی اسرائیل نے 1967ء سے ناکہ بندی کررکھی ہے۔اوسلو معاہدے کے تحت تھوڑی بہت آزادی سامان کی رسل تو ہورہی ہے۔مگر کوئی زندہ انسان اس راستے سے آمدورفت میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔اسرائیل کی اس ہم جوئی کے ردعمل میں مغربی دنیا کے کچھ باشعور افراد نے ''فری غزہ موومنٹ'' کے نام سے ایک تنظیم کے تحت اپنے آپ کو منظم کیا اور اسرائیلی سمندری ناکہ بندی کو توڑنے کا اعلان کردیا۔17 مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے 44 عام افراد نے 40 سال میں پہلی بار اگست 2008ء کو ایک قافلہ غزہ روانہ کیا۔پھر ایک کے بعد دوسرا قافلہ روانہ ہوا۔چار ماہ کے عرصے میں 5 قافلے روانہ ہوئے جن میں یورپی پارلیمنٹ کے ممبران سٹوڈنٹس ڈاکٹرز اور جرنلسٹ وغیرہ شامل رہے۔

مگر ادویات،دودھ اور خوراک پہنچانے والے ان قافلوں کو اسرائیل نے جنگی حالات پیدا کرکے روکنے کا بندوبست کرلیا۔یوں چھٹا،ساتواں،آٹھواں سفر ناکامی سے دوچار رہا۔۴ے

''غزہ فری موومنٹ'' کا نواں قافلہ 6 جہازوں کے فلوٹیلا پر مشتمل تھا۔پر 31 مئی 2010ء کو اسرائیل نے فائر کھول دیئے اس سفاکانہ کاروائی میں 20 سے زائد افراد ہلاک اور درجنوں زخمی ہوئے۔700 افراد پر مشتمل اس قافلے میں امن کے نوبل انعام یافتہ "ماٹریڈ کوریگن" سویڈن کے بہترین رائٹرز اور پاکستان کے جرنلسٹ طلعت حسین سمیت وہ افراد شامل تھے جو عالمی ضمیر کو جھنجھوڑنے کی کوشش کرنا چاہتے تھے۔''یونیورسل ڈکلیریشن آف ہیومن رائٹس''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو دنیا کے تمام انسانوں کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ آزادی سے اپنے ملک میں جب چاہیں آ جا سکتے ہیں۔ مگر بے چارے فلسطینی حماس حکومت اور اسرائیل مخالف پاسبانوں کی وجہ سے انسانیت سوز مظالم کا شکار ہونا پڑ رہا ہے۔ اور اپنے ہی ملک میں آنے جانے کی پابندی پر مجبور ہیں اور دنیا بھر کے عوام کی کھلی آنکھوں سے اس دو غلے معیار کا تماشہ دیکھنے پر مجبور ہیں۔ ۵؎

۸۔ مشرق وسطیٰ پر نوم چومسکی کا تجزیہ

ڈیکلریشن آف پرنسپلز (D.O.P) اور اس کی آڑ میں کیے گئے جابر اقدامات کے تمام راستے امریکہ اور اسرائیل کے توسیع پسندانہ اور مسترد پسندانہ نصب العین کے حصول کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ کسی طرح اگر فلسطین کا قبضہ لپیٹ کر ادھر اُدھر کر دیا جائے تو خطے کے بڑے ممالک کے درمیان تعلقات کھل کر سامنے لائے جا سکتے ہیں۔ یہ تعلقات پردہ اخفا سے نکل آئیں۔ تو ان میں مضبوطی بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ اس طرح اسرائیل امریکی پشت پناہی کی موجودگی میں علاقے میں صنعتی ماںیاتی اور فنی مہارتوں کا مرکز بن جائے گا۔ اسے امریکی مالی امداد حسب دستور ملتی رہے گی۔ اسرائیل کو زمانہ حال میں ملنے والی 1.3 ارب ڈالر کی سالانہ امداد امریکہ کی طرف سے دنیا کو ملنے والی مجموعی امداد کا 25 فی صد ہے۔ امریکی امداد کے دیگر تمام پروگراموں کے برعکس اسرائیل کو ملنے والی مجموعی امداد شرائط یا نگرانی کی پابندیوں سے آزاد ہے۔ مثلاً مصر کو باقاعدگی سے دی جانے والی 2 ارب ڈالر کی امریکی امداد اس شرط کی بنا پر ممکن ہوئی کہ وہ امریکہ اور اسرائیل کے مفادات پالیسی کا حامی رہے گا۔ ۶؎

مشہور شکاگو کونسل آف "Chicago Council" on Foriegn Relation فارن ریلیشن میں لکھتا ہے۔

Amerca Public Opinion and Foreign Policy 1995. اسرائیل اور مصر کو ملنے والے فنڈ جس میں سے ایک دو پونڈ فلسطینیوں کو بھی مل جاتی ہیں۔ عالمی اسرائیلی امداد کا وہ جز ہیں جو عوامی رائے کی ممانعت کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ امریکہ اسرائیل کو جتنی بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امداد دے رہا ہے، وہ غیر قانونی ہے۔ ہیومن رائٹس واچ H.R.W نے اس معاملے پر حال ہی میں کافی بحث کی ہے، جس میں دہرایا گیا ہے کہ امریکی قانون کے مطابق ایسی حکومت کو امداد دینے سے منع کرتا ہے، جو منظم تشدد اور اذیت رسانی میں ملوث ہو اور اسرائیل واحدوہ جمہوریت ہے، جہاں تشدد اور ایذا رسانی (Torture) کو قانونی شکل دی گئی ہے۔ اس سارے معاملے میں ہمیں "ورلڈ آرڈر" کے یہ بنیادی اور اہم اصول کارفرما نظر آتے ہیں۔ عالمی اور طاقت کے قانون "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کے ذریعے طے کیے جاتے ہیں۔ بلکہ دانشوروں کے ذمہ یہ کام لگایا گیا ہے کہ وہ حقائق کا حلیہ اس طرح تبدیل کر دیں کہ جس سے طاقت کی ضرورت پوری ہو سکے، جو حالات ابھی تک نظر آرہے ہیں وہ تو جیتے جاگتے لوگوں کو مٹی کے ڈھیر میں تبدیل کرنے اور معاشرے کو ردی بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔ کیونکہ آقاؤں نے ایسا ورلڈ آرڈر تخلیق کیا ہے، جس کا مطلب ہے: ہوگا وہی جو ہم چاہیں گے۔ ۷۶

۹۔ اسرائیل کا مستقبل

"نیتن یا ہو کے کھیل۔" کے عنوان سے معروف یہودی تجزیہ نگار عکیفا دار نے لکھا ہے: جس بچے نے سائیکل چلانے کا تجربہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ اگر پیڈل چلانا بند کر دیا جائے تو سائیکل سوار بالآخر گر جاتا ہے۔ اگر اسرائیلی حکمران نے فلسطینیوں کے ساتھ دو متوازی ریاستوں کی تشکیل کے لیے مذاکرات بند کر دیے، تو وہ اپنے پوتوں کا نہیں اپنے بیٹوں کا مستقبل بھی تاریک کر دے گا۔ (ھارٹز 21 جون 2010ء) ترکی فلم کے مطابق "زندگی" کے عنوان سے روزنامہ یدیعوت احرنوت اپنے اداریے میں لکھتا ہے: "ہم جنگ کے عروج پر ہیں اور ہم یہ جنگ ہار رہے ہیں۔ اس لیے نہیں کہ ہم کمزور ہیں، احمق" ہیں یا غیر منصف ہیں۔ بلکہ اس لیے کہ ہم عقلی اور تنظیمی اعتبار سے خود کو کھیل کے نئے ضابطوں کے مطابق نہیں ڈھال سکے۔ جن کتابوں میں اسرائیل کے خاتمے کی بات کی جاتی ہے، ان میں اہم پہلو بیان کیے جاتے ہیں۔

۱۔ اقتصادی جنگ:۔ جس میں اسرائیلی سامان کا بائیکاٹ سیاحت کی ناکامی، اسرائیل کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دفاع پر اخراجات۔

۲۔ سیاسی اور نفسیاتی جنگ:۔جس میں اسرائیل سے اس کا حق وجود چھین لیا جائے (بحری قافلہ اُس کا حصہ تھا)

۳۔ عسکری لحاظ سے:۔اسرائیل کو کمزور و دیمک زدہ کرنا۔ہمارے دشمن پہلے دونوں پہلوؤں پر زیادہ توجہ دے رہے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے۔کہ اس کا مقابلہ بھی انھیں دونوں میدانوں سے ہونا چاہیے نہ کہ فوج اور مزید سمڈا ہیری کہتا ہے کہ گذشتہ مرحلے میں بلا شبہ حماس کامیاب رہی ہے۔ساری دنیا ہمیں مطعون کر رہی ہے۔روشن خیال دنیا بھی حماس سے مذاکرات کرنے پر اصرار کر رہی ہے۔(یدیعوت احرنوت 20 جون 2010ء) دوسری طرف اسرائیل کی مخالفت خود یہودی کر رہے ہیں،جو سمجھتے ہیں کہ اسرائیلی ریاست کی پالیسیاں صرف اس کے لیے ہی نہیں۔دنیا میں تمام یہودیوں کے خلاف نفرت کے جذبات میں اضافہ کر رہی ہے۔یورپ میں جے کال (J Call) نامی یہودی تنظیم نے اپنے بیان میں سیاستدانوں،پارلیمنٹ کے ارکان اور حقوق انسانی کے علمبرداروں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اسرائیل پر دباؤ ڈال کر اپنی موجودہ پالیسیاں تبدیل کرنے پر مجبور کریں۔

کئی بار اسرائیل پارلیمنٹ کا اسپیکر رہنے والا اور ایک بڑے یہودی ربی کا بیٹا ابراہام پورگ اپنی کتاب "ہٹلر کے خلاف کامیابی" میں لکھتا ہے:صہیونی خواب کا خاتمہ ہمارے دروازے کی دہلیز سے آن لگا ہے۔اب خدشہ ہے کہ ہماری نسل آخری صہیونی نسل ہی ہوگی۔"پورگ کے بقول "اسرائیل کے موجودہ حالات جرمنی،میں ہٹلر کے آمد کے وقت کے حالات سے مشابہ ہو چکے ہیں۔امپریلزم اور فتنہ و فساد کا اتحاد ریاست پر مسلط ہے"۔یہاں پر امریکی خفیہ ادارے سی آئی اے کی دور پورٹ بھی یہ خدشہ و امکان ظاہر کرتی ہے کہ وہ 2020ء کے بعد دنیا میں اسرائیل نام کی کوئی ریاست نہ رہے گی،جو کہ شیخ لیسین فرما گئے تھے کہ اکیسویں صدی کی پہلی چوتھائی میں صہیونی ریاست کی تجہیز و تکفین مکمل ہو جائے گی۔اس طرح کے درجنوں یا سیکڑوں نہیں ہزاروں تجزیے و تحریریں اس بات کی خبر دے رہے ہیں کہ عالمی نقشے پر نئے دور کے امکانات ہیں۔یقیناً

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج امریکی تسلط اور اس کی سرپرستی میں اسرائیل کا دور دورہ ہے۔مگر مستقبل میں منظر ہی دوسرا ہے۔300 کلومیٹر لمبی اور سات کلومیٹر چوڑی غزہ کی پٹی میں آزمائش ختم ہونے کا دور یقیناً قریب آن لگا ہے۔ ۸ے

حزب اللہ

(ایک چھاپہ مار تنظیم جس نے اسرائیل کے دانت کھٹے کر دیے۔)

ا۔لبنان، عرب دنیا کی تفریح گاہ

عرب ملکوں میں فوجی اور سیاسی انقلاب رونما ہوئے اور بہت سے زعما اور مصلحین پر زمین تنگ ہوگئی تو انھوں نے لبنان میں پناہ لی۔اس لحاظ سے لبنان کو عالم عرب کا سوئٹزرلینڈ کہہ سکتے ہیں۔جہاں سیاسی پناہ گزینوں کی ایک بڑی تعداد مقیم ہے۔اور اس میں تصنیف و تالیف اور اپنے خیالات کی تبلیغ اشاعت کی مکمل آزادی ہے۔جو کہ خود بہت سے عرب ملکوں میں ناپید ہے، انھوں نے بھی جایدادیں بیروت منتقل کرلیں۔

کتاب خانے اور اشاعت گھر قائم کیے ہیں۔قاہرہ میں (ناصر کے استبدادی دور میں) نشرواشاعت کا بازار سرد پڑا تو بیروت نشرواشاعت کتب کا سب سے بڑا مرکز بن گیا۔۹ے

لبنان آزادی (26 نومبر 1941ء) کے بعد سے مسلم عیسائی فسادات تک اپنی ترقی خوشحالی تعلیم اور خواندگی کے بلند معیار اور علم وادب کی ترقی کے لحاظ سے مشرقی وسطی ملکوں کے لیے ایک معیار بنا رہا۔لبنان کے خوبصورت ساحل اور سرسبز و شاداب پہاڑوں نے لبنان کو عرب دنیا کی تفریح گاہ بنا دیا۔اور اس وقت اسلامی دنیا کا سب سے بڑا سیاحت کا مرکز لبنان ہے۔لیکن چونکہ لبنان میں عیسائیوں کی بڑی تعداد موجود ہے اور سیاحوں کی آمد نے بھی بیروت کو دنیا کے دولت مندوں اور سیاحوں کا مرکز بنا دیا ہے۔اگر کوئی شخص اس بات کا مشاہدہ کرنا چاہے کہ مغربی تہذیب اور مادی ترقی نے مختلف طرح عربوں کی فطرت کو مسخ کر دیا ہے تو اسے کچھ ایام بیروت اور لبنان کے موسم گرما گزارنے کے مقامات پر گزارنے چاہیں۔۸۰ے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لبنان نمایاں طور پر مختلف مذاہب اور قوموں میں بٹا ہوا ملک ہے۔ اس تنوع نے ملک کو کئی بار سنگین خانہ جنگی کے شعلوں کی نذر بھی کیا ہے۔ خاص طور پر 1985ء سے لے کر 1988ء تک کی خانہ جنگی نے "لبنانائزیشن" کو اندرونی خلفشار و تباہی کے لیے ضرب المثل بنا دیا۔ لیکن بالآخر سعودی عرب کے شہر طائف میں امریکہ و شام کے تعاون سے ہونے والے معاہدہ طائف پر اتفاق رائے نے سب کو اکٹھا کر دیا۔ اس اتفاق رائے کے نتیجے میں لبنان کا صدر ہمیشہ مارونی مسیحی، وزیر اعظم سُنی مسلم اسمبلی کا اسپیکر شیعہ مسلم، ڈپٹی اسپیکر آرتھوڈکس مسیحی اور ارکان پارلیمنٹ آدھے مسیحی اور باقی مسلمان ہوتے ہیں۔ حالیہ سیاسی تقسیم کے نتیجے میں سیاسی طور پر ملک مستحکم ہوا ہے۔

۲۔ حزب اللہ کا قیام

حزب اللہ کے معنی "خدا کی جماعت ہے" جو قرآنی آیت سے ماخوذ ہے:۔

"اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان کو اپنا رفیق بنالے۔ اسے معلوم ہو کہ اللہ کی جماعت (حزب اللہ) ہی غالب رہنے والی ہے۔" 1960ء کے عشرے کے اوائل میں لبنان کے حلقہ علما کی طرف سے ایک تحریک شروع ہوئی جس میں چند سال کی جدوجہد کے بعد اسلام کی کلیدی تعلیمات کو از سرنو زندہ کر دیا۔ دراصل اس کا آغاز نجف (عراق) کے دینی مدارس میں علما کے درس و تقاریر، مکالمات اور فتاوٰی سے ہوا۔ جو روزمرہ کے مسائل سے متعلق تھے۔ حزب اللہ ابتدائی سالوں میں آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ کے نام سے ہی پہچانی جاتی تھی۔[81]

آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ

مشرقی بیروت میں نباعہ میں محمد حسین فضل اللہ نے تنظیم اخوان کی بنیاد ڈالی۔ اخون نے ایک ثقافتی مرکز بنا کر اس میں ایک ایسی مسجد بھی تعمیر کی جس کے ساتھ ایک مدرسہ اور ایک ڈسپنسری بھی تھی۔ بظاہر تو یہ سب مسجد سے متعلقہ امور تھے مگر انھوں نے ایک مقصد اور ایک پیغام رساں کا کردار بھی ادا کرنا شروع کر دیا۔ وہ مختلف علاقوں میں جا کر متواتر تقریریں کرتے رہے۔ کہیں روزانہ اور کہیں ہفتہ وار کلاسیں لیتے اور جنوبی بیروت میں مسجد امام الرضا میں باقاعدہ جماعت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کراتے۔ جو بعد لبنان میں اسلامی تعلیمات کی تبلیغ کا مرکز بن گئی۔ انھوں نے فلاحی تنظیموں کے ایک اتحاد Association of philanthropic Organization کی بھی بنیاد ڈالی۔ جس نے متعدد تعلیمی، مذہبی اور سماجی اداروں کو ایک وحدت میں پرو دیا۔ اس کے علاوہ بہت سی سیاسی تقاریر جو اسرائیلی حملوں کے بعد شروع ہوئیں۔ اور ان کی تصانیف بھی ایک اضافی کام تھیں، جن کا سلسلہ ساتھ ساتھ جاری رہا۔

حسن نصراللہ نے پارٹی کو اپنی بصیرت افروز خیالات تحریک اسلام کے تقاضوں سے آگاہ کیا وہ ایران میں آیت اللہ خمینی کی اسلامی تحریک کے پرجوش حامی تھے جس کی بناء پر بہت سے لوگوں نے اِن کو ایران میں کسی عہدے کی سفارش بھی کی مگر آپ نے انکار کر دیا کہ وہ گروہی سرگرمیوں کے بجائے دین کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ ۸۲ؔ

لبنان میں ایران کی طرح کے انقلاب کے لیے پیاس بڑھی تو ساتھ ہی زبردست قسم کی سیاسی توانائیوں کا بھی ظہور ہو گیا۔ شاید اس کی ایک وجہ نجف ہے۔ فارغ التحصیل ہونے والے علما کا ایک مخصوص مزاج تھا۔ علما کے اندرونی حلقوں میں علمبرداران اسلام کو از سرنو فعال بنانے لبنان کے اس وقت کے سیاسی مرحلے کے تقاضوں اور ایرانی تجربے سے حاصل ہونے والی بصیرت پر صلاح ومشورے شروع ہو گئے۔ بعض اہل تشیع کی حزب اللہ میں شمولیت نظریات کی بنا پر ہوئی ہے۔ مذہبی مسلک کی وجہ سے نہیں ہوئی۔ اور پارٹی کے دیگر بہت سے ارکان تشیع فرقے سے تعلق نہیں رکھتے۔ لہذا پارٹی کا میلان نظریاتی ہے۔ نہ کہ مذہبی عقیدے سے وابستگی۔

مقاصد

حزب اللہ نے جو کچھ کیا ہے وہ اسلام کی عمومی تعلیمات سے تعلق رکھتا ہے کسی خاص فرقے کے متعلق نہیں ہے۔ حزب اللہ کو نوجوانوں کی توجہ لینے اور انہیں سرگرم عمل کرنے میں کامیابی اس لیے ہوتی ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہے۔

حزب اللہ کی سرگرمیوں کا مقصد دورس آزادی تھا، حالانکہ یہ پارٹیوں اور ریاست کے درمیان تعلقات کا معروضی طریقہ نہیں ہے۔ لیکن پارٹی کے واضح سیاسی خیالات اور مزاحمت کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماہرانہ صلاحیت شام کی قیادت کے لیے ازسر نو یقین کا باعث بنی کی تھی۔ پارٹی اور شام کے وژن میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ حزب اللہ جمہوریہ ایران کے لائحہ عمل کو اختیار کرنا درست سمجھتی ہے۔ کیونکہ اس سے مغرب کی اطاعت سے انکار کرکے اور اسلامی بصیرت کا بھرپور مظاہرہ کرکے خطے کا نقشہ تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

ایرانی ریاست کا حزب اللہ کے نظم ونسق سے کوئی تعلق نہیں، سوائے اس کہ دونوں نے ''الولی الفقیہ'' کے احکامات وہدایت کو اپنے لیے لائحہ عمل بنا رکھا ہے۔ حزب اللہ مذاکرات کی قائل نہیں، اس سے دشمن کی حوصلے بڑھتے ہیں اور بات کو طول دینے کا موقع مل جاتا ہے اور قربانیاں رائیگاں چلی جاتی ہیں۔ ابتداہ ہی سے حزب اللہ نے یہ نہیں سمجھا کہ پارلیمنٹ میں نمائندگی اس کا خواب ہے۔ جس سے امن قائم ہوگا بعض مقاصد اس کے ذریعے حاصل ہوسکتے ہیں لیکن سب کے سب نہیں بعض منصوبے اور قانونی تجاویز منظور ہوسکتی ہیں، جبکہ دوسرے اتحاد ناکام ہو سکتے ہیں۔ ۸۳

۳۔ نظریہ

حزب اللہ نے اسرائیل کے خلاف محاذ آرائی کی ''اسلامی مزاحمت'' جس کی بنیاد تھی کہ اسرائیل کو مقبوضہ علاقوں سے نکالا جائے۔ لبنان میں بہت سی جو کامیابیاں ہوئیں اس کے اثرات فلسطینی تحریک پر بھی پڑے۔ حزب اللہ اس کے علاوہ امریکی خارجہ پالیسی اور عراق، لیبیا اور افغانستان پر امریکی قبضہ کی مزامت کرتی ہے۔ اور تیل کے کنووں پر قبضے کی مخالفت کرتی ہے۔ اس طرح حزب اللہ عملاً امریکہ کے مخالفین کے ساتھ شامل ہوگئی ہے۔

۴۔ اسلامی مزاحمت (Islamic Resistance)

ا۔ 1982ء میں لبنان کے داخلی انتشار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسرائیل نے لبنان پر حملہ کر دیا اور اس کی فوجیں سیدھی دارالحکومت بیروت جا پہنچی۔ P.L.O' کو بیروت خالی کرنا پڑا جب بیروت اسرائیلی فوج کے محاصرے میں تھا تو اس وقت۔ وزیر دفاع ''ایریل شیرون

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"نے اتحادی عیسائی فورسز کے ساتھ صابرہ اور شطیلہ کے علاقوں میں دو تین ہزار نہتے فلسطینی آبادی کا قتل عام کردیا۔اس پر دنیا بھر میں پھیلے ہوئے فلسطینیوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔اسرائیل چونکہ فلسطین کے 27,027 کلومیٹر علاقے میں سے 20,770 مربع کلومیٹر رقبے پر قابض تھا۔اس کے اس رقبے کو " مقبوضہ فلسطینیوں" کے علاقے کی اصلاح سے استعمال کیا جارہا ہے۔

۲۔ 1956ء میں مصر کے خلاف سہ طاقتی جارحیت،فرانس، برطانیہ اور اسرائیل نے کی تھی۔

۳۔ 1967ء میں جارحیت کر کے اسرائیل نے باقی ماندہ فلسطینی علاقے پر بھی قبضے کرلیا تھا۔

۴۔ اکتوبر 1973ء میں مصر اور شام نے اپنے چھینے ہوئے علاقوں میں سے کچھ واپس لے لیے

۔

۵۔ 1978ء میں اسرائیلی جارحیت کے نتیجے میں جنوبی لبنان کے بڑے علاقے چھین گئے۔اور ایک سیکورٹی زون قائم ہوگیا۔جس میں سعد حرار جیسے سازشی شامل تھے۔پانچوں جنگوں کا آغاز صہیونیوں کی طرف سے ہوا تھا اس کا حاصل یہ تھا کہ اسرائیل کا جغرافیائی کنٹرول وسیع تر ہوگیا اور اس نے فلسطین کے علاوہ مصر، لبنان، شام اور اردن کے علاقوں پر بھی قبضہ کرلیا۔[۸۴]

صہیونیوں کا خیال تھا کہ وہ لبنان پر حملہ کر کے فلسطینی فوجی مزاحمت کے بنیادی ڈھانچے کو تباہ کردیں گے اور فلسطینی مجاہدین کو لبنان سے نکال دینے کے بعد مقبوضہ علاقے کو واپس لینے کی صلاحیت برباد کردیں گے۔

حزب اللہ یہ سمجھتی ہے کہ فلسطین اور دوسرے عرب مقبوضہ علاقوں کو آزاد کرانا اس کی ذمہ داری ہے اور اس علاقہ میں صہیونی ریاست کا قیام ناجائز ہے اور یہ سرطان کی گلٹی ہے جو پورے علاقے پر غلبہ کا پیش خیمہ ہے۔اس لیے حزب اللہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے اپنے محدود وسائل سے اس کے خلاف مزاحمتی کاروائیاں شروع کردیں۔جو ایک جامع تحریک مزاحمت برپا کرنے کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف ایک قدم تھا۔ یہ تحریک عربوں اور فلسطینیوں کی کمزوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھانے والی قوتوں سے مصالحت کرنے سے انکاری ہے۔

اس لیے دو بدو مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس کے لیے جملہ اقسام کے وسائل بروئے کار لانے کی ضرورت تھی۔ تربیتی کیمپ لگائے گئے جن کی نگرانی ایران کے اسلامی انقلابی مجاہدین کو سونپی گئی۔ جو مجاہدین کو اسلحے کے استعمال کیساتھ روحانی و جہادی جذبوں سے بھی سرشار کرتے تھے۔۸۵

شہید سیکرٹری جنرل ''سید عباس الموسوی'' ان لوگوں میں تھے، جنھوں نے سب سے پہلے تربیت پائی۔ یہ 1982ء کے اوئل کا واقعہ ہے۔۸۶

مزاحمت بہت سے آپریشنوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ اسے چند آپریشنوں تک محدود نہیں رکھا جا سکتا۔ ان کا تسلسل ہی مستقبل کے نتائج مرتب کرتا ہے۔ فتح فوجی سرگرمیوں سے ہی حاصل نہیں ہوتی اس کے لیے متعدد دیگر عوامل کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ جن میں موثر کارکردگی بلند حوصلگی کے علاوہ مقامی، علاقائی اور بین الاقوامی حالات بھی شامل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں کہا گیا ہے۔

''اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں اور گرجا اور معبد اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے۔ سب مسمار کر ڈالی جائیں۔ اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرتے ہیں۔ اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔''۸۷

حزب اللہ کے ڈھائی سال کے قیام کے بعد 1985ء میں اپنی سیاسی سماجی اور جہادی وژن کا اعلان کر دیا۔ اپنی سیاسی تحریک شروع کر دی اور پارٹی نئے مرحلے میں داخل ہو گئی اور اب یہ خفیہ نہیں رہی۔

پارٹی کے مقاصد میں صرف غاصب کے خلاف مزاحمت نہیں بلکہ اس کے دائرے میں لبنان سے تعلق رکھنے والے علاقائی مسائل بھی شامل ہیں۔

دشمن نے 1990ء میں ایک بڑا حملہ کر دیا، جو مسلسل سات دن جاری رہا اور 30 جولائی کو ختم ہوا۔ اس حملے کو ''محاسبہ'' کا نام دیا گیا۔ اس کے دو مقاصد تھے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ لبنان کی حکومت کو انتباہ کر کے حزب اللہ کی سرگرمیوں کو ختم کر دیا جائے۔

۲۔ حزب اللہ کو غیر مسلح کر کے اس کو فوجی حملہ کے لیے ناکارہ بنا دیا جائے اور پارٹی کے انفراسٹکچر کو ہدف بنایا جائے۔

25 جون 2006ء میں اسرائیل نے غزہ کے علاقے میں دو جگہ فوج کشی کی اور بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے کی کاروائیاں کیں، جس میں 130 فلسطینیوں کو شہید کر دیا جن میں 80/70 فی صد عورتیں اور بچے تھے۔شہری اور کاروباری علاقوں کو تباہ کر کے اجتماعی معاشی ڈھانچے (Infrastructure) کو ختم کر دیا۔

اہل فلسطین پر دباؤ کم کرنے کے لیے حزب اللہ نے ایک فوجی کارروائی کے ذریعے چند اسرائیلی فوجیوں کو ہلاک کرنے کے ساتھ دو کو جنگی قیدی بنانے کا کارنامہ سرانجام دیا۔ یہ معرکہ 12 جولائی 2006ء کو پیش آیا اور اس کے بعد سے 9 دن لبنان پر کھلی فوج کشی کے ذریعے 300 سے زیادہ لبنانی سول شہریوں کو شہید کیا جا چکا ہے۔جن میں ایک تہائی تعداد معصوم بچوں کی ہے اور غزہ کی طرح لبنان کے بھی پورے ڈھانچے کو تاراج کر دیا۔جس سے اربوں ڈالر کا نقصان ہوا اور 20 سال میں لبنان نے جو کچھ بنایا تھا، اسے خاک میں ملا دیا گیا ہے۔جنگی فضا نے ان حالات میں جہاں روزانہ اسرائیل کی طرف سے کوئی نہ کوئی کارروائی ہو رہی ہو۔فلسطین کے کسی جہادی گروپ یا حزب اللہ کی طرف سے اسرائیلی فوجیوں کے خلاف متعین کاروائی کو اس طرح اور اس پیمانے پر فلسطین اور لبنان کو تباہ کرنے کے لیے بہانہ بنانا ایک صریح دھوکا ہے۔اور اپنے جنگی جرائم پر پردہ ڈالنے کی سعی ہے۔۸۸

اسرائیل کا سارا کھیل ہی یہ ہے کہ وہ قبضے کو اصل ایشو کے طور پر سامنے نہ آنے دے اور مزاحمت کو مسئلہ بنا کر پیش کرتا رہے۔

اسرائیلی منصوبہ سازوں کا خیال تھا کہ اپنے قیدیوں کی گرفتاری کو بہانہ بناتے ہوئے وہ فلسطین اور لبنان ہی نہیں، شام میں بھی اپنے مقاصد حاصل کر لیں گے۔اگر 1967ء کی جنگ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں وہ آج تک ہتھیاروں کے ساتھ عربوں کی منظم افواج کو شکست دے سکتا ہے، تو وہاں لبنان جیسے کمزور ملک ایک عوامی تحریک کی کیا حیثیت ہے لیکن 10 دنوں میں سات دفعہ زمینی پیش قدمی کی کوشش کرنے کے باوجود وہ ناکام ہی رہے۔

حزب اللہ نے اسرائیل کے غرور کو خاک میں ملا دیا اور حیفہ "میزائیل" داغ کر انھوں نے یہ پیغام دے دیا ہے کہ لڑائی اسرائیل کے گھر تک لے جائی جا سکتی ہے اور امریکا کے دیئے ہوئے "پیٹریٹ" دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔

حزب اللہ کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے مجبور اور محکوم عوام کو مقابلے کا نیا جذبہ دیا۔ لبنان کو تباہ کر دیا گیا ہے مگر لبنان کے مسلمان ہی نہیں عیسائی بھی حزب اللہ کی مزاحمت پر فخر کا اعلان کر رہے ہیں۔۸۹

اب اسرائیل کے خلاف آوازیں اُٹھنے لگی ہیں۔ عرب مسلم دنیا کے عوام اُٹھ رہے ہیں۔ اور خود اپنے حکمرانوں کا احتساب کر رہے ہیں۔ ترکی میں لاکھوں افراد نے Chain Rally کی شکل میں 2006ء کو جلوس نکالا جس نے ملک کو ہلا کر رکھ دیا۔ قاہرہ میں مظاہرے شروع ہو گئے ہیں اور لوگ کھلے عام کہہ رہے ہیں کہ ایک قائد حسن نصر اللہ ہے جس نے 1993ء میں اپنے بیٹے کی اسرائیل کے خلاف جہاد میں شہادت کا تمغہ سینے پر سجایا ہے۔ اور آج اسرائیل کو چیلنج کر رہا ہے اور ایک حکمران مصر ہے جو اپنے بیٹے کی جانشینی کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔۹۰

انٹرنیشنل ہیرالڈ ٹرابیون کے نمائندے Stenen Eslanger نے اپنی رپورٹ The use of Force Ruthless or required کے عنوان سے خاتمہ اس جملے پر کیا ہے کہ

Wars end with Diplocmacy, you cant win a war with F16 alone, (July 19,2006)

جنگوں کا اختتام سفارت کاری پر ہوتا ہے۔ آپ محض ایف 16 سے کوئی جنگ نہیں جیت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتے۔۹۱

اس معرکے کا ایک بڑا اہم غور طلب پہلو یہ ہے کہ اس وقت جب امریکہ کی ساری سیاسی حکمت عملی اسلام کے خلاف جنگ میں سنی اور شیعہ فرقوں کو باہم دست و گریبان کرنا، تقسیم در تقسیم کرنا، سول وار کی کیفیت پیدا کرنا اور شیعہ، سنی محاذ آرائی کو فروغ دے کر مبنی بر مسلک ریاستوں کو جنم دینا ہے۔ حماس کی سنی اور حزب اللہ کی شیعہ جماعت القدس کی حفاظت کے لیے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ایک دوسرے کی تقویت کا ذریعہ اور مشترکہ دشمن پر ضرب لگانے کا بہترین نمونہ پیش کر رہے ہیں۔۹۲

فی الحال یہ کہنا کہ اس جنگ سے اسرائیل نام کی ناجائز ریاست نیست و نابود ہو جائے گی۔ شاید ایک جذباتی بات ہو گی۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ اپنی تمام تر سطوت کے باوجود اسرائیل اس وقت ایک کمزور پوزیشن میں ہے۔ اس کی سب سے واضح دلیل اسرائیلی عوام کی طرف سے یہ خطابات ہیں کہ غزہ اور دیگر آبادیوں سے صہیونی افواج نکال لی جائیں۔ اور انھوں نے مذاکرات، معاہدے کی جو شرائط تجویز کی ہیں اِن میں اقوام متحدہ کی قرارداد حزب اللہ اور دیگر مسلح تنظیموں کو غیر مسلح کرنا ہے۔ اور اُن کو جنوبی لبنان سے بے دخل کرنا ہے اور سرحدی علاقوں کا تمام تنازع ختم کرنا اور قیدیوں کے تبادلے کرنا جیسے نکات شامل کیے ہیں۔

المیہ یہ ہے کہ ان مذاکراتی نکات میں کہیں فلسطینی قیدیوں کی بات نہیں۔ لبنان پر تباہ کن بمباری کے دوران دیگر آبادیوں میں بھی وحشی پن کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ اس کی خبر بھی نہیں ہونے دی گئی۔ تین قیدیوں کی رہائی کے بدلے جنگ کا بہانہ ثابت کرتے ہوئے صہیونی وزیر خارجہ لیفنی کہتی ہیں۔ حزب اللہ کو مارنے کے لیے اسرائیلی فوج ہر طرح کی کاروائی کے لیے آزاد ہے۔ جبکہ آج جیلوں میں اب بھی 9890 قید ہیں جن میں 309 بچے اور 105 خواتین ہیں۔ لیکن یہ شاید 50 ہزار انسان نہیں اسرائیلی نصابی کتابوں کے مطابق کیڑے مکوڑے ہیں۔۹۳

یہ جنگ کیا نتائج دکھائے گی؟ یہ غیب پر مشتمل مستقبل ہے مگر حسن نصر اللہ اپنے ایک انٹرویو میں کہہ رہے تھے "ہمارے ساتھی اس معرکے کو امت کا آخری معرکہ سمجھتے ہیں۔ ان میں کئی لوگ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بات پر ملول ہیں کہ اُنھیں ابھی تک شہادت نصیب نہیں ہوئی وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ نہ ہو کہ یہ فیصلہ کن مرحلہ ختم ہو جائے اور پھر ہم کبھی شہادت کی منزل نہ پا سکیں'' کیا یہ عزم و احساس امریکا، اسرائیل اور ان کے حواری حکمرانوں کو آج سے مختلف مستقبل کی خبر دیتا ہے۔

۵۔ حزب اللہ کا مستقبل

یہ پارٹی محض بحث و مباحثہ کا پلیٹ فارم نہیں بلکہ یہ ایک پروگرام ہے جس کو لوگوں کو قبول کرنا چاہیے۔ اب یہ پارٹی ایک حقیقت بن چکی ہے اور اس کی رکنیت اب صرف جہاد یا ملٹری گروپ تک محدود نہیں اور نہ حزب اللہ کے حامیوں تک محدود ہے۔ بلکہ یہ ایک وسیع تحریک بن چکی ہے۔ اگر کسی نظری فریم ورک اور پروگرام کے لیے تسلسل ضروری ہے تو پارٹی میں یہ دونوں خوبیاں موجود ہیں۔ اس طرح اس کے جاری رہنے والوں کی بنیادیں فراہم ہو جاتی ہیں۔

حزب اللہ کا مستقبل کیا ہونا چاہیے۔ اس کی فکر امریکہ، اسرائیل اور پوری دنیا کو کرنی چاہیے۔ کیونکہ سیاسی حالات کے عوامل پر پورے طور پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ ناکامی اور کامیابی کا انحصار اصولوں پر ہوتا ہے۔ جن کا سب پر یکساں اطلاق ہوتا ہے۔ حزب اللہ کو عوام میں بڑی پزیرائی حاصل ہوئی ہے۔ اس لیے پارٹی نے دائرۂ کار کو بڑا کر دیا ہے۔ مغرب کے حزب اللہ کے متعلق رویے میں نمایاں تبدیلی ہوتی ہے۔ اس کی وجہ پارٹی کا دانشمندانہ انتظام، اعلانات اور تعلقات کا انتخاب ہے لیکن ان باتوں پر بہت زیادہ انحصار نہیں کرنا چاہیے اور یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ صورت حال ہمیشہ رہے گی۔ اس لیے پارٹی نے اپنی مثبت خوبیوں کا مظاہرہ کیا ہے۔

حزب اللہ کے خلاف جو مہم شروع کی گئی ہے، چونکہ وہ بہت بڑی ہے، لہٰذا پارٹی کی بقا کا سوال پیدا ہو گیا ہے۔ حزب اللہ یہ سمجھتی ہے کہ فلسطین اور دوسرے عرب مقبوضہ علاقوں کا آزاد کرانا اس کی ذمہ داری ہے[۹۴] اور اس علاقہ میں صہیونی قیام ناجائز ہے، جو پورے علاقے پر غلبہ کا پیش خیمہ ہے۔

حزب اللہ اپنے تصورات اور بنیادی اصولوں پر پختہ یقین رکھتی ہے۔ اور عبوری ہتھکنڈے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو ترک کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ سفارت کار اور صحافی سوال کرتے ہیں کہ اگر لبنان آزاد ہو جائے اور تمام نظر بند اور قیدی رہا ہو جائیں تو حزب اللہ کا کیا بنے گا۔ اسرائیل اور امریکہ دونوں اس بات کے منتظر ہیں کہ وہ مستقبل کی منصوبہ بندی کر سکیں۔

چونکہ غاصبوں کے لیے یہ ممکن نہیں اور وہ کسی مخصوص فیصلہ کی پابندی کریں لہذا تمام اقدام کا تعین پہلے اقدام کی مکمل کامیابی کے بعد کیا جائے گا۔ مستقبل میں پیش آنے والی کسی متوقع صورت حال سے اپنے آپ کو باندھ لینے سے بہتر ہے کہ جب صورت حال پیدا ہو تو اس کے متعلق فیصلہ کیا جائے۔ فلسطین شام اور لبنان کے محاذوں پر مختلف پیچیدہ اور آپس میں برسرِ پیکار حالات پیدا ہونے کی صورت میں اسرائیل کا نیا ممکنہ اقدام ہوگا۔ اس کے پیشِ نظر بے وقت کے بیانات کے بغیر حالات کے مطابق لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔ ۹۵

۱۔ ہمیں اس خیال کو ترک کر دینا چاہیے کہ دشمن ناقابلِ شکست ہے۔ کیونکہ ہر دشمن کی کوئی نہ کوئی کمزوری ضرور ہوتی ہے، ہمیں اس پر اپنی توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔ ہمیں اپنی آزادی اور اصولوں کی بقا کے لیے اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔ ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ فتح اندر سے جنم لیتی ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کی نصرت پر ایمان رکھیں تو کامیابی ضرور حاصل ہوگی۔ ۹۶
چنانچہ فرمایا گیا ہے:۔

"اور ہم یہ چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو ملک میں دبا کر رکھے گئے تھے، اور ان کو پیشوا بنائیں اور ان کو وراثت بخشیں"۔ (القصص ۲۸:۵)

۲۔ اگر ہمیں یقین ہے کہ ہمارے اقدامات امام مہدی کے ظہور کی راہ ہموار کر دیں گے جو دنیا سے ظلم و تعدی ختم کر کے حق و انصاف قائم کریں گے۔ تو پھر مستقبل تابناک بنتا ہے۔ اے خدا ایمان والوں کو اعتماد بخش۔

۶۔ لبنان کا سیاسی بحران اور حزب اللہ

لبنان چونکہ مشرقِ وسطیٰ کا اہم ترین ملک ہے جو اسرائیل و شام اور فلسطین کے درمیان گھرا ہوا ہے۔ یوں اس کا سیاسی انتشار پورے مشرقِ وسطیٰ پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسرائیل اپنی کار پردازان ایجنسیوں کے ذریعے لبنان میں افراط وتفریط پیدا کرتا رہتا ہے۔ لبنان شدید سیاسی بحران سے گزر کر مخلوط قومی حکومت بنانے میں کامیاب ہوا ہے اور طویل سیاسی تعطل کے بعد لبنان میں سعد الحریری کی کمان میں مخلوط حکومت کا قیام عمل میں آ گیا۔

الحریری کی کابینہ میں 15 اپوزیشن اور 10 حزب اللہ کے وزراء شامل کیے ہیں۔ لبنان غیر جانبدار رہنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ لبنان اپنی جغرافیائی حیثیت کی وجہ سے مجبور ہے کہ وہ یا تو شام کا تابع ہو جائے یا اسرائیل کا مطیع بن کر رہے اول لذکر آپشن ہی عوام کا انتخاب ہے لہٰذا شام اور حزب اللہ کے درمیان عقیدت واحترام کے قابل تعریف روابط موجود ہیں۔ ۹۷

جبکہ فرانس اور امریکہ، لبنان کے عیسائی آبادی کے نمائندوں کے ذریعے اسرائیل کا عمل دخل بڑھانا چاہتا ہے۔ مگر لبنان کے سیاسی استحکام کا انحصار اسرائیل کے ساتھ کم سے کم مفاہمت کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ پارٹی خواہ کتنا ہی الگ تھلگ کیوں نہ رہے لیکن حکومتی اقدامات کے اثرات کی ذمہ داری سے بچ نہیں سکتی کیونکہ اس کے وزیر حکومت میں شامل ہو گئے۔ ابتدا ہی سے پارلیمنٹ میں نمائندگی حزب اللہ کا خواب نہیں ہے۔ جس سے امن قائم ہو جائے گا اور مقاصد پورے ہو جائیں گے اس میں صرف ایک ذریعہ اثر حتمی نہیں۔ بعض مقاصد اس کے ذریعے حاصل ہو سکتے ہیں لیکن سب کے سب نہیں۔ اسی طرح پارٹی نے 1992ء میں وزیر اعظم الحریری کی حکومت کی کارکردگی پر تنقید کی مگر بعد میں جب صدر الحریری نے مزاحمت کی حمایت کی تو ان کی تعریف کی گئی۔ اس طرح صدر ایمائل لوہود سے بھی حزب اللہ کے تعلقات ٹھیک رہے اور موجودہ کو یقین کے احکامات پیدا ہوئے۔

لبنان کی سیاسی انتظامیہ اگرچہ مزاحمت کے حق میں ہے۔ لیکن وہ اس کو داخلی سیاسی اور عوامی خدمات کے فوائد سے جدا کرنا چاہتی ہے۔ جبکہ حزب اللہ کا اعلان ہے کہ پارلیمانی کاموں سے [illegible] نہیں ہوگا۔ بلکہ اس سے جہاد کے امور میں مدد ملے گی۔ ۹۸

[illegible] اللہ ہمیشہ سے صہیونی وامریکی حملوں کا نشانہ رہی ہے لیکن 2000ء میں اس کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزاحمت و جہاد سے مجبور ہو کر جنوبی لبنان سے اسرائیلی فوجوں کے انخلا اور 2006ء میں تمام تر امریکی و اسرائیلی مہلک اسلحے سے لڑی جانے والی جنگ میں اس سے شکست کھا جانے کے بعد حزب اللہ اور اس کی عسکری طاقت خاص طور پر ان کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہی ہے۔ اس لیے اس کو مذہبی پروپیگنڈے کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ اس کی عسکری قوت کو سنی ممالک و عوام کے لیے خطرے کی علامت بنا کر پیش کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف لبنانی حکومت کے درمیان سال ہا سال پر محیط کش مکش شروع کروا دی گئی ہے۔ اس تناظر میں ماہ رواں کے اوائل میں حکومت نے بیروت میں ایئر پورٹ سیکورٹی کے عہدے سے حزب اللہ کو الگ کر دیا۔ اور دوسرے حزب اللہ کے نجی مواصلاتی نظام کو ختم کر دیا اور یہ جواز پیش کیا گیا کہ حزب اللہ خود کو ریاست کے اندر الگ ریاست سمجھتی ہے۔

اپوزیشن کی طرف سے اس کے خلاف پُر امن، احتجاج کا اعلان کیا گیا، لیکن بدقسمتی سے جیسے ہی دن کا آغاز ہوا، بیروت کے مختلف علاقوں میں آگ اور خون کا کھیل شروع ہو گیا۔ احتجاج کو باقاعدہ عسکری جھڑپوں میں تبدیل کر دیا گیا تو حزب اللہ کا خاموش رہنا مشکل تھا۔ اس کے افراد نے تیزی سے بیروت میں پیش قدمی شروع کر دی اور پھر اسی تیزی سے اپنے علاقے میں واپس چلے گئے اور یہ اعلان کیا کہ ہمارے پُر امن احتجاج کو سازش کے تحت مسلح جھڑپوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ مجبوراً ہمیں دفاعی اقدامات کرنے پڑے جبکہ حکومت کہتی ہے کہ مسلح کاروائیاں حزب اللہ کی طرف سے شروع ہوئیں تھیں۔ 99

جبکہ مغربی اور صہیونی مبصرین نے حالیہ واقعات کو ایران سے جوڑتے ہوئے توسیع پذیریت سے خوف زدہ کرنے کی کوشش کی۔ معروف دانش ور رابرٹ فسک نے اگرچہ بیروت کے واقعات کا تجزیہ اس طرح کیا ہے کہ یہ واقعات امریکا کے لیے مزید ذلت اور ایران کی ایک اور جیت ہیں۔ انھوں نے 12 مئی کو برطانوی اخبار "انڈی پنڈنٹ" میں شائع اپنے مضمون میں اس لڑائی کو مشرق وسطیٰ میں جاری امریکا مخالف لڑائی کا حصہ قرار دیا ہے۔ اس صہیونی ہلاکت نیز شہری اور خطے میں حالیہ امریکی عسکری نقل و حرکت کا جائزہ لیں تو لگتا ہے کہ امریکہ ایران پر حملہ کرنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے تُلا ہوا ہے جبکہ ایران صدام کی حکومت کے بعد عراق میں شیعہ حکومت شام کیساتھ مضبوط تعلقات اور لبنان میں حزب اللہ کی ناقابل یقین عسکری طاقت کے ذریعے خطے میں ایک شیعہ ہلال تشکیل دے دیا ہے اور حماس کی مشکل حالات میں مدد کر کے اس کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ اس ریڈیکل اسلام سے پورے خطے میں اپنا قبضہ جمانا چاہتا ہے۔ ۱۰۰

ملک دو بڑے کیمپوں میں بٹا ہوا ہے۔ایک جانب مسیحی صدر (جس کا دوبارہ انتخاب التوا کا شکار ہے) شیعہ اسپیکر (تحریک امل، حزب اللہ) اور بعض چھوٹے دھڑے ہیں۔ جواب اپوزیشن کہلاتے ہیں۔ دوسری طرف سُنی وزیر اعظم (۔۔۔) رہنما ولید اور بعض دیگر چھوٹے گروہ ہیں۔ حکومتی ۔۔۔۔ امریکی حلیف سمجھا جاتا ہے۔ اور اپوزیشن شام اور ایران کے زیر اثر۔۔۔ جاتی ہے۔ اپوزیشن شکوہ کرتی ہے کہ حکومت امریکا اور اسرائیل کے اشاروں پر چلتے ہوئے اسلامی قوتوں کا خاتمہ چاہتی ہے۔ کیونکہ حکومت یہ الزام لگاتی ہے کہ اسلامی عناصر یہاں ایران اور شام کا تسلط چاہتی ہے۔ صہیونی وزیر خارجہ یبی لیفنی نے بیان دیا ہے کہ اصل تنازع عربوں اور یہودیوں کے درمیان ہے۔ اعتدال پسندوں، روشن خیالوں اور شدت پسندوں کے درمیان ہے۔ حقیقت پسند حکمران ریڈیکل اسلام سے خوف زدہ ہیں۔ ریڈیکل عناصر شیعہ ہو یا سُنی اسرائیلوں اور فلسطینیوں کا خون بہا کر خوشی سے رقص کرتے ہیں۔

لبنان کی سیاست میں ایک اہم مسئلہ فلسطین مہاجرین کا ہے۔ لبنان میں فلسطینی مہاجرین کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ ہے۔ فلسطین چھاپہ مار لبنان کے اڈوں سے اسرائیل پر حملے کرتے رہتے ہیں، جن کی وجہ سے اسرائیل ان کے خلاف جوابی کاروائیاں کرتا رہتا ہے، جن سے لبنان کے شہروں اور بستیوں میں تباہی پھیلی رہتی ہے۔ یہ مسئلہ 1948ء کے بعد سے لبنانی فوجوں اور فلسطینی عوام کے درمیان مستقل تصادم کا باعث بنا ہوا ہے۔ جدید دور میں قومی مقاصد کے لیے عوامی سطح پر جو کام ہو رہا ہے اس میں گوریلا طریق جنگ یا چھاپہ مار کاروائیاں خاص طور پر موثر ثابت ہو رہی ہیں۔ اس کام میں اخوان المسلمون، الفتح، حماس اور حزب اللہ پیش پیش ہیں۔ (۱۰۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالہ جات: باب دوم

۱۔ خلیل احمد حامدی ''اخوان المسلمون'' اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۸۱ء طبع چہارم، ص 7

۲۔ مریم جمیلہ ''اسلام ایک نظریہ ایک تحریک'' سنت نگر لاہور, 1978ء ص 253

۳۔ سید عمر تلمسانی ''یادوں کی امانت'' ترجمہ حافظ محمد ادریس، مکتبہ احیائے دین، لاہور 2005ء ص 233،232

۴۔ خلیل احمد الحامدی، تحریک اسلامی کے عالمی اثرات، ادارہ معارف اسلامی لاہور، 1964ء ص 55

۵۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی ''اخوان کا تربیتی نظام'' مترجم: عبیداللہ فہد فلاحی، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، 1989 ص 176

۶۔ القصص 77:28

۷۔ مریم جمیلہ ''اسلام ایک نظریہ ایک تحریک'' سنت نگر لاہور ص نمبر 256

۸۔ پروفیسر خورشید احمد ''یادوں کے جھروکے'' ترجمان القرآن ''حسن البناء نمبر'' مئی 2007ء، ص 17

۹۔ البقرہ ۲:۱۳۸

۱۰۔ الاعراف، 128:7

۱۱۔ خلیل احمد حامدی ''اخوان المسلمون'' ص 76

۱۲۔ ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی ''مجدد عصر اخوان'' ترجمان القرآن ''حسن البناء نمبر'' مئی 2007ء، ص 125

۱۳۔ خلیل احمد حامدی ''اخوان المسلمون'' ص 40

۱۴۔ ایضاً، ص 46

۱۵۔ اختر حسین عزمی ''نیل کا مسافر'' اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 2010ء ص 201

۱۶۔ ابوالحسن علی ندوی ''مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، اسلامک پبلی کیشنز لاہور 1967ء، ص 128

۱۷۔ ثروت صولت ''ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ'' اسلامک پبلی کیشنز، ج ۴، ص 114

۱۸۔ خلیل احمد حامدی ''اخوان المسلمون'' ص 63

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۔ مریم جمیلہ ''اسلام ایک نظریہ ایک تحریک''، ص 254

۲۰۔ سید عمر تلمسانی ''یادوں کی امانت'' مترجم، حافظ محمد ادریس ص 68

۲۱۔ ''آکسفورڈ انسائکلو پیڈیا آف دی اسلامک ماڈرن ورلڈ'' اشاعت 1995ء ص 356.354

۲۲۔ السید عمر تلمسانی ''یادوں کی امانت'' حوالہ سابق ص 375۔358

۲۳۔ ہفت روزہ ''المجتمع'' کویت شمارہ نمبر 1178۔5 دسمبر 1995ء، ص 21

۲۴۔ حافظ محمد ادریس ''وادی نیل کا قافلہ سخت جاں'' اسلامک پبلی کیشنز 2005ء، ص 30۔32

۲۵۔ حافظ محمد سجاد ''اسلامی تحریکات عہد جدید میں'' علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد ص 62

۲۶۔ ایضاً، ص 63

۲۷۔ ہفت روزہ ''المجتمع'' کویت شمارہ نمبر 1186۔30 جنوری 1996ء ص 22

۲۸۔ عبدالغفار عزیز ''مصر کی سیاست کا نیا موڑ'' ماہنامہ ترجمان القرآن مارچ 2010 ص 79

۲۹۔ ایضاً، ص 80۔ 81

۳۰۔ حافظ محمد ادریس ''مصر میں بلدیاتی انتخابات کا ڈھونگ'' ماہنامہ ترجمان القرآن مئی 2008 ص نمبر 78

۳۱۔ عبدالغفار عزیز ''اخبار امت'' ماہنامہ، ترجمان القرآن جلد 136 ستمبر 2009 ص 95

۳۲۔ حافظ محمد ادریس ''مصر میں بلدیاتی انتخابات کا ڈھونگ'' ماہنامہ ترجمان القرآن مئی 2008ء ص 78

۳۳۔ عبدالغفار عزیز ''اخوان پھر زیر عتاب'' ماہنامہ ترجمان القرآن ستمبر 2009ء ص 95

۳۴۔ عبدالغفار عزیز ''مصری سیاست کا نیا موڑ'' ماہنامہ ترجمان القرآن مارچ 2010ء ص نمبر 86

۳۵۔ مہر اختر بیداری، ''مشرق وسطی کے انقلابات چہروں کی تبدیلی'' روزنامہ ایکسپریس کوئٹہ، 5 فروری 2011ء، ص 6

۳۶۔ روزنامہ ایکسپریس کوئٹہ، ہفتہ 12 فروری 2011ء، ص اول

۳۷۔ ''الشیخ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی'' خالص اسلامی مفکر ہیں۔ 1918ء میں پیدا ہوئے۔ جہاد فلسطین میں بھی حصہ لیا۔ مختلف بین الاقوامی کانفرنسوں اور یورپی ملکوں میں اسلام کی نمائندگی کی، 30 سے زائد کتب کے مصنف ہیں۔

۳۸۔ حافظ محمد ادریس ''اخوان المسلمون اور شام'' ماہنامہ ترجمان القرآن دسمبر 2009ء ص 9۔ 91

۳۹۔ ایضاً ص 91۔92

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۰۔ موجودہ صدر بشارالاسد کا والد تھا۔

۴۱۔ فیض احمد شہابی، مشرق اوسط میں شام کا کردار، ماہنامہ ترجمان القرآن دسمبر 2008 ص 91۔92

۴۲۔ ثروت صولت "ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ" 1980ء، ج ۳ ص 425

۴۳۔ صیہون اسی پہاڑی کے جنوبی حصے کا نام ہے، جس پر حضرت داؤد نے اپنی عبادت گاہ بنائی تھی۔ بعد میں اس کا اطلاق پوری پہاڑی پر بلکہ پورے شہر "یوروشلم" پر ہونے لگا، اب صہیونیت سے مراد یہودیوں کی قومی اور روحانی تمنائیں ہیں۔ صیہونی، مسجد اقصیٰ کی جگہ ہیکل سلیمانی کی از سرِ نو تعمیر چاہتے ہیں۔

۴۴۔ ارتھر جیمز بالفور (1848ء۔1930) پہلی جنگ عظیم کے آخر سالوں میں برطانیہ کے وزیر خارجہ تھے۔

۴۵۔ پروفیسر خورشید احمد "فلسطین اور لبنان میں تازہ اسرائیلی جارحیت" ماہنامہ ترجمان القرآن اگست 2004ء، ص 3۔4

۴۶۔ ڈاکٹر محمد صالح "تاریخ فلسطین" مترجم فیض احمد شہابی، ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور 2009ء، ص 32

۴۷۔ اعظم طمیمی، حماس، ترجمہ محمد یحییٰ خان، نگارشات لاہور 2009 ص 262۔263۔264

۴۸۔ یہ یادداشتیں حماس کے پولیٹکل بیورو سے 2000ء میں دوسرا انتفاضہ کے دوران "خالد مشعل" سے ایک انٹرویو میں لی گئی ہیں۔ 13 اگست 2003ء (الاخوان تحت رایۃ القرآن، اخوان قرآن کے پرچم تلے) ص 118

۴۹۔ P.L.O تنظیم آزادی فلسطین

۵۰۔ سید قطب مصر میں ایک ممتاز اخوانی لیڈر تھے وہ شہید کر دیے گئے۔ وہ اعلیٰ پائے کے سکالر اور مفسر بھی تھے۔

۵۱۔ ڈاکٹر محمد محمود صیام "جہاد فلسطین کا مرکزی کردار" حسن البنا نمبر ماہنامہ ترجمان القرآن، ص 261

۵۲۔ ڈاکٹر مفکر احمد "شیخ احمد یٰسین شہید" القدس پبلشرز لاہور 2008ء ص 19۔20

۵۳۔ اعظم طمیمی "حماس" ترجمہ محمد یحییٰ ص 168

۵۴۔ خلیل احمد حامدی "تحریکی سفر کی داستان" ادارہ معارف اسلامی لاہور، 1989ء ص 108

۵۵۔ "شیخ عز الدین القسام" 1936ء میں برطانوی سامراج کے خلاف جدوجہد میں شہید ہوئے تھے۔ ان کے نام پر عسکری دستہ جو کلمہ طیبہ کا ورد کرتا گھومتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۶۔ ڈاکٹر مظفر احمد "شیخ احمد یٰسین شہید" ص 52

۵۷۔ ال عمران ۳:۱۴۲

۵۸۔ عبدالغفار عزیز، اخبار اُمت، ترجمان القرآن فروری، 2008، ص 87

۵۹۔ ڈاکٹر عبدالعزیز الرنتیسی۔ 7 اپریل 2011، کو کار بم کے حملے میں شہید کر دیے گئے۔

۶۰۔ انتفاضہ (بغاوت کو کہتے ہیں)

۶۱۔ اعظم طمیمی "حماس" ص 95

۶۲۔ Mithaq "Hamas (the Charter of Hamas) a Plestine, 18 August 1988 P3

۶۳۔ اعظم طمیمی "حماس" ص 292

۶۴۔ عبدالغفار عزیز، اخبار اُمت، ترجمان القرآن، 2008، ص 89

۶۵۔ عبیداللہ عابد "عالمی منظر" مشرق، سنڈے میگزین یکم جولائی 2007، ص 4

۶۶۔ عبدالغفار عزیز "فلسطین میں جمہوریت کا قتل" ترجمان القرآن جولائی 2007 ص 67

۶۷۔ ایضاً ص 70-69

۶۸۔ عبدالغفار عزیز "کربلائے غزہ" ترجمان القرآن فروری 2009 ص 57

۶۹۔ عبدالقیوم فہد "فلسطینیوں کے خلاف صیہونی جارحیت" سنڈے میگزین روزنامہ ایکسپریس، کوئٹہ، 9 مارچ 2008

۷۰۔ روزنامہ یدیعوف، 19 فروری 2009 (اسرائیلی اخبار بحوالہ ترجمان القرآن فروری 2009 ص 55

۷۱۔ فہیم احمد "تخریب کے بعد غزہ کی تعمیر نو" سنڈے مشرق کوئٹہ، 31 مئی 2009

۷۲۔ اسماعیل عبدالسلام ھنیہ کو برطرف کر کے سلام فیاض کو وزیر اعظم بنا دیا گیا ہے۔

۷۳۔ عبدالغفار عزیز "کربلائے غزہ" ماہنامہ ترجمان القرآن فروری 2009 ص 59

۷۴۔ مصدق گھمن، فریڈم فلوٹیلا، روزنامہ باخبر کوئٹہ 7 جون 2010، ص 6

۷۵۔ ہفت روزہ اخبار جہاں "عالم اسلام میں کیا ہو رہا ہے؟" ادارہ، ۳۱ مئی جون 2010

۷۶۔ ناوم چومسکی "ورلڈ آرڈر کی حقیقت" مترجم احسن محمود مخدوم، جمہوری پبلیشرز 2004، ص 198

۷۷۔ ایضاً ص 200-205-206

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۸۔ عبدالغفار عزیز ''سفینہ حریت اور اسرائیل کا مستقبل'' ماہنامہ ترجمان القرآن جولائی 2010 ص 57۔ 60-59

۷۹۔ ثروت صولت ''ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ'' ۔2006، ج ۳، ص606

۸۰۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی ''دریائے کابل سے دریائے یرموک تک'' مجلس احیائے اسلام، کراچی 1962ء ص135

۸۱۔ نعیم قاسم ''حزب اللہ'' ترجمہ محمد یحییٰ، نگارشات لاہور 2009 ص 21

۸۲۔ ایضاً ص 27

۸۳۔ ایضاً ص285

۸۴۔ اعظم طمیمی ''حماس'' ترجمہ محمد یحییٰ خان، ص83

۸۵۔ نعیم قاسم ''حزب اللہ'' ص95

۸۶۔ ایضاً ،ص105

۸۷۔ سورۃ الحج، 40:22

۸۸۔ پروفیسر خورشید احمد ''تازہ اسرائیلی جارحیت اور امت مسلمہ'' ترجمان القرآن اگست 2006 ص۔ 7۔8

۸۹۔ عبدالغفار عزیز ''صیہونی جارحیت فیصلہ کن معرکہ'' ترجمان القرآن اگست 2006 ص 81

۹۰۔ پروفیسر خورشید احمد ''تازہ اسرائیلی جارحیت اور امت مسلمہ'' ترجمان القرآن اگست 2006 ص 10

۹۱۔ انٹرنیشنل ہیرالڈ ٹربیون کی قاہرہ رپورٹ، 19 جولائی 2006 '' On the streets prayers for Hezbullah'' بحوالہ ترجمان القرآن اگست 2006، ص، 12

۹۲۔ پروفیسر خورشید احمد ''تازہ اسرائیلی جارحیت'' ص نمبر 11

۹۳۔ عبدالغفار عزیز ''صیہونی جارحیت فیصلہ کن معرکہ'' ص نمبر 84

۹۴۔ نعیم قاسم ''حزب اللہ'' ص نمبر 315

۹۵۔ ایضاً ص نمبر 329

۹۶۔ القصص، 5:28

۹۷۔ روزنامہ کائنات اسلام آباد ۹ دسمبر 2009

۹۸۔ نعیم قاسم ''حزب اللہ'' ص 243۔249

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۹۔ عبدالغفار عزیز 'لبنانی فسادات اور خطے کا مستقبل' ماہنامہ ترجمان القرآن جون 2008 ص 74-75

۱۰۰۔ ایضاً ص 78

۱۰۱۔ عبدالغفار عزیز، مشرق وسطیٰ کا سونامی، ماہنامہ ترجمان القرآن، مارچ 2005ء، ص 83-85

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

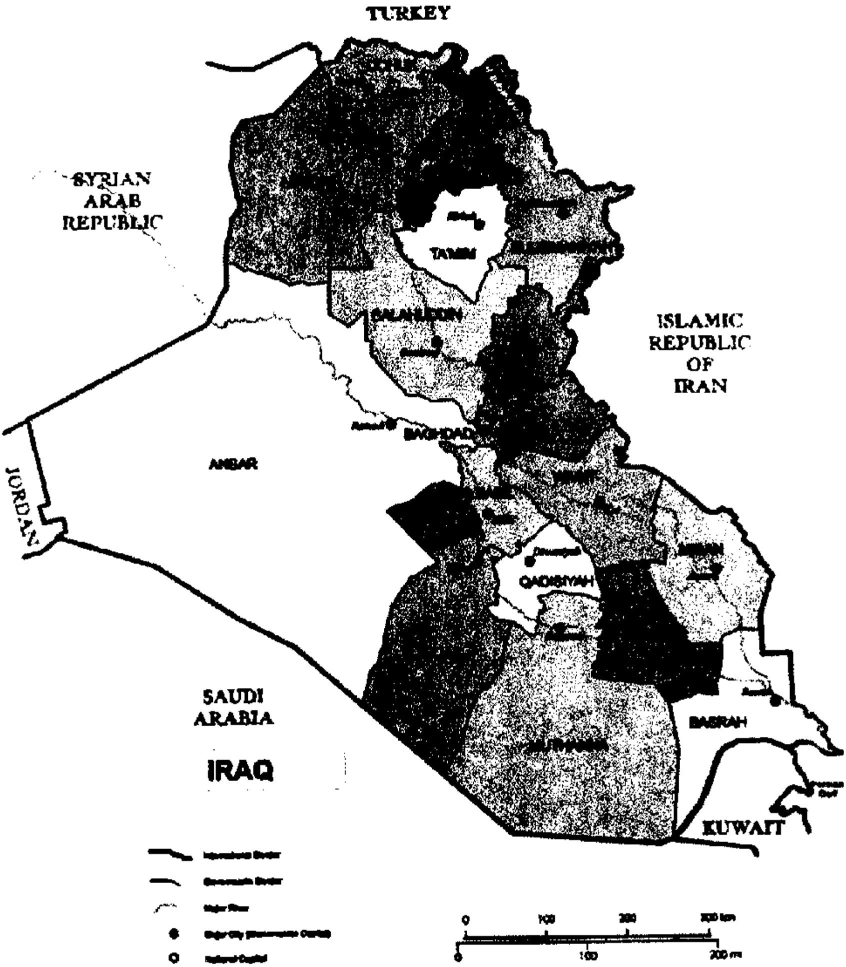

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

ترکی میں اسلامی تحریک

چاک کر دی ترک نا داں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ!

انیسویں صدی کے نصف اول کا سب سے بڑا سانحہ ۳۰ مارچ ۱۹۲۴ء کو کمال اتاترک کے ہاتھوں خلافت عثمانیہ کا خاتمہ تھا، جس نے عالم اسلام کے اتحاد کا شیرازہ بکھیر دیا اور مغربی اقوام کی بالادستی کا راستہ صاف کر دیا۔

چنانچہ اغیار کی سازشوں اور اپنوں کی غداریوں نے جہاں عرب ممالک میں عرب قومیت کا آغاز کیا، وہاں ترکی میں قوم پرست اور سیکولر قوتیں برسر اقتدار آئیں، جن کا اصل اصول مذہب مخالف تھا اور ہر اُس چیز سے نفرت جو اسلامی شعائر کی عکاس ہو اور ہر اس چیز کی محبوبیت جو مغربی تمدن پر عمل پیرا ہو۔

مگر ترک عوام کی اسلام پسند سوچ اور امت مسلمہ سے گہری وابستگی نے ان عزائم کے آگے بند باندھ دیئے اور جلد سیکولرزم کے مقابلے میں اسلامی فکر کے حاملین نے اسلامی فکر اور اسلامی تہذیب و تمدن کے احیا کا شعور لے کر ترک عوام کی دلی آرزو پورا کرنے کی کوشش کی۔

ا۔ شیخ بدیع الزماں نورسیؒ

مصطفیٰ کمال پاشا کے سیکولر نظریات اور مغربی طرز حکومت کے مقابلے میں ترکی میں احیائے اسلام کی ایک آواز بلند ہوئی جو نحیف و نزار اور وسائل و ذرائع سے محروم مگر ایمان کی حرارت سے معمور اور روحانیت کی طاقت سے سرشار آواز تھی۔ یہ آواز کمالی الحاد کے سیلاب پر بند

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باندھنے میں کامیاب تو نہ ہو سکی مگر دلوں میں اسلام کی جوت ضرور جگا گئی اور تزکیہ و تربیت کے مستحکم نظام کے ذریعے سیکولر افکار و اقدار کو ترکی عوام کے دلوں میں اپنے خطبات بیانات، اور رسائل کے ذریعے اسلام کا رشتہ قائم رکھا۔ انھیں قرآنی ہدایت سے فیض یاب ہونے پر آمادہ کیا۔ یہ آواز تھی شیخ جلیل سعید نورسیؒ (۱۹۶۰ تا ۱۸۷۳) کی جن کی ذہانت علمی قابلیت اور خداداد صلاحیت کی بنا پر علما نے انھیں "بدیع الزمان" کا خطاب دیا۔ [۳]

شیخ کی دعوتی، اصلاحی اور اسلامی خدمات کو ترکی جمہوریہ میں تحریک اسلامی کی اساس قرار دیا جا سکتا ہے۔ دوران تعلیم سعید نورسی نے اس بات کو شدت سے محسوس کیا کہ آج جب ساری دنیا سائنس اور فلسفہ کی بنیادوں پر استوار نئے زمانے میں داخل ہو رہی ہے۔ قدیم روایتی استدلال اسلام کے خلاف پھیلائے گئے شکوک و شبہات کو زائل کرنے کے لیے ناکافی ثابت ہوگا۔

ان کا خیال تھا کہ جدید علوم کی درسگاہوں میں سائنس کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کو فروغ دیا جائے۔ بعینہ دینی درسگاہوں میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ سائنس اور جدید علوم کی تعلیم کو بھی فروغ دیا جانا چاہیے۔ اس طرح انھوں نے اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اناطولیہ سے استنبول کا سفر اختیار کیا اور ایک ایسی یونیورسٹی کے قیام کے لیے اہل دانش کو قائل کرنے کی کوشش کی، جہاں جدید سائنسی علوم اور دنیوی تعلیم ساتھ ساتھ دی جا سکے۔ ان کی تجویز تو بار آور نہ ہوئی مگر انھیں سلطان کے کورٹ مارشل کا سامنا کرنا پڑا۔ سعید نورسی کی بدقسمتی کہ ان کے اچھے عزائم کو غلط معنی پہنائے گئے اور بے بنیاد الزامات ہمیشہ ان کا مقدر رہے۔ [۴]

پہلی جنگ عظیم میں ان کو قلم کے ساتھ ساتھ تلوار سے جہاد کرنے کا بھی موقع ملا۔ سعید نورسی اور ان کے ساتھی امریکی حملہ آوروں اور روسی فوج کے لیے وحشت کی علامت بنے رہے۔ دوران جنگ بھی عربی زبان میں قرآن پاک کی تفسیر کا کام جاری رکھا۔ روس میں کمیونسٹ انقلاب کے بعد جب آپ کو واپس استنبول پہنچنے میں کامیابی ہوئی، وہاں تو اعلیٰ فوجی اعزازی تمغا اور اعلیٰ حکومتی عہدہ آپ کا منتظر تھا۔ آپ کو اس پر اعتراض نہ ہوا کیونکہ یہ خالص علمی منصب تھا، تاہم سعید نورسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن توقعات کے ساتھ دار الحکومت پہنچے تھے، ان کو خاصی مایوسی ہوئی کہ اکثر عوامی نمایندگان دینی فرائض سے غافل تھے۔ ترکی میں مذہب پر سرکاری طور پر پابندی تھی۔ دین کا نام لینا ناقابل معافی جرم تھا۔ ملک میں ظلم واستبداد اور مطلق لعنانی کا دور دورہ تھا۔ ملک بھر میں اذان پر پابندی تھی۔ مساجد پر تالے تھے۔ ہر وہ سلسلہ جو لوگوں کو مسلمانوں کے ماضی سے ملاتا بزور شمشیر ختم کر دیا جاتا تھا۔ زبان پر مذہب کا نام لانا ہی جرم تھا۔ اخبارات کو سرکاری ہدایت تھی کہ ایسا کوئی مواد شائع نہ کریں جن سے بالخصوص نوجوانوں کے ذہنوں میں مذہبی تصورات اجاگر ہوں۔ یہ تھے وہ حالات جن کے خلاف سعید نورسی اکیلے نبرد آزما تھے۔

انھوں نے اپنی زندگی دین اسلام کی تحقیق وتبلیغ اور احیائے دین کے لیے وقف کر دی۔ وہ پہلی جنگ عظیم میں روسیوں کے لیے مشکل شخص ثابت ہوئے تو استنبول کے فاتح انگریزوں کے منہ پر تھوکنے والے دوبار تختہ دار سے زندہ چل کر آئے۔ حتیٰ کہ ظلم وتشدد کے انتہائی آخری حربے بھی ان کے پائے استقلال میں لغزش لانے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ شاید ایسے کردار کے غازی کے لیے اقبال نے کہا تھا۔ ''اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی''۔ ۵

رسالہ نور کے چھ لاکھ قلمی نسخے

1935ء میں سعید نورسی کو ان کے 125 شاگردوں کے ساتھ گرفتار کر کے عقوبت خانے میں مقید کر دیا گیا۔ جہاں بے پناہ تشدد کیا گیا۔ رہائی ملی مگر عارضی طور پر ان کو دوبارہ گرفتار کر کے ''ستامونو'' میں جلاوطن کر دیا گیا۔

بدیع الزماں سعید نورسی نے سات سالہ نظر بندی میں کاستامونو" میں رسالہ نور" کی تصنیف اور خفیہ نشر واشاعت پر کام جاری رکھا۔ شدید پابندیوں کے باعث انھیں رسالہ نور کی اشاعت وترسیل کا کام اپنے رضاکارانہ نظام ڈاک کے ذریعہ قائم رکھنا پڑا۔ جس کی بدولت چھ لاکھ نسخے ہاتھ سے کتابت کر کے اناطولیہ کے مسلمانوں میں ترسیل کیے گئے۔

پھر اداروں کے ذریعے یہ رسائل جیل کی چاردیواری سے باہر پہنچے، جن لوگوں کو ملتے اپنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ سے ان کی نقلیں تیار کرتے اور وسیع حلقے میں پھیلاتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں قلمی پمفلٹ دیہات، قصبات، شہروں، سکولوں، کالجوں اور سرکاری دفاتر میں پہنچ گئے۔ تنہائی کے ان برسوں کا ذکر کرتے ہوئے بدیع الزماں نے کہا: جلاوطنی، قید و بند اور قید تنہائی کے ان برسوں میں مجھے قرآن حکیم کی صداقت پر غور و فکر کرنے اور اللہ کی رحمت سے اپنا دامن بھرنے کا موقع ملا اور آٹھ سالہ پاگل کر دینے والی قید تنہائی میں سعید نورسی نے مجموعہ رسالہ نور کا تقریباً تین چوتھائی مکمل کر لیا۔ یہ تمام قلمی نسخے تھے کیونکہ مصنف اور اس کے پیروکاران مسودات کی مالی استطاعت سے محروم تھے۔ ایسا نہ ہوتا تب بھی شاید حکومتی پابندیوں کے باعث ان نسخوں کی طباعت ممکن نہ تھی [۶]۔ بہت سے کاتبین ان کے مقالات اور کتابت کے جرم میں عقوبت خانوں میں شدید جسمانی تشدد کا شکار ہوئے۔ مگر ترکی کے مسلمانوں میں قرآن کی تعلیم کو جاری رکھنے میں کامیاب رہے۔

1950ء میں ترکی میں پہلے شفاف انتخابات ہوئے اور یوں مطلق العنان اور استبدادی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ عوام کے بنیادی حقوق کو بحال کر دیا گیا۔ اس طرح سعید نورسی اور ان کی جمعیت کی قربانیوں سے ترکی میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اذان پر پابندی ختم کر دی گئی۔ سعید نورسی کو بھی بری کر دیا گیا۔ بالآخر 23 مارچ 1960ء کے روز تقریباً ایک صدی پر محیط اپنی فانی زندگی کا یک ایک لمحہ اللہ اور اس کے دین کی صداقت کا علم بلند کرنے کے بعد یہ مجاہد اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون ط" مشہور امریکی مصنفہ محترمہ مریم جمیلہ کے الفاظ میں: ''یہ کہنا قطعاً مبالغہ آمیزی نہ ہوگا کہ آج جتنا دین اسلام ترکی میں نظر آتا ہے، وہ تمام بدیع الزماں نورسی کی انتھک مساعی کا مرہون منت ہے، ان کی جرات و ناقابل تسخیر حوصلے نے ان کے ہم وطنوں میں حکومتی خوف کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کیا''۔ [۷]

۲۔ سیکولر ترکی میں تحریک اسلامی کا آغاز

مصطفیٰ کمال اتاترک (۱۸۸۱ء تا ۱۹۳۴ء) ضیاء گوک الپ (۱۸۷۵ء تا ۱۹۲۴ء) نامق کمال (۱۸۴۰ تا ۱۸۸۸) اور دوسرے ترک دانشوروں کے افکار و اثرات کا ترکی قوم نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گہرا اثر قبول کیا، جو ترک قومیت اور لادین ثقافت کے مدعی وعلم بردار تھے اور جنھوں نے پوری قوم کو اس کے تابناک ماضی اور عظیم ورثے سے کاٹ کر یورپی فکر و تاریخ میں ضم ہو جانے کی دعوت دی۔

ترکی دستور کو سیکولر بنیادوں پر تشکیل دیا گیا۔ اس طرح جو جماعت بھی ترکی میں برسر اقتدار آئی وہ عوام الناس کی خواہش اور ان کی اسلام پسندی کو عملی جامہ نہ پہنا سکی۔ اور اگر اس نے کوشش بھی کی تو فوجی حکمرانوں نے آئین کی خلاف ورزی کے بہانے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ اور عوامی حکومت کا خاتمہ کر دیا، یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔

1941ء میں ترمیم شدہ دستور میں چند اسلامی سرگرمیوں کی اجازت دی گئی۔ جس سے ملک کے سیکولر کردار پر حرف نہ آتا ہو۔ اس دوران مذہبی و دینی جماعتیں تشکیل پائیں۔ انھی حالات میں پروفیسر نجم الدین اربکان نے 1970ء میں NOP نیشنل آرڈر پارٹی کی بنیاد رکھی جس کا ترکی نام ملی نظام پارٹی رکھا گیا۔ ۸

۳۔ نجم الدین اربکان اور ملی نظام پارٹی

نجم الدین اربکان ترکی کے شمالی سرحد پر بحر اسود کے ساحلی شہر سینوپ SINOP میں ایک گاؤں کوزاں میں ایک معزز گھرانے میں 1926ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ترکی کی عدلیہ کے ایک اہم رکن تھے۔ انھوں نے بیٹے کی دینی اور اخلاقی تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ آپ پر جو گہرا مذہبی رنگ نظر آتا ہے۔ وہ والد کی تربیت اور ابتدائی دینی تعلیم کا نتیجہ تھا۔ آپ نے مقامی اسکول سے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم استنبول کی ٹیکنیکل انجینئرنگ میں حاصل کی 1950ء میں PH.D کی ڈگری لی اور مزید تعلیم کے لیے جرمنی چلے گئے۔ وہاں آپ نے تھرموڈائنامکس میں پی ایچ ڈی کی دوسری ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد آپ وطن واپس آئے جہاں ایک موٹر ساز فیکٹری قائم کی جس نے نہایت قلیل مدت میں ترقی کی۔ اس کے کئی حاسد پیدا ہو گئے۔ خاص طور پر یہودی جنھوں نے انھیں مختلف جگہوں سے بار بار نکلوادیا ۹۔ دراصل ڈاکٹر اربکان کی سرگرمیوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور رویوں پر شروع ہی سے سیکولر اکابرین کی نگاہیں تھیں۔ کیونکہ وہ ابتدا ہی سے نماز کے پابند تھے۔ 1949ء میں جب ترکی میں عام انتخابات ہوئے تو آپ نے جسٹس پارٹی کی ٹکٹ پر انتخابات میں شریک ہونے کی گزارش کی مگر ان کے انکار پر انھوں نے آزاد امیدوار کے طور پر حصہ لیا۔ ان کا انتخابی نعرہ تھا۔

"عزیز وطن ترکی کے مقدس ورثہ کے تحفظ کے لیے"

چنانچہ انھوں نے تاریخ ساز کامیابی حاصل کر لی اور جلد ہی اپنے ہم خیال گروپ کے ساتھ ملکر "ملی نظام پارٹی بنالی" ۱۰؎

ملی نظام پارٹی کا منشور تھا

۱۔ اسلامی فکر اور نظریات کی بالادستی۔

۲۔ امت مسلمہ کی عظمت رفتہ کا احیاء

۳۔ ملک میں نظم وضبط، خوشحالی، ترقی اور خیر وفلاح۔

۴۔ پارٹی ارکان کا پنج وقت نماز کا پابند ہونا اور صلاح تقویٰ، استقامت کا اطمینان ضروری تھا۔

ترکی کے سیکولر طبقے کو اسلامی فکر کب گوارا تھی چنانچہ ملی نظام پارٹی عدالت نے تحلیل کر دی کہ یہ ملک کی لادینی قدروں کی توہین کر رہی ہے۔ چنانچہ اس کو تشکیل کے 17 ماہ بعد مئی 1971 میں خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔

ملی سلامت پارٹی

مئی 1971 کی اسلامی جدوجہد سے گھبرا کر فوجی عناصر نے پارٹی خلاف قانون قرار دے کر تمام سرگرمیوں پر پابندی لگادی، مگر بدلتے ہوئے حالات میں تحریک اسلامی ترکی کے سربراہ نجم الدین اربکان نے نئی حکمت عملی اختیار کی اور "ملی سلامت پارٹی" کی نام سے نئی جماعت تشکیل دی۔ 1973ء میں پارلیمانی انتخابات ہوئے جس میں ملی سلامت پارٹی نے شرکت کی 11 فیصد ووٹ حاصل کر کے اور 74 نمایندوں کو فتح یاب بنا کر پروفیسر نجم الدین اربکان نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت کر دیا کہ اسلام سے محبت وعقیدت کا جذبہ ترکی قوم میں موجود ہے۔ ملی سلامت پارٹی نے ری پبلکن پارٹی کے اشتراک سے حکومت بنالی مگر ان کے اسلامی رجحانات کے بڑھتے ہوئے اثرات کو دیکھ کر اور مسلم عوام کے ابھرتے ہوئے احیائی جذبات سے گھبرا کر سیکولر طبقے نے 14 ستمبر 1980ء کو انقلاب برپا کر دیا اور پارلیمنٹ تحلیل کر دی۔ تمام سیاسی جماعتوں پر پابندی لگا دی۔[11]

رفاہ پارٹی

ترکی کا سیکولر نظام جس میں فوج کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اسلام کو برداشت نہیں کرتا۔ ملی سلامت پارٹی کے جرات مندانہ قدامات اور عوام الناس میں اس کی پذیرائی اور اسلامی فکر اور عظیم ملی ورثہ سے وابستگی نے فوجی طبقے کو اقتدار پر قبضہ کرنے کی راہ دکھائی۔ اس مرتبہ پابندی لگنے کے بعد اسلامی تحریک کی قیادت نے باہمی مشورے سے ایک اور نام تجویز کیا اور فیصلہ ہوا کہ جونہی سیاسی آزادیاں بحال ہوں گی، اس نام سے سیاسی کام شروع کر دیا جائے گا۔ چنانچہ سیاسی پابندیاں ہٹنے اور جمہوریت بحال ہونے کے بعد اعلان ہوا کہ "ملی رفاہ پارٹی" میدان میں آگئی ہے۔ رفاہ پارٹی اپنے نظریات میں سابقہ دونوں سیاسی پارٹیوں "ملی نظام پارٹی" اور ملی سلامت پارٹی کی جانشین تھی۔

منشور ومقاصد

1- اسلامی نظریہ حکومت کا قیام 2- ترکی میں مسلمانوں میں عظمت رفتہ کی بحالی 3- عظیم ملی ورثہ کی بازیافت 4- قوم کی مادی اور روحانی ترقی کے لیے کوشش۔ 5- امت مسلمہ کے مابین تعمیری روابط اتحاد و یگانگت۔ 6- ترکی میں اخلاقی (یعنی اسلامی اقدار) کی بحالی پر توجہ۔ 7- امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کے مقابلے میں جسٹس آرڈر۔ 8- امریکہ کے سرمایہ دارانہ نظام سے نجات دلانا۔ 9- مسلم ممالک کا ایسا اتحاد تشکیل دینا جو اقوام متحدہ کی جگہ لے سکے۔ 10- مسلم ممالک کا اپنا دفاعی اتحاد۔ 11- یورپین کمیٹی کی طرز کا مسلم ممالک کا بھی مشترکہ بازار قائم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا۔ 12- ثقافتی سطح پر ترکی کو یورپ کا حلقہ بنانے کے بجائے مسلم دنیا سے جوڑنا۔ یہ وہ منصوبے تھے جن کو بیسویں صدی کے آخری دہائی میں مزید وسعت دی تاکہ اسلامی نظریات کے ساتھ ساتھ کئی ملی ضرورتوں کو بھی اجاگر کیا جائے۔ اس پروگرام کے ساتھ رفاہ پارٹی نے 1987-1991 اور 1994 میں عام انتخابات میں شرکت کی اور انکی حمایت میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا۔

ترکی میں تحریک اسلامی نے حکمت عملی منصوبہ بندی سے ترک قوم کی روحانی اور مادی ترقی پر انتھک کام کیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند ہی برسوں میں ترک معاشرہ میں وہ اسلامی انقلاب آیا، جس سے حکومت پر رفاہ کو کنٹرول حاصل ہو گیا اور ان کے ایما پر روزمرہ کی سستی قیمتوں میں اشیا کی فراہمی نے عوامی مقبولیت میں اضافہ کیا۔

پروفیسر نجم الدین اربکان نے رفاہ کی کامیابی کو قوم کے عقیدے کی کامیابی اور جماعت کی شب و روز کی مخلصانہ محنت کا پھل قرار دیا۔ تینوں انتخابات میں حمایت کا گراف بڑھتا رہا۔ 27 مارچ 1994ء کو بلدیاتی انتخابات میں حزب الرفاہ کی شاندار کامیابی کے بعد پارٹی نے خصوصی توجہ کا مرکز اب ان باتوں کو بنایا۔

1- اقتصادی بحالی 2- عقیدہ و حریت کی آزادی 3- عالم اسلام کے ساتھ خصوصی تعلق

چنانچہ جب 1996ء میں عام پارلیمانی انتخابات ہوئے تو رفاہ پارٹی نے بے مثال کامیابی حاصل کی۔ اس نے 21 فیصد ووٹوں کی حمایت سے قومی اسمبلی میں 153 نشستیں حاصل کیں اور ترکی کی سب سے بڑی پارٹی کے طور پر سامنے آئی۔ 3 جون 1996 کو پروفیسر اربکان نے ''ٹروتھ پارٹی'' کے اشتراک سے اپنی حکومت تشکیل دی اور جدید ترکی کے پہلے اسلام پسند وزیراعظم ہونے کا شرف حاصل کیا۔ انھوں نے اپنا پہلا بیرونی دورہ مغرب کے بجائے مسلم دنیا یعنی لیبیا، ایران اور پاکستان سے شروع کیا۔ اور مسلم ممالک کا اقتصادی پلیٹ فارم ڈی۔8 تشکیل دینے میں کلیدی کردار ادا کیا اور خواتین کے لیے دفاتر میں حجاب کی اجازت دی مگر سیکولر طاقتوں کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف سے اندرونی اور بیرونی دونوں طرف سے مسائل اور خطرات کا سامنا رہا۔رفاہ پارٹی کی گیارہ ماہ کی حکومت کو پارلیمنٹ میں بارہ مرتبہ عدم اعتماد کی تحریکوں کا سامنا رہا۔ نائب رہنما کے سامنے دانہ و دام پھینک کر آخر کار اربکان کو پارلیمنٹ میں اکثریت سے ہاتھ دھونا پڑے اور 18 جون 1997 کو اربکان نے استعفیٰ دے دیا۔اس مرتبہ صرف پارٹی پر پابندی سے کام نہیں لیا گیا بلکہ نام نہاد عدالتی کاروائی کے ذریعے پارٹی کی قیادت پر دستور سے انحراف کے الزامات لگے اور دسمبر 1997 میں پارٹی خلاف قانون قرار دے دی گئی۔اور صف اول کے قائدین بھی نااہل قرار دے دیے گئے اور سیاست میں حصہ لینے سے روک دیا گیا۔رفاہ پارٹی پر پابندی سے تین ماہ قبل ڈاکٹر اربکان سے ان کے دفتر میں یہ طے ہوا کہ اب نئی جماعت فضیلت پارٹی" کے نام سے بنائی جائے گی یعنی رفاہ" کے دفتر پر نام کا مخفف آر۔ پی لکھا ہوا ہے،اس میں ہمیں معمولی سی تبدیلی کرنا پڑے گی اور یہی دفتر ایف پی یعنی فضیلت پارٹی کا مخفف بن جائیں گے۔اور یوں انھوں نے فضیلت پارٹی بنالی۔اور آزاد اسمبلی کے اکثر ممبران نے اس میں شمولیت اختیار کر لی۔

فضیلت پارٹی کی قیادت پروفیسر نجم الدین اربکان کے ایک قریبی ساتھی ''اسماعیل الپ تگین" کے سپرد ہوئی۔ پارٹی کی قیادت نے پورے ملک میں نئے سرے سے صف بندی کی 14 مئی 1998ء میں کو الپتگین نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا جس پر رجائی قوطان کو پارٹی کا سربراہ منتخب کر لیا گیا۔ان کے ساتھ چھ نائب صدر بھی منتخب کیے گئے۔ پارٹی کے لوگ پروفیسر نجم الدین اربکان ہی کو مرجع تصور کرتے ہیں اور وہی ان کی رہنمائی بھی کرتے ہیں مگر 2001ء میں فضیلت پر بھی پابندی لگادی گئی۔۱۲

ترکی کے سیاسی نظام پر نگاہ دوڑائیں تو دو حقیقتیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں۔ایک تو اتاترک کا ظالمانہ نظام جس نے اسلام پسندوں پر ہر دروازہ بند کیا اور دوسری اہم ترین حقیقت کہ تاریخ میں لادینی نظام نے جب اسلامی قوتوں کا راستہ روکا وہ پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ ابھر کر سامنے آئیں۔

فضیلت پارٹی کے کالعدم ہونے کے بعد طیب الدین اردگان اور ان کے ساتھیوں نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی علیحدہ اور وسیع تر عوامی نمایندگی کی حامل "سعادت" پارٹی بنانے کا اعلان کیا۔ جبکہ اس موقع پر ان کے قریبی ساتھی عبداللہ گل، طیب اردگان اور ان کے ساتھیوں نے اپنی الگ نمایندگی کی حامل "انصاف وترقی پارٹی" جس کا ترک نام کا مخفف (اے کے پی ہے) بنانے کا اعلان کر دیا۔ ہر اسلام پسند کو اس تقسیم پر تشویش ہوئی لیکن ترک عوام یہ سمجھ گئی کہ تقسیم حکمت عملی کا حصہ ہے۔ بار بار پابندیوں کی تلوار سے بچنے کے لیے "استاد" نے خود ہی اپنے شاگردوں" کو علیحدہ ہونے کا اشارہ کیا ہے۔

نومبر 2002ء میں انتخابات ہوئے تو اے کے پی نے تمام سیاسی پارٹیوں کو تاریخ ساز شکست دے دی۔ طیب اردگان اور عبداللہ گل نے ترکی میں اسلامی تحریک کا بیڑہ اٹھالیا۔

57 سالہ عبداللہ گل 29 اکتوبر 1950ء کو قیصری شہر کے ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے۔ استنبول یونیورسٹی سے اقتصادیات میں ڈگری حاصل کی پھر برطانیہ سے اقتصادیات ہی میں ایم اے اور پی ایچ ڈی کی۔ 1994ء سے میں ترکی جا کر اپنے اُستاد اور قائد نجم الدین اربکان کے ساتھ انتخابی عمل میں باقاعدہ شریک ہو گئے۔ 1994ء سے لے کر اب تک قیصری سے ہر بار انتخاب جیتا۔ 1995ء میں مخلوط حکومت بنی تو عبداللہ وزیر مملکت برائے امور خارجہ بنے لیکن 1997ء میں سیکولرزم کی حفاظت کے نام پر فوج نے اربکان حکومت کا خاتمہ کر دیا اور پھر فضیلت، پارٹی بنائی گئی تو گل اس کا نہ صرف حصہ بنے بلکہ انھوں نے پارٹی کا صدارتی انتخاب لڑا۔ 2001 میں جب فضیلت پر پابندی لگ گئی تو اربکان نے سعادت پارٹی بنانے کا اعلان کیا۔ اس موقع پر گل اور اردگان اور تقریباً 50 فی صد ارکان نے اس کا حصہ بننے کی بجائے انصاف وترقی پارٹی (AKP) کا اعلان کر دیا۔ عبداللہ گل پروفیسر نجم الدین اربکان کے انتہائی معتمد ترین ساتھیوں میں سے تھے۔[۱۳]

اپنے پارلیمانی سیشن کے دوران انھوں نے اپنے نام کے دونوں حصوں انصاف وترقی کی لاج رکھنے کی بھرپور کوشش کی۔ انھوں نے کرپشن کے دروازے بند کرتے ہوئے پورے معاشی ڈھانچے کو تبدیل کر دیا۔ افراط زر کا تناسب 25 اور 70 فی صد سے کم کر کے 9 فیصد تک لے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے۔ بیرونی قرضے 23 ارب ڈالر سے کم کر کے 9 ارب ڈالر تک لے آئے۔ ترکی کی برآمدات 36 ارب ڈالر سے بڑھ کر 95 ارب ڈالر تک لے آئے۔ فی کس آمدنی 2500 ڈالر سے بڑھ کر 5500 ڈالر فی کس ہوگئی۔ اتاترک کے زمانے سے لے کر اب تک 4500 کلومیٹر لمبی سڑکیں تعمیر ہوئی تھیں۔ اے۔ کے۔ پی نے صرف اپنے پہلے دور اقتدار میں 6500 کلومیٹر سڑکیں تعمیر کیں۔ بعد ازاں صدارتی انتخابات میں بھی تمام کوششوں کے باوجود عبداللہ گل کا راستہ نہ روکا جا سکا اور اس طرح ملکی نظام کے پانچ ارکان میں سے تین (پارلیمنٹ وزارت عظمیٰ اور صدارت) انصاف و ترقی کے ہاتھ میں آ گئے۔ مگر سیکولرزم کے محافظ دو خطرناک کیمپ (فوج اور دستوری عدالت) اب بھی سر پر لٹکتی دو تلواریں ہیں۔[۱۴]

۴۔ ترکی میں حجاب کا مسئلہ

صدر مملکت عبداللہ گل کی اہلیہ ہوں یا وزیر اعظم کی صاحبزادیاں ہوں، منتخب رکن پارلیمنٹ مروہ قاوقچی ہوں یا دیگر کروڑوں ترک خواتین کسی کو بھی یہ اجازت نہیں کہ وہ تعلیمی اداروں، سرکاری دفاتر یا سرکاری تقریبات میں جاتے ہوئے سر ڈھانپ سکیں۔ چہرے کا پردہ نہیں، صرف سر اور گردن کو دوپٹے یا حجاب سے ڈھانپ لینا ہی اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کی پاداش میں ہزاروں طالبات کو حصول تعلیم سے محروم کیا جا چکا ہے۔ ہاں اگر کوئی خاتون اپنا لباس مختصر کرنا چاہے۔ تو اس پر کوئی پابندی نہیں۔ خلافت اسلامیہ کے آخری امین 99 فی صد مسلم آبادی پر مشتمل ترکی کے درو دیوار سیکڑوں ایسے مناظر کے گواہ ہیں کہ سر ڈھانپے پر جوان بچیوں کو دھکے مار کر تعلیمی اداروں سے نکالا جا رہا ہے۔ مگر تعلیمی اداروں میں آنسو بہاتے اسکارف نوچ کر بیگ میں چھپا لینا، روشن خیالی اور سیکولر سوچ کا ثبوت ٹھہرا۔ صد آفرین کہ خواتین نے اپنے حق کے لیے لاکھوں کی تعداد میں جمع ہو کر مظاہرے کیے۔ تعلیمی اداروں سے روکنے کے بعد خود کو حجاب سے آراستہ کیے رکھا۔ اور ہر اتوار کو فجر کی نماز استنبول میں واقع صحابیؓ رسول حضرت ابوایوب انصاری کے مزار کے قریب مسجد اور میدان میں ادا کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2002ء میں انصاف و ترقی پارٹی بھاری اکثریت سے برسر اقتدار آئی تو اس نے وعدہ کیا کہ وہ حجاب سے پابندی ختم کر دے گی کیونکہ یہ پابندی خود سیکولرزم کے ان دعووں کے بھی منافی ہے جن میں ہر شخص کو اپنے لباس اور عقیدے کی آزادی دینے کی بات کی جاتی ہے۔ لیکن کوشش کے باوجود یہ پابندی ختم نہیں کی جا سکی۔ صدارتی انتخابات کا مرحلہ آیا تو عبداللہ گل پر سب سے بڑا اعتراض ہی ان کی اہلیہ کا با حجاب ہونا تھا۔ اعتراض اور معرکہ یہاں تک پہنچا کہ کئی بار پولنگ کے بعد بالآخر اسمبلی برخاست ہو گئی۔ دوبارہ عام انتخابات بھی انصاف و ترقی کی جیت پر منتج ہوئے تو صدارتی معرکے میں پھر حجاب ہی کو اصل وجہ نزاع بنانے کی کوشش کی گئی۔ عوامی تائید کی لہر کے سامنے مخالفین کی ایک نہ چلی اور با حجاب خاتون اول ایوان کی زینت بن گئیں۔ اس سے پہلے ڈاکٹر اربکان کی اسمبلی کی رکن مروہ قاوقچی نے ایوان میں اسکارف لے لیا تو اتاترک کی روح کو گھائل کرنے کا الزام لگایا گیا۔ بالآخر مروہ کو اسمبلی چھوڑنا پڑی۔ ۷ فروری کو اسی پارلیمنٹ میں ایک دستوری ترمیم پیش کی گئی جس میں براہ راست تو حجاب یا اسکارف کا کوئی ذکر نہیں تھا لیکن اصل ہدف حجاب کی بتدریج بحالی ہی تھا۔ عمومی تصور یہ ہے کہ 1926ء سے جاری فوجی انقلاب نے ترک یونیورسٹیوں کے سربراہوں کے ساتھ مل کر طالبات کا عمارت میں اسکارف لینا منع کر دیا۔ کئی شہروں میں ہنگامے ہوئے ہزاروں کی تعداد میں طالبات کو جیلوں میں ٹھونسا گیا۔ کئی طالبات اور ان کے خاندان ترکی چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ جرم صرف حجاب اتارنے پر راضی نہ ہونا تھا۔

۵۔ سعادت پارٹی کا عزم جدوجہد

9 فروری 2008 کو اسی پارلیمنٹ میں ایک دستوری ترمیم میں یہ بات منوائی گئی کہ کوئی شخص یا ادارہ کسی ایسی بنیاد پر کسی کو تعلیم حاصل کرنے سے نہیں روک سکے گا کہ جس کا ذکر دستور میں نہیں ہے۔ اس ترمیم پر ووٹنگ ہوئی 550 ارکان میں سے 403 نے اس کے حق میں ووٹ دیئے۔ اب صرف یہ پابندی صرف اعلیٰ تعلیمی اداروں میں ختم ہوئی البتہ تعلیم کے ابتدائی مراحل میں باقی رہی [۱۵]۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترکی میں گذشتہ پون صدی سے جاری سیکولرزم اور اسلام کی کشمکش نے اس کو اتنا بڑا جرم ٹھرایا کہ ساری سابقہ کارکردگی کے باوجود اٹارنی جنرل نے اعلیٰ دستوری عدالت میں منتخب حکومت اور صدر و وزیر اعظم سمیت اس کے ذمہ داران کو اپنے اپنے عہدوں سے نااہل قرار دینے کا مطالبہ کر دیا۔۱۶

حالانکہ صدر کا مواخذہ صرف اسی صورت میں کیا جا سکتا ہے کہ جب وہ دستور سے کھلی بغاوت کا مرتکب ہو اور وہ مواخذہ بھی پارلیمنٹ کے ذریعے ہی ممکن ہے، وزیر اعظم طیب اردگان نے عوام کو بہر صورت صبر و تحمل سے کام لینے کی اپیل کی۔ پارٹی کے سامنے کئی راستے کھلے ہیں۔ ایک تو تصادم کا جو عوامی دباؤ کے ذریعے جو عدالت اور فوج کو پسپائی پر مجبور کر دے۔

بعض تجزیہ نگاروں کے مطابق اردوگان نے اسکارف کا مسئلہ عجلت میں اٹھا کر مشکلات پیدا کر لی ہیں۔ البتہ حکمران پارٹی پر پابندی لگنے کے امکانات زیادہ ہیں۔ اس ضمن میں گارجین لندن کے مضمون نگار ماورین فریلی (Maureen Freely) کا مضمون ملاحظہ ہو۔ "مشہور تجزیہ نگار مصطفیٰ اکیول نے ترکی کے خلاف سازش کے عنوان سے جو تجزیہ کیا ہے اس میں لادین عناصر شدید مذمت کے ساتھ یہ رائے ظاہر کی ہے۔۱۷

حتیٰ کہ حجاب کے مسئلے پر بھی دو تہائی اکثریت ہونے کے باوجود قانون سازی میں تاخیر ہوئی۔ سعادت پارٹی کے اکثر رہنما اس بات پر پختہ رائے رکھتے ہیں کہ انصاف و ترقی کی قیادت نہ صرف مکمل طور پر امریکی اطاعت قبول کر چکی ہے۔ اربکان صاحب کے الفاظ تھے: کوئی شخص نماز بھی پڑھتا ہو لیکن سلام پھیرتے ہی صیہونی دشمن کے صدقے واری جاتے ہوئے ان کی غلامی اختیار کر لے، تو جو فرق اس میں اور ایک کھرے مسلمان میں ہے وہی سعادت اور انصاف پارٹی میں ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ سوویت یونین کے خاتمے کے بعد مسلمانوں کے حلیف صرف صیہونی اور ان کے حلیف ہیں اور دوسری طرف ان کے مخالفین ہیں۔ پاکستانی اور اسرائیلی وزرائے خارجہ کے درمیان ملاقات کروانے میں اردگان حکومت کا اہم کردار تھا اور غیر جانب دار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجزیہ نگار انصاف پارٹی کے لیے جواز تلاش کرتے ہیں کہ شاید یہ حکمت کا تقاضا ہو کہ وہ اسلامی نعرے یا اسلامی پروگرام کا اعلان نہیں کرتے اور پارٹی میں بھی ہر طرح کے افراد کو جگہ دیتے ہیں بلکہ اہم ذمہ داریاں سونپ دی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک سیکولر شخص کسال تو تبان کو منتخب کروایا۔ اور پھر وہ 650 ووٹوں سے اسپیکر منتخب ہو گئے جو سیکولرزم کے محافظوں کے لیے کافی تسلی بخش ہے۔ ۱۸

۶۔ ایک نظریاتی بحث

اردگان کی پارلیمنٹ پر ایک اہم اعتراض یہ ہے کہ یورپی یونین میں شمولیت ان کی سب سے بڑی ترجیح ہے، جن کا ان سے تقاضا کیا جا رہا ہے۔ وہ شرائط اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں۔ مثلاً بدکاری کو جرم نہ قرار دینے کی قانون سازی، خاندان کی تعریف کے بجائے دو افراد کے مشترکہ رضامندی سے رہنے کو خاندان کی تعریف کی حیثیت دینا۔ خنزیر کے گوشت کی کھلے عام فروخت اور اسی طرح کے اقدامات کی فہرست شامل ہے۔ جس کے بعد یہ دعویٰ کیسے کیا جا سکتا ہے کہ یہ اقدامات صرف سیکولر فوج سے بچنے کے لیے ہیں۔ اس تناظر میں عالم اسلام میں یہ بحث چھڑ گئی ہے کہ اگر ترکی میں ایک جماعت اپنے اسلامی نظریات سے دست بردار ہو سکتی ہے تو عالم اسلام کی باقی اسلامی جماعتیں اپنی شناخت پر کیوں مُصر ہیں۔ وہ کیوں دور حاضر کے تقاضوں سے مفاہمت نہیں کر لیتیں معروف امریکی دانش ور ''گراہم ولر'' اپنے ''مضمون ترکی میں اسلامیوں کی جیت میں لکھتے ہیں:

''انصاف پارٹی کے اس اعلان کے بعد کہ وہ سیکولرزم کی تائید کرتے ہیں کئی اسلامی عناصر ان پر الزامات لگا رہے ہیں، اگر ان الزامات کا تجزیہ کرتے ہیں کہ ترکی کے دستور کے مطابق ہر وہ پارٹی جو سیکولر نظام کا خاتمہ چاہتی ہے، غیر قانونی ہے۔ ایسے میں وہ اس کے علاوہ اور کیا بیان دے سکتے ہیں۔ وہ ''تقیہ'' کے اصول پر عمل کرتے ہوئے ۱۹ اپنی اسلامی شناخت تو چھپانے کے لیے سیکولرزم کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آج کے دور میں بڑے گنجلک مسائل ہیں جیسے جنگ یا امن، تعلیم اور ٹیکسوں کا نظام عالمی قرضوں کا نظام اور عالمی سرمایہ کاری ٹکنالوجی اور تجارت یہ وہ تمام مسائل ہیں جن کا شریعت سے کوئی براہ راست تعلق نہیں ہے۔

''گرائم وولر'' کے اس تجزیے سے جو بات سامنے آئی وہ یہ کہ انصاف پارٹی کے ان اقدامات کر لینے کے بعد امریکہ اسلامی تحریکوں کے بارے میں اپنے رویے میں نظر ثانی کر سکتا ہے۔ ''گرائم وولر'' امریکی اداروں میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ عالم اسلام کے بارے میں ان کی رائے اہم قرار دی جاتی ہے۔ وہ جب اسلامی جماعتوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ '' حقیقت میں دین و شریعت سے سروکار رکھنے والی کسی پارٹی کو اقتدار میں آنا ہی نہیں چاہیے کیونکہ حکومتی مسائل چلانا دینی مسائل سے مختلف چیز ہے۔ اگر کوئی جماعت انھی مسائل کے گرد گھومتی ہے تو اس کو دعوتی تحریک بن جانا چاہیے۔ حکومت نہیں بنانا چاہیے۔[20]

راشد غنوشی [21] نے اس ضمن میں ایک مضمون تحریر کیا اور اس میں اس کی مذمت و تردید پیش کی کہ'' اسلامی تحریکوں کو جیتنے کے لیے اپنے اسلامی تشخص، اسلامی پروگرام اور اسلامی تعلیمات سے دست بردار ہو جانا چاہیے۔'' ان کے بقول ترکی کا تجربہ وہاں کے مخصوص حالات کا حتمی نتیجہ ہے۔ یہ دیگر اسلامی ممالک کے لیے ہرگز مثال نہیں۔ یہ تجربے اور اضطراری کیفیت کا ماحول ہے۔ سالہا سال کے تلخ تجربات کے بعد حالات نے اسلامیان ترکی کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ اپنے اس عقیدے کے خلاف نظریات اپنانے کا اعلان کریں کہ اسلام صرف عقیدہ ہی نہیں کامل منہاج حیات ہے۔

دنیا بھر میں اسلامی بیداری کی مضبوط ہوتی ہوئی لہر میں بالآخر ترک اسلام کو بھی ختم ہونا ہو گا۔ بالآخر سب کو اسلام کے اسی عظیم چشمہ صافی سے سیراب ہونا ہے، جس میں کوئی تحریف نہیں۔ مستقبل قریب میں انتخابات اور انصاف پارٹی کی مقبولیت کے حقیقی اثرات و نتائج سامنے آنا شروع ہو جائیں گے لیکن جو نتائج اس وقت دنیا کے سامنے آئے ہیں وہ یہ ہیں کہ گذشتہ 80

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سال سے زائد عرصے میں نام نہاد روشن خیال پالیسیوں اور اسلام دشمنی پر مبنی اقدامات کے جواب میں ترک عوام کی واضح اکثریت اسلام چاہتی ہے۔ایک سروے کے مطابق 65% نے سیکولر قوتوں سے نفرت کا اظہار کیا ہے اور اس تعداد میں مسلسل اضافہ ہی ہو رہا ہے۔

۷۔ترکی کا سفینہ حریت

غزہ جانے والے قافلۂ حریت پر اسرائیل نے ہلہ بول دیا اور غزہ جانے والا ترکی کا قافلہ غزہ تو نہیں پہنچ سکا لیکن اس نے اپنا ہدف حاصل کر لیا ہے۔اس نے حماستان کے گرد کھڑی کی گئی دیواریں منہدم کر دی ہیں۔اب اسرائیل میں مزید قافلوں کا انتظار ہے۔ان کا خیال ہے کہ حصار میں کچھ کمی کر کے اسرائیل اپنے حق میں سفارتی کوششوں کا جواز حاصل کر لے گا۔لیکن اگر یہ خوش فہمی برمحل بھی ہو، تب بھی حکومت نے بہت کچھ کھو دیا۔نیتن یاہو نے ایک بار پھر ثابت کر دیا کہ بہت بڑی سیاسی قیمت ادا کیے جانے کے بغیر وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پاتا۔قافلہ حریت جیت گیا۔ترک وزیر اعظم طیب اردگان اب اپنی کامیابی کا بڑا سا نشان بلند کر سکتے ہیں۔۲۲

اسی طرح کے درجنوں یا سیکڑوں نہیں ہزاروں تجزیے اور تحریریں مختلف اخبارات میں چھپ چکی ہیں امریکی تسلط میں اسرائیلی جبروت کا دور دکھائی دیتا ہے۔اسرائیل نے 40 کے قریب یا سیکڑوں اہم افراد کو اہمیت نہ دی اور بین الاقوامی پانیوں میں کھڑے بحری جہاز پر حملہ کرتے ہوئے اس کی متکبر سیاسی وعسکری قیادت کو کوئی تردد یا خدشہ لاحق نہ ہوا۔10 ترک باشندوں کو اس طور شہید کیا گیا کہ ان کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور ان کے سر میں پچھلے حصے کے قریب سے گولیاں چلائی گئی تھیں۔جرم صرف یہ تھا کہ ہماری پابندیوں کے خلاف ورزی کرتے ہوتے موت کے کنارے کھڑے 15 لاکھ فلسطینیوں تک دوا اور غذا پہنچانا چاہتے ہیں۔اسرائیل اس زعم میں تھا کہ ساری دنیا خوف زدہ ہو کر بھاگ جائے گی اور اس کی سلطنت میں قدم نہ رکھنے کی قسمیں کھانے لگے گی، لیکن ترکی میں اس کے خلاف احتجاج اور مظاہروں کا سلسلہ جاری ہے۔نعرہ تکبیر اور "اللہ اکبر" میں اسلام سیکولرز صوفی ومجاہد سب یک آواز ہیں۔اسرائیل مردہ باد۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترک حکومت نے اس پورے مسلئے کو اپنی آیندہ پالیسوں کا ئینہ دار بنایا ہے اور عالمی سیاست کو ایک نیا رخ دے دیا ہے۔ترک وزیر خارجہ کے الفاظ میں یہ واقعہ ترکی کے لیے نائن الیون کی حیثیت رکھتا ہے۔ترکی کے صدر اور وزیر اعظم پورے عالم اسلام کے ہیرو اور امیدوں کا مرکز بن گئے ہیں۔اس وقت دنیا بھر سے کئی نئے قافلے غزہ جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔تین قافلے تو سنسان ہی سے جا رہے ہیں۔جولیا، کنواری مریم اور ناجی العلی کے قرضاوی کی طرف سے علما کا ایک قافلہ لے جانے کا اعلان کیا گیا۔اس قافلے میں ۱۵ سے ۱۸ سال کے بچے بھی شامل ہو رہے ہیں۔۲۳

اس کے علاوہ پاکستان، ایران، اور الجزیرہ سے قافلے تیار ہو رہے ہیں۔تین قافلے یورپی ممالک سے آ رہے ہیں۔رمضان المبارک کے دوران ''غزوہ میں افکار'' کے عنوان سے کئی نام ہیں غرض ایک طویل فہرست ہے اب اہل غزہ کو ایک نہیں، بلکہ کروڑوں توانا آوازیں نصیب ہو گئی ہیں۔

غیور ترک بھائیوں کے خون سے سرخ ان کا قومی پرچم اعلان کر رہا ہے کہ ''دنیا والو! لوہا مکمل طور پر گرم ہے اور آخری ضرب کا منتظر ''یقین رکھو ایک قدم اٹھاؤ گے، رب کائنات دس قدم تمھاری طرف آئے گا۔

منزل کے لیے دو گام چلو ں اور سامنے منزل آ جائے

۸۔ترکی میں عالمی اتحاد العلما کانفرنس کا دوسرا اجلاس

اتحاد امت انتہائی خوب صورت لفظ اور کروڑوں مسلمانوں کا خواب ہے۔لیکن آرزو اور دعوے کے باوجود اس جانب عملی اقدام بہت کم اٹھائے جاتے ہیں۔بدقسمتی سے اتحاد امت کے نام پر بھی افتراق امت ہی کے کارنامے انجام دیے جاتے ہیں۔

1998 میں علامہ یوسف القرضاوی نے تمام مسلمانوں کو ایک کانفرنس میں مدعو کیا۔لندن میں یہ کانفرنس منعقد ہوئی اور الاتحاد العالمی بین المسلمین کی بنیاد رکھ دی۔اس کے بعد اس کانفرنس کا دوسرا اجلاس 2004ء میں استنبول میں ہوا۔اور عملاً اتحاد کی فعالیت اور تنظیم سازی کا آغاز اسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجلاس سے ہو سکا۔

29 جون سے یکم جولائی ۲۰۱۰ء کو استنبول ہی میں عالمی اتحاد العلما کی جنرل کونسل کا دوسرا اجلاس ہوا۔ یہ اجلاس ہر چار سال بعد ہونا طے پایا ہے۔ افتتاحی اجلاس میں پہلے وزیر اعظم طیب اردگان کا مختصر پیغام پڑھ کر سنا گیا۔ پھر تقریبا تمام تقاریر کا مرکز ومحور، اتحاد امت اور غزہ کی صورت حال رہا۔ علامہ یوسف القرضاوی نے اعلان کیا کہ عالمی اتحاد ستمبر میں جانے والے سفینہ کے ساتھ ایک سفینہ جو چھ لاکھ یورو مالیت کا خریدلیا گیا ہے اور یہ بھی مسلسل غزہ جایا کرے گا۔ اور ایک بری قافلہ براستہ مصر جایا کرے گا۔ افغانستان پر استعماری قبضے اور پاکستان پر غیر اعلانیہ امریکی قبضے کے حوالے سے ملک میں بدامنی کے چیلنجوں پر مختصر روشنی ڈالی گئی۔ اور یہ کہا گیا کہ غزہ اور مسجد اقصی ہمارا جز ایمان ہیں۔ لیکن کشمیر کو بھی غزہ بنا دیا گیا ہے۔ بعد ازاں اا نکات پر مشتمل ایک منصوبہ عمل پیش ہوا اور انتخابات کا سیشن بھی منعقد ہوا، جس میں قطر کے عالم دین عراقی الاصل ڈاکٹر علی محی الدین قرہ داغی صاحب کو سیکرٹری چنا گیا۔

اس عالمی اتحاد اور عالمی کانفرنس کی سب سے بڑی خوبی اور حاصل ہی یہ ہے کہ اس میں پوری امت کی نمایندگی ہے۔ سنی، شیعہ، شافعی، مالکی تمام آئمہ کے پیروکار اور ہر عقیدے اور مدرسے کی شناخت سے بالاتر ہو کر امت کے نمایاں افراد اس میں شریک ہیں۔ علامہ یوسف القرضاوی صاحب بھی عالم دین کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ وہ ہر میدان کا علم رکھنے والا ہو۔ اس کا انگریزی ترجمہ ہے۔ INTERNATIONAL UNION OF MUSLIM "SCHOLARS" یہی وجہ ہے کہ کانفرنس میں صرف مفتیان دین وعلماء کے ساتھ نمایاں صحافی، دانش ور اور کئی طبیب بھی شامل ہیں۔

پوری امت اس اتحاد سے مستفید ہو سکتی ہے۔ امت کے اہم مسائل میں مشترکہ موقف تک پہنچ سکتی ہے۔ اس کانفرنس کو منعقد کرانا اور اسی خوبی سے حسن انتظام ترکی کی حکومت ہی کا کارنامہ ہے۔[۲۴]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انڈونیشیا کی تحریک اسلامی

ا۔انڈونیشیا کی تحریک آزادی

انڈونیشیاء بحرالکاہل کے درمیان ایشیا کے جنوب میں دنیا کے عظیم ترین مجمع الجزائر کا ملک ہے۔آبادی کے اعتبار سے مسلم دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے۔

سترھویں صدی عیسوی سے قبل انڈونیشیاء میں اکثریت ہندوؤں اور مظاہر پرستوں کی تھی۔ اسلام کا یہاں قدم جمانا اور تمام جزائر پر چھا جانا ایک عجیب اور مہتم بالشان واقعہ ہے۔انڈونیشیاء میں اسلام مسلمان تاجروں اور مبلغوں کے ذریعے پہنچا۔ بارھویں صدی عیسوی کے اوائل میں آچے (آچیہ) کے کچھ باشندے شیخ عبداللہ عارف کی کوششوں سے مسلمان ہوئے،ان کے خلیفہ شیخ برہان الدین نے مغربی اور جنوبی ساترا میں دین کی تبلیغ واشاعت کی۔ان کی کوششوں سے وہاں مدرسہ قائم ہوا۔ جہاں نومسلموں کو تعلیم دی جاتی تھی۔ جہاں عرب مبلغین کے علاوہ مقامی نو مسلموں نے اہم کردار ادا کیا اور اکثر جزائر ایمان کی دولت سے فیض یاب ہوئے۔ یہ سلطنت باقی جزائر میں بھی پھیل گئی جو کسی نہ کسی طرح 1755ء تک قائم رہی۔ ۲۵

اسلامی سلطنتوں کے قیام اور اسلام کی اشاعت سے عقائد ونظریات کی اساسی تبدیلی ہوئی، جس سے ہندو بدھ ازم کا خاتمہ ہوا اور دین کی وابستگی نے ملی مقاصد و جذبات واحساسات میں ہم آہنگی پیدا کردی۔

1511ء میں پرتگال نے ان جزائر پر عربوں اور ہندوؤں کی تجارت ختم کر کے علاقے پر اپنا قبضہ جمالیا۔1816 میں برطانوی حکومت نے یہاں کا اقتدار سنبھال لیا اور ہالینڈ سے ایک عہد نامے کی رو سے جزائر کو آپس میں بانٹ لیا۔ بعدازاں اتحادیوں نے یہاں کی زرخیزی اور معدنیات ووسائل سے خوب فائدہ اٹھایا اور جہاں آبادی کا استحصال کیا وہاں مذہبی ودینی فکر کو بھی متاثر کیا اور عیسائیت کی تبلیغ کی۔

آچے کے ایک عالم امام ابوابخول نے اسلامی شعائر کی حفاظت کے لیے ولندیزیوں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف جہاد کا اعلان کیا۔انھوں نے باقاعدہ فوج تیار کی جو تحریک مجاہدین نے شروع کی۔اس سے دیگر جزائر بھی متاثر ہوئے۔وہاں بھی مختلف اسلامی، رفاعی اور معاشی اور معاشرتی تحریکات نے آغاز کیا۔"مثلاً: گوتنگ، روپونگ" (تحریک مواخات) ثانی تحریک، شرکت گانگا سلامی، بودی اوتوموجسی تحریک نے آغاز کیا۔ان تحریکات نے مسلمانوں کی تعلیمی رفاہی، معاشی، معاشرتی سطح پر بہت خدمت کی۔حقوق کا تحفظ کیا۔اوران کے اندر آزادی اور بیداری کی لہر جگادی۔[۲۶]

۲۔جدید اسلامی تحریکات

انیسویں صدی عیسوی کا نصف آخر اور بیسویں صدی میں اسلامی بیداری کے لیے مختلف تحریکات نے جنم لیا۔1912ء میں مشترک اسلام کے نام سے حاجی عمر سعید نے ایک تحریک کی بنیاد رکھی۔یہ جماعت معاشرتی اصلاح کے لیے قائم ہوئی تھی۔اس نے قومی بیداری میں اہم کردار ادا کیا۔اس کا اصل مقصد مسلمانوں کو صحیح اسلامی تعلیمات سے واقف کر کے غیر اسلامی طرز معاشرت کو مٹانا اور اسلامی اخوت اور بین الاقوامی اسلامی اتحاد کو فروغ دینا تھا۔مگر اس جماعت پر سیاسی رنگ غالب آگیا۔تو ضرورت محسوس کی گئی کہ خالص معاشرتی، تعلیمی اور دینی اصلاح کے لیے اس کی ایک ذیلی جماعت تشکیل دی جائے۔چنانچہ حاجی احمد دھلان نے ''جمعیت محمدیہ'' کی بنیاد رکھی، جس کا مقصد تعلیم کی توسیع و اشاعت و غیر ملکی اثرات سے ملک کو بچانا تھا۔[۲۷]

دوسری اسلامی تحریک انڈونیشی علما کی ''جمیۃ العلما'' مجلس خلافت، جمعیت اتحاد اسلامی، موتمر اسلامی شرق الہند قابل ذکر ہے۔

۳۔نہضۃ العلما کی تاسیس وارتقا

''شرکت اسلامی پارٹی'' کی ایک شاخ 1913ء میں مکہ میں بھی قائم ہوئی جس کے محرک عبدالوہاب حسب اللہ (1888-1971) تھے۔انھوں نے انڈونیشیاء واپس آکر 1916ء میں "نہضۃ الوطن" کے نام سے سربیا میں ایک تنظیم نہضۃ العلما کا راستہ ہموار کیا۔حسب اللہ نہضۃ العلما کے محرک اول تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہضتہ العلما کے قیام کا پس منظر یہ ہے کہ بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں مصر کے جدت پسند عالم محمد عبدہ کے خیالات بہت تیزی سے انڈونیشیا میں فروغ پا رہے تھے۔ جس سے انڈونیشی روایت پسند علما خوش نہ تھے۔ دوسری طرف خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے ساتھ ہی ابن سعود کے ہاتھوں حجاز مقدس بھی نکل گیا۔ ان حالات میں روایتی علما کا وہ طبقہ جس کا تعلق عبدالوہاب اور حسب اللہ سے تھا۔ ایک تنظیم کے قیام کی تحریک چلائی جو "نہضتہ العلما" کے نام سے قائم ہوئی۔ 1926ء میں علماء کی سب سے محترم شخصیت ہاشم اشعری نے 1871 تا 1941 میں طبقہ علما میں نہضتہ العلما کے قیام کی درخواست منظور کر لی اور وہ سب سے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ جس کو "رئیس اکبر" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس تنظیم کی جڑیں انڈونیشیا میں بڑی گہری ہیں۔ اس کے ماننے والے شافعی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۲۸ے

انڈونیشیا کے معاشرے میں اس تنظیم کی طاقت وقوت کا اصل سرچشمہ وہاں کے وہ روایتی دینی مدارس ہیں، جہاں طلبہ کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ان کے قیام طعام کا بھی انتظام ہوتا ہے۔ ان مدارس میں دینی علوم کے طلبہ مذہبی علما کی نگرانی میں عربی زبان و ادب اور اسلامی امور سے متعلق دیگر علوم کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ 1992ء کے ایک تخمینے کے مطابق مذہبی علوم کے اس طرح کے مدارس کی تعداد انڈونیشیا میں چھ ہزار سے زیادہ ہے اور ان میں دس لاکھ سے زیادہ طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ ان مدارس کی اکثریت انڈونیشیاء کے دیہی علاقوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور اکثریت نہضتہ العلما سے منسلک ہے اس کے معروف مدارس مشرقی اور وسطی جاوا کے جزیرے میں ہیں اور اب اس تنظیم کا دائرہ تین نسلوں تک وسیع ہو چکا ہے یعنی اس نے انڈونیشیا کی تین نسلوں کو متاثر کیا ہے۔ اس کے ارکان اور حمایتوں کی تعداد تقریباً کروڑ سے زیادہ ہے۔ ۲۹ے

۴۔ منشور و مقاصد، دائرہ کار و لائحہ عمل

نہضتہ العلما یعنی علما کی بیداری کی یہ تنظیم انڈونیشیا کی اس قومی بیداری کی تحریک سے بھی متعلق ہے جس کا محرک شرکت اسلام پارٹی تھی۔ اس کا حقیقی چارٹر جو 1926ء میں تیار ہوا وہ اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مقاصد پر اس طرح روشنی ڈالتا ہے:

1. مختلف سنی مسلک کے علما کے درمیان باہمی تعلقات کو فروغ دینا۔
2. درسی کتابوں کی اس طرح چھان بین کرنا کہ ان میں اہل السنہ والجماعہ کے عقائد کے خلاف کوئی چیز نہ آئے۔ درسی کتابوں کو بدعات سے محفوظ رکھنا۔
3. چاروں معروف اسلامی مسالک کی بنیاد پر اسلام کی جو تصویر ہے، اس کے فروغ کی کوشش کرنا
4. مدارس، مساجد، عبادت خانوں اور اقامت گاہوں کا انتظام وانصرام کرنا
5. یتیموں اور غریبوں کی دیکھ بھال، ایسی جماعتوں کی تشکیل جو زراعت تجارت وصنعت کے شعبوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق فروغ دے سکیں۔

نہضۃ العلما کے اندر مرکزی حیثیت ان علما کو حاصل ہے جن کو انڈونیشیاء میں "کائی" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جن کے بارے میں یہ عام تصور ہے کہ انھیں "عربی" زبان پر مکمل عبور حاصل ہونا چاہیے۔ جس کے لیے مکہ معظمہ میں ایک طویل عرصے کے قیام کو ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ عربی کے علاوہ دیگر قدیم اسلامی علوم میں بھی ان علما کی مہارت ضروری خیال کی جاتی ہے۔ بالعموم انھیں پورا قرآن حفظ ہوتا ہے۔ حدیث کے متن از بر ہوں اس کے علاوہ اگر ان کا سلسلہ اسنا دوروایت رسول ﷺ تک جا پہنچے تو اسے اجازت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مدارس کے ان اعلیٰ ترین علما کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کو اسلام کی مقامی روایت کا بھی علم ہو، وہاں کے رائج طریقت کے مختلف سلسلوں میں سے کسی سے وابستگی ہو۔ یہ علما صرف زاویہ کے چار دیواری تک محدود نہیں بلکہ یہ عام معاشرتی زندگی میں بڑا عمل دخل رکھتے ہیں۔

جمعہ کے خطبے دیگر اسلامی تہواروں پر اپنی تقریروں میں عام لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں۔ ذکر کی محفلیں سجتی ہیں جن میں ہزاروں عقیدت مند اکھٹے ہوتے ہیں۔ فتویٰ دینا بھی ان علماء کی ذمہ داری ہوتا ہے۔ عام انڈونیشی مسلمان باشندوں پر علما کا اتنا اثر ہے کہ وہ بچوں بچیوں کے شادی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیاہ، تجارت گھریلو معمولات میں ان سے مشورہ لیتے ہیں۔ نکاح، طلاق و وراثت کے مسئلے بھی یہی طے کرتے ہیں۔ ان مسلمانوں کو علما کی ذمہ داریوں کا بھی احساس ہوتا ہے لہٰذا اپنے علما کے لیے چاول اور کھانے کی دوسری چیزیں باہمی تعاون سے جمع کرتے ہیں۔ ان کے لیے زندگی کی دیگر ضروریات اور عمارتوں کے لیے تعمیراتی سامان بھی یہی لوگ فراہم کرتے ہیں۔ یعنی علما کو ہر طرح کی معاشی ذمہ داریوں سے بے نیاز کر دیا جاتا ہے۔ نہضۃ العلما کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس تنظیم نے ایک کائی (عالم) کی رہنمائی میں وہاں کی مقبول عام مذہبی روایت کو ایک تنظیمی ڈھانچے میں تبدیل کر دیا۔

قمری مہینوں کے پندرھویں دن مقامی علما کے ذریعے ماہانہ میٹنگ ہوتی ہے۔ جن کا آغاز مقامی لوگوں کی غائبانہ نماز جنازہ سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد تقریروں میں نہضۃ العلما کے پروگراموں کی وضاحت اور پالیسیوں کو بیان کیا جاتا ہے۔ سوالات کا سیشن ہوتا ہے۔ جس میں مقامی لوگوں کو پلیٹ فارم میسر آتا ہے جس میں وہ ذاتی اور روحانی مسائل اپنی قیادت کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔

گویا ہر عالم کی سرپرستی میں پورا ایک معاشرہ مصروف عمل رہتا ہے۔ اپنی عوامی مقبولیت کے سبب ہی علما سیکولر حکمرانوں کے دباؤ سے بھی بالعموم آزاد ہوتے ہیں۔ کیونکہ انھیں مذہبی اختیارات کے ساتھ اقتصادی ذرائع بھی حاصل ہوتے ہیں۔ مجبوراً سیکولر حکمران خود مجبور ہوتے ہیں کہ وہ معاشرے کے نظم و نسق میں ان علما کا تعاون حاصل کریں۔ معاشرے میں علما کی اس اہمیت نے جہاں حکمرانوں کو مجبور کیا نہ صرف وہ انھیں تحائف دے کر راضی کریں وہاں حکمران طبقے کے علما سے اس قربت نے بعض اخلاقی برائیاں بھی پیدا کی ہیں۔ بہرحال بحیثیت مجموعی نہضۃ العلما کا ایک ایسا اتحاد ہے جہاں وہ سیکولر حکمرانوں سے آزاد خود مختار رہ کر معاشرے پر اپنے اختیارات چلاتے ہیں۔ ۳۰

۵۔ نہضۃ العلما کا سیاسی کردار

1930ء سے جنگ عظیم دوئم تک نہضۃ العماء کو انڈونیشی معاشرے میں بہت تیزی سے فر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغ حاصل ہوا۔اس کی ایک وجہ بانی صدر نہضتہ واحد ہاشم تھے (1957-1900) جنھوں نے مدارس کو نئے دور سے ہم آہنگ کرنے کے لیے نیا تعلیمی نصاب متعارف کرایا۔جس میں درجہ پابند ی کے ساتھ نصاب کی تعلیم مدارس میں ضروری قرار پائی۔

جب 1937ء میں انڈونیشیاء میں اسلامی تنظیموں کا ایک اتحاد M.I.A وجود میں آیا تو اس اتحاد میں واحد ہاشم نے نہضتہ العلما کی نمایندگی کی۔انھوں نے 1939ء میں انڈونیشیا میں مقامی باشندوں کی پارلیمانی نمایندگی کے لیے سیاسی مہم میں بھی شرکت کی لہذا اپنے وسیع دائرہ اثر کے سبب نہضتہ العلما انڈونیشیا میں ملکی سطح پر ایک بڑی تنظیم بن کر ابھری جس کے ارکان مختلف جزا ئرتک پھیلے ہوئے تھے۔

انڈونیشیا کی جنگ آزادی جو 1945ء سے 1949ء تک جاری رہی،اس میں نہضتہ العلما نے ماشومی تحریک اسلام کے نوجوانوں نے حزب اللہ کے ساتھ حصہ لیا۔علما نے آزادی کی تحریک میں نئی جان ڈال دی،جب اکتوبر 1945ء کو ایک فتویٰ جاری کیا تو لوگوں نے جنگ آزادی کو جہاد فی سبیل اللہ قرار دے دیا۔اور تمام انڈونیشی مسلمانوں کی ان جنگ میں شمولیت لازمی قرار دے دی۔اب جنگ آزادی اس مرحلے میں پہنچ گئی جب ڈچ حکمرانوں نے انڈونیشیا کی آزادی تسلیم کرلی۔اس عرصے میں تمام علما ماشومی پارٹی کے تحت متحد رہے مگر روایت پسند علما کو تحریک سے یہ شکا یت تھی کہ علماء کی کونسل کو حتمی فیصلہ کرنے کی مخصوص پوزیشن دی جائے۔جبکہ باقی پارٹیوں کے رہنما جو زیادہ تر سیکولر اداروں سے آئے تھے اس پر راضی نہ ہوئے۔لہٰذا نہضتہ العلما موشوی پارٹی سے الگ ہوگئی۔1955ء کے دستوری اسمبلی کے انتخابات میں نہضتہ نے تنہا شرکت کی اور غیر متوقع کا میابی حاصل کی لیکن بحیثیت مجموعی ماشومی تحریک اور نہضتہ العلما سمیت سبھی اسلام پسند پارٹیوں کو شکست ہوئی۔

انڈونیشیاء کی دستور ساز اسمبلی میں نہضتہ العلما اور دوسری اسلامی پارٹیوں کا مطالبہ تھا کہ انڈونیشیاء کی حیثیت شریعت پرمبنی ایک اسلامی ریاست کی ہو۔مگر دیگر علاقاتی اور سیکولر پارٹیوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس کی مخالفت کی اور اس طرح مطالبے پر اتفاق رائے نہ ہو سکا۔ اس دوران انڈونیشیا میں دیگر ایسے واقعات پیش آئے جس سے ملک کی سیاست کی کایا پلٹ گئی۔ ماشومی پارٹی نے دارالسلام کا مطالبہ لے کر ملک کے کئی جزیروں میں بغاوتیں کر دیں اور ایک متوازی حکومت بھی قائم کر دی جس کا فائدہ اُٹھا کر سوکارنو نے دستور ساز اسمبلی تحلیل کر دی اور ان پارٹیوں پر پابندی لگا دی۔ جو بغاوتوں میں ملوث تھی جبکہ نہضۃ العلما کا کردار اس دوران دلچسپ رہا۔ ایک طرف کچھ اسلام پسند پارٹیاں بغاوت کی حمایت کر رہی تھی تو دوسری طرف نہضۃ العلما صدر سوکارنو کو فقہی اصطلاح کے مطابق دستوری سربراہ تسلیم کرتی رہی۔ اس طرح انڈونیشیا کی سیاست میں مختلف کابیناؤں میں شر کت سے وہ متعدد سیاست دانوں کو متعارف کرنے میں کامیابی رہی جیسے مذہبی امور کی وزارت مستقل طور پر نہضۃ العلما کے پاس رہی۔ فوج کی حمایت اور صدر پر دباؤ ڈال کر 1967ء میں سوکارنو نے سوہارتو کو اقتدار سونپ دیا۔

۶۔ 1971ء کے انتخابات اور سیاست سے علیحدگی

انڈونیشیا کی چار بڑی سیاسی پارٹیوں میں صرف نہضۃ العلما ہی کو 1971ء کے انتخابات میں حصہ لینے کا موقع مل سکا۔ اس بار اس نے حزب اللہ کے ساتھ ایک کروڑ پچاس ہزار ووٹروں کی حمایت حاصل کر کے 18.3 فی صد ووٹ حاصل کر کے سابقہ ریکارڈ برقرار رکھا۔ مگر 1971 کے انتخابات ہی دراصل نہضۃ العلماء کے سیاسی زوال کا نقطہ آغاز تھے۔ حکومت نے مجبور کیا کہ وہ ترقیات اتحاد پارٹی میں شامل ہو جائے اس پر بھی حکومت کا براہ راست کنٹرول تھا۔ سوہارتو کی مسلمانوں کے عائلی قوانین اور حقوق کے بعض غلط فیصلوں پر پارلیمان میں واک آؤٹ کیا اور دیگر پارٹیوں نے مظاہرے کیے جن کو کچل دینے کی کوشش کی۔ 1982 میں سوہارتو نے ''پانکشیلا'' کے نام سے ایک ایسا قانون نافذ کرنے کی کوشش کی جو تمام سیاسی اور معاشرتی تنظیموں کی بنیاد قرار پائے۔ جو بعض خونی واقعات کے بعد عوام پر مسلط کر دیا گیا۔ اس وقت جب انڈونیشیا کی زیادہ تر اسلام پسند جماعتیں ''پانکشیلا'' کی مخالفت کر رہی تھیں، نہضۃ العلما کی شوریٰ نے حکومت کی اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پالیسی کو مثبت قرار دیتے ہوئے قبول کر لیا تھا۔شوریٰ نے اس وقت ترقیاتی اتحاد پارٹی سے اپنا رشتہ ختم کر لینے کا فیصلہ بھی کیا اور یہ کہ تنظیم اپنی پہلے کی مذہبی تعلیمی اور معاشرتی تنظیم والی حیثیت کی طرف لوٹ جائے ،گویا اس طرح نہضۃ العلما نے اپنی وہ سیاسی حیثیت ختم کر لی جو آزادی کے بعد قائم کی تھی ۔1984 میں اس ضابطوں کی تصدیق کر دی۔نہضۃ العلما کو غیر سیاسی رنگ دینے میں احمد صدیق (1990-1926) نے کلیدی کردار ادا کیا۔

1884 میں جب وہ شوریٰ کے سربراہ منتخب ہوئے ،عبدالرحمان واحد کو انتظامی کونسل کا سربراہ منتخب کیا گیا۔(عبدالرحمٰن ہاشم اشعری کے پوتے اور واحد ہاشم کے بیٹے ہیں)ان کے خاندانی پس منظر کی وجہ سے بھی نہضۃ العلما کے کسی ذمہ دار کو ترقیاتی اتحاد پارٹی میں کسی ذمہ داری پر نہیں رہنے دیا۔سیاست سے نہضۃ العلما کی سیاسی حیثیت ختم ہوگئی۔

1990 میں احمد صدیق کی وفات کے بعد نہضۃ العلما کے سیاہ وسفید پر عبدالرحمان واحد کا قبضہ ہے۔ جو مذہبی اصطلاحات کے بعد نہضۃ العلما کی پالیسیوں کی وضاحت کرتے ہیں۔ان کے مطابق نہضۃ العلما کو سیاسی وغیر سیاسی رویے کو اسلامی روایت کے پس منظر میں دیکھا جانا چاہیے ،جس کی یہ وارث ہے۔اب عام انتخابات میں اس جماعت کے صدر کو انڈونیشیا کا صدر منتخب کر لیا گیا اب اس وقت یہ دیکھنا ہے کہ یہ تنظیم شریعت کے نفاذ کے لیے کوشش کرتی ہے۔[۳۲]

۷۔مجلس شوریٰ مسلمی انڈونیشیا:۔(ماشومی پارٹی)

یہ جماعت ۸ نومبر 1945 کو قائم ہوئی۔اس کے بانی شرکت اسلام کے ایک رہنما ڈاکٹر محمد سو کیمان تھے۔[۳۳] اور وہی اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔شوریٰ اسلامی انقلاب کی علمبردار جماعت تھی اور اسلام کو صرف مذہب نہیں بلکہ ایک مکمل نظام حیات تصور کرتی تھی۔ یہ جماعت سیکولرزم اور پنج شیلا کے اصولوں کے خلاف تھی اور انڈونیشیا کو ایک جمہوری اسلامی مملکت بنانا چاہتی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دسمبر 1949 میں جکارتہ میں ایک بہت بڑی اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی اس کانفرنس میں ماشومی پارٹی کا نصب العین اور طریق کار طے کیا گیا اور مختلف امور کے لیے کمیٹیاں بنائی گئیں جن میں ایک کمیٹی اسلامی دستور کی تدوین کے لیے تھی۔ ماشومی پارٹی چونکہ انڈونیشیا کی سب سے بااثر اور فعال پارٹی تھی ان کی طرف سے اسلامی دستور کی ضرورت کا اظہار گویا یہ معنی رکھتا تھا کہ انڈونیشیا مستقبل میں اسلامی ریاست کی شکل اختیار کرے گا۔ ماشومی تحریک جو اسلامی تنظیموں کا نسبتاً وسیع اور زیادہ موثر پلیٹ فارم ثابت ہوئی اس نے جاپانی قبضے کے دوران ڈچ استعمار کے خلاف اپنے عسکری بازو ”حزب اللہ“ کے نام سے تشکیل دیا جبکہ سارے مسلم نوجوان استعمار کے خلاف جاپانی فوج میں رضا کار کے طور پر شامل ہوئے۔ جاپانی فوجوں نے ان کو تربیت دی، جو انڈونیشیا کی آزادی تک جاری رہا۔ ماشومی تحریک کے نوجوان ”حزب اللہ“ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ان کے کمانڈوز کے دستے میں دیگر اسلام پسندوں نے بھی حصہ لیا۔ فوجی تعاون کے ساتھ ان علما نے جنگ کو نیا رنگ دے کر انڈونیشیا 1950ء کی آزادی کو ممکن بنا دیا۔۳۴

مگر عملی سیاست کے میدان میں جب 1955ء کے دستوری اسمبلی کے انتخابات ہوئے تو پارلیمنٹ کی 237 نشستوں میں سے 57 ماشومی نے 45 نہضۃ العلما نے اور اشتراکی پارٹی نے 39 نشستیں حاصل کیں۔ چنانچہ ماشومی کو حزب اختلاف میں رکھتے ہوئے باقی جماعتوں نے ایک مخلوط وزارت قائم کر دی۔

لاہور میں منعقد ہونے والے کلوکیم (۲۹ دسمبر ۵۷ء تا ۸ جنوری ۵۸ء) میں انڈونیشیا کے جو مندوب شریک ہوئے تھے، ان میں سے تین ماشومی پارٹی سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ تینوں حضرات عربی کے بہت اچھے عالم اور ادیب تھے اور مجلس ساز اسمبلی کے ممبر تھے۔ ان کے مطابق ان کے ملک کی اکثریت اسلامی دستور کا تقاضا کر رہی ہے، مگر سوکارنو صاحب برابر سیکولروں کا آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ ۵۶ء میں ہونے والے انتخابات میں دیگر پارٹیوں کے ذ مطمل موقف نے سوکارنو کے ہاتھ مضبوط کر دیے، جس سے بعد میں ملک کے اندر بغاوت پھیل گئی اور آمریت اور کمیونزم کے لیے راہیں ہموار ہو گئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر ناصر کی دستوری تقریر

انڈونیشیا کے اسلام پسند رہنماؤں میں ڈاکٹر ناصر ممتاز اور مقبول شخصیت ہیں۔ ماشومی پارٹی میں ان کی شرکت اور پھر وزارت نے ان کو پارٹی کا ممتاز رہنما بنا دیا۔ ۱۹۵۱ء میں وزیر اعظم کے عہدے پر بھی رہے مگر صدر سوکارنو کی آزاد خیالی زیادہ عرصے ان کے ساتھ نہ چل سکی۔ انھوں نے ڈاکٹر سوکارنو کے نظریات پر کھل کر تنقید کی اور نوبت خانہ جنگی تک پہنچ گئی۔

اسلامی محاذ کی طرف سے ڈاکٹر کی طویل ترین تقریر اپنے مواد اور جامعیت اور دلائل و تجزیہ کے لحاظ سے دستوری موضوع کی نادر تقریروں میں سے ہے۔ انھوں نے اپنی تقریر میں صرف پنچ شیلا کو اور سوشلزم کو بے نقاب نہیں کیا بلکہ اسلام اور اسلامی نظام کی اہمیت و ضرورت کو ٹھوس دلائل سے ثابت کر کے اسلامی دستور چاہنے والوں کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا۔ اور مخالفین کے لیے اتمام حجت کر دیا۔ ۳۵

۸۔ تحریک نہضۃ اسلامی تیونس

شمال مغربی افریقہ میں واقع عرب ممالک تیونس، الجزائر، مراکش وغیرہ کی سرحدیں ان کا استحصال کرنے والی بڑی مغربی اقوام سے گھری ہوئی ہیں۔ یہ استعماری طاقتیں ماضی میں ایک سے زیادہ بار انھیں ہڑپ کر کے اپنے اپنے ملک میں شامل کرنے کی مذموم کوشش کر چکی ہیں۔ ان ممالک کے مسلم معاشرے، بالخصوص اسکولوں، یونی ورسٹیوں، انتظامی اور مالی امور کے شعبوں پر فرانسیسی چھاپ واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔ تیونس ایک مدت سے فرانسیسی زبان اپنائے ہوئے ہے۔ گذشتہ صدی کے ۶۰ اور ۷۰ کے عشرے میں یونیورسٹیوں میں تدریس کی زبان فرانسیسی تھی تاہم طاقت ور اسلامی رجحان کی بدولت ۷۰ کے عشرے کے اختتام میں عربی کو تدریسی زبان بنوانے میں کامیابی نصیب ہوئی۔ اس کے خطے میں اسلامی تحریک گذشتہ صدی کی 70 کی دہائی میں اس وقت برپا ہوئی جب اسے سیکولر یا مغربی بنانے اور اسکی تہذیب کو کھوکھلا کرنے کی کوشش شروع ہوئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر چہ تیونس کا سرکاری مذہب اسلام ہے مگر عملاً اس نے لادینی مملکت کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ ایک مغربی مصنف نے ملک کے اس تضاد کے بارے میں یوں لکھا ہے کہ "تیونس میں ایک غیر فیصلہ کن تضاد پایا جاتا ہے۔ آئین میں کہا گیا ہے کہ ریاست کا مذہب اسلام ہے لیکن حکومت اور بڑے بڑے رہنماؤں کا ماحول اور زندگی سخت قسم کی سیکولر ہے۔ اعلیٰ عہدے دار مذہبی جذبات سے عاری ہیں لیکن عوام میں اسلام کا جذبہ قوی ہے۔"[۳۶]

مگر اب تحریک اسلامی اللہ کے فضل و کرم سے ایک عشرے سے بھی کم عرصے میں اسلام کو نوجوان نسل کے قلب و دماغ میں از سر نو راسخ کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ نتیجتاً نوجوان نسل انتہائی تیزی اور قوت کے ساتھ سیاسی، سماجی اور ثقافتی میدانوں میں اسلام کی سربلندی کے لیے کوشاں ہوگی۔ اسلامی تحریکوں کو مختلف سطحوں پر مسلسل ایسی سازشوں کا ہدف بنایا گیا جو اسے مکمل طور ختم کرنے کے لیے کافی تھیں۔ لیکن اس کے باوجود ہم پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی تحریک نے اسلامی تشخص کا معرکہ جیت لیا۔

حتیٰ کہ تیونس پر مسلط سیکولر نظام، جو دینی شعائر اور اسلامی تعلیمات کا سخت مخالف تھا، اس بات پر مجبور ہو گیا کہ وہ مسلمانوں میں اسلامی شناخت رکھنے والے اطلاعاتی ونشریاتی چینلز کو کھولنے کی اجازت دے اور سیاسی اسلام کے حقیقی نمایندوں، مثلاً شیخ القرضاوی اور شیخ سلیمان المعودة" کو تیونس کے تبلیغی دعوتی دورے کرنے میں مزاحم نہ ہو۔[۳۷]

عالم عرب کے اس خطے میں عربیت اور فرانسیسیت کے حامیوں کے مابین ثقافتی معر... اب تک جاری ہے۔ اسلامی بیداری کی لہر کو مسلسل بیخ کنی کی پالیسی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ گذ... موجودہ دور حکومت میں وہاں پر اسلام کے سرچشمے خشک کرنے کی پالیسی پر عمل ہوتا رہا ہے۔ اسلام سے متعلق ہر چیز کو ہدف بنایا گیا حتیٰ کہ ایک لمبے عرصے تک نماز کی ادائیگی کو بھی سیاسی صف آرائی کی علامت قرار دیا جاتا رہا۔ حجاب ممنوع تھا اور اب تک ممنوع ہے۔ اسلام سے متعلق لٹریچر حتیٰ کہ قدیم اسلامی کتب کی اشاعت اور تہذیب و تالیف پر پابندی ہے۔ وزارت داخلہ کے سیاسی امور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے متعلق شعبے کے کمیونسٹ افسروں کی اجازت کے بغیر پورے ملک میں کوئی کتاب قابل مطالعہ نہیں ہوتی۔

انتخابات

یہ اقدامات ۱۹۸۹ء کے ان انتخابات کے بعد شدید تر ہو گئے جس میں حرکۃ نہضۃ الاسلامیہ (اسلامی تحریک نہضہ) نے انتخابات میں بھرپور کامیابی حاصل کی تھی۔ جمہوریت کے دعوے دار مغربی ممالک کی آشیرباد سے انتخابی نتائج مسخ کر دیئے گئے اور کامیاب امیدواروں کو گرفتار کر لیا گیا۔[۳۸]

تیونس اب تک یہ انتخابی نتائج تبدیل کر دینے اور عوام کی رائے سلب کر لینے کے بد اثرات سے چھٹکارا نہیں پا سکا برسر اقتدار ٹولہ ملک پر اپنے قبضے کو مضبوط کرنے کے لیے ہر جتن کر رہا ہے وہ اب تک اسلامی تحریک کی اس پیش رفت کو ہضم نہیں کر پایا اس کی ہر ممکن کوشش ہے کہ قوم کے دل و دماغ سے تحریک نہضہ کی قربانیوں اور انتخابی کامیابی کو نام نہاد ترقی کے نعروں کے ذریعے محو کر دے۔ حکمرانوں نے یہ تہیہ کر رکھا ہے کہ وہ اپنے مخالفین کو کچلنے کے لیے ہر ہتھکنڈہ استعمال کریں گے۔ حکمران ٹولے کو بیرونی سانحات اور وقعات سے بھی خوب تقویت ملی ہے۔

جبر کے باوجود بیداری کی لہر

تیونس پر صدر بورقیبہ کی گہری چھاپ ہے، جس نے کچھ اپنی کوشش اور کچھ بیرونی استعماری طاقتوں کی مدد سے "قومی تحریک" کی قیادت پر قبضہ کر لیا صدر بورقیبہ کچھ زیادہ ہی مغرب زدہ تھے۔ اتاترک ان کی پسندیدہ شخصیت تھی۔ ان دونوں باتوں نے اس کی شخصیت و ذہنیت کو ایک خاص نہج پر ڈال دیا تیونس میں حبیب بورقیبہ نے ملک کا سربراہ مقرر ہوتے ہی اسلام کے عقائد شریعت اور شعائر پر حملوں کا آغاز کر دیا جس کے نتیجے میں ملک میں ایک انتہا پسند سیکولر اور مخالف اسلام ٹولہ وجود میں آ گیا۔ اس گروہ نے اسلام کو ختم کر دینے یا پھر اس مغربی نمونے کے مطابق ڈھال لینے کا مشن سنبھال لیا۔ اس طرح تیونس میں عوام الناس سے الگ تھلگ ایک اعلیٰ طبقہ قائم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گیا جو عوام کو حقیر و کمتر سمجھتا تھا۔ رنگ و نسل پر مبنی ایک سخت متعصبانہ نظام میں جو تعلق گوروں کا سیاہ فاموں سے ہوتا ہے، وہی اس طبقے کا عوام سے تھا۔ عصر حاضر کے مشہور مورخ پروفیسر محمد الطالبی نے اپنی کتاب ''الانسلاخیون'' میں اس طبقے کے حالات کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے تحریک اسلامی کے لیے اس قسم کے طبقہ اشرافیہ کے ساتھ معاملہ کرنا بہت مشکل تھا۔

تیونس کے موجودہ صدر زین العابدین علی کے دور حکومت میں اس سیکولر انتہا پسندی میں کسی قدر کمی ہوئی ہے کیونکہ عوام نے اس انتہا پسندی کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

بن علی کا تعلق بھی اس مخصوص سیکولر لابی سے تھا، اقتدار پر ذاتی تسلط رکھنے کی اس حرص نیز سیکورٹی کے بارے میں اس کے مخصوص مزاج کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے اقتدار پر اپنے شخصی تسلط کے لیے تحریک اسلامی کو سب سے بڑا خطرہ سمجھا اور اسے کچلنے کا تہیہ کر لیا۔ ۱۹۸۹ کے انتخاب میں تحریک نہضت کی کامیابی نے اس کے ارادوں کو مزید پختہ کیا۔ یہ نتائج خود تحریک کے لیے بھی حیران کن تھے۔ ۳۹

چنانچہ صدر بن علی نے نہضت کو مکمل طور پر میدان سے باہر دھکیلنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اس مقصد کے لیے اس نے تمام سیاسی اور نظریاتی مخالفین سے بھی مدد لی۔ ان سب لوگوں نے اسلام عربیت اور اسلامی ثقافت پر یلغار کی خاطر صدر بن علی کے ساتھ مکمل تعاون کیا۔ تاہم گذشتہ برسوں میں سیکولر اتحاد میں قدرے کمی آئی ہے۔ اسلامی تحریک کو کچلنے کے جامع سیاسی منصوبے پر اب بھی اس طرح عمل ہو رہا ہے۔ جیلوں سے نہضت کے تقریباً ۳۰ ہزار قیدی رہا ہو چکے ہیں۔ اب صرف اسلامی تحریک کے سابق سربراہ ڈاکٹر صادق مشورو اور ان کا بھائی جیل میں رہ گئے ہیں۔ جیلوں سے رہا ہونے والے ہزاروں شیدایان اسلام اپنے دین پر استقامت سے قائم رہے ہیں۔ ہر اذیت کو برداشت کیا۔ کئی کو شہادت کے منصب پر فائز ہو کر موت کے منہ میں جانا پڑا۔

ہزاروں جوان تنگ و تاریک جیل سے باہر آ کر اب ملک کی کھلی اور متحرک جیل میں آ چکے ہیں۔ پولیس کی نگرانی میں آزادانہ نقل و حرکت نہیں کر سکتے۔ سرکاری ملازمتوں کے دروازے ان پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بند ہیں۔ علاج معالجے کے حق سے محروم ہیں۔ سیاسی و سماجی تنہائی کا شکار ہیں۔ گویا وہ غزہ میں محصور ہیں۔ ان کی اس حالت کو قسط وار موت کہا جا سکتا ہے۔

یہ نہ سمجھا جائے کہ ملک کی جیلیں خالی پڑی ہیں۔ ملک کی آزادی کے بعد یہ ایک دن کے لیے خالی نہیں ہوئیں، ایک گروپ رہا ہوتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ پہلے بائیں بازو والے تھے پھر اسلام پسند آجکل نہضت کی جگہ "الصحوہ" بیداری کے نوجوانوں کا اسلامی گروپ بند ہے۔ برسر اقتدار طبقہ تحریک نہضت کو کچلنے میں ناکام رہا اور اب نہضت حزب مخالف کی ''الجہاد'' جمہوری پارٹیوں کے ساتھ اتحاد کر کے دوبارہ میدان سیاست میں آچکی ہے۔ نہضت نے اپنی کارکردگی پر نظر ثانی کی ہے اور حالات و مواقع کا غلط اندازہ لگانے میں اس سے غلطیاں سرزد ہوئیں، ان کا اعتراف کر چکی ہے۔ چنانچہ حکومت نے ریڈیو "الذ یتونتہ" کو قرآن کی تلاوت تشریح و دینی مواعظ کی اجازت دے دی ہے۔ اور اس ریڈیو اسٹیشن نے تھوڑی مدت میں مقبولیت حاصل کر لی ہے۔ یہ پسپائی سیکولر حلقوں کے لیے تشویش کا باعث ہے اور وہ پھر نہضت کو ہدف بنانا چاہتے ہیں۔

فی الوقت ایسی کوئی علامت نظر نہیں آرہی کہ برسر اقتدار طبقہ اپنی روش چھوڑ دے گا۔ تیونس کے ماضی کے ورثے میں استبداد اور شخصی حکمرانی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ یہ خیال کہ تیونس حکمران اپنی روش بدل لیں گے محض ایک دل فریب آرزو ہے۔ تاہم پیش رفت ضرور ہے، جو خوش آیند بات ہے۔[۴۰]

نہضت کا سیاسی تشخص

اس تحریک نے کبھی حکومت میں شریک ہو کر کبھی حزب اختلاف کی صورت میں اپنا سیاسی وجود بھی منوالیا ہے اور یوں مراجعت الی الاسلام (اسلام کی واپسی) کی منزل قریب آگئی ہے۔ اگر کوئی محقق اس بات کا تدریجی جائزہ لے کہ تیونس میں حقوق انسانی کے مسئلے میں کیا پیش رفت ہوئی ہے، تو وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ تحریک اسلامی کا کردار فیصلہ کن رہا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب حقوق انسانی کے تحفظ کے لیے تیونس لیگ کے نام سے ایک اتحاد وجود میں آیا تو مارکسی طاقتوں نے اس تنظیم سے حامیان اسلام کو دور کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی مگر اب حقوق انسانی کی ان تنظیموں کی کامیابی سب کو دکھائی دے رہی ہے۔ جو اسلام پسندوں کے قریب تر ہیں۔ پہلے یہ صرف حکومتی پالیسوں کی مخالفت کے باعث جیلوں میں ٹھونسے ہوئے لوگوں کے خلاف تھیں مگر آج یہ تنظیمیں اکثر اسلام پسندوں کے قریب ہیں۔ غرضیکہ یہ مسلمان معاشرے تمام ترسختیوں، رکاوٹوں اور پابندیوں کے باوجود اسلام ہی سے اظہار محبت کرتے ہیں۔ اپنے درخشندہ مستقبل کے لیے ان کی واحد امید اسلام ہی ہے۔ یہ تحریک وسیع تر اصلاح کی علم بردار ہے اور سیاست تو اس کا صرف ایک پہلو ہے۔ اگر مملکتیں استبداد پر مبنی نہ ہوتیں اور ان میں حد سے بڑھی ہوئی مرکزیت نہ ہوتی تو تحریک اسلامی ان سے ہرگز متصادم نہ ہوتی اور اس کی سب سے بڑی سرگرمی دعوت دین کے ساتھ ساتھ عوام کی صحت، تعلیم اور ترقی میں ان کی خدمت گار ہوتی۔ اس تحریک کا ایک شاندار پہلو نوجوان نسل کو متصادم، جرائم اور بے کاری کے مشاغل سے بچاتا ہے۔ وہ احیائے اسلام کی مہم بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بالعموم حزب اختلاف میں رہی ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ سب سے طاقت ور ترین حزب اختلاف یہ تحریک رہی ہے۔

اس کا ایک مقصد رائے عامہ کو ہموار کر کے اسلام کی تعلیمات کے مطابق کرنا ہے۔ اسی وجہ سے ہر غیر جانب دارانہ شفاف انتخابات میں اس کا پلڑا بھاری رہتا ہے۔ خواہ وہ ملک کے عام سیاسی انتخابات ہوں۔ طلبہ یا کسی مزدور یونین وغیرہ کے تفصیلی تجزیہ کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ موجودہ حالات میں کسی بھی ملک میں تحریک اسلامی کا تنہا اقتدار سنبھالنا نہ صرف اس کے لیے بلکہ متعلقہ ملک کے مفاد میں بھی نہیں، خواہ ووٹوں کی اکثریت کی بنا پر تنہا حکومت کرنا اس کا حق ہی کیوں نہ ہو۔ تحریک کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ وہ مختلف معاہدوں کے ذریعے اقتدار میں شریک ہو کر معاشرے میں بنیادی تبدیلی لائے جو زیادہ موثر اور دیرپا انقلاب کا باعث ہوتی ہے۔ بتدریج عمل کا ثناتی اور عمرانی حقیقت ہے۔[۱۴]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالکم لاترجون للّٰہ وقارا ط وقد خلقکم اطوارًا ط ۴۲

تمھیں کیا ہو گیا کہ اللہ کے لیے تم کسی وقار کی توقع نہیں رکھتے، حالانکہ اس نے طرح طرح سے تمھیں بنایا ہے۔

یعنی وہ تمھیں تخلیق کے مختلف مدارج اور اطوار سے گزرتا ہوا موجودہ حالت پر لایا ہے۔

۹۔ملائیشیا

ملائیشیا کی نصف سے زیادہ آبادی چونکہ غیر مسلموں پر مشتمل ہے، اس لیے اس مملکت کو خالص اسلامی مملکت بنانے کا کام خاصا مشکل ہے۔اس غیر مسلم آبادی کی وجہ سے اس کو مشرق بعید کا نائیجریا یا لبنان کہہ سکتے ہیں مگر حوصلہ افزا بات یہ ہے کہ چینی آبادی تیزی سے اسلام قبول کر رہی ہے اور "میلے" باشندے بڑے راسخ العقیدہ مسلمان ہیں۔

ملائیشیا میں اس وقت کوئی بڑی منظم با اثر اسلامی تحریک نہیں ہے۔اسلامی نظام کی علمبردار ایک جماعت جس کا نام "پان میلے اسلامک پارٹی ہے "جس کا مضبوط گڑھ ریاست " کیلانٹان" جسے مغربی اخبار" محض مکہ " کہتے ہیں اس کے علاوہ تحریک دعوت" ہے جو ایک رفاہی قسم کی تحریک ہے۔۴۳

۱۰۔ملائیشیا میں دارالارقم کی دعوتی تحریک

یہ ایک رضا کار غیر سرکاری دعوتی تحریک ہے۔ جو کہ ملائیشیا میں شروع ہوئی۔اس کا قیام 1968ء میں شیخ اشعری محمد التمیمی کے ہاتھوں ملائیشیا میں معرض وجود میں آیا۔اس کا بنیادی مقاصد اسلامی اقدار و عقائد کا احیا اور روزمرہ زندگی میں ان پر عمل کرنا ہے۔اس تحریک کے ابتدائی پیروکار میں غریب افراد تھے، جن کا تعلق کوالالمپور سے تھا اور شیخ انھیں قرآن اور دین کی دیگر بنیادی تعلیم دیا کرتے تھے شیخ چاہتے تھے کہ یہ لوگ اپنے موروثی دین اور ثقافتی روایات کے تناظر میں اپنی ذاتی شناخت کی اصلاح کریں۔خود تشخیص اور ذاتی اصلاح اور ایک صحیح اسلامی شخصیت کی تشکیل اس تحریک کی ضروری بنیاد تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے ابتدائی سالوں میں اس کا مزاج دھیما تھا۔ اس کی سرگرمیوں نے مطالعاتی گروپ کی شکل اختیار کرلی، جو کہ اس کے پہلے مرکز کوالالمپور میں قائم ہوا۔ یہاں اس تحریک کا نام ''دارالارقم'' رکھا گیا۔ جو صحابیؓ رسول حضرت ارقم بن ابی ارقمؓ کی نسبت سے تھا۔ جنھوں نے مکہ میں اپنا گھر اسلام کے ابتدائی ایام میں دینی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔

دارلارقم میں وسعت

دارلارقم نے اپنے مشن کو تیسرے سال میں وسعت دی یعنی 1970ء میں شیخ اشعری کی شہرت ان کے پبلک لیکچرز کے ذریعے سے ہوئی، جو وہ رہائش گاہوں، مساجد، سکولوں دفاتر اور یونیورسٹیوں میں دیا کرتے تھے۔ پھر ذرائع ابلاغ کے استعمال میں وسعت آتی گئی۔ اس کے ساتھ اسلامی طرز زندگی کے حوالے سے نمائش بھی منعقد کی جانے لگی۔ درالارقم سنٹر 1973ء میں اپنے پہلے اسلامی ریاست نسگی پینگال منتقل ہو گیا۔

1979 میں دارلارقم کی سرگرمیوں کو عالمی سطح پر وسعت ملی، جب اس نے اپنے حامیوں کو بیرون ملک بھیجا۔ 1988 سے شیخ اشعری نے بڑی سطح پر سفارتی تعلقات اور دعوتی پروگرام تشکیل دیے۔ بیرون ملک سطح پر اس کے ساتھ ساتھ دارلارقم کی شاخیں قائم ہوئیں۔ دنیا کے مختلف ملکوں میں جن میں سنگاپور، انڈونیشا، تھائی لینڈ، فلپائن، بروناَئی، برطانیہ، فرانس، جرمنی، امریکہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، پاکستان، اردن مصر، ازبکستان اور چین شامل ہیں۔ اس کے ممبران کی تعداد جو کہ 1976 میں صرف 70 تھی۔ 1987 میں 60000 تک اور 1993 میں 10,0000 تک جا پہنچی۔

اس وسعت کی وجہ اس کی اسلام کو مفاہمانہ عملی اور مثالی انداز میں پیش کرنے کی بھرپور کوشش ہے۔ اس تحریک نے 48 ایسے اسلامی دیہات قائم کیے، جو ملائیشیا میں نمونہ تھے اسلامی، سماجی اور معاشی نظام کی تحریک نے 257 سکول ملائیشیا میں اور 11 بیرون ملک قائم کیے۔ جن میں طلبہ کی کثیر تعداد موجود ہے۔ اس تحریک نے 4 اخبارات اور 15 ماہنامے شائع کیے جن کی مجموعی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشاعت 97,3,000 تک ہے۔ مطبوعات کے حوالے سے دارالارقم کا اپنا کمپیوٹر سنٹر اور نظام ہے اور ریکارڈنگ سٹوڈیو بھی ہے۔ 1993 میں سٹوڈیو نے 450 آڈیو کیسٹس اور 500 ویڈیو کیسٹس بنائیں، جو مذہبی مذاکروں انٹرویوز اور توضیحی مذاکروں اور مکالمات، بچوں کے پروگرام، اسلامی شو اور اسلامی ترانوں پر مشتمل ہیں۔ اس ادارے کی اپنی ایڈورٹائزنگ ایجنسی بھی ہے۔ ایک اسلامک میڈیکل سنٹر کوالالمپور میں ہے۔ تین کلینک علاقائی مراکز میں اور چھوٹے کلینک تقریباً ہر گاؤں میں قائم ہے۔

دارلارقم نے اپنے اسلامی دیہاتوں کو 1991 اسلامی آرٹس ٹریک سنٹر میں تبدیل کر دیا۔ سکول آف اسلامک کلچر اینڈ آرٹس (Maksi) کے نام سے تحریک جانی جاتی ہے۔ اپنے عوامی اسلامی کلچر، شاعری اور میوزک کے حوالے سے دارلارقم کا اپنا 120 ایکٹر کا زراعتی کمپلیکس باتو ہمیر پیراک" میں قائم ہے۔ جہاں زراعتی تربیت بھی ہے۔ یہ اپنے تمام دیہاتوں میں کاشتکاری کا ذمہ دار ہے۔ جبکہ فش فارم، پولٹری فارم، پھولوں کی نرسری بھی قائم ہے۔ معاشی ترقی کے میدان میں دارلارقم کی اپنی 45 مصنوعات ہیں۔ مختلف قسم کے 417 کاروبار ہیں۔ دارلارقم اپنے کاروبار بیرون ملک ازبکستان، انڈونیشیا، چین اور سنگاپور میں چلاتی ہے۔ اگست 1993 میں چیانگ مائی، تھائی لینڈ میں منعقد پہلی دارلارقم عالمی معاشی کانفرنس میں شیخ اشعری نے الارقم گروپ آف کمپنیز کا اعلان کیا جو اس بات کا عکاس ہے کہ اب تحریک مارکیٹ اکانومی میں سنجیدگی سے شرکت چاہتی ہے۔ یہ گروپ 22 سیکشن پر مشتمل ہے، جو مختلف قسم کے معاملات اور سرگرمیوں کے ذمہ دار ہیں۔

۱۱۔ تنظیم

دارلارقم کی کامیابیوں نے اسے بیرونی مدد سے آزاد کر دیا ہے۔ اس کی ساخت اور ڈھانچہ ایک قوم کی مانند ہے۔ اعلیٰ ترین قیادت شیخ الارقم یا امیر کہلاتی ہے، جو شیخ اشعری کی شکل میں راہنمائی فراہم کرتی ہے۔ بانی راہنما کی مدد کے لیے وزارتی طرز کا نظام ہے، جو نائب امراء اور نائبین پر مشتمل ہے۔ تحریک کا نظام علاقائی ریاست اور لوکل گورنمنٹ طرز پر ہے۔ 23 امرا بغیر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریاست کے بھی ہیں، اس ڈھانچے میں 13 وزرا ہیں جو " امیر شکباہ" کہلاتے ہیں، جو تمام شعبوں کے انتظام سنبھالتے ہیں۔

دارلارقم نے دور رس اثرات مرتب کیے ہیں۔ مسلمانوں کی مذہبی سماجی اور سیاسی زندگی پر بالخصوص ملائیشیا اور دیگر ممالک میں اس تحریک نے اعلیٰ مثال پیش کی ہے۔ اگرچہ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ دارلارقم پر پابندی قانونا نہیں لگائی جاسکتی کیونکہ بنیادی طور پر یہ ایک "دینی مطالعاتی گروہ" ہے اور قانوناً ضروری نہیں کہ وہ رجسٹرڈ ہو (ملائیشن سوسائٹی ایکٹ کے تحت) سوسائٹی رجسٹرڈ کے پاس حکومتی نیشنل فتویٰ کونسل نے 1994 میں اسے خلاف قانون قرار دے دیا کہ یہ "نظام کے لیے خطرہ ہے" دارلارقم مقاصد کے حصول کے لیے دعوۃ کے ذریعے سے کوشاں ہے۔ ابتدا فرد سے کرو جس کے لیے شیخ اشعری دو اصول دیتے ہیں۔ پہلا اپنے آپ کو تبدیل کرو پھر دوسروں کو تبلیغ کرو، دوسرا ان لوگوں کے دل جیتو نہ کہ پارلیمنٹ کی سیٹیں۔ پہلا اصول وسیع سوچ کو ظاہر کرتا ہے۔

تحریک کا مقصد:۔ اس کا مقصد شریعت کی پانچ بنیادوں کو قائم کرنا ہے۔

1۔ واجب　　2۔ سنت　　3۔ حلال

4۔ حرام　　5۔ مکروہ بات پر عمل ہونا چاہیے۔ تمام حوالوں سے حقوق اللہ اور حقوق العباد ہر دو حوالوں سے، اصل مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہے اور اس کا طریقہ کار اپنے تناظر دنیا کی تعمیر نو اور عملی سوجھ بوجھ اختیار کرنا ہے۔ اگر اس کو حاصل کر لیا تو گویا مقصد حاصل کر لیا۔

شیخ اشعری بے داغ رہنما اصول دیتے ہیں۔ اپنی تمام سرگرمیوں کو عبادت بنانے کے لیے، پہلا معاملات کی بنیاد میں نیت اللہ کی رضا کا حصول منظم انداز میں اطاعت امیر کا تصور اجاگر کرتی ہے۔[۴۴]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجزائر میں "اسلامی محاذ نجات (اسلامی سالویشن فرنٹ)"

ا۔ الجزائر میں اسلامی تحریک کا پس منظر

بیسوی صدی کے ربع اول کے آخر میں قومی جدوجہد آزادی کا جو دور شروع ہوا ان میں ایک اہم نام "جمعیۃ علما الجزائر" کا ہے۔ جمعیۃ العلما کا قیام 1926 میں الجزائر کے ممتاز عالم دین عبدالحمید بن بادیس نے کیا۔ شیخ کی نظر قرآن مجید پر بہت گہری تھی۔ انھوں نے تنظیم کے قیام سے قبل ایک طویل عرصے تک قرآن مجید کے درس کا سلسلہ جاری رکھا جس کی وجہ سے علما کے علاوہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ بھی ان سے خاصی قربت رکھتا تھا۔ تنظیم نے اپنا زیادہ زور دینی اور معاشرتی اصلاح پر دیا۔ یہ اپنا پیغام مدرسوں کلبوں، اخباروں اور رسالوں کے ذریعے عام لوگوں تک پہنچاتی تھی۔ جمعیۃ العلما کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے فرانس کی ثقافتی یلغار کے سامنے بند باندھنے کی کوشش کی اور الجزائر میں مسلم ثقافت کو زندہ رکھا، جس کے حامی مراکز جمعیۃ کے زیر اہتمام چلنے والے مدارس تھے۔ 1951 میں الجزائری محاذ برائے دفاع حریت کی تشکیل عمل میں آئی جس نے دیگر جماعتوں کے ساتھ مسلح جدوجہد آزادی شروع کی۔ 1958 میں قومی محاذ نے عارضی حکومت قائم کر لی اور آخر کار 1962 کو سات سال کی مسلح جدوجہد کے بعد الجزائر کو آزادی نصیب ہوئی۔ جیسا کہ یورپ کے دور استعمار کے خاتمے کے بعد دیگر مسلم ممالک کے ساتھ ہوا کہ اقتدار پر بالعموم قوم پرست سوشلسٹ یا اشتراکی عناصر قابض ہوئے۔ الجزائر میں بھی یہی کچھ ہوا۔ آزادی کے بعد اقتدار محاذ آزادی کے ہاتھ میں آیا جس پر سوشلسٹوں کا قبضہ تھا۔[۴۵]

شمالی افریقہ کا وہ علاقہ جو "المغرب العربی" کے نام سے جانا جاتا ہے لیبیا، تیونس کے بعد الجزائر المغرب العربی کا تیسرا ملک ہے۔ 1553 میں مشہور ترک امیر البحر خیرالدین باربروسا نے الجزائر کو فتح کر کے سلطنت عثمانیہ کا ایک حصہ بنا دیا۔ یہ ترقی کے دور کا آغاز تھا جو 1930 تک قائم رہا اور الجزائر کی موجودہ شکل اسی زمانے میں اختیار کی۔ سمندر کے کنارے واقع شہر الجزائر جو اس صوبے کا صدر مقام تھا۔ اس پورے علاقے کا نام یعنی "الجزائر" کہلانے لگا۔ جولائی 1830 میں فرانس نے الجزائر پر قبضہ کر لیا۔ عبدالقادر الجزائری اوران کے بعد الجزائر کے با

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شندوں نے کئی بار اس قبضے کو بغاوتوں کے ذریعے ختم کرنے کی کوشش کی مگر یہ بغاوتیں سختی سے کچل دی گئیں۔

الجزائر میں جدو جہد آزادی کی تحریک کا آغاز جس تحریک سے ہوا، وہ ایک مزدور رہنما معالی حج نے 1926 میں نجم الافریقہ الشمالی" کے نام سے قائم کی۔

۲۔ اسلامی محاذ نجات کا قیام

48 صوبوں میں 32 میں کامیاب رہا 1539 لوکل کونسلوں میں 835 میں جیتا۔ کامیابی کا تناسب 42، 55 فیصد رہا۔ محدود اختیارات کے باوجود اسلامی محاذ نے متعدد اصلاحات نافذ کیں۔ عریاں ویڈیو فلمیں بر سر عام شراب نوشی، ساحل سمندروں پر مخلوط و عریاں محفلیں بند کر ادیں۔ رمضان کے روزے کا تقدس بحال کیا۔ پہلی بار بلدیاتی اداروں میں اجتماعی افطاریوں کا اہتمام کیا گیا۔ تعلیمی اداروں میں مخلوط تعلیم ختم کر دی گئی۔ ایک بین الاقوامی ہوٹل کو گالف کا میدان بنا دینے کی بجائے وہاں ایک ہاؤسنگ کالونی بنانے کی سفارش کی گئی۔ الجزائر کے دولت لوٹنے والوں کو بے نقاب کیا۔ ان ہلکی پھلکی اصطلاحات کے خلاف فوج کے بدعنوان جرنیل، بیوروکریسی، لادین عناصر اور مغربی ممالک شدید ردعمل کا اظہار کر رہے تھے۔ اور اسلامی محاذ کو راستے سے ہٹانے کی کوششیں شروع ہوگئیں۔ [۳۶]

کہنے کو اس دوران الجزائر جمہوریہ ہی کہلاتا رہا۔ لیکن یہاں صرف ایک پارٹی کی حکومت تھی جو قومی محاذ آزادی (F.L.N) تھی اگرچہ عراق و شام کی حکومتوں کے مقابلے میں یہ حکومت اسلامی فکر اور اسلامی اقتدار کی دشمن نہیں ہے لیکن ایک جماعتی راج سے اسلامی فکر کی توسیع اشاعت کو عملی جامہ پہنانے میں مشکلات حائل رہیں۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی الجزائر میں اسلام اور سوشلزم کی کشمکش کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں "الجزائر جس نے اپنی آزادی کی قیمت دس لاکھ شہیدوں کی صورت میں ادا کی۔ آزادی کے بعد ٹھیک ان مشکلات سے دو چار رہا جو نئے آزاد ہونے والے ملکوں کو پیش آئیں جن کی قیادت دینی عناصر کے بجائے لادینی اشتراکی رہنماؤں کے ہاتھ میں تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔تحریک کے منشور و مقاصد

الجزائر میں مذہب کو حکومت میں دخل دینے کی اجازت نہیں ہوگی۔الجزائر کے ایک لیڈر کے بیان پر علما نے کہا کہ الجزائر کی جنگ اپنے مقاصد میں ناکام سمجھی جائے گی اگر اسلام کو حکومت کا سرکاری مذہب اور عربی کو ملک کی سرکاری زبان نہ قرار دیا گیا۔علما الجزائر نے یہ مطالبہ اس وقت کیا، جب الجزائر کا آئین تیار کیا جارہا تھا۔جو ۱۹۶۳ میں بنا مگر ۱۹۶۵ میں ختم کردیا گیا۔اور حکمران پارٹی کا حکم آئین کہلانے لگا۔الجزائر کا سرکاری مذہب اسلام اور عربی سرکاری زبان ہے یونیورسٹیوں میں اسلامی مطالعہ ہے لیکن سوشلزم پر زور دیا جاتا ہے۔ملک میں کمیونسٹ پارٹی کافی کمزور ہے مگر حکمران پارٹی میں پناہ لے رکھی ہے۔

1989 میں شاذلی بن جدید کے دور اقتدار میں الجزائر میں نیا آئین نافذ پایا اور کثیر جماعت سیاسی نظام کا راستہ ہموار ہوا جس سے اسلام پسند عناصر کو اپنی پارٹی بنانے کا موقع ملا۔

۴۔اسلامک سالویشن فرنٹ کا قیام

الجزائر میں اسلام پسندوں کو مسلسل دبانے کی کوشش ہوتی رہی ہے۔یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔البتہ اس دوران بھی اللہ کے ان بندوں نے سیاسی زندگی سے ہٹ کر ثقافتی سطح پر شیخ عبدالحمید بن بادیس کے جلائے ہوئے چراغ کو بجھنے نہیں دیا۔اور اسلام کی تعلیمات کو عوامی زندگی میں جاری وساری رکھنے کے لیے کوشاں رہے۔اس سلسلہ میں مارچ 1989 میں اسلام پسند عناصر نے ایک سیاسی پارٹی رجسٹرڈ کروائی جس کا نام "اسلامک سالویشن فرنٹ رکھا۔" اس پارٹی کے فلاحی کاموں نے عام لوگوں میں کافی جگہ بنالی تھی۔نتیجتاً سیاسی آزادی کے بعد 1990ء میں پہلے بلدیاتی انتخابات میں الجزائر کی 851 بلدیات میں سے 541 بلدیات پر اسلامک سالویشن فرنٹ کا قبضہ ہوگیا اور حکمران جماعت قومی محاز آزادی F.L.N کو بری طرح شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

فرنٹ کی مقبولیت

سالویشن فرنٹ کی تشکیل میں نمایاں کردار عباسی مدنی (صدر) علی بلحاج (نائب صدر)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور الہاشمی سحنوئی کا رہا۔ یہ تینوں فرنٹ کے اساسی ارکان میں شامل ہیں۔اس کے علاوہ فرنٹ کے اخبار کے ایڈیٹر زہدہ بن عزیز نے بھی اس اس کی عوامی مقبولیت میں اہم رول ادا کیا۔

۵۔عباسی مدنی

1931 میں ''سیدی عقبہ'' کے مقام پر پیدا ہوئے سیدی عقبہ ''فاتح افریقہ حضرت عقبہ بن نافع علیہ کا مدفون ہیں۔انہوں نے جمعیت علمائے الجزائر کے مدارس میں جمعیت کے نامور علما سے تعلیم حاصل کی اور علی الخصوص الجزائر کے مشہور عالم دین شیخ النعیمی کے درسوں میں مدتوں سے پابندی سے شریک رہے۔ان کی سیاسی زندگی کا آغاز 1948 میں ہوا اس وقت آزادی الجزائر کی تحریک چل رہی تھی۔موصوف M.T.L.D میں شامل ہو گئے مگر بعد میں تنظیم کے اختلافات کی وجہ سے غیر جانبداری کا رویہ اختیار کر لیا۔1954 میں فرانسیسی سامراج کے خلاف انقلابی تحریک میں ڈاکٹر عباسی مدنی تحریک کا نمایاں ستون اور دست بازو بن گئے۔

چنانچہ یکم اپریل 1954 کو براڈ کاسٹنگ اسٹیشن کو تباہ کرنے کی سکیم بنانے والے گروپ کی کمان ان کے ہاتھ میں تھی۔اس دھاکے سے سامراج کے خلاف مہم کا آغاز ہوا اس کاروائی کے بعد عباسی مدنی گرفتار ہو گئے اور سات سال جیل میں رہے۔اس کے بعد کے تحریکی واقعات میں وہ نمایاں نظر نہیں آتے۔جب الجزائر آزاد ہو گیا اور بن بیلا جیسے سوشلسٹ اور ابن الوقت لیڈر برسر اقتدار آ گئے تو ڈاکٹر عباسی مدنی نے اسلامی دعوت کی اشاعت کا راستہ اختیار کر لیا اور کچھ دوسرے اہل علم سے مل کر اسلامک ایجوکیشن سوسائٹی تشکیل دی۔1982 میں الجزائر یونیورسٹی کے طلبہ نے لا دینی تعلیم اور مخلوط تعلیم کے خلاف احتجاج کیا جس کے نتیجے میں طلبہ اور سرکاری ایجنسیوں کے مابین شدید تصادم برپا ہوا۔اس کے بعد حکومت نے ان تمام اساتذہ کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا، جو لادینی تعلیم و مخلوط تعلیم کے خلاف تھے۔ان میں پروفیسر مدنی بھی شامل تھے۔یہ بغیر مقدمہ چلائے 18 ماہ تک جیل میں رہے۔

اکتوبر 1980 کے حالات میں شاذلی بن کی جدید حکومت نے سیاسی سرگرمیوں کی اجازت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی اور پارٹی "رابطہ الدعوۃ الاسلامیہ" کے نام سے قائم ہوئی۔ یہ تنظیم دراصل جمعیۃ علمائے الجزائر کا نیا قالب تھی۔ اس کے صدر محترم شیخ احمد سحنون منتخب ہوئے اور اس کے سرکاری ترجمان محمد سعید مقرر کیے گئے۔ یہ تنظیم الجزائر میں اسلامی کوششوں کا پلیٹ فارم بن گئی۔ 1989 میں حالات سنگین ہو گئے اور پوری قوم کو مجتمع کرنے کے لیے اسلامک سالویشن فرنٹ کے نام سے سیاسی و اسلامی تنظیم کھڑی کی گئی تو ڈاکٹر عباسی مدنی کو تمام اسلامی شخصیتوں اور رہنماؤں نے مل کر اس کا صدر اور سرکاری ترجمان منتخب کر لیا۔

۶۔ اسلامک سالویشن فرنٹ کا جمہوری کردار

اسلامک سالویشن فرنٹ نظریاتی طور پر ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے، جو پیغمبرانہ تعلیمات اور اصولوں کا علمبردار ہو۔ اسے دوسروں تک پہنچانے والا بھی ہو، فرنٹ کے قیام سے قبل مسلم عوام کی قیادت کے لیے الجزائر کے اسلام پسندوں نے جبہۃ انقاذ اسلامیۃ (اسلامی محاذ نجات) کی تشکیل دے دی۔ ڈاکٹر مدنی کو اس محاذ کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ یہ محاذ دراصل اس اسلامی تحریک کا تسلسل ہے جو دورِ استعمار پھر دورِ آزادی میں منتخب ماحول حکومتوں کے ساتھ کام کرتی رہی ہے۔

20 اپریل کو اسلامی محاذ نجات دارالحکومت نے صدارتی محل کے سامنے ایک مظاہرے کا اہتمام کیا، جس میں لاکھوں نوجوانوں نے شرکت کی۔ انھوں نے بڑے بڑے بینر اٹھا رکھے تھے، جن پر تحریر تھا: اسلام ہمارے مسائل کا حل ہے۔" ریلی کے اختتام پر اسلامی محاذ نجات کے صدر ڈاکٹر عباسی مدنی نے اسلامی شریعت کو واضح کرنے کے لیے مظاہروں کا انتظام کیا۔ ایک مظاہرے میں پانچ لاکھ افراد نے شرکت کی جن میں ایک لاکھ باپردہ خواتین تھیں۔ مظاہرین نے سروں پر قرآن اٹھا رکھے تھے۔

12 جون 1990 کو صوبائی بلدیاتی کونسلوں کے انتخابات ہوئے۔ یہ آزادی کے پہلے کثیر جماعتی انتخابات تھے۔ اس میں اسلامی محاذ نجات نے حکمران جماعت کے مقابلے میں زیادہ سیٹس لیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجزائر کی اسلامی تحریک اور استعماری طاقتیں

الجزائر اب تک 1992ء کے انتخابات کے خوف میں مبتلا ہے۔ جنھیں مسترد کر کے فوج نے حکومت پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس شورش کو 15 برس سے "محفوظ" کرنے کے کئی اقدامات کیے جا چکے ہیں۔ مگر ابھی تک الجبھہ الاسلامیہ للانقاذ (اسلامک سلولیشن فرنٹ) کا ہوا اور خوف، فوج کے ذہن وقلب پر چھایا ہوا ہے۔ فوج نے قوم کے حق رائے دہی اور اس کے شہری اداروں کی خودمختاری سب کر دیکھا ہے۔ 90 کے عشرے سے لے کر اب تک الجزائر میں پانچ صدر برسر اقتدار آ چکے ہیں۔ بیسیوں وزرا آئے اور چلے گئے مگر ایک شخصیت ایسی ہے جو اب تک اپنے منصب پر قائم ہے اور وہ ہے عسکری انٹیلی جنس کے محکمہ کا سربراہ۔ اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقتدار کے سرچشمے کا اصل مالک کون ہے؟ اسلامی فرنٹ سے عوام کی وابستگی کو کچلنے کے لیے سبھی لوگوں نے تعاون کیا۔ مگر اس سال کے آغاز میں فلسطین میں غزہ کے واقعات نے گھڑی کی سوئیوں کو واپس ۷۰ کی دہائی میں پہنچا دیا ہے۔ اسرائیلی مظالم پر احتجاج کرتے ہوئے دس افراد پر مشتمل جلوس کی قیادت کی، جس میں 70 کی دہائی کے لگائے گئے نعرے بھی دہرائے گئے۔ قومیں زود فراموش ہوتی ہیں۔ بالخصوص الجزائر کی قوم جیسی مضبوط اعصاب کی مالک قوم کا حافظہ کمزور نہیں ہوا کرتا۔ [۴۸]

2 جون 1991ء کے پارلیمانی انتخابات

جولائی 1990ء کے آخر میں صدر شاذلی بن حدید نے پارلیمانی انتخابات کرانے کا اعلان کیا۔ اس کے لیے 2 جون 1991 کی تاریخ مقرر کی گئی۔ اسلامی محاذ نجات عوام کے اندر انتہائی مقبول ہو رہا تھا۔ مگر ساتھ ہی یہ اشارے بھی مل رہے تھے کہ فوجی جرنیل اسلامی اصلاحات کے حق میں نہیں ہیں۔ فوج کا کمانڈر انچیف خالد نزار اس گروہ کا اصل قائد تھا۔ مغربی ممالک اور خاص طور پر فرانس نے فوجی جرنیلوں کی پشت پناہی کی تا کہ وہ اس سیلاب کو آگے بڑھنے سے روکیں۔ مگر اسلامی محاذ نجات کے پاس عوام کی طاقت کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔

27 مئی 1991ء کو اسلامی محاذ نجات کی اپیل پر 35 ہزار مظاہرین نے صدارتی محل اور تی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وی اسٹیشن کی طرف مارچ کیا۔ جنھیں پولیس نے آگے جانے سے روک دیا۔ دوسرے دن اسلامی محاذ کی اپیل پر ملک بھر میں عام ہڑتال ہوئی۔ تمام شہروں میں کاروبار ٹھپ ہو گیا۔ 40 ہزار مظاہرین جن کے ہاتھوں میں قرآن تھا مظاہرہ کیا۔

5 جون کو شاذلی بن جدید نے پورے ملک میں ایمرجنسی لگا دی۔ کابینہ سے استعفیٰ لے لیا گیا۔ اور انتخابات ملتوی کر دیے گئے۔ جو 21 جون 1991ء کو منعقد ہونے تھے۔ ملک کے اہم شہروں میں فوج بھیج دی گئی۔ دارالحکومت کی سڑکوں پر ٹینک لگا دیئے گئے۔ ''کرنل مولود حمروش'' کی بجائے احمد غزالی کو وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ 6 جون کو وزیر اعظم غزالی نے اسلامی محاذ نجات اور دیگر اپوزیشن پارٹیوں سے مذاکرات کیے۔ 2 جون کو ڈاکٹر عباسی مدنی نے نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومت کے ساتھ ایک سمجھوتہ طے پا گیا ہے۔ اس سمجھوتے کی تفصیلات معلوم نہ ہو سکیں۔ البتہ نتیجتاً دارالحکومت سے ٹینک ہٹا لیے گئے اور ہڑتال کا سلسلہ بند ہو گیا۔ حکومت نے اعلان کیا کہ سال رواں کے اختتام تک صدارتی یا پارلیمانی انتخابات منعقد ہوں گے۔

دراصل حکومت اسلامی محاذ نجات کی اصطلاحات کو صوبوں اور بلدیات میں ناکام کرنا چاہتی تھی۔ اس سلسلے میں اسلامی محاذ کے کارکنوں کی گرفتاریاں شروع کی گئیں۔ حکومت ان کو مشتعل کرنا چاہتی تھی اور اس سلسلے میں 30 جون کو دارالحکومت الجزائر میں واقع اسلامی محاذ کے مرکزی دفتر کا گھیراؤ کر کے محاذ کے 60 سالہ صدر عباسی مدنی اور ان کے ایک نوجوان ساتھی نائب علی الحاج کو گرفتار کر لیا۔ انھیں بلیدہ 6 کی جیل میں نظر بند کر دیا اور محاذ کے دونوں اخبار ''المنقذ'' (عربی) اور الفرقان (فرانسیسی) بند کر دیے۔

گرفتاریوں کی لہر شروع ہو گئی۔ ایک ہی رات میں 700 کارکن گرفتار کر لیے گئے۔ دو دن میں 2500 افراد پکڑے گئے۔ چند دن میں یہ تعداد 8500 تک پہنچ گئی۔ یکم جولائی کے ہنگامی حالات کے نفاذ کے سلسلے میں کم از کم 31 افراد ہلاک اور 285 زخمی ہو چکے ہیں۔

7 جولائی کو اسلامی محاذ کے ترجمان محمد سعید اس وقت گرفتار کر لیے گئے جب وہ ٹاؤن ہال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں خطاب کر رہے تھے۔12 جولائی کو دارالحکومت الجزائر میں پولیس نے جمعہ کی نماز کے لیے آنے والوں پر گولی چلائی۔ایک ہلاک اور 12 زخمی ہوئے۔14 جولائی کو سڑکوں پر پھر ٹینک آ گئے۔حکومت نے انتخابی حلقوں میں بنیادی تبدیلیاں شروع کر دیں۔تا کہ اسلامی محاذ کی کسی ایک حلقے میں طاقت مجتمع نہ رہے اسلامی محاذ نے بائیکاٹ کا فیصلہ کر لیا۔صدر شاذلی بن جدید نے محاذ کے کارکنوں کو نرم کرنے کے لیے یہ اشارہ دیا کہ عدالتی فیصلے کے بعد نظر بندوں کو رہا کر دیا جائے گا۔

26 دسمبر 1991 انتخابات سے 15 روز پہلے اسلامی محاذ نے الیکشن ختم کرنے کا اعلان کر دیا اور بایں ہمہ اسلامی محاذ کے نئے قائد کا اعلان کیا جو عبدالقادر حشانی تھے۔سرکاری ایجنسیوں کا دباؤ تھا کہ یہ مقاطعہ جاری رہے مگر عبدالقادر حشانی جیسے دوراندیش شخصیت نے کارکنوں کو انتخابات میں شمولیت پر راضی کر لیا۔

فوری طور پر جو منشور عوام کے سامنے پیش کیا گیا وہ یہ تھا

☆ اصلاح معاشرے کو اولیت دی جائے گی۔

☆ شرعی قوانین نافذ کیے جائیں گے۔

☆ سود اور اجارہ داری کا خاتمہ اور زکوۃ کا نفاذ ہوگا۔

☆ مخلوط تعلیمی نظام ختم کر کے نصاب کو اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے گا۔

☆ مطلقہ اور بیوہ عورتوں کی کفالت کی جائے گی۔

☆ الجزائری دینار (ملکی کرنسی) کی قیمت از سر نو متعین کی جائے گی۔

اسلامی محاذ کا آخری انتخابی جلسہ الجزائر کے اولمپک اسٹیڈیم میں ہوا اور اس میں ایک لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔

26 دسمبر 1991ء کو 430 نشستوں کے لیے قانون ساز اسمبلی کے لیے کثیر جماعتی انتخابات ہوئے جس کا پہلا راونڈ محاذ اسلامی نے 188 نشستوں سے جیت کر اول پوزیشن میں رہا۔

یہ ایک زبردست جمہوری مینڈیٹ تھا جو محاذ اسلامی کو حاصل ہوا۔جس کا سہرا عام کارکنوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے علاوہ تحریک کے عبوری رہنما عبدالقادر حشانی کو جاتا ہے

اس کامیابی پر مغربی دنیا انگشت بدانداں رہ گئی بلکہ متعدد اسلامی اور عربی ملک علی الخصوص پڑوسی تیونس، مراکش، سراسیمگی میں مبتلا ہو گئے اور وہ پھر مل کر منصوبہ بند ہو گئے کہ کسی طرح محاذ کا راستہ روکا جائے۔ ایک اسرائیلی اخبار "حیدوت احروت" نے لکھا:

"اگر اسلامی محاذ برسر اقتدار آ گیا تو الجزائر کی فوجی طاقت ہمارے ان بدترین دشمنوں کے ہاتھ لگ جائے گی جن کا مقصد اسرائیل کی تباہی ہے۔"

11 جنوری 1992 کو ایک محلاتی بغاوت (جس کے پیچھے ایک فوجی جرنیل خالد نزار تھا) کے بعد شاذلی بن جدید سے استعفیٰ لے لیا گیا۔ الجزائر کی سڑکوں پر ٹینک آ گئے۔ انتخابات کا اگلا راونڈ معطل کر دیا گیا۔ جو 16 جنوری 1992ء کو ہوتا تھا۔ 5 رکنی کونسل نے اقتدار سنبھال لیا۔ 16 جنوری کو فوج کی دعوت پر پرانے اشتراکی لیڈر "بوضیاف" کو جو مراکش میں جلاوطنی کے دن گزار رہا تھا، بلا کر صدارت سونپ دی گئی۔ عرب ممالک کے تمام حکمران (جن میں شاہ فہد اور حسنی مبارک اور حسن ثانی سرفہرست ہے) نے نئی حکومت کو مبارکباد دی۔ اور اپنی امداد کا پورا پورا یقین دلایا۔ یوں الجزائر سے جمہوریت کے راستے سے آنے والے اسلامی انقلاب کا عارضی طور پر راستہ روک دیا گیا۔ مغربی جمہوریت کا پول کھول دیا گیا۔ جو جمہوری تبدیلی سے گھبرا کر فوجی آمریت کا حامی بن گیا۔ اس روز سے حکومت اسلامی محاذ کے کارکنوں کو ہر طرح ختم کرتے پر تلی ہوئی ہے۔ ہزارہا افراد کو جیلوں میں ڈال دیا گیا۔ موت کی سزا دی گئی۔ اس شورش کو دبانے کے لیے کئی صدر تبدیل کیے جا چکے ہیں۔ کئی بار انتخابات کا ڈھونگ بھی رچایا گیا ہے۔ اس صورتحال کو اسلامی فرنٹ کی قیادت کو ہمیشہ کے لیے سیاست بدر کرنا قرار دیا جا سکتا ہے۔ نیز اس سے ملک پر مسلط ایجنسیوں کی طاقت کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ ؎

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوڈان

سوڈان رقبہ کے لحاظ سے اسلامی دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے اور اسلامی ملکوں میں سب سے زیادہ زرعی ترقی کے وسیع امکانات ہیں۔ سوڈان میں اسلامی قوتیں کافی طاقتور ہیں۔ صادق المھدی کے الانصار اور سید میرغنی سوڈانی کی مذہبی "جماعت الختیہ" دو بڑے مذہبی گروہ ہیں، جو اسلامی نظام کے علمبردار ہیں۔ سید مرغنی ایک زمانے میں ممبر اور سوڈان کے ادغام کے پرزور حامی تھے اور سابق اشعتہ پارٹی کے پشت پناہ تھے۔ لیکن ناصری پالیسیوں نے ان کو اتحاد کا مخالف بنا دیا۔

سوڈان میں اگرچہ اسلام کو شعوری طور پر سمجھنے والوں کی تعداد کا تناسب پاکستان سے بھی کم ہے۔ لیکن جذباتی لگاؤ کے لحاظ سے سوڈانی بڑے مذہب پرست اور روایت کے پابند ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سوڈان کی عام آبادی پر سیاسی پارٹیوں کی بہ نسبت مذہبی حلقوں کا اثر ہے۔ سوڈانی سلمان (باشندے چند) یا تو مہدی خاندان کے سلسلہ انصار سے وابستہ ہیں یا اطہر غنی کے حلقہ "الختمیہ" سے منسلک ہیں۔ سوڈان میں اخوان المسلمون نے 1930 میں ہی اخوان کو منظم کرنا شروع کر دیا تھا۔ "اسلامک لبریشن موومنٹ" کے نام سے طلبہ تنظیم قائم ہوئی جو اخوان کا مضبوط بازو ثابت ہوئی۔ 1948 میں طلبہ تنظیم نے سوشلزم اور تیونسیوں کو شکست دے کر گارڈن، میڈیکل کالج (بعد از خرطوم یونیورسٹی) کے انتخابات واضح اکثریت سے جیت لیے۔ جلد ہی اخوان نے اسلامی جماعتوں کے ساتھ ڈھیلا ڈھالا اتحاد بنانے میں کامیابی حاصل کر لی اور اس بات پر متفق کر لیا کہ 1956 میں متوقع آزادی کے بعد آئین اسلامی اصولوں پر مبنی ہوگا۔ اس اتحاد کا نام اسلامی دستور تھا۔ سوڈان کی ایک بڑی جماعت "المھدی کی نیشنل یونینسٹ پارٹی" بھی اس کی ممبر تھی لیکن ملک کی آزادی کے بعد اخوان کی سرگرمیوں پر نظر ڈالیں تو اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ سیاسی حکمت عملی کے طور پر سوڈان کے اخوان نے شروع سے ہی دوسری جماعتوں کے ساتھ وسیع تر سیاسی اتحاد اور اسلامی دستور کے لیے جدوجہد کا راستہ اختیار کیا۔ ۴۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ا۔ حسن ترابی اور اخوان المسلمون

ڈاکٹر حسن عبداللہ ترابی 1923ء میں پیدا ہوئے۔ سوڈان کے معروف "مصلح مہدی" سوڈانی کے نواسے ہیں۔ ان کے والد شیخ عبداللہ ترابی فقہ کے ممتاز عالم اور صوبے کی سب سے بڑی عدالت کے جج تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد انھوں نے خرطوم یونیورسٹی کے شعبہ قانون میں داخلہ لے لیا۔ وہیں وہ اخوان المسلمون کی طلبہ تحریک اسلامی لبریشن موومنٹ کے ذریعے شیخ حسن البنا اور سید قطب کی دعوت سے روشناس ہوئے۔ 1954 میں وہ اس تنظیم کی یونیورسٹی برانچ کے سربراہ بھی بن گئے۔

1962 میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور وطن واپس لوٹے اور مختلف مقامات پر تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے اور اخوان کے اندر بھی سرگرم عمل رہے۔ سوڈان میں جعفر نمیری کے انقلاب کے بعد اسلامی نظام کی کوشش ہوئیں تو ڈاکٹر ترابی نے اس میں بھی اہم کردار ادا کیا۔

اخوان سے سیاسی تعمیر اور اسلامی تعلیمات کی تعبیر نو کے بارے میں اختلافات پیدا ہوئے تو علیحدگی اختیار کر لی اور اپنی الگ جماعت "نیشنل اسلامک فرنٹ" کے نام سے 1980 میں قائم کر لی۔ 1989 میں کرنل عمر حسن البشیر نے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ اور ڈاکٹر ترابی نے اسلامائزیشن کے نقطہ نظر سے حکومت کا ساتھ دیا اور یہ ساتھ اب تک جاری ہے۔

حسن ترابی نے دستور ساز کمیٹی کا ممبر ہونے کی حیثیت سے جو تجاویز پیش کیں، ان سے ان کی مستقبل کی حکمت عملی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر ترابی نے مجلس کے سامنے یہ بنیادی سوال رکھا کہ آیا اخوان کو ایک پریشر گروپ کے طور پر کام کرنا ہے یا سیاسی جماعت کے طور پر جمہوری ذرائع اختیار کر کے تحریک کو عوام تک اور بعد میں اقتدار تک پہنچانا ہے۔ ان کے خیال میں تحریک کو پارٹی کی حیثیت کی بجائے برطانیہ کی طرز پر فکری پریشر گروپ کی حیثیت اختیار کرنی چاہیے۔ دانشوروں کا یہ گروپ ملک کی تمام سیاسی جماعتوں اور مذہبی گروہوں میں اثر و نفوذ پیدا کرے۔ تحریک کے لیے جو منصوبہ تیار ہوا وہ دو سال کا ہو، اس کے بعد نیا منصوبہ بنایا جائے ایک تجویز یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کی کہ مصر کے اخوان کے طرز پر ممبر سازی اور تحریک میں شمولیت کی شرائط ختم کر دی جائیں یا بہت نرم کر دی جائیں۔ اس کے علاوہ تنظیمی اجلاسوں فیصلوں اور کارکردگی کی رپورٹوں کے بارے میں شدید اخفا کی پالیسی ترک کر دی جائے۔

سیاسی جدوجہد کے لیے انھوں نے اخوان کی ماضی کی سیاسی حکمت عملی کے مطابق اسلامک چارٹر فرنٹ کے نام سے دیگر جماعتوں کا اتحاد بنانے کی کوشش کی اور 1964 میں مجلس نے قبول کر لی اور اُن کو فرنٹ کا سیکرٹری جنرل بنا دیا گیا مگر اس مرحلے پر آپ کے اخوان کے سربراہ الرشید الطاہر کی نئی پالیسیوں کے سبب اخوان سے علیحدہ ہو گئے۔۵۰

۲۔ نیشنل اسلام فرنٹ کی تشکیل

ڈاکٹر ترابی جو تنظیم بنانا چاہتے تھے اور "وسعت" کے جس پروگرام پر عمل پیرا ہونا چاہتے تھے ان کا موقع ان کو 1985ء میں مل گیا۔ انتخابات کے لیے انھوں نے اسلامی فرنٹ (NIF) کی تشکیل کی اور اس کی ممبر شپ ہر سوڈانی کے لیے کھول دی۔ اور اپریل 1986ء کے قومی انتخابات میں فرنٹ نے 236 سیٹوں پر مقابلہ کر کے 51 سیٹیں حاصل کر لیں۔ انتخابات میں امہ پارٹی نے اول اور دوم پوزیشن ڈیموکریٹک پارٹی نے حاصل کی۔ اسلامی قانون کے نفاذ کے وعدے پر فرنٹ نے امہ پارٹی کے ساتھ تعاون کیا اور حکومت بنا لی 1989ء میں بریگیڈیئر حسن عمرا لبشیر نے فوجی انقلاب برپا کیا۔ حسن البشیر کو اخوان المسلمون کی حمایت حاصل تھی اور وہ بڑی حد تک اخوان کے فکر سے متفق تھے اس لیے جب انھوں نے فرنٹ سے تعاون کی اپیل کی اور اسلامائزیشن کے ہر پروگرام پر عملدرآمد کیا تو فرنٹ نے ان کی تائید کی اور تعاون کا فیصلہ کیا۔

ڈاکٹر حسن ترابی نے فرنٹ کے ذریعے روایتی طریق کار میں کئی تبدیلیاں کیں۔ انھوں نے تحریک کے اندر جمہوری طریقوں کو رواج دیا۔ تنظیمی فیصلوں کی وسیع پیانے پر نشر و اشاعت کی گئی۔ فیصلہ سازی کے لیے دو ادارے قائم کیے گئے۔ سیاسی مسائل سے نپٹنا، پولٹ بیورو کا کام تھا۔ ممبر سازی، مالیات، تنظیم اور ملحقہ امور ایڈمنسٹر نیو بیورو کے حوالے تھے۔ اجلاس عام اجلاس شوری مرکزی انتظامیہ اور سیکرٹری جنرل کے چار ادارے تشکیل دیے گئے۔ ان اجلاس کے بعد شوریٰ کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعلیٰ تر ادارہ بنایا گیا۔

عوام الناس کے تعلیم و تربیت، خدمت خلق کے منصوبوں اور طب و صحت کے میدانوں میں تنظیم نے تیزی سے آگے بڑھنے کی راہیں تلاش کیں۔ فرنٹ نے جنوبی سوڈان کے لوگوں کے مسائل پر ہمدردانہ غور کیا۔ مسیحی مبلغین اور امدادی اداروں کی یلغار روکنے کے لیے "ایسوسی ایشن آف ساؤتھ مسلمز" بنائی گئی۔ غیر مسلموں سے تعاون بھی لیا گیا تاکہ وہ مملکت کے استحکام کے لیے کام کریں۔ شروع میں دو ہزار مستقل ممبران جبکہ اکثر پچاس ہزار غیر مستقل ممبران تھے۔ ڈاکٹر ترابی نے ہدف طے کیا کہ دو سال کے اندر اندر اس تعداد کو دس گنا کرنا ہے اور اس میں وہ کامیاب ہوئے۔

۴۔ ڈاکٹر ترابی کے افکار

ڈاکٹر ترابی کی باقاعدہ دو تصانیف ہیں:

1- الحرکۃ الاسلامیہ فی السوڈان التطور والکسب والمنھج

2- الصلوۃ عماد الدین

اخوان اور فرنٹ کے نظریات پر انھی کے افکار کی چھاپ ہے۔

تجدید و احیائے دین کے بارے میں ان کی رائے میں اسلام کی تعلیمات پر انقلابی انداز سے غور و فکر کیا جانا چاہیے۔ ماضی کے اہل علم کی آرا قابل احترام ہیں مگر ان پر نظر ثانی کی جا سکتی ہے۔ تجدید مذہب سے مراد بدلتے ہوئے حالات اور تقاضوں کو سمجھ کر مسائل کا حل تلاش کرنے کا نام ہے۔

روایتی اسلامی قانون اور فقہ میں تغیرات کی ضرورت ہے۔ نئے اصول و ضوابط کے لیے اجتہاد کا دروازہ کھول دیا جائے۔ اسلام کے اصولوں اور تعلیمات پر کھلے عام بحث ہو۔ چند امور کو چھوڑ کر ہر مسئلے پر اجتہاد کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی نظام، جمہوریت سے ملتا جلتا ہو سکتا ہے۔ عالمی مروج نظاموں میں جو چیز دین سے نہ ٹکراتی ہو اس کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی قوانین میں خصوصاً حدود کا نفاذ اس صورت میں ہو کہ سب معاشرے میں اسلام کے دیگر قوانین پہلے نافذ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو چکے ہوں۔ انتشار و افتراق سے بچا جائے۔ ماضی کے مسلمانوں کو Super man سمجھا جاتا رہا ہے۔ اس خیال کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ آج کے عامی مسلمان کو سامنے رکھ کر اس کو جدوجہد میں شریک کیا جائے۔

خواتین کے کردار کے حوالے سے کہتے ہیں کہ شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے خواتین کو معاشرتی زندگی میں شریک کیا جائے۔ محض عورتوں اور مردوں کے آزادانہ میل جول کے خطرات کو سامنے رکھتے ہوئے انھیں عوامی اور مجلسی زندگی سے دور نہیں کیا جاسکتا۔ عورتوں کو معاشرتی زندگی سے الگ تھلگ رہ کر وہ نسل نو کی تعلیم و تربیت کیسے کریں گی۔ معاشی دباد نے انھیں ملازمتوں پر مجبور کیا ہے اگر عورتوں کو ہم ان کے معاشرتی حقوق نہ دیں گے تو مغرب کے غلط ہاتھوں میں دھکیل دیں گے۔ آرٹ فلم تھیٹر کے بارے میں فرماتے ہیں آرٹ، فلم، تھیٹر کو خدا کی عبادت کی طرف دعوت اور اسلامی نظام کی ترویج کے لیے استعمال کیا جائے۔ جہاد کی روح کو عام کرنے کے لیے شاعری، مصوری کے علاوہ دیگر ذرائع کو استعمال کیا جائے۔ آرٹ اور اس کے مظاہر میں غیر شرعی اخلاق کی برتری اور بالادستی ختم کردی جائے۔ ۵۱

۴۔ انٹرنیشنل مسلم آرڈر

مسلمان ریاستیں دوسری ریاستوں کے ساتھ تعاون کریں۔ انصاف، مساوات اور امن باہم کے لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں کے اپنے عالمی ادارے ایجنسیاں اور تنظیمیں ہوں۔ موجودہ عالمی اداروں کی جگہ مسلمانوں کے عالمی ادارے لے سکتے ہیں۔ غیر مسلموں سے اسلامی ممالک حسن سلوک کریں کیونکہ ساری دنیا کی نگاہیں ان پر لگی ہوئی ہیں۔ سربراہ مملکت کے علاوہ باقی سب عہدوں پر غیر مسلم اقلیت کے لوگ لیے جاسکتے ہیں۔

ڈاکٹر ترابی کے خیالات کو عبدالوہاب آفندی نے اس طرح بیان کیا ہے:

''ڈاکٹر حسن ترابی نے جماعت اور اخوان المسلمون کے Idealism سے باہر نکل کر ایسا انقلابی اور طاقتور گروہ تیار کیا جو اسلام کی وکالت کر سکے۔ انھوں نے فنڈامینٹلسٹ اور ریفارمسٹ کی تفریق کو ناپسند کیا اور ان دونوں کی خصوصیات کو جمع کرنے کا راستہ اختیار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا۔"

ترابی، جدت اور قدامت، عملیت نظریات، عقیدے اور تخمینے کا مجموعہ ہیں۔ کبھی ترابی عمل کی انتہائی ضرورت کو دھکیلتے ہیں اور پھر اس کا جواز تلاش کرتے ہیں۔ ۵۲

۵۔ اور اب سوڈان

14 جولائی کو عالمی عدالت برائے جنگی جرائم (International Criminal Court) نے سوڈان کے منتخب صدر عمر حسن البشیر پر جنگی جرائم میں ملوث ہونے کا الزام لگاتے ہوئے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیے۔

خرطوم میں اس عالمی جرم کے خلاف مظاہروں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور مرکزی بینر تھا۔ "You are joking okambo" "اوکامبو! تم شاید مذاق کر رہے ہو؟" اس عدالت کے اٹارنی جنرل نے صدر عمر البشیر پر فرد جرم عائد کرتے ہوئے کہا ہے: سوڈان کے مغربی صوبے دارفور میں بڑے پیمانے پر ہونے والے قتل عام کی ذمہ داری سوڈانی حکومت اور اس کے نظام پر عائد ہوتی ہے۔ مگر سوڈانی صدر نے کہا کہ گروہ کسی جرم میں ملوث ہیں تو اس کے ثبوت پیش کیے جائیں، صدر نے نہ صرف مطلوبہ افراد کو پیش کرنے سے انکار کیا بلکہ خود ان کا پورا حکومتی نظام اس قتل میں ملوث ہے اس لیے ان کے ہدف وارنٹ جاری کیے جائیں۔

جبکہ سوڈان کی عدالت اور عوام خود مطالبہ کر رہے ہیں کہ دارفور میں برسر پیکار مسلح عناصر پڑوسی ملک چاڈ اور ایتھوپیا میں بیٹھے ہیں انھیں لایا جائے اور اگر کوئی حکومتی ذمہ دار ہے تو اس کے ثبوت لائے جائیں، انصاف ہوگا اور خود سوڈان اپنے افراد کسی کے حوالے نہیں کرے گا۔ سوڈان کی اس پیش کش کا کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ عالمی عدالت کے اس احمقانہ اقدام کے اوپر اکثر مسلم ممالک اپنی تشویش اور احتجاج کا اظہار کر چکے ہیں۔ سعودی فرمارواں شاہ عبداللہ نے سوڈانی صدر سے فون پر بات کرتے ہوئے ان سے اپنی کامل یک جہتی کا اظہار کیا۔

اصل معاملہ یہ ہے کہ دارفور کی اکثریتی آبادی جو چرواہے ہیں، جنوبی سوڈان میں مئی ۱۹۸۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے علیحدگی کی تحریک عروج پر پہنچ چکی تھی جس کی مدد امریکا اور صیہونی ریاست سمیت ہر عالمی طاقت کر رہی ہے تاکہ سوڈان کے حصے بخرے ہو جائیں اور اسے مسلم عیسائی جنگ کا رنگ دیا جائے۔

ہفت روزہ المجتمع نے ایک مفصل رپورٹ 15 اپریل 2008ء میں شائع کی ہے۔ جس میں افراد تنظیموں اور مقامات کے ناموں، اعداد و شمار اور دستاویزات کی مدد سے واضح کیا ہے کہ کس طرح صیہونی ریاست اس پورے بحران کی پشت پناہی کر رہی ہے۔ سوڈانی حکومت نے اسرائیلی اسلحے کے نئے ذخائر پکڑے۔ گرفتار شدگان کا تعلق دارفور سے تھا مگر ان کے پاسپورٹ اسرائیلی تھے۔

امریکا کی کوشش یہ ہے کہ پابندیوں کے ذریعے اور تنازعات میں الجھا کر سوڈان کو تیل برآمد کرنے سے روکے۔ حقائق کو مسخ کرنے کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ عرب افریقیوں پر مظالم کر رہے ہیں۔ چراگاہوں اور پانی کے چشموں کی ملکیت پر شروع ہونے والے جھگڑے اس قدر پھیلائے جا رہے ہیں کہ صہیونی لابی نے دارفور کے مسئلے کو دنیا کا سب سے سنگین مسئلہ ثابت کرنے کے لیے موثر ابلاغیاتی، سفارتی مہم چلائی۔ واشنگٹن پوسٹ کے مطابق صہیونی لابی نے صدر بش کو قائل کیا کہ وہ دارفور کو اپنی اولین ترجیحات میں شامل کریں اور اس بنیاد پر پابندیاں عائد کریں۔ (یکم جون ۲۰۰۷ء) مختلف این۔ جی اوز کے ذریعے ایک ہی دن میں واشنگٹن سمیت ۱۸ مختلف امریکی شہروں میں مظاہرے کروائے گئے۔ اس صہیونی نفوذ کی تفصیل طویل ہے۔ لیکن نتیجہ یہی ہے اور حقائق بہت مضبوط ہیں اور ہر طرف سے بہ یک زبان کہا جا رہا ہے کہ صدر عمر حسن البشیر کے لیے یہ آزمایش مزید عوامی تائید و حمایت کا موجب بنی ہے۔

انھوں نے آج پھر اعلان کیا ہے کہ:

”تم سوڈانی شہریوں کو سپرد کرنے کا مطالبہ کر رہے ہو۔ خدا کی قسم ہم اپنے کسی شہری کا ایک بال بھی تمھارے حوالے نہیں کریں گے۔“

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۳ جولائی کو سوڈانی صدر نے دارفور میں ایک عظیم الشان جلسے سے خطاب کیا۔ الجزیرہ چینل پر تاحد نظر مردوں اور عورتوں کے سر ہی سر تھے۔ جوش و خروش کا ایک عالم تھا۔ نعرہ تکبیر اور حسن البشیر اور دارفور کے نعرے لگ رہے تھے۔

ایک عوامی مظاہرے میں شریک خواتین سوڈانی لہجے میں کورس کی صورت میں گا رہی تھیں۔

ایھا الامیریکان لیکم تدربنا

بنور اللہ و نور الیمان لیکم تسلحنا

امریکیو! ہم نے تمھارے مقابلے کے لیے ہی فوجی تربیت حاصل کی ہے۔ ہم نے خود کو اللہ اور ایمان کے نور سے مسلح تم سے مقابلے کے لیے ہی کیا ہے۔ ۵۳

سوڈان کے بارے میں مغرب کے عزائم کوئی خفیہ راز نہیں رہے۔ دارفور کے مسئلے پر تمام عالمی اداروں کو حکومت سوڈان کے خلاف صف آرا کر دیا گیا ہے۔ اقوام متحدہ نے ۲۰۰۴ء سے لے کر اب تک ۱۱ گیارہ قراردادیں منظور کر ڈالیں کہ حقوق انسانی کی صورت حال خراب ہے۔ سیکورٹی کونسل نے ۲۰۰۵ میں انھی قرارداد نمبر ۱۵۹۳ کے ذریعے یہ معاملہ عالمی عدالت جرائم میں بھیج دیا ۱۴ جولائی ۲۰۰۸ء کو اٹارنی جنرل ''اوکامبو'' نے یہ الزام لگاتے ہوئے کہا: سوڈانی باشندے وزیر انسانی امور احمد محمد ہارون اور جنجاوید ملیشیا کے سربراہ ''علی تشیب'' دارفور میں قتل عام کے ذمہ دار ہیں اور سوڈانی صدر انھیں ہمارے حوالے نہیں کر رہے۔ مطالبہ کیا کہ خود صدر کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری کیے جائیں۔ ۲ مارچ کو عدالت نے خود صدر عمر البشیر ہی کو اس قتل عام کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے باقاعدہ وارنٹ گرفتاری جاری کر دیے۔ اب اوکامبو کا کہنا ہے کہ جیسے ہی سوڈانی صدر ملک سے باہر نکلے گا، انھیں گرفتار کر لیا جائے گا۔ امریکا اور فرانس نے بھی اس بارے میں بڑھ چڑھ کر دھمکیاں دی ہیں۔

دارفور کے بارے میں سوڈان کے دوست اور دشمن سب جانتے ہیں کہ یہ کوئی عدالتی نہیں، سراسر سیاسی مسئلہ ہے اور اصل ہدف سوڈانی صدر نہیں، سوڈان کی ریاست ہے۔ جس عدالت سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وارنٹ جاری کیے گئے ہیں اس کی تشکیل کے وقت دو باتیں طے کی گئیں کہ عدالت تاریخ تشکیل کے پہلے کے واقعات اور وہ ممالک جو اس کی توثیق نہیں کرتے، عدالت ان مقدموں کو نہیں سن سکے گی۔ یہی وجہ ہے کہ حال ہی میں یہ زائد عراقی درخواست گزاروں اور غزہ کے قتل عام کے بارے میں پیش ہونے والی درخواستوں کو مسترد کر دیا گیا کیونکہ انھوں نے اس عدالت کو تسلیم نہیں کیا مگر سوڈان نے بھی اس عدالت کو تسلیم نہیں کیا۔۔۔۔(No Comments) اس پر کوئی تبصرہ نہیں۔

یہ ہے عالمی عدالت جس نے خود، دارفور جا کر حقائق وشواہد کا جائزہ لینا بھی ضروری نہیں سمجھا اور صرف N.GOs اور کچھ برسرِ پیکار عناصر کے گواہوں کے بیان پر یہ مقدمہ قائم کیا گیا۔

اس وارنٹ گرفتاری اور عالمی عدالت جرائم کے دائرہ کار اور طریقہ کار کے بارے میں مزید کئی قانونی واخلاقی پہلو بہت اہم ہیں۔ کیونکہ یہ ملک کا اپنا سیاسی مسئلہ ہے جس کو وہ سیاسی انداز میں حل کر رہی ہے۔ اس لیے سوڈان کی طرف سے کوئی عدالت میں پیش نہیں ہوا۔

ہاں دارفور کی صورت حال کا سنجیدگی سے جائزہ لیتے ہوئے اصلاح احوال کی متعدد اہم کوششیں کی گئی ہیں۔ اس ضمن میں اہم ترین کامیابی قطر کے دارالحکومت دوحہ میں حکومت سوڈان اور دارفور کے بعض نمایاں متحارب دھڑوں کے درمیان بین الاقوامی گارنٹی کے ساتھ طے پانے والا معاہدہ ہے۔ یہ مارچ کو وارنٹ گرفتاری آنے کے چار روز بعد ہی سوڈانی صدر شمالی دارفور کے دارالحکومت شر پہنچ گئے۔ لاکھوں کی تعداد میں اہل دارفور نے ان کا استقبال کیا۔ اگلے ہفتے وہ جنوبی دارفور کے شہر سبدو پہنچ گئے یہاں بھی ایسا ہی منظر تھا۔ عمر البشیر نے ان اجتماعات میں عدالت اور اس کی پس پشت فوجوں کو مخاطب کرتے ہوئے اعلان کیا کہ: "آپ کے وارنٹ کو میں جوتے کی نوک پر رکھتا ہوں اور ان شاء اللہ اپنے عوام کے تعاون سے تعمیر وترقی کا سفر جاری رکھوں گا"۔ ان اجتماعات میں اعلان کرتے ہوئے ایسی کئی عالمی تنظیموں کو سوڈان سے نکل جانے کا حکم دیا جو امدادی سرگرمیوں کی بجائے جاسوسی کے لیے آئی تھیں۔ ان کے اس اعلان پر ہلری کلنٹن نے ہنگامہ برپا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا۔ اسرائیل داخلی سلامتی کے وزیر "آفی ڈیختر" بغیر کسی لاک لپیٹ کے واضح طور پر کہہ چکے ہیں:
ہمارا ہدف سوڈان کے حصے بخرے کرنا اور وہاں خانہ جنگی کی آگ بھڑکائے رکھنا ہے۔ کیونکہ سوڈان اپنی وسیع وعریض سرزمین معدنی وزرعی وسائل اور بڑی آبادی کے ذریعے ایک طاقت ور علاقائی قوت بن سکتا ہے۔ سوڈان کو ہم دور دراز ہونے کے باوجود عالم عرب کی قوت میں اضافے کا سبب نہیں بننے دینا چاہتے۔ اگر سوڈان میں استحکام رہا تو وہ اپنے وسائل کے ذریعے ایسی قوت بن جائے گا۔ جس کا مقابلہ ممکن نہیں رہے گا۔ سوڈان سے اس کی یہ صلاحیت سلب کر لینا اسرائیلی قومی سلامتی کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔[۵۴]

۶۔ 10 اکتوبر ۲۰۰۸ کے اسرائیل اخبارات

"اسرائیل وزیر نے تاریخ سے ایک حوالہ دیتے ہوئے کہا 1968ء سے 1970ء کے دوران جب مصر اور اسرائیل حالت جنگ میں تھے تو سوڈان نے مصری فضائیہ کی اصل قوت اور بری فوج کے تربیتی مراکز کے لیے اپنی سرزمین فراہم کی تھی۔ اس صورت میں حال سے بچنے کے لیے اسرائیلی ذمہ داران کا فرض تھا کہ وہ سوڈان کے لیے ایسی مشکلات کھڑی کریں جن سے نکلنا اس کے لیے ممکن نہ رہے۔

وزیر داخلہ سلامتی کا مزید کہنا تھا کہ ہم سوڈان کے پڑوسی ممالک ایتھوپیا، یوگنڈا کینیا، اور زائیر میں سوڈان مخالف مراکز قائم کیے اور اسرائیل کی تمام حکومتوں نے ان مراکز کو فعال رکھنا ہے۔ تاکہ سوڈان عالم عرب اور عالم افریقہ میں کوئی مرکزی حیثیت اختیار نہ کرے۔ اس طرح اسرائیل کے عزائم کی وضاحت میں آفی ڈیختر کہتا ہے۔ دارفور میں ہماری موجودگی ناگزیر تھی۔ یہ سابق اسرائیل وزیراعظم شیرون کے دور میں بنی اور امریکی معاملات پر دسترس میں تھی کہ اس نے دارفور میں بحران کھڑا کرنے کی تجویز دی۔ ان کی اس تجویز پر عمل کیا گیا، عالمی برادری خاص طور پر امریکا، یورپ نے ساتھ دیا۔ اور بالکل انھیں وسائل، ذرائع اور اہداف کے مطابق دارفور کام شروع ہو گیا۔ جو ہم نے تجویز کیے تھے۔ آج یہ امر ہمارے لیے باعث تشفی ہے کہ دارفور کے بار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ے میں ہمارے طے شدہ اہداف و مقاصد اب تکمیل کے آخری مراحل میں ہیں۔ دھمکیوں اور ساز شوں کے سامنے ہتھیار ڈال دینا تباہی کا سفر تیز کر دیتا ہے۔ اپنے حق پر ڈٹ جانا اور اپنی آزادی وحدت کا ہر ممکن قوت سے سامنا کرنا ہی راہ نجات ہے۔ سوڈانی صدر اور عوام نے یہی راستہ اختیار کیا ہے۔ ابھی اس بحران کے علاوہ صیہونی اشاروں پر بہت کچھ برآمد ہونے کی توقع ہے لیکن کیا مسلمان ممالک اور ان کی ملت مسلمہ اس عالمی توہین کا کیا بدلہ لیتی ہے۔ اگر مسلمان ممالک نے افغانستان و عراق کی تذلیل کی طرح یہ اہانت بھی برداشت کر لی تو پھر یقیناً ایک کے بعد ایک سب کی باری آئے گی۔ ۵۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالہ جات: باب سوم

۱۔ اقبال بانگ درا، غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۷۳ء

۲۔ فلاحی عبید اللہ فہد "جدید ترکی میں اسلامی بیداری" اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۹ء ص 7

۳۔ ثروت صولت "ترکی کا مرد مجاہد" بدیع الزماں نوریؒ اسلامک پبلی کیشنز لاہور 1999ء ص 18

۴۔ بدیع الزمان نوریؒ۔ قرآن مجید کے کھلے راز" دیباچہ محمد یونس قریشی جہانگیر بک ڈپو لاہور، 2002ء ص 3

۵۔ ثروت صولت "ترکی کا مرد مجاہد بدیع الزمان نوریؒ" اسلامک پبلی کیشنز، 1999ء ص 18

۶۔ مریم جمیلہ "اسلام ایک نظریہ ایک تحریک" سنت نگر لاہور ص، 226، 227

۷۔ بدیع الزمان نوریؒ "قرآن مجید کے کھلے راز" ص، ۸

۸۔ ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی۔ جدید ترکی میں اسلامی بیداری" اسلامک پبلی کیشنز ص 109

۹۔ ایضاً ص 97

۱۰۔ قاضی حسین احمد "نجم الدین اربکان ہوجہ" روزنامہ جنگ کوئٹہ 16 مارچ 2011ء ص 6

۱۱۔ اسرار الرحمٰن بخاری "جدید دنیائے اسلام" بخاری ایورنیو بک پیلس لاہور 2003ء ص 77، 78

۱۲۔ عبید اللہ فہد فلاحی ڈاکٹر جدید ترکی میں اسلامی بیداری" اسلامک پبلی کیشنز ص 229

۱۳۔ عبدالغفار عزیز "ترکی خاموش انقلاب کی راہ پر" ماہنامہ ترجمان القرآن ستمبر 2007ء ص 68

۱۴۔ عبدالغفار عزیز "ترکی سیکولرزم کا ایک حملہ" ماہنامہ ترجمان القرآن مئی 2008ء ص 68

۱۵۔ عبدالغفار عزیز "ترکی اسکارف پر پیش رفت" ماہنامہ ترجمان القرآن مارچ 2008ء ص 82۔71

۱۶۔ عبدالغفار عزیز "ترکی سیکولرزم کا ایک حملہ" ماہنامہ ترجمان القرآن مئی 2003ء ص 69

۱۷۔ حافظ محمد ادریس "ترکی میں حکمران پارٹی پر پابندی" ماہنامہ ترجمان القرآن مئی 2008ء ص 90

۱۸۔ عبدالرشید ترابی "ترکی میں چند روز" ماہنامہ ترجمان القرآن مارچ 2007ء ص 69۔68

۱۹۔ عبدالغفار عزیز "ترکی خاموش انقلاب کی راہ پر" ماہنامہ ترجمان القرآن ستمبر 2007ء ص، 70، 71

۲۰۔ یضاً ص، 73

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۱۔ تیونس کی اسلامی تحریک کے سربراہ اور مشہور عالم دین ہیں

۲۲۔ ھارٹز'' قافلہ حریت جیت گیا'' جدون نیوی .21 جون 2010 بحوالہ ماہنامہ ترجمان القرآن اگست، 2010ء ص،74

۲۳۔ عبدالغفار عزیز'' سفینہ حریت اور اسرائیل کا مستقبل'' ماہنامہ ترجمان القرآن، جولائی 2010 ص 40

۲۴۔ عبدالغفار عزیز'' عالمی اتحاد علما کانفرنس ماہنامہ ترجمان القرآن، اگست 2010 ص 84

۲۵۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ لاہور پنجاب یونیورسٹی 1975ء ص 33

۲۶۔ حافظ محمد سجاد، اسلامی تحریکات عہد جدید میں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد 2001 ص نمبر 150

۲۷۔ ایضاً ص 153

۲۸۔ ثروت صولت'' ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ'' حصہ سوئم ص 31۔

۲۹۔ حافظ محمد سجاد، اسلامی تحریکات عہد جدید میں، ص 153

۳۰۔ ایضاً، ص 155

۳۱۔ خلیل احمد الحامدی'' تحریک اسلامی کے عالمی اثرات'' ادارہ معارف اسلامی لاہور 1993 ص ۱۰۰۔۱۰۷

۳۲۔ محمد ارشد، اخذ و تلخیص سہ روزہ دعوت انڈیا خصوصی اشاعت، مسلم دنیا، مارچ 1996ء

۳۳۔ محمد سوکیمان 1894ء میں جاوا میں پیدا ہوئے ہالینڈ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی، طلبہ کی تحریکوں اور شرکت اسلام میں حصہ لیا۔ 1934 میں شرکت اسلام چھوڑ کر اسلام پارٹی قائم کی۔ جنگ آزادی میں نمایاں حصہ لیا۔ 1956 میں کچھ مدت کے لیے انڈونیشیا کے وزیر اعظم ہو گئے۔ اسلامی اتحاد کے علمبردار اور کمیونسٹوں کے سخت مخالف تھے۔

۳۴۔ ثروت صولت'' ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ'' ج ۳، ص ۳۹

۳۵۔ خلیل احمد الحامدی'' تحریک اسلامی کے عالمی اثرات'' ادارہ معارف اسلامی جولائی 1993ء ص 109۔ 110

۳۶۔ ثروت صولت'' ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ'' ج 4، ص، 194،195

۳۷۔ راشد الغنوشی تحریک نہضۃ الاسلامی تیونس کے سربراہ اور معروف دانشور ہیں

۳۸۔ راشد الغنوشی'' عالم عرب کی اسلامی تحریکیں'' ترجمہ محمد ظہیر الدین بھٹی ترجمان القرآن فروری 2010ء، ص 74

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۹۔ حافظ محمد سجاد "اسلامی تحریکات عہد جدید ہیں" ص 154

۴۰۔ ایضاً 157

۴۱۔ ثروت صولت "ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ" حصہ چہارم ص 54

۴۲۔ سورۃ نوح، 71:13، 14

۴۳۔ حافظ محمد سجاد "اسلامی تحریکات عہد جدید میں" ص 163

۴۴۔ ایضاً ص 166، 167

۴۵۔ ایضاً 200،

۴۶۔ اخذ و تلخیص مولانا خلیل احمد حامدی، جدید نظریات کی شکست، ص 51

۴۷۔ Akbar S. Ahmed, Islam Today, A Short Introduction to new Muslim Ward, 47 , Published in 1999 b I.B. Tauris, London , P, 141, 142.

۴۸۔ یوسف الخباز، "استعمار کی ذہنی غلامی" ماہنامہ ترجمان القرآن فروری، 2008ء ص 48

۴۹۔ ثروت صولت "ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ" حصہ چہارم، ص 132

۵۰۔ حافظ محمد سجاد "اسلامی تحریکات عہد جدید میں" ص، 217

۵۱۔ ایضاً ص 221

۵۲۔ راشد الغنوشی "عالم عرب کی اسلامی تحریکیں" ترجمہ ظہیر الدین بھٹی، ترجمان القرآن فروری 2001

۵۳۔ عبدالغفار عزیز، اوراب سوڈان، ترجمان القرآن ضروری 2008ء ص 73

۵۴۔ ایضاً ص، 75

۵۵۔ ۱۰ اکتوبر 2008ء کے اسرائیلی اخبارات، بحوالہ عبدالغفار عزیز، اخبار اُمت، ترجمان القرآن اپریل 2009ء، ص 90، 91

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

جنوبی ایشیا کی اسلامی تحریکات

برصغیر پاک وہند میں بیسویں صدی کے آغاز میں ہی مختلف تحریکات نے جنم لیا۔ان میں کچھ سیاسی تحریکات بھی ہیں تو کچھ علمی ودعوتی وخالص فکری ونظریاتی تحریکات بھی ہیں۔

ہر تحریک نے اپنے زاویۂ نگاہ اور خاص نقطۂ نظر سے وقت کی راہنمائی کی ہے۔اس صدی میں جبکہ مغربی فکر وفلسفہ،تہذیب وتمدن کا ہمہ گیر تسلط قائم ہوگیا،تو امت مسلمہ کے راہنماؤں نے اس کے مقابلے میں بھی اسلامی تہذیب وتمدن کی حقانیت کو زمانے کے سامنے فکر وعمل سے پیش کیا،اور اسلامی فکر کی تشکیل نو میں تعمیری ومثبت خدمات سرانجام دیں۔حضرت علامہ اقبال نے خصوصاً اسلامی فکر کی تشکیل جدید کی ضرورت اور اسلام کے حرکی تصور کو اجاگر کیا اور ساتھ ہی مغربی نظریے اور تہذیب وثقافت کے مضر اثرات کی نہ صرف نشاندہی کی بلکہ اسے انسانیت کے لیے سب سے بڑی جاہلیت قرار دیا۔ان کے افکار سے جہاں ہندوپاک کے مسلمانان کے اندر بیداری وسیاسی شعور پیدا ہو،وہیں اس کے اثرات افغانستان وایران کے مسلمانوں پر یکساں طور پر مرتب ہوئے۔یہی وجہ ہے کہ ان ممالک میں بھی ان کے افکار وخیالات کو آج بھی علم وفکر کے میدان میں رہنما سمجھا جاتا ہے۔دوسری جنگ عظیم کے بعد جہاں مسلمانوں کا زوال اپنے عروج کو پہنچا وہاں پر مسلمانوں میں احیا کی فکر بھی پیدا ہوئی۔استعماری قوتوں کے ظلم واقتدار کے دور میں مسلمانوں کو اس بات کا احساس بخوبی ہوگیا تھا کہ ان کی تنزلی کا بڑا سبب دین سے دوری وبے عملی ہے۔لہذا جہاں آزادی کی تحریکات نے جنم لیا وہاں اُن کے پس منظر میں اسلام پسندی کی برتری اور مسلمانوں کی سیاسی ومعاشی اصلاح پوشیدہ تھی۔کیونکہ جنوبی ایشیا کے لوگوں میں اسلام کی فکر اس قدر پختہ وراسخ ہے،جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ تمام نوآبادیاتی ممالک نے آزادی کا اصل مطمح نظر اسلامی احیا کو بنایا،جس کا ثبوت یہ ہے کہ ہر زمانے میں ایسے اصحاب علم وفکر پیدا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصل مطمح نظر اسلامی احیا کو بنایا، جس کا ثبوت یہ ہے کہ ہر زمانے میں ایسے اصحابِ علم وفکر پیدا ہوتے رہے، جنھوں نے اسلام کی تعلیمات کو نہ صرف عام کیا بلکہ اس کی عظمت اور حرکیت کو از سرنو زندہ بھی کیا اور اس کے لیے قربانیاں پیش کی۔

جماعت اسلامی

ا۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور جماعت اسلامی

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور جماعت اسلامی: مولانا مودودیؒ عصر حاضر میں احیائے اسلام اور اسلامی تحریکات میں مرکزی مقام رکھتے ہیں۔ آپ کی دعوتی اور تحریکی فکر نے موجودہ دور میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے مضبوط اور مستحکم بنیاد فراہم کر دی۔ آپ کی فکری وعلمی تحریروں نے اسلام کے مختلف شعبوں اور پہلوؤں کے بارے میں جامع معلومات بہم پہنچائیں۔ مشرق سے عرب تک مسلم مفکرین اور دعوہ کو متاثر کیا ہے۔ سید قطب سے لے کر الجزائر، ایران، ملائیشیاء اور سوڈان تک اسلامی فکر اور کردار کے جتنے بھی علم بردار ابھرے، انھوں نے فکر مودودی کو اپنے کام کا نقطہ آغاز بنایا ہے۔ مولانا 25 ستمبر 1903ء کو جنوبی ہند کے شہر اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے خاندان کا تعلق شمالی ہندستان کے مسلم معززین سے تھا، جو حیدر آباد دکن میں آ کر آباد ہو گئے۔ آپ مشہور صوفیاء کے سلسلۂ "چشتیہ" سے تعلق رکھتے تھے۔ والد متصوف آدمی تھے۔ [1]

ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور 11 برس کی عمر میں آٹھویں کے طالبعلم بنے۔ نوعمری میں ہی عربی زبان میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ چنانچہ قاسم امین کی کتاب "المراۃ الجدیدۃ" کا ترجمہ صرف چودہ سال کی عمر میں کیا۔

پندرہ سال کی عمر میں بجنور سے نکلنے والے اخبار کے ایڈیٹر ہو گئے۔ حکومت نے جب اخبار بند کر دیا تو مسلمانوں کی فلاح کے کاموں میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ سولہ سال کی عمر میں تحریک خلافت میں حصہ لیا اور جبل پور سے ہفتہ وار رسالہ "التاج" نکالنا شروع کیا۔ جو بعد میں یومیہ ہو گیا۔ مگر آپ کے زور دار مقالوں اور مضامین کے پیش نظر حکومت نے بند کر دیا۔ آپ دہلی چلے گئے جہاں مولانا جوہر کے ساتھ مل کر "ہمدرد" کا پرچہ نکالا۔ تب آپ کے سیاسی افکار میں مذہب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا رنگ غالب ہو گیا۔مولانا مودودیؒ نے جمعیت علمائے ہند کے ترجمان پرچہ "الجمعیت" کی ادارت بھی کی، جس سے آپ کو مسلم سیاست کا گہرا شعور حاصل ہوا۔آپ نے سیاست میں مکمل طور پر حصہ لینا شروع کر دیا۔ ۲

1926ء میں اپنی مشہور کتاب "الجہاد فی الاسلام" لکھی جس کی وجہ مولانا محمد علی جوہر کی یہ خواہش تھی کہ کاش کوئی شخص ایسی کتاب بھی لکھے جس سے وہ غلط فہمیاں دور ہو سکیں جو پھیلائی جا رہی ہیں۔چنانچہ مولانا نے لبیک کہا اور یہ معرکہ آرا کتاب لکھی۔

"اسلام بدی کے استیلا اور بدکاری کے دفع و انسداد کے لیے کارگر تدبیر "منظم جہاد" کو بتلاتا ہے۔یعنی اسلام اُس دنیا میں کفر کی حکومت کے سائے تلے زندگی گزارنے نہیں آیا۔بلکہ وہ خود حکمرانی کے لیے آیا ہے"، کا نظریہ پیش کیا۔ ۳

1933ء میں مولانا نے رسالہ "ترجمان القران" کی ادارت سنبھالی ۔ یہ رسالہ تحریک قرآن کے بانی "مولانا مصلح ابو محمد" نے حیدرآباد سے نکالا تھا۔جو بعد میں مولانا مودودیؒ کی فکر کا ترجمان بن گیا۔اس رسالے نے اسلامی تحریک کے لیے زمین فراہم کی۔خاص کر وہ تحریریں قابل ذکر ہیں جن میں مغربی تہذیب کے بنیادی افکار پر تنقید کی گئی ہے۔جماعت اسلامی کے لیے تاریخی پس منظر کا کام اِن تحریروں نے کیا۔جو "مسئلہ قومیت "اور" مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش" کے نام سے شائع ہوئیں۔بعد ازاں وہ حیدرآباد سے پنجاب منتقل ہو گئے۔1939ء میں براہ راست سیاست میں حصہ لینا شروع کیا۔لاہور منتقل ہو گئے اور یہیں ایک جماعت بنانے کا منصوبہ بنایا۔ اور 26 اگست 1941ء کو لاہور میں جماعت کی تاسیس ہوئی۔ ۴

مولانا کی تمام زندگی دین کی شدید تڑپ اور اس کے غلبے کے لیے اقتدار کی بحالی سے عبارت ہے۔اس کے لیے انھوں نے اپنی تمام صلاحیتیں صرف کر دیں۔آپ کے علم میں بے پناہ زور تھا۔زندگی بھر اسلامی موضوعات ،قرآن،حدیث،فقہ دعوت و تبلیغ ،تاریخ و افکار،عبادات و قوانین،معاشی و معاشرت،سیاست و سیادت عرض آپ کا قلم اب ان تمام موضوعات پر وہ معرکہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آرا کتب تصنیف کرتا رہا۔ جس کی کوئی مثال دنیا میں موجود نہیں۔ آپ کی ہر کتاب اپنے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں مستند کتاب کا درجہ رکھتی ہے۔ لہذا ان کے تراجم بھی دنیا کی تمام مشہور زبانوں میں ہوئے ہیں۔ ان کی ایک کتاب " دینیات " کا ترجمہ 36 زبانوں میں ہو چکا ہے۔ ان معیاری، مدلل، عام فہم تحریرات کا مرکزی نقطہ اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات کے طور پر پیش کرنا تھا۔

سیاسی تنظیمی سطح پر آپ کا کردار بہت نمایاں رہا۔ قیام جماعت سے 1971ء تک آپ جماعت کے امیر رہے۔ ملکی سطح پر مطالبہ اسلامی دستور سے لے کر تحریک " ختم نبوت " تک آپ نے مجاہدانہ کردار ادا کیا اور سامراج کے سامنے ڈٹے رہے۔ مسیحی مصنف مسٹر اسمتھ نے مولانا مودودی کو جدید اسلامی فکر رکھنے والا دنیا کا سب سے بڑا مفکر قرار دیا۔ ؎۵

۲۔ جماعت اسلامی کا قیام

جب مولانا مودودی نے یہ محسوس کیا کہ اقامت دین کا اجتماعی کام شروع کیا جاسکتا ہے اور باطل نظریات وافکار پر تنقید کے بعد تعمیری کام کی بنیاد ڈالی جاسکتی ہے۔ چنانچہ مولانا نے ''دیوانوں کی ضرورت'' کے عنوان سے مسلمانوں کو آواز دی: ''کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہم کو مسلمان رہنے یا نہ رہنے کا آخری فیصلہ کرنا ہے، تو ہمیں اپنے ماحول کو اور پھر تمام دنیا کو دارالاسلام بنانے کا عزم لے کر اٹھنا چاہیے اور اس کے لیے جان وتن کی بازی لگا دینی چاہیے۔ جن لوگوں میں یہ نگرانی موجود ہے اور جو ایسے مقصد کی راہ میں لڑتے ہوئے ناکام مر جانے کو دنیا کی ساری کامرانیوں پر ترجیح دینے کے لیے تیار ہیں، صرف انھی کی ہم کو ضرورت ہے۔ جو دارالاسلام کی تحریک بھی چلا سکتے ہیں''۔ ؎۶

چنانچہ ان امور کو سامنے رکھ کر اقامت دین کے لیے پکار لگائی گئی۔ ملک کے ۷۵ افراد 26 اگست 1941ء کو لاہور کے محلہ اسلامیہ پارک میں جمع ہوئے اور جماعت اسلامی کی بنیاد ڈالی۔ باہمی مشورے سے مولانا ہی کو امیر جماعت منتخب کیا گیا۔ اس موقع پر فرمایا: میں آپ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے درمیان نہ سب سے زیادہ علم رکھنے والا، نہ سب سے زیادہ متقی، نہ مجھے کسی خصوصیت سے کوئی فضلیت حاصل ہے، بہر حال جب آپ نے مجھ پر اعتماد کر کے اس کار عظیم کا بار میرے اوپر رکھ دیا ہے، تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں اور آپ لوگ بھی دُعا کریں کہ مجھے اس بار کو سنبھالنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے اس اعتماد کو مایوسی میں تبدیل نہ ہونے دے۔ ے

جماعت اسلامی اپنے ارکان کی اخلاقی و روحانی تربیت پر خاص طور پر زور دیتی ہے۔ جماعت کا مرکز تربیتی نصاب تجویز کرتا ہے اور ملک بھر میں حلقہ وار اور سیاسی طور پر تربیتی کیمپ منعقد ہوتے ہیں۔ اس تربیتی نصاب میں قرآن و حدیث کے مطالعے پر اور انھیں جدید دور کی ضروریات پر منطبق کرنے پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ امیر جماعت کا انتخاب پانچ سال بعد باقاعدگی سے ہوتا ہے۔ انتخابات میں کوئی امیدوار نہیں ہوتا۔ بلکہ درحقیقت کسی شخص کی طرف سے اقتدار کی خواہش کا ذرا سا اظہار بھی اس کو مکمل طور پر نا اہل قرار دے دیتا ہے۔ ۸

جماعت اسلامی اپنے بیت المال کی آمدنی حسب ذیل ذرائع سے حاصل کرتی ہے۔

۱۔ جماعت کی مطبوعات سے منافع

۲۔ ارکان جماعت سے عشر، زکوۃ

۳۔ جماعت کے متفقین کے عطیات

۴۔ قربانی کی کھالوں کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقوم، جو صرف غریبوں اور حاجت مندوں پر صرف کی جاتی ہیں۔ جماعت خدمت خلق کے کاموں میں ہمیشہ آگے رہی ہے۔ خصوصاً جب کبھی قوم پر کوئی برا وقت آتا ہے، وہ اپنے محدود وسائل میں میدان عمل میں آجاتی ہے۔ ۹ تقسیم پاکستان کا موقع تھا یا کشمیر و افغان مہاجرین کے کیمپوں کی امداد، زلزلوں اور سیلابوں کی تباہی تھی یا شمالی علاقہ جات کی خانہ جنگی، متاثرین کی بے لوث خدمت اور بھوک و بیماری اور زخمیوں کے علاج معالجوں کی سہولتیں۔ لاشوں کی تدفین، ہر کام میں جماعت نے وسیع پیمانے پر سب سے بڑھ کر امدادی کام کیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختصر یہ کہ جماعت اسلامی زندگی کے ہر شعبے میں مکمل انقلاب لانا چاہتی ہے۔ خارجی امور میں جماعت اتحاد اسلامی کی علم بردار ہے۔ فلسطینی عربوں کے حقوق اور بیت المقدس کی مسلمانوں کو واپسی کی حامی ہے۔ بڑی طاقتوں کے ساتھ وابستگی کے خلاف ہے۔ جماعت اسلامی احیائے اسلام کے لیے جو کام کر رہی ہے۔ اس میں معاشرے کا کوئی بھی عملی میدان خالی نہیں۔ ان میں سب سے اہم "اسلامی جمعیت طلبہ" کی ہے۔ جو اس وقت پاکستان میں طلبہ کی سب سے بڑی اور منظم تنظیم ہے۔ طلبہ کی بیشتر انجمنیں اسی تنظیم کے زیر اثر ہیں۔ مزدوروں میں جو تنظیم کام کر رہی ہے، اس کا نام "نیشنل لیبر فیڈریشن" ہے۔ اسی طرح کاشتکاروں کی تنظیم کا نام "کسان بورڈ" ہے۔ "اتحاد العلما" کے نام سے ایک تنظیم علما کی بھی ہے۔ جس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ہر مکتب فکر کے علما شامل ہیں۔ [10]

جماعت اسلامی کا نصب العین

جس وقت جماعت کی تشکیل ہوئی اس کا نصب العین یہ قرار دیا گیا۔ جماعت اسلامی کا نصب العین اور اس کی تمام سعی و جدو جہد کا مقصد دنیا میں حکومت الہیہ کا قیام اور آخرت میں رضائے الہی کا حصول ہے۔ جماعت اسلامی جس مقصد کے لیے قائم کی گئی ہے، وہ یہ ہے۔

انسانی زندگی کے پورے نظام کو اس کے تمام شعبوں کو فکر و نظر، عقیدہ و خیال، مذہب و اخلاق، سیرت و کردار، تعلیم و تربیت، تہذیب و ثقافت، تمدن و معاشرت، حدیث، ریاست، قانون و عدالت، صلح و جنگ اور بین الاقوامی تعلقات سمیت خدا کی بندگی اور انبیاء علیہم السلام کی ہدایت پر قائم کیا جائے۔ [11]

ہمارے مقصد و مسلک کو جس لائحہ عمل کی ضرورت ہے، اس کے چار بڑے بڑے اجزا ہیں۔ یعنی نصب العین کے حصول کے لیے مندرجہ ذیل طریقہ کار اختیار کیا جاتا ہے:۔

۱۔ تطہیر و تعمیر افکار: یعنی غیر اسلامی علوم و فنون اور تہذیبی اثرات ختم کر کے ذہنوں کو اچھے لٹریچر سے حقیقی اسلام کی شاہراہ پر لانا خیالات کے راستے سے زندگیوں کا رُخ بدلنا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ صالح افراد کی تنظیم وتربیت: اس کا دوسرا جزا ایسے افراد کی تلاش اور تربیت ہے، جو پرانی یا نئی خرابیوں سے پاک ہوں یا اب پاک ہونے کے لیے تیار ہوں، خواہ عوام میں ہوں یا خواص میں سے ہوں۔ یعنی صرف تنظیم پر ہی قناعت نہ ہو بلکہ منظم ہونے والوں کی دینی اخلاقی تربیت کا انتظام ہو۔ یعنی صالح سیرتوں کی تعمیر جو جماعت کا بوجھ اُٹھا سکے۔

۳۔ اصلاح معاشرہ: یعنی صالح افراد اُٹھ کر اجتماعی اصلاح کی سعی کریں۔ بستی کی مسجدوں کی اصلاح ہو یا عام باشندوں کی یتیموں اور بیواؤں اور غریب طالبعلموں کی مدد۔ مزدوروں کے معقول حقوق کے حصول کی جدوجہد۔ غرض عمومی اصلاح ہی زمین کی تیاری ہے، جو مسلسل محنت کا نتیجہ ہوتی ہے۔

۴۔ نظام حکومت کی اصلاح: چوتھا جز، نظام حکومت، قانون، نظم ونسق جو اپنے اثرات زندگی کے ہر حصہ میں پھیلا رہا ہوتا ہے۔ جو صالح لوگوں کو اقتدار کے مقام پر پہنچاتا ہے۔[۱۲]

۳۔ تحریک اقامت دین اور جمہوری انتخابات

جماعت اسلامی کی جس تحریک کو لے کر اُٹھی ہے۔ وہ پچھلے ستر برسوں میں تین مرحلوں سے گزر چکی ہے۔ پہلا مرحلہ وہ خالص تنقید وتعمیر اور تبلیغ ودعوت کا تھا جس کا سلسلہ تقریباً 9 سال جاری رہا۔ دوسرا مرحلہ تنظیم وتربیت کا تھا اور اس میں تقریباً چھ سال صرف ہوئے۔ تیسرا مرحلہ توسیع و عملی اقدام کا تھا۔

مولانا مودودی بیک وقت داعی دین بھی ہیں اور متکلم اسلام بھی۔ ان کی دعوت کی رگ وپے میں فطری طور پر ان کے کلامی نظریات سرایت کیے ہوئے ہیں۔ اس وقت دنیا مختلف نظام ہائے حیات کے فطری وفکری ادوار سے گزر کر عملی زندگی کی نہج قرار پانے اور پھر ان کے باہمی تصادم کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ اس تاریخی پس منظر میں مولانا مودودی کو صرف اسلام ہی بہترین نظام حیات اور زندگی کے تمام مسائل کا بہترین حل نظر آیا۔ اس طرح دین کا ایک مطالبہ یہ نظر آیا کہ اس نظام کلی کو نظام زندگی پر عملاً نافذ کر دیا جائے۔[۱۳]

ترجمان القرآن میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔ اسلامی طریق کار یہ ہے کہ پہلے ہم دینی دعوت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کریں گے۔ پھر ان لوگوں کو جو ہماری دعوت قبول کریں منظم کرتے جائیں گے۔ پھر اگر رائے عامہ کی موافقت سے یا حالات کی تبدیلی سے کسی مرحلے پر ایسے آثار پیدا ہو جائیں کہ موجود الوقت دستوری طریقوں ہی سے نظام حکومت کا ہمارے ہاتھوں میں آجانا ممکن ہو اور ہمیں توقع ہو کہ ہم سوسائٹی کے اخلاقی وتمدنی اور سیاسی ومعاشی نظام کو ایسے اُصولوں پر ڈھال سکیں گے، تو ہمیں اس موقع سے فائدہ اُٹھانے میں کوئی تامل نہ ہوگا۔ اس لیے کہ ہمیں جو کچھ بھی واسطہ ہے، اپنے مقصد سے ہے، نہ کہ کسی خاص طریقے سے۔ لیکن اگر پُرامن ذرائع سے جوہر اقتدار (Substance of power) ملنے کی توقع نہ ہو تو پھر ہم دعوت جاری رکھیں گے۔ اور تمام جائز شرعی ذرائع سے انقلاب برپا کرنے کی کوشش کریں گے۔ الیکشن لڑنا اور اسمبلی میں جانا اگر اس غرض کے لیے ہو کہ ایک غیر اسلامی دستور کے تحت ایک لادینی جمہوری (Democratic) ریاست کے نظام کو چلایا جائے تو یہ ہمارے عقیدۂ توحید اور ہمارے دین کے خلاف ہے۔ لیکن اگر یہ توقع ہو کہ عظیم اکثریت کی تائید سے ہم ملک کا دستور حکومت تبدیل کر سکیں گے، تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس طریقے سے کام نہ لیں۔ تاہم یہ طریقہ جب استعمال کریں گے کہ ہم ملک کی اکثریت کو اپنا ہم خیال بنا چکے ہوں۔ اِن تحریروں سے جماعت اسلامی کی سیاسی فکر اور لائحہ عمل کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔[۱۴]

تقسیم ملک کے بعد جماعت اسلامی پر جلد ہی عیاں ہو گیا کہ برسر اقتدار [illegible] پاکستان کو صحیح اسلامی ریاست بنانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا بلکہ وہ برطانوی حکومت کی میراث کو جاری ر[illegible] خواہش مند ہے۔

چنانچہ اس سلسلے میں مولانا فرماتے ہیں۔ آپ کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ جماعت اسلامی کا اصل مدعا موجودہ نظام کے چلانے والے ہاتھوں کا بدلنا نہیں ہے۔ بلکہ خود نظام کا بدلنا ہے۔ ہماری کوششوں کا مقصد یہ نہیں کہ نظام کار تو یہی رہے۔ مگر اس کو مغربی نہیں مشرقی چلائے اور ہماری نظر ہاتھوں پر نہیں [illegible] جس پر زندگی کا نظام چلایا جاتا ہے۔ وہ اصول اگر [illegible]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں تو ہم ان کے خلاف جنگ جاری رکھیں گے۔اور صالح اصولوں سے بدلنے کی کوشش کریں گے۔اسی بنا پر جماعت اسلامی نے اپنی ساری مساعی قومی دستور سے یہ مطالبہ منوانے پر مرکوز کر دی کہ نئے دستور میں مشہور معروف "قرارداد مقاصد" شامل کی جائے جس میں خصوصیت کے ساتھ یہ شامل ہے کہ" اسلامی احکام کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا۔" مولانا مودودی نے جو تحریک برپا کی اور اسلامی نظام کی تشریح و توضیح کے لیے اور غیر اسلامی افکار و نظریات پر تنقید و تبصرہ کے لیے جو لٹریچر تیار کیا اور "تفہیم القرآن" کے ذریعہ قرآن سے امت کو جوڑنے اور زندہ متحرک کتاب الٰہی کی حیثیت سے پیش کرنے کا جو عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے، وہ رہتی دنیا تک فراموش نہیں کیا جا سکتا۔آج ساری دنیا میں انقلاب کی باتیں ہو رہی ہیں۔اسلام تیسری طاقت کے طور پر ابھر رہا ہے۔ان سب میں مولانا مودودیؒ کی کوششوں کا دخل ہے، جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ بیسوی صدی کے انسانوں میں مولانا مودودی نے ایک متحرک زندگی بخش لہر دوڑا دی ہے۔جس سے ملت بیضا کا دامن وابستہ ہے۔ [۱۵]

۴۔ جماعت اسلامی کی مخالفین کی رائے

۱۔ جماعت اسلامی کی عملی سیاست میں آنے کی مخالفت:۔بعض حلقوں میں اس بارے میں غلط فہمی پائی جاتی ہے، اس لیے اس پالیسی کی قدرے تشریح و توضیح ضروری ہے۔ان لوگوں کا خیال ہے کہ جماعت اپنی سرگرمیاں صرف تبلیغ تک محدود رکھتی تو اس طرح وہ حکومت کی نگاہوں سے بچی رہتی تو کسی قسم کا کوئی تصادم نہ ہوتا (ان کا جواب پچھے صفحات میں موجود ہے)

۲۔ جماعت اسلامی پر کیے جانے والے اعتراضات میں ایک یہ ہے کہ جماعت اسلامی کے لوگ صحابہ کرام کو معیار حق نہیں جانتے۔جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جماعت ہی نہیں پوری امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ غیر مشروط اطاعت صرف اللہ اور اس کے رسول کی ہوگی۔بحیثیت اجتماعی صحابہؓ کی جماعت معیار حق یعنی قرآن و سنت کے معیار پر پوری اترتی تھی البتہ بحیثیت فرد سب کو معلوم ہے کہ صحابہ اکرام کے دور میں حدود بھی نافذ ہوئیں اور سزائیں بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی گئیں۔ ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی بھی اولیائے اکرام سے بڑا ہے مگر صحابہ اکرام معیار حق کے مطابق ہیں خود معیار حق اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔[۱۶]

۳۔ تحریک اسلامی کی ناکامی کی وجہ، مخالفین، عجلت پسندی قرار دیتے ہیں 1947 میں قیام پاکستان کے حالات میں تحریک اسلامی کے لیے ایک بظاہر آسان راستہ (Short Cut) نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ اس آسان اور مختصر راستے کے دو پہلو ہیں۔

ا۔ ایک قیادت کا خلا پر کرنا تھا ۲۔ نئی مملکت کے دستور کو بننا تھا لہٰذا بڑھو اور اس Short cut سے اقتدار کو ہاتھ میں لے کر نیچے سے اوپر کی طرف ایک فطری انقلاب لانے کے بجائے موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

1947 کی اسی تبدیلی سے پوری تحریک کی بنیادی نوعیت ہی بدل گئی اور دین کی تجدید واحیا کی ذمہ داری لے کر اٹھنے والی تحریک نے ایک کروٹ میں یہ بوجھ اٹھا پھینکا اور ملی وقومی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنے والے نہ پہلے کم تھے اور نہ آج مفقود ہیں، مگر اس جگہ کو پر کرنے والا کوئی نہیں رہا جو جماعت اسلامی نے اپنے انتقال سے خالی کی ہے۔

1947 سے پہلے ہندستانی مسلمان عام طور پر دو گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک گروہ مسلمانان ہند کے حق میں مجموعی حیثیت سے اس کو بہتر سمجھتا تھا جبکہ دوسری طرف مسلم لیگ تھی جو ملک تقسیم کر کے مسلمانوں کی اکثریت کو ایک آزاد مملکت (پاکستان) قائم کر رہی تھی۔ مولانا کا موقف دونوں سے الگ تھا۔ وہ بڑی شدت سے قومی اور وطنی نعروں کی مخالفت کرتے رہے۔

جماعت اسلامی کا موقف یہ تھا: بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ایک دفعہ غیر اسلامی طرز ہی کا سہی مسلمانوں کا قومی اسٹیٹ قائم ہو جائے پھر رفتہ رفتہ تربیت اور اخلاقی اصلاح کے ذریعے سے اس کو اسلامی اسٹیٹ میں بدلا جا سکتا ہے۔

مگر میں اپنے ناقص علم کی بنا پر اس کو ناممکن سمجھتا ہوں۔ عمر بن عبدالعزیز جیسا زبردست فرمان روا جس کی پشت پر تابعین و تابع تابعین کی ایک بڑی جماعت بھی تھی، سوسائٹی کی بحیثیت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجموعی اصلاح میں ناکام ہوئی۔ جمہوری نوعیت کا اسٹیٹ جو کریکٹر کے بجائے مردم شماری کے رجسٹر میں درج ''مسلمان'' جو اسلامی ذہن وفکر سے عاری ہوں کا انتخاب کر کے پارلیمنٹ میں پہنچائے گا۔ اس قسم کے لوگوں کے ہاتھ میں اقتدار آنے سے قومی حکومت جس پر اسلام کا نمائشی لیبل لگا ہو۔ اسلامی انقلاب کا راستہ روکنے میں اس سے بھی زیادہ جری و بیباک ہوگی جتنی غیر مسلم حکومت ہوتی ہے (اسلامی حکومت کسی طرح قائم ہوتی ہے) پھر جب کہ ملک کی تقسیم کا فیصلہ ہو گیا تو مولانا اوران کے رفقا اور جماعت کا مرکز دارالاسلام سے پاکستان (لاہور) منتقل ہو گئے۔

یہاں جماعت کا طرز فکر بدلا اور مسلم لیگ کی طرز پر الیکشن لڑنے کا فیصلہ کرلیا گیا۔ پالیسی کی اس تبدیلی اور الیکشن بازی سے جماعت کا مزاج دین بدلا اور داعی جماعت کے بجائے سیاسی پارٹی والا مزاج بنتا چلا گیا اور وہی لوگ جماعت میں آتے رہے جن کے لیے اس میں کشش تھی۔[۱۷]

اس طرح جب فوج کے سربراہ ایوب خان کے دور میں ''متحدہ محاذ'' قائم ہوا جس میں بھاشانی کی پارٹی جو کمیونسٹ اور کمیونزم کی سخت حامی تھی، جماعت اسلامی نے ان کے ساتھ اشتراک کر کے ایوب خان کے خلاف اشتراک عمل کو اقامت دین قرار دے دیا۔

اس محاذ میں فاطمہ جناح کو صدر ایوب کے خلاف منتخب کیا اور اس سے پہلے مولانا مودودیؒ قرآن وحدیث کے حوالوں کے ساتھ یہ بات کہہ چکے تھے کہ اسلام اور اسلامی شریعت میں کسی عورت کے رکن اسمبلی ممبر ہونے کی کوئی گنجائش نہیں جبکہ صدر جو کہ مختار کل ہوتا ہے، بنانے کے لیے عورت کو نامزد کیا جائے۔ مگر فاطمہ جناح کی تائید کی گئی اس مہم کو تن من دھن سے لڑا گیا۔

اگرچہ جماعت کے مزاج اور تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امت مسلمہ میں اٹھنے والی تحریکوں اور فرقوں کے مقابلے میں بہت ممتاز اور منفرد ہے، جو افراد اس کی تاسیس اور تعمیر و خدمت میں پوری سرگرمی سے شریک رہے تھے۔ ان کی قربانیاں اس راہ میں کچھ کم نہیں مگر جو اہل حل وعقد میں سے تھے اور جن کی دینی بصیرت وحق پرستی مسلم تھی، انھوں نے مختلف اوقات میں جماعت سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قطع تعلق کیا اور اصلاح حال کی کوشش بھی کی۔ جماعت اسلامی کے خواص میں سے مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف، مولانا عبدالغفار حسن، غازی عبدالجبار اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب، جماعت اسلامی انڈیا میں مولانا وحیدالدین صاحب، مولانا حکیم ابوالحسن، عبیداللہ خان، قمرالدین خان صاحب، مولانا منظور نعمانی وغیرہ، جو اس وقت ان کے لیے کڑوا گھونٹ تھا۔۱۸

عوامیت کے شوق میں عوام کی پیروی میں بڑھتے ہوئے سیاسی ذوق اور سیاسی مقاصد نے عوام کی قیادت ورہنمائی کے درجے سے اتار کر تحریکی زعما کو عوامی خوشامد پر لگا دیا ہے۔ عوام کے رجحانات اور میلانات کے پیچھے چلنے پر بقول ''علامہ یوسف القرضاوی'' عوامی خواہشات کا اتباع، سلاطین و بادشاہوں کی مرضی کا بندہ ہونے سے بھی زیادہ خطرناک ہے کیونکہ بادشاوں کو تو رد کیا جا سکتا ہے مگر عوام کے باطل نظریات سچ کو ٹھکرا دیتے ہیں۔

ان خرابیوں کا علاج صرف یہ ہو سکتا ہے کہ صالحین کی ایک جماعت منظم کی جائے، جو خدا ترس بھی ہو، راست باز اور دیانتدار بھی ہو، خدا پسندیدہ اخلاق و اوصاف سے آراستہ بھی ہو اور دنیا کے معاملات کو دنیا داروں سے زیادہ اچھی طرح سے سمجھے اور اپنی قابلیت و مہارت سے انھیں شکست دے سکے۔۱۹

پاکستان اور اسلامی دنیا کی سیاست میں جماعت اسلامی کے اثرات اگرچہ زیادہ وسیع نہیں ہیں، لیکن مولانا مودودی کے افکار نے ان لوگوں کو بھی متاثر کیا ہے۔ جو جماعت اسلامی کی پالیسی سے متفق نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی سیاست اور معاشرے پر مولانا کے افکار کی چھاپ ہر جگہ نظر آئے گی۔

۵۔ جماعت اسلامی اور اس کی وسعت

موجودہ صدی کے ربع اول میں مولانا مودودیؒ کی آواز ایک فرد کی آواز تھی اور اب یہ آواز ملت اسلام کی پکار بن چکی ہے اور تحریک اسلامی ایک عالمگیر پیغام انقلاب ہے۔ مصری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاتون زینب الغزالی کے الفاظ ہیں ’’ مولانا کی فکر ہوا میں سرایت کی چکی ہے جس سے سارا جہاں معطر رہتا ہے۔ یہ ہوا پوری دنیا کے اندر چل رہی ہے۔‘‘ اندلس کے وادیوں سے لے کر افریقہ کے صحراؤں تک یورپ کے سبزہ زاروں سے لے کر امریکہ کی درس گاہوں تک مشرق بعید کے ممالک سے لے کر مغرب اقصیٰ کے کناروں تک اندلس کے کوہ ودشت سے لے کر فلپائن کے جنگلات تک فکر مودودی بے راہ روؤں کے لیے زریعہ رشد وہدایت ثابت ہو رہی ہے اس موقع پر پوری دنیائے اسلام کے اندر اسلامی دعوت کی رفتار اور اثرات کا جائزہ لینا تو مشکل ہے البتہ چند ایک ممالک میں ان کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ انڈونیشیا کی تمام اسلامی جمعیتوں نے مل کر ماشومی (یہ لفظ مجلس شوریٰ مسلمین کا مخفف ہے) کے نام سے ایک محاذ قائم کیا تھا۔ انڈونیشیا کی آزادی کے بعد اس میں مزید جماعتیں شامل ہوں گی۔ ڈاکٹر ناصر صدر ماشومی پارٹی کے صدر ہیں مگر ملک میں اسلام کے بجائے کمیونزم کی راہیں ہموار ہیں۔ سوڈان میں ’’محاذ اسلامی‘‘ کے نام سے دستوری مہم کا آغاز ہوا جس میں 25 کے قریب ایسی جماعتیں شریک ہیں جو اسلامی نظام کی خواہاں تھیں الاخوان المسلمون کے ساتھ مل کر اسلامی دستور کا مطالبہ کر رہی ہیں۔[۲۰]

بنگلہ دیش میں جماعت اسلامی کے ہی نام سے یہ بہت فعال ہے جو سیکولر قوتوں کے لیے مستقل خطرہ ہے۔ اس کے امیر مطیع الرحمٰن نظامی ہیں۔

افغانستان کی وادیوں میں برپا ہونے والا جہاد اسلامی بھی ’’حزب اسلامی‘‘ کا کرشمہ تھا۔ مجاہدین افغانستان کے ساتھ مل کر اس جماعت نے ثابت کر دیا کہ بقا طاقتور کے لیے نہیں بلکہ مومن صادق کے لیے ہے۔

فلپائن میں موروا سلامک فرنٹ فلسطین میں نئی تحریک جہاد، اسی طرح پٹانی کشمیر، اری ٹیریا اور اراکان (برما) کی آزادی کی تحریکیں اب شاگردان مودودی وحسن البناء کے ہاتھوں میں ہیں اور دنیا وہ دن دیکھ لے گی جب یہ تحریکیں منزل مقصود تک پہنچ چکی ہوں گی۔[۲۱]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ اسلامی جمعیت طلبہ

اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان کو ملکی تاریخ میں طلبہ تحریک کے حوالے سے ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ یہ تنظیم اپنے مضبوط اندرونی جمہوری نظام کی بدولت تعلیمی اداروں میں مستحکم بنیادوں پر اپنی جدوجہد کو جاری رکھے ہوئے ہے۔

آج سے 63 سال قبل جب مولانا مودودیؒ کی سوچ پر ملک بھر کے 25 نوجوانوں نے لاہور کی بلڈنگ میں ظفر اللہ خان مرحوم کی زیر قیادت اس کی بنیاد رکھی تھی، تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مستقبل میں یہ تنظیم اتنا رنگ لائے گی۔ اسلامی جمعیت طلبہ کو قائم کرنے والے نوجوانوں کے خلوص اور رضائے الٰہی کی طلب نے اس تنظیم کی جڑیں اس قدر مضبوط کیں کہ وقت کے طاغوت نے ہمیشہ انھی صالح نوجوانوں کو اپنے راستے کی دیوار جانا۔ مولانا مودودی کی رہنمائی میں اسلامی جمعیت طلبہ سے وابستہ نوجوانوں نے علم، عمل اور کامیابی تک کا یہ سفر پھولوں کی سیج پر نہیں، بلکہ کانٹوں بھرے راستوں پر طے کیا۔ ویسے تو اسلامی جمعیت طلبہ کو کئی ناموں اور عنوانات دیے جا سکتے ہیں۔ لیکن ان میں سے سب سے اہم جمعیت کا تنظیمی حُسن ہے۔ اس کے علاوہ جمعیت کا مضبوط جمہوری نظام بھی اس تحریک کے پھلنے پھولنے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ ہر سال بڑی تعداد میں طلبہ تعلیم سے فراغت کے باعث جمعیت سے فارغ ہوتے ہیں۔ تو دوسری طرف نئے خون کی مانند جمعیت کے مزید طلبہ اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ یوں بہتے پانی کی مانند مزید طلبہ اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اسلامی جمعیت طلبہ نے گزشتہ 63 برسوں میں بلاشبہ لاکھوں طلبہ کو متاثر کیا ہے جو آج عملی زندگی میں ہر مقام پر اپنا مثبت رول ادا کر رہے ہیں۔ ان میں سیاستدان بھی ہیں، وکلاء بھی ہیں اور اساتذہ بھی اور ماہرین تعلیم بھی ہیں اور انجینئرز بھی، صحافت کے شعبے سے وابستہ افراد بھی ہیں اور ڈاکٹرز بھی، الغرض کوئی شعبہ ایسا نہیں جہاں جمعیت سے وابستہ نوجوان موجود نہ ہوں۔ اسلامی جمعیت طلبہ کی تاریخ میں سالانہ اجتماعات کو خاص مقام اور اہمیت حاصل ہے اس موقع پر جمعیت کے ارکان آئندہ سال کے لیے اپنی نئی قیادت کا انتخاب کرتے ہیں اور پھر یہ سلسلہ ہر ہر یونٹ میں دہرایا جاتا ہے۔ ماہِ فروری میں جمعیت اپنی اپنی قیادت کے ساتھ تعلیمی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادارے سے لے کر مرکزی سطح تک اپنی تابندہ روایات کے ساتھ موجود ہوتی ہے۔

اس سال اسلامی جمعیت طلبہ کا سالانہ اجتماع ارکان 6,7,8 فروری کو ایشیا کی عظیم درسگاہ جامعہ پنجاب میں ہو رہا ہے۔اس سے پہلے 1982ء میں 19 ویں سالانہ اجتماع ارکان لاہور میں ہوا جس میں اسلامیہ لا کالج کے طالبعلم معراج الدین خان کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا 1983ء میں دوبارہ منتخب ہوئے 1984ء میں انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور کے اعجاز احمد چوہدری منتخب ہوئے بعدازاں سالانہ اجتماع ارکان منعقدہ کراچی میں ایم اے سیاسات، کراچی یونیورسٹی کے طالبعلم راشد نسیم کو آیندہ سال کا ناظم اعلیٰ منتخب کرلیا گیا۔1985ء میں مردان میں ہونے والے 32 ویں اجتماع ارکان وانقاء میں راشد نسیم کو ناظم اعلیٰ انتخاب کیا گیا۔

1987ء میں لاہور میں منعقدہ 34 ویں اجتماع میں امیر العظیم دوبارہ ناظم اعلیٰ بنے۔ جبکہ 1988ء میں پنجاب یونیورسٹی ایم اے ایجوکیشن کے طالب علم سراج الحق کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔وہ آیندہ سال بھی منتخب ہوئے 1990ء میں پشاور میں ہونے والے 37 ویں اجتماع ارکان میں سراج الحق تیسری مرتبہ جمعیت سے ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ 1991ء میں زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں ہونے والے اجتماع ارکان میں اے اے ڈی انجیئرنگ یونیورسٹی کراچی کے طالب علم اظہار الحق کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا 1992ء میں زکریا یونیورسٹی ملتان میں منعقد اجتماع ارکان میں اظہار الحق کو دوبارہ اسی ذمہ داری پر منتخب کیا گیا۔1993ء میں سالانہ اجتماع ارکان کراچی میں ہوا۔جس میں پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے صحافت کے طالب علم اویس قاسم کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔1994ء میں پنجاب یونیورسٹی میں ہونے والے 41 ویں اجتماع ارکان میں اویس قاسم کو دوبارہ ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔1995ء میں منصورہ سندھ میں ہونے والے اجتماع ارکان میں ایم اے ایجوکیشن پنجاب یونیورسٹی کے طالبعلم وقاص انجم جعفری اور 1996ء کو المرکز اسلامی پشاور میں منعقدہ اجتماع ارکان میں وقاس جعفری کو دوبارہ منتخب کیا گیا۔اور 1997ء کو تیسری دفعہ منعقدہ اجتماع میں منتخب کیا گیا۔اب اسلامی جمعیت طلبہ کا 58 واں سالانہ اجتماع ارکان اٹک میں ہو رہا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔جس میں سیشن 2011,12ء کے لیے مرکزی ناظم اعلیٰ اور صوبائی ناظمین کا انتخاب وعمل میں لایا جائے گا۔

2011ء میں اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان اپنے قیام کا 65واں یوم تاسیس بھی منا رہی ہے۔اس عرصے میں اسلامی جمعیت طلبہ کے 32 ناظمین اعلیٰ اپنی ذمہ داریاں نبھانے کے بعد فارغ ہو کر عملی زندگی میں کردار ادا کر رہے ہیں، جو کہ نئی طلبہ تنظیم ہی نہیں بلکہ ملکی سیاسی تاریخ میں بھی ریکارڈ ہے۔اسلامی جمعیت طلبہ کی نظامت اعلیٰ پر فائز رہنے والے چند نمایاں ناموں میں جماعت اسلامی پاکستان کے امیر سید منور حسن، سیکرٹری جنرل لیاقت بلوچ کے علاوہ لاکھوں کی تعداد میں زمانہ طالب علمی میں جمعیت سے وابستہ نمایاں افراد مختلف شعبوں میں کارہائے نمایاں انجام دینے والے ہیں۔یقیناً اسلامی جمعیت کا جمہوری پہلو اور تنظیمی حسن تمام سیاسی جماعتوں اور حکمرانوں کے لیے روشن اور قابل تقلید مثال ہے۔۲۲

۲۔مولانا الیاسؒ اور ان کی تبلیغی جماعت

آج عالم اسلام میں جو تحریک اور اس سے وابستہ افراد سب سے زیادہ ہیں وہ تبلیغی جماعت ہے۔واقعہ یہ ہے کہ اس سے وابستہ افراد کی تعداد لاکھوں سے تجاوز کر گئی ہے۔اس جیسی تحریک کی مثال کہیں نہیں ملتی۔اس کے فروغ و وسعت کو بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے اخلاص اور امت کے لیے ان کے سوز کا نتیجہ قرار دیا جاتا ہے، جب مولانا کی زندگی کا اس حوالہ سے مطالعہ کیا جائے اور ان کو اپنے بیان کردہ خیالات کے آئینے میں دیکھا جائے، وہاں تعلق باللہ عبادت ذکر علم کی اہمیت کے علاوہ جہاد و سیاست انسانی حقوق کی پاسداری وغیرہ یعنی دین کا مکمل تصور نظر آتا ہے اور ان کی تحریک خود مستقل نہیں بلکہ ولی اللّٰہی سلسلے کے اہل حق کی جدوجہد کا ایک حصہ ہے۔

ا۔حالات زندگی

مولانا محمد الیاس کے والد محمد مولانا اسماعیلؒ صاحب کے لیے، ذکر و عبادت، آئے گئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسافروں کی خدمت اور قرآن مجید اور دین کی تعلیم، شب روز کا مشغلہ تھا۔ خدمت و تواضع کا یہ عالم تھا کہ جو مزدور بوجھ لاد کر پیاسا ادھر آنکلتا ان کا بوجھ اتار کر رکھ دیتے اور ہاتھ سے ڈول ڈال کر پانی پلانے اور دو رکعت شکرانے کے ادا کرتے کہ اللہ تو نے مجھے اپنے بندوں کی خدمت کی توفیق دی۔ ۲۳

گویا حضرت مولانا محمد الیاس کو اپنی عمر کے ابتدائی بارہ تیرہ سال اپنے والد کے معمولات دیکھنے کا موقع ملا، لامحالہ اُن کی تربیت کی بنیادوں میں انسان دوستی شامل ہوگی بعد از جب زندگی میں سوچ کے خطوط متعین کرنے کا وقت آیا تو آپ گنگوہ آ گئے وہاں آپ کو دس سال رہنے کا موقع ملا۔ جہاں زندگی ایک طرف عبادت وریاضت اور عشق الٰہی سے عبارت تھی، وہاں اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے مسلسل جدوجہد اس کا دوسرا نام تھا۔ چنانچہ 1857ء ہی کی جنگ آزادی کے موقع پر جب علمائے حق نے شاملی کے میدان میں انگریز کے خلاف علم جہاد بلند کیا تو حضرت گنگوہی، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی قیادت میں وزیر لام بندی شریک ہوئے گنگوہ اس وقت علما اور فضلا کا مرکز تھا۔ ان کی اور خود مولانا رشید احمد صاحب کی محبت ومجالس کی دولت مولانا نے شب وروز حاصل کی۔ مولانا کی دینی وروحانی زندگی میں اس ابتدائی ماحول کا فیض برابر شامل رہا۔ حضرت گنگوہی نے 1323ھ میں وفات پائی تو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن 1339ھ کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔ ۲۴

جہاں آپ نے نہ صرف استفادہ کیا بلکہ اپنے استاد کے سیاسی جذبات سے بھی گہرا اثر قبول کیا۔ یہی سبب ہے کہ حضرت مولانا شیخ الہندؒ سے بیعت سلوک کے علاوہ بیعت جہاد کے بھی طالب ہوئے، ان کی درخواست قبول کر لی گئی۔ حضرت شیخ الہندؒ کے ہاتھ پر بیعت جہاد کرنے سے مولانا الیاس کی اس قلبی حالت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جس سے اُس وقت گزر رہے تھے ملک کی غلامی اور مسلمانوں کی بربادی نے انھیں انگریز کے خلاف اقدام کرنے پر جس طرح آمادہ کیا، اس سے اس تاثر کی نفی ہو جاتی ہے کہ وہ محض چند دینی باتوں کے مبلغ تھے بلکہ اس بات سے ان کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی کے حقیقی مشن کو متعین کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے کہ ان کی سوچ کسی طرح اپنے اکابرین سے مختلف نہ تھی۔

یہ الگ بات ہے کہ اس کو عمل میں لانے کے لیے ان کا طریقہ کار اپنا تجویز کردہ تھا۔ مولانا اس دنیا میں رہنے کو اللہ کا حکم قرار دیتے اور فرماتے اس میں مشغولیت اور حلال وحرام کا دھیان تو دین ہے۔ تاہم حکم سے قطع نظر دنیا کے اندر ہی سچے احساسات اور درست عمل سے دین کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے ترک دنیا ضروری ہے نہ پسندیدہ۔ چنانچہ مولانا دین کی مثال لعاب دہن سے دیتے کہ جس کی تھوڑی سی مقدار کی شمولیت کے بغیر نہ کسی چیز میں ذائقہ پیدا ہوتا ہے اور نہ وہ چیزیں ہضم ہوتی ہیں۔

الغرض مولانا الیاس کا تصورِ دین جامع اور متوازن ہے۔ اسی کو روبہ عمل لانے کے لیے ہر مسلمان سرمایہ پرستانہ اور پرتعیش زندگی جو اسلام کی راہ راست سے ہٹی اور بگڑی ہوئی ہے۔ ابھی زندگی کو ترک کرکے اسلام کی نصرت وخدمت اور اس کے عملی کاموں میں شریک ہو یا جو لوگ ان کاموں میں مشغول ہیں ان کے لیے پشت پناہ بنے، لیکن اس کے ساتھ ہی ان کاموں میں خود عملاً شریک ہونے کا عزم اور جذبہ رکھتا ہو اور صرف کسی معذوری یا دینی مصلحت کی وجہ سے وقتی طور پر علیحدہ ہو۔[۲۵]

۲۔ سماجی اور سیاسی پس منظر

1931 کی بات ہے ہندستان میں آریوں کی کوشش سے جاہل دیہاتوں میں ارتداد کی آگ پھیلی اور مسلمان جو اپنے دین سے ناواقف تھے اور خدا اور رسول سے بیگانہ تھے، اس آگ کی لپیٹ میں آئے اور اس کو بجھانے کے لیے ہر طرف سے مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے۔ تبلیغی انجمنیں سرگرم ہوئی اور مناظرین اسلام نے اسلام کی فوقیت ثابت کرنے کے لیے بحث ودلائل کے میدان گرم کیے۔ اس دور میں مولانا الیاس کاندھلوی نے نہایت خاموشی سے دعوت تبلیغ کی کوشش کی اور اس مقصد کے لیے ایک ہمہ گیر تحریک چلائی، جس نے دس بارہ سال کے عرصے میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک انقلاب برپا کردیا اور گاؤں کا گاؤں نمازی بن گیا اور دوسروں تک اس دعوت کو پہنچانے میں لگ گیا۔۲۶

نظام الدین کے مدرسے میں مولانا محمد اسماعیل صاحب مولانا الیاس کے بڑے بھائی کے مریدین ''نظام الدین'' ان کی مسند پر دین کی خدمت میں مامور رہتے تھے۔ ان کے بعد اس خالی مسند کو مولانا نے پھر آباد کیا اور نظام الدین آمد ورفت پھر شروع کردی۔ وہاں میوات والوں نے میوات آنے کی درخواست کی۔ میوات کے لوگ ابھی تک بہت ڈھیلے اور لاپرواہ قسم کے مسلمان تھے وہ اپنے ہمسایہ قوم کے اکثر رسم اور رواج میں شریک ہیں۔ خصوصاً ان رسوم ورواج میں جو دلچسپ پرلطف ہوتی ہیں ان کا اصول یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی جشن وتہوار تو دونوں قوموں کے مناؤ اور فرائض اور مذہبی پابندیاں کسی ایک کی بھی پوری نہ کرو۔ اس دینی انحطاط اور اخلاقی تنزلی کے باوجود اس قوم میں بعض اعلیٰ صفات موجود ہیں۔ مولانا محمد اسماعیل (والد بزرگوار مولانا) کی حیات میں ہی اس خاندان کی عقیدت ومحبت کا بیج بویا جاچکا تھا۔ وہ دو پشتوں سے عقیدتمندی وارادت کے پابند ہو چکے تھے۔

۳۔ مکاتب کا آغاز

مولانا کے نزدیک میوات کی اصلاح کی اول صورت یہ تھی کہ ان میں دین کا علم پھیلایا جائے۔ شریعت کے احکام ومسائل سے وہ واقف ہوں گئے، تو جہالت ووحشت دور ہوگی۔ انھوں نے بڑے تقاضے اور احرار سے ایک مکتب قائم کیا اور اس طرح اس کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ مولانا نے دین کی خدمت کو ایک قومی کام کی شکل میں شروع نہ کیا تھا جس کی ذمہ داری تنہا قوم پر ہوتی بلکہ اپنا کام سمجھ کر شروع کیا تھا۔۲۷ جس میں ان کو اپنی کسی چیز کے لگا دینے میں دریغ نہیں تھا۔ ان کے نزدیک دین کے کام کی حیثیت یہ تھی کہ آدمی بالکل اپنے ذاتی کام کی طرح اس میں اپنا ذاتی وقت اور محبوب مال خرچ کرے۔ وہ اس تقسیم کے قائل نہیں تھے کہ یہ اپنا ہے اور یہ قومی۔ ایک صاحب نے ایک مرتبہ کچھ رقم یہ کہہ کہ واپس کی کہ یہ آپ بالکل اپنے کام میں لائیں۔ مولانا نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا کہ حضرت اگر ہم نے اللہ کے کام کو اپنا نہ سمجھا تو ہم اپنے کب ہوئے یہ کہہ کر آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ آہ ہم نے حضور کی قدر نہ کی۔ یہی مولانا کا اصول تھا، انھوں نے میوات کے دینی کاموں میں سب سے پہلے اپنا سرمایہ اور اپنا روپیہ (جو آبائی جایداد کی آمدنی یا ہدایا کہ شکل میں آتا تھا) لگایا پھر لوگوں کی مدد قبول کی۔ ۲۸

دعوت کا آغاز

مکاتب کے ذریعے جو معمولی انفرادی اصلاح اور تعلیم ہو رہی تھی، مولانا رفتہ رفتہ اس سے غیر مطمئن ہوتے گئے۔ آپ نے محسوس کیا کہ ماحول کی بے دینی اور ملک کی عمومی جہالت اور ظلمت کا اثر مکاتب پر بھی ہے۔ اول تو طلبہ کی دینی تربیت نہیں ہوتی جو تھوڑی بہت تربیت حاصل کر کے نکلتے ہیں، وہ بھی جہالت اور بے دینی کے اس ماحول میں غرق ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف یہ مکاتب صرف نابالغ بچوں کے لیے ہیں۔ جبکہ عاقل بالغ احکام الٰہی کے براہ راست مخاطب ہیں، وہ لاعلمی جہالت کے باعث مورد غضب بن رہے ہیں۔ آپ مختلف تجربوں سے اس نتیجے پر پہنچے کہ "جب تک عام آدمیوں میں دین نہ آئے کچھ نہیں ہو سکتا۔"

۴۔ تبلیغی گشت کی ابتدا

۱۳۴۴ھ میں حج سے واپسی پر مولانا نے تبلیغی گشت شروع کر دیا۔ آپ نے دوسروں کو بھی دعوت دی کہ عوام میں نکل کر دین کے اولین اصول ارکان (کلمہ توحید اور نماز) کی تبلیغ کریں۔ ایک دفعہ نوح میں جلسہ ہوا تو آپ نے یہ تجویز پیش کی کہ جماعتیں بنا کر علاقہ میں نکلا جائے۔ حاضرین نے ایک مہینے کی مہلت مانگی اور ایک مہینے کے بعد ایک جماعت بنی جس نے آٹھ دن کا دورہ کیا اور جمعہ کو واپس آ کر آیندہ ہفتے کا پروگرام طے کیا۔ عرصے تک اسی طرز پر کام ہوتا رہا اور دینی علمی اور جلسوں میں لوگوں کو دعوت دی جاتی رہی۔ یہ سلسلے کئی سال جاری رہے۔ ۲۹

علما سے ربط

مولانا کا علما کے سلسلے میں یہ خیال تھا کہ جب تک سلف اول کے طرز پر اشاعت دین کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے یہ لوگ نہ نکلیں گے، کام نہیں بنے گا، چنانچہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مرحوم کو ایک خط میں لکھا:۔

''عرصے سے میرا خیال ہے کہ جب تک طبقہ کے حضرات اشاعت دین کے لیے خود جا کر عوام کے دروازوں کو نہ کھٹکھٹائیں اور عوام کی طرح یہ بھی گاؤں گاؤں اور شہر شہر اس کام کے لیے گشت نہ کریں، اس وقت تک یہ کام درجہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔'' کیونکہ عوام پر جو اثر اہل علم کے عمل و حرکت سے ہوگا وہ ان کی دھواں دھار تقریروں سے نہیں ہو سکتا۔ مولانا کی دعوت کا ایک اہم مقصد یہ تھا کہ امت کے مختلف حلقوں اور طبقوں میں بے گانگی اور غلط فہمیوں کی بنا پر ایک دوسرے سے جو وحشت پیدا ہو گئی وہ دور ہو اور ان میں ربط و الفت پیدا ہو اور وہ اسلام کے لیے تعاون اور اشتراک عمل کریں اور ایک دوسرے کی تعظیم اور قدر کرنا سیکھیں۔ اور ہر ایک کو دوسرے کے محاسن سے فائدہ اٹھانے کی توفیق ہو۔ اہل سنت کی مختلف جماعتوں میں ایک دوسرے سے وحشت پیدا ہو گئی تھی۔ ہر جماعت اپنے اپنے دین کی حفاظت کے لیے مناظرے اور مباحث کرتی جس سے فساد و عناد پیدا ہوتا، مولانا کے نزدیک اس کا طریقہ یہ تھا کہ اتفاق و اکرام سے ذہنوں کی گرہیں کھولی جائیں۔ دین کے کام میں لگ جانے سے محبت پیدا ہوگی۔

۵۔ طریقۂ کار

مولانا الیاس نے جو تبلیغ کا حکم دیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ چند آدمی مل کر چلیں۔ جن میں کچھ سکھانے والے ہوں اور کچھ سیکھنے والے ہوں اور سب کے سب دینی احکام پر عمل کرنے کی مشق کریں تاکہ گھر آ کر بھی دین کے احکام پر چل سکیں۔ ان کو دنیا کے کاروبار بے دینی میں نہ لگائیں۔

لوگ چونکہ دنیاوی مشاغل میں مصروف ہو کر دین سیکھنے اور حاصل کرنے کے لیے وقت نہ نکال پاتے اور اس لیے یہ پالیسی بنائی کہ انھیں عارضی ترک وطن اور غربت اختیار کرنے پر آمادہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جائے تاکہ کچھ مدت کے لیے یکسو ہو کر دین کی بنیادی باتیں سیکھ سکیں۔ اس لیے ایک گرامی نامہ میں فرمایا "ہم نے جماعتیں بنا کر نکلنا چھوڑ دیا حالانکہ یہی بنیادی اصول تھے حضورؐ خود پھرا کرتے تھے اور جس نے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا وہ بھی مجتونانہ پھرا کرتا تھا۔" ۳۰

"غرض پھرنا اور دین کے لیے جدوجہد کرنا اصل تھا، جب یہ چھوٹ گیا جب ہی خلافت ختم ہو گئی۔"

حضورؐ کی لائی ہوئی چیزوں میں جو سب سے اہم ہے اسی کی حیثیت سے کوشش کرنا چاہیے۔ ان تبلیغی اصولوں کو حضرت مولانا "تبلیغی نمبر" فرمایا کرتے تھے یا "چھ نمبر" بھی کہتے تھے۔ ساتواں نمبر یعنی "ترک لایعنی" بطور پرہیز کے ہے:۔ ۳۱

۱۔ کلمہ طیبہ

۲۔ نماز

۳۔ علم و ذکر

۴۔ اکرام مسلم

۵۔ اخلاص نیت

۶۔ تفریغ وقت ہے جبکہ "ترک لایعنی" غیر اہم مشغلے سے پرہیز بطور شرط و پرہیز ہے۔ مولانا اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اہمیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ہے۔ اگر اس پر توجہ نہ دی بلکہ پہلے دین کی تبلیغ و اشاعت کو مرکزی اہمیت حاصل نہ ہو تو دین مضمحل ہو جائے گا۔ عبادتیں نا قبول قرار پائیں گی اور دین کی شاخیں اور پتیاں مرجھا جائیں گی۔

مولانا کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ قوم کے اندر پہلے دین کے لیے طلب و رغبت پیدا کی جائے۔ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا معنی و مفہوم ان کے ذہنوں میں راسخ کیا جائے۔ دین کی بنیادی باتوں سے واقفیت بہم پہنچائی جائے۔ پھر انھیں غلبہ دین کے لیے اٹھا کھڑا کیا جائے بغیر عقائد و مبادی کی درستی کے قائم و غالب نہیں ہو سکتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت تبلیغ آج اس نقشے پر کام کر رہی ہے۔ سہ روزہ جماعتیں پھر چالیس دن کی چلہ کی جماعت اور سال میں 4 ماہ کی جماعتیں دین کے لیے گھر بار کو چھوڑ کر نکلتی ہیں۔ یہ انقلاب و تبدیلی محض آدمی کی محنت و کاوش کا ثمرہ ہے۔ یہاں نہ کوئی کمیٹی تھی نہ چندہ تھا نہ کوئی اخبار اور ترجمان تھا۔ پریڈ و جھنڈوں کے نمائشی مظاہرے بلکہ ذاتی خرچ پر کسی دنیاوی فائدے کے بغیر مسافرت اختیار کرتا ہے۔ ابتدا سے دین کی درستی پر توجہ دی جاتی ہے۔ بنیادی باتوں کے سیکھنے پر وقت صرف کیا جاتا ہے۔ کسی بھی فرد کے لیے بعد میں اتنا پہنچ جانا مشکل نہیں ہوتا۔ اس سے وابستہ افراد کے قول کے مطابق یہ "کوئی جماعت نہیں، بس دین کا کام ہے جیسے مسجد سے آواز اذان آتی ہے تو لوگ کام چھوڑ کر کچھ دیر مسجد کے لیے آجاتے ہیں۔ نماز پڑھ کر واپس اپنے کاموں میں لگ جاتے ہیں۔" اس لیے تبلیغی جماعت کا "تاسیسی اجلاس" امیر کا انتخاب وغیرہ قسم کی باتیں سننے کو نہیں ملتی۔ ۳۲ے

جماعت کے کاموں کی تشہیر اور فروغ کے لیے کتاب شائع کرنا یا رسالہ نکالنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ماہنامہ "یادگار شیخ" سہارنپور" یا دشیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی" کا اجرا اور پھر یہ کہ تیسرا امیر مولانا انعام الحسن کی تقریری وغیرہ کے شمارے نکالے گئے۔ ۳۲-A ے

مولانا الیاسؒ کے وفات پانے کے بعد ان کے صاحب زادے مولانا یوسف نے تبلیغی کاموں کو جس جوش و ولولہ سے آگے بڑھایا، اس کا ثبوت یہ ہے کہ ایک علاقے کی اصلاح پر کام کرنے والی جماعت دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔

During whose (yusufs) tenure it Spread in the entire into pakistan subcontinent and its Missions visited the countries of south East Asia the middle East Africa Europe and north America.

ان (مولانا یوسف) کے دور امارت میں یہ (تبلیغی جماعت) پورے برصغیر پاک و ہند میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھیل چکی تھی اور جنوب مشرق ایشیا مشرق وسطیٰ، افریقہ، یورپ اور شمالی امریکہ میں جماعتیں جانا شروع ہو گئی تھیں۔ مولانا یوسف مرحومؒ مولانا الیاس کے مشن کو جس خوبی کے ساتھ حضرت جیؒ نے جس طرح بڑھایا تھا، وہ انھی کا حصہ تھا۔ ان کی ذات کے ساتھ تبلیغی جماعت کے کارکنوں کو جو والہانہ شیفتگی پیدا ہو گئی تھی، کسی دوسری شخصیت کے ساتھ جڑنا محال امر ہے، اور لاکھوں عوام کی یہ عقیدت بجائے خود بڑی بات ہے۔ مولانا حضرت جیؒ کے نزدیک آج دنیا مادی تباہ کاریوں سے خود پریشان ہے۔ اس کو امن وسلامتی اور تسکین قلب کی جستجو ہے۔ جس کے لیے مذہب اسلام کو بھیجا گیا اور عالمگیر وہمہ گیر مذہب قرار دیا گیا۔ صرف سلیقہ کے ساتھ ان تک اسلام کو پہنچانے کی دیر ہے۔ ان حالات میں مسلمانوں پر کیا فرض عائد ہوتا ہے؟ اگر تم اس کام میں لگنے کا حق ادا کر دو تو ایٹم بم اور ہائیڈروجن والے اپنے اسباب سمیت تمھارے غلام بن جائیں گے۔ کیونکہ ان کی ٹیکنالوجی سے ڈرنا ایسا ہے جیسے بت پرست اپنے بتوں سے ڈراتے ہیں۔ ۳۳

۶۔ مولانا محمد الیاسؒ اور مولانا محمد یوسفؒ کے سیاسی نظریات

تبلیغی جماعت کے افراد جو اس سے تھوڑے واقف ہوں یا اپنی زندگی وقف کیے ہوئے ہوں۔ تبلیغی جماعت کے بارے میں پوچھا جائے تو ان کا جواب یہ ہوگا: ''یہ کوئی تنظیم یا جماعت نہیں بلکہ یہ دین کا کام ہے۔ یہ نبیوں والا کام ہے، جو شروع سے اسی طرح ہوتا آیا ہے۔''

گویا جو کچھ اس وقت تبلیغی محنت کے نام پر ہو رہا ہے، وہی صحیح مکمل طریقہ ہے۔ لیکن خود مولانا الیاسؒ کے ذہن میں کام کا ایک تاریخی خاکہ تھا اور وہ ''گشت کی چلت پھرت'' کو اس کا بالکل ابتدائی مرحلہ سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک دین کا پورا کام یہی نہیں تھا۔ بلکہ ان کے ذہنوں میں کچھ اور نقشہ تھا۔ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا۔

ہماری جماعت کا اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو حضورؐ کا لایا ہوا دین پورا پورا سکھا دیں۔ یہ تو ہمارا مقصد ہے۔ رہی قافلوں کی چلت پھرت تو یہ اس مقصد کے لیے ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ و نماز کی تلقین گویا ہمارے پورے نصاب کی الف، ب، ت ہے۔ ایک موقع پر مولانا الیاس نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا: "میرا مدعا کوئی پاتا نہیں، لوگ سمجھتے نہیں، لوگ کہتے ہیں یہ تحریک صلوٰۃ ہے، میں قسم سے کہتا ہوں ہرگز تحریک صلوٰۃ نہیں"

آپ کے ذہن میں جو خاکہ تھا اس پر عمل درآمد کا آپ کی ترتیب کے مطابق ابھی وقت نہیں آیا تھا۔ البتہ کبھی کبھار اپنے مقصد کا لوگوں سے اس بات کا اظہار کر دیا کرتے تھے۔ ایک خط میں تحریر کرتے ہیں:۔

"اس لائن میں بندہ ناچیز کے ذہن میں کچھ ایسے ایسے خیالات ہیں کہ قبل از وقت ہونے کی بناء پر زبان سے نکالنے کو جی نہیں چاہتا"۔۳۴ وہ خیالات جو زبان سے "اس وقت نہیں نکالے جا سکتے" کا مفہوم کیا ہے۔ اس پہلو سے جب ہم مولانا الیاس کے خیالات کو یکجا کر کے دیکھتے ہیں، تو وہ آج کی تبلیغی جماعت میں تنخواہ دار مبلغین بھی رکھے گئے۔ (ایضا) بلاشبہ بلاد عرب میں کام کا آغاز کرنے کی اجازت حاصل کرنے کی غرض سے سلطان سے ملاقات کی گئی۔ جماعتوں کے نکالنے سے اگلا اور اعلیٰ مرحلہ عسکری دستوں کا نکالنا بنایا گیا۔

غرضیکہ مولانا الیاس کی سوچ محض چند عبادات کی تلقین و تبلیغ تک محدود نہیں تھی۔ بلکہ آپ مکمل دین کا احیا چاہتے تھے۔ اور اس مشن کے لیے آپ ایک جماعت تیار کرنے کے لیے سرگرم عمل رہے۔ اس سلسلے میں آپ کے سامنے ابتدا ہی سے صحابہ کرام کا اسوۂ اور ان کی جدوجہد رہی۔ چنانچہ وہ خود اپنے اختیار کردہ تبلیغی طریقہ کار کو اساس و بنیاد کی بجائے تنبیہ کی حیثیت دیتے ہیں۔ وہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

"دین کے ادارے اور جتنے بھی ضرورت کے امور ہیں، ان سب کے لیے تبلیغ بمنزلہ زمین ہموار کرنے کے ہے اور بمنزلہ بارش کے ہے، اور دیگر جتنے بھی امور ہیں وہ اس زمین مذہب کے اوپر بمنزلہ باغات پرورش کرنے کے ہیں۔"

ان مکتوب کی موجودگی میں بالخصوص تمہیدی امور کو اساسی مقام دے دینا اور درحقیقت بانی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریک کی فکر سے انحراف ہے اور جو ایسا کر رہے ہیں، ان کے اپنے مخصوص مقاصد تو ہو سکتے ہیں، لیکن اس سے حضرت مولانا کا کوئی تعلق نہیں بنتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے دین کی مکمل تعمیر کے لیے شریعت، طریقت اور سیاست کو بنیادی اجزاء قرار دیا ہے۔ اور تبلیغی کام کو ان کے حصول کا ذریعہ بلکہ وہ اپنے تبلیغی کام کو سیاسی کام کرنے والوں کے لیے ستر اور آڑ قرار دیتے ہیں۔ اس لیے ان کے کام کو سیاست سے متضاد رکھنے والا کام قرار دینا کسی طرح قرین انصاف نہیں۔ البتہ ایک فطری ترتیب ضرور پائی جاتی ہے اور اس کا لحاظ رکھے بغیر سیاسی عمل کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں دے سکتا۔ اس لیے حضرت مولانا کا یہ نظریہ تھا کہ ایک عرصے تک صبر و ضبط کے ساتھ دعوت کے اصول پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ جس میں خدمت خلق کو اختیار کیا کہ مخلوق کی خدمت سے خدا کا راستہ ملتا ہے۔

گویا مولانا کے نزدیک اسی دنیا کی مصروفیت کے اندر سچے احساسات اور درست عمل سے دین کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے ترک دنیا ضروری ہے اور نہ پسندیدہ چنانچہ مولانا فرماتے ہیں کہ اسباب اختیار نہ کرنے والا زندیق جب کہ اسباب پر نظر رکھنے والا مشرک ہے۔

الغرض حضرت محمد الیاسؒ کا تصور دین جامع اور متوازن ہے۔ اس کو روبہ عمل لانے کے لیے ہر مسلمان سرمایہ پرستانہ اور پر تعیش زندگی کو ترک کر کے اسلام کی نصرت اور خدمت کے عملی کاموں میں مشغول ہے۔[۳۵]

۷۔ تبلیغی جماعت کے بارے میں ڈاکٹر حمید اللہ کی رائے

’’گذشتہ بیس سال سے یہ جماعتیں وہاں (فرانس) آنے لگی ہیں اور میں نے اُن کے اچھے نتائج دیکھے ہیں۔ اب سے بیس سال پہلے پیرس شہر میں مسلمانوں میں اگر نماز پڑھنے والوں کی تعداد ہزار میں ایک تھی تو اب میں کہہ سکتا ہوں کہ کچھ نہیں تو سو میں پچاس ہو گئی ہے۔ یعنی پچاس فیصد لوگ نماز پڑھنے لگے ہیں۔ یہ تبلیغی جماعت کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ 1924ء سے پیرس میں ایک بہت عظیم الشان مسجد ہے لیکن اب گذشتہ بارہ سالوں سے یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد ناکافی ثابت ہو رہی ہے۔ اور اب کرائے کی عمارتوں میں نئی مسجدوں یا خود عیسائیوں کی طرف سے فروخت کیے جانے والے گرجاؤں کو خرید کر مسجدوں میں بدلا جا رہا ہے۔ [۳۶]

''مولانا محمد الیاس نے دین کی تحریک چلائی اور نہایت قلیل مدت میں وہاں کی کایا پلٹ دی۔ پورے علاقے میں دین کی رغبت پیدا ہو گئی۔ اور اس کے آثار نظر آنے لگے۔ جس علاقے میں کوسوں مسجد نظر نہ آتی تھی۔ وہاں گاؤں کے گاؤں مسجدیں بن گئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے اس ملک میں ہزاروں مسجدیں کھڑی ہو گئیں صدہا مکتب اور متعدد عربی کے مدارس قائم ہو گئے۔ حفاظ کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز ہو گئی۔

لڑائیاں فسادات اور مقدمات بہت کم ہو گئے۔ ان کے برتاؤ غرض ہر چیز میں عظیم تغیر ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے گردو پیش کی آبادی پر ان کے اچھے اخلاقی اثر مرتب ہو رہے ہیں۔ اب وہ ذلت اور بے امتیازی کی نگاہوں سے نہیں دیکھے جاتے بلکہ اب اُن کی عزت قائم ہوئی اور ان کے کریکٹر پر اعتماد کیا جانے لگا۔ [۳۷]

جمعیت علمائے اسلام کے ہفت روزہ ترجمان اسلام میں'' حضرت جیؒ مولانا یوسف کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''تبلیغی جماعت کی بنیاد اور اس کا طریقۂ کار حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے خاص القا و ارشادات پر شروع ہوا، اور یہ ایسا بے ضرر اور مفید طریقہ تبلیغ تھا کہ اس نے چند برسوں میں سارے عالم اسلام کی جھولیاں اسلام کی تڑپ سے بھر دیں۔ یہ طریقۂ کار بظاہر آسان اور بے ضرر ہے، مگر نفس کشی اور ریاضت میں اس کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ [۳۸]

افغانستان (ایک پشتو نظم کا ترجمہ)

اس دیس میں
جنگ کی وہ بلا در آئی ہے
جس کی نہ کوئی آنکھ ہے نہ کان ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نہ کوئی نتھنا ہے
پورا وجود اس کا دانت ہی دانت
اور سر سے ناخن تک
داڑھ ہی داڑھ ہے
جو بے دریغ درختوں
اور ان کی شاخوں کو کھائے جا رہی ہے
گھروں کی دیواروں کو کھائے جا رہی ہے
لوگوں کے اندا موں کو کھائے جا رہی ہے
مگر یہ خوراک، کب تک اُسے مہیا کرتے رہیں گے
اب ہر صورت میں اُسے دیس سے نکالنا ہے
اس سرزمین کو
ایک بار پھر آباد کرنا ہے پھٹی ہوئی دیواروں کو سینا ہے
مگر اس کام کو سر انجام دینے کی راہ میں
بہت سی مشکلیں ہیں
اتنی ٹانگیں
اور اتنے سر ضائع ہو گئے ہیں
جس کا اندازہ کوئی بھی نہیں لگا سکتا
ان دنوں
کفایت شعاری سے کام لینا ہوگا
اس قوم کے لیے اعضا کی کمی ہے
ہر فرد کو پورا جسم مہیا نہیں ہو سکتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک ہی کھال میں دو افراد کو رہنا ہوگا
ایک ہی منہ سے چار افراد نے بولنا ہوگا
یہ ہم پر ایک ایسا وقت آن پڑا ہے
کہ تو نے
اپنی دونوں ٹانگیں جنگ میں کھو دی ہیں
اور میرے جسم سے بھی
میرے دونوں ہاتھ غائب ہو گئے ہیں
اپنے طور پر نہ اب تم کچھ کر سکتے ہو
اور نہ میں کچھ کرنے کے قابل ہوں
آؤ ہم دونوں ایک ہو جائیں
پھر تم میری ٹانگوں سے
اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جانا
اور میں تیرے ہاتھوں سے گندمی روٹی کھاؤں گا
ہمارا یہ اشتراک
پوری قوم کے لیے
ایک مثال بن جائے گا
ہمیں دیکھ کر
سارے لوگ
ایک دوسرے کے قریب آ جائیں گے
دیس کو ہم نے آباد کرنا ہے
زمین کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب کاشت کے بغیر نہیں چھوڑیں گے

اس میں اب ہمیں

اعضا بونے ہوں گے

اس کمی کو سب نے مل کر پورا کرنا ہوگا

یہ فضا کب تک خون آلود رہے گی

اور اب ہم نے

گندم کی خوشبو سے دھونا ہے

اس تاریک وطن کو

اجالوں سے بھرنا ہے

(درویش درانی)

۳۔ تحریک طالبان کی تنظیم اور احیائے اسلام

اپریل 1992ء میں سویت یونین کی حمایت سے قائم شدہ حکومت ختم ہونے کے بعد افغان عوام کو یہ امید ہوگئی تھی کہ ان کے 14 سالہ مصائب ختم ہوجائیں گے اور ایک وسیع البنیاد اسلامی حکومت قائم ہو جائے گی۔ جو امن و انصاف کا پیغام لائے گی۔ مگر اس کے برعکس ہوا۔ مختلف جماعتیں اپنی برتری قائم کرنے کے لیے آپس میں لڑ پڑیں۔ دارالحکومت کابل چار سال تک محاصرے کی حالت میں رہا۔ بعض علاقائی لیڈروں نے سارے ملک بالخصوص قندھار میں مسلح جتھے بنا کر قتل و غارت گری شروع کردی۔ چوری اور بدعنوانی عام ہوگئی۔ سڑکیں بند کردی گئیں۔ خواتین کو بے آبرو کر کے ہلاک کردیا گیا۔ اس صورتحال میں دینی مدارس کے بعض طلبہ نے فیصلہ کیا کہ اس کا مقابلہ کیا جائے اور صوبہ قندھار کے عوام کی مشکلات کم کی جائیں۔

چنانچہ دینی مدارس کے یہ طلبہ جو مختلف جہادی تنظیموں کے ساتھ وابستہ تھے، جہاد کے بعد اپنے اپنے تعلیمی پروگرام میں شریک ہوئے۔ مگر جب ان جماعتوں کی باہمی کشمکش حد سے بڑھ گئی،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو فیصلہ کیا گیا کہ ہمیں کچھ نہ کچھ ضرور کرنا چاہیے۔ چنانچہ کچھ طلبا اپنے مدرسوں سے رخصت پر قندھار آئے اور ملا عمر سے ملاقات کی۔ انھوں نے یکساں طور پر تشویش میں مبتلا افراد کے ساتھ مل کر ایک لائحہ عمل طے کر لیا۔ (طالبان آج بھی اسی پر قائم ہیں) ان کے اہم مقاصد میں امن کا قیام لوگوں کو غیر مسلح کرنا، شرعی قوانین نافذ کرانا، افغانستان کی سالمیت اور اسلامی کردار اور تشخص کا دفاع کرنا شامل ہے۔

مدرسوں کے کل وقتی یا جز وقتی طلبہ ہونے کے ناطے انھوں نے اپنی تنظیم کو "طالبان" کا نام دیا۔ یہ نام رکھ لینے کے بعد وہ جماعتی سیاست سے کنارہ کش ہو گئے اور اعلان کیا کہ اقتدار حاصل کرنا نہیں بلکہ معاشرے کی اصلاح اور تطہیر کرنا ان کا مقصود ہے۔ ملا عمر کے گرد جمع ہونے والے نو عمر طلبہ مجاہدین کی مجرمانہ سرگرمیوں سے بیزار تھے۔ اور خانہ جنگی کی وجہ سے یہ مجاہدین جو پہلے قابل احترام تھے، اب نظروں سے گر گئے۔ چنانچہ طالبان نے اسی خانہ جنگی کو صحیح رُخ پر رکھنے، معاشرتی نظام کی خرابیوں کو دور کرنے اور اسلامی طرز زندگی کو بدعنوانی اور زیادتیوں کے اثرات سے پاک کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ ۳۹

ا۔ ملا عمر ایک تعارف

آج دنیا میں ملا عمر وہ فرد ہیں جن پر رازداری کا گہرا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اِن کی عمر 40 سال سے زیادہ ہے۔ ان کی کبھی فوٹو نہیں اتری۔ ان کی ملاقات کسی مغربی سفارت کار یا صحافی سے نہیں ہوئی۔ البتہ اقوام متحدہ کے نمایندے سے ان کی ملاقات 1998ء میں ہوئی جن کا نام لخدار ابراھیمی تھا۔ اس ملاقات کی وجہ سے ایران کو تباہ کن خطرے سے بچانا تھا۔ وہ قندھار کے قریب کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ وہ پشتونوں کے "غلوئی" شاخ کے "ہوتک" قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۴۰

ملا عمر کو کوئی قبائلی یا سماجی حیثیت حاصل نہیں تھی۔ وہ ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور 1980ء کے عشرے میں نقل مکانی کر کے صوبہ روزگان کے علاقے "تارن کوٹ" چلے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے۔ نوجوانی میں گھر کے حالات نے روزگار کے سلسلے میں ضلع میوند جانے پر مجبور کر دیا۔ جہاں انھوں نے مسجد کی امامت سنبھالی اور ایک چھوٹا سا مدرسہ کھول لیا۔ ملا عمر "خالص" کی حزب اسلامی ۴۱ میں شامل ہو گئے۔

اور 1989ء سے 1992ء تک کمانڈر نیک محمد کے ساتھ نجیب اللہ حکومت کے خلاف برسر پیکار رہے۔ کئی بار زخمی ہوئے اور ایک زخم ان کے دائیں آنکھ میں لگا جس سے ان کی آنکھ ضائع ہوگئی۔ جب طالبان تحریک شروع ہوئی تو ملا عمر نماز جمعہ قندھار کی بڑی مسجد میں ادا کرتے اور لوگوں میں گھل مل جاتے تھے جبکہ بعد میں کم آمیز ہو گئے۔ وہ قندھار کے انتظامی دفاتر سے کم باہر نکلتے ہیں۔ ان کی رہائش بھی یہیں تھی۔ اہم اجلاس میں ملا عمر کے ساتھ ان کے معتمد خاص اور ترجمان ملا وکیل احمد ہوتے ہیں۔ جو کاکڑ قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ ملا عمر کی کار چلانے سے لے کر تمام سفارتی اور بیرونی فرائض انجام دیتے ہیں۔ پاکستانی افسروں اور غیر ملکی پریس سے رابطہ کرنا اور طالبان پر سخت تنقید کرنے کی صورت میں اس کو نرمی پر آمادہ کرنا بھی انھی کے ذمے ہے۔

ملا عمر کے پاس ایک ٹرنک دھرا ہوتا تھا۔ جس سے حسب ضرورت نوٹوں کے بنڈل نکال نکال کر کمانڈروں یا ضرورت مندوں کو دیئے جاتے تھے۔ مزید فتوحات کے بعد ایک اور ٹرنک امریکی ڈالروں کا بھی دیا گیا۔ جس کو طالبان کا خزانہ کہا جا سکتا ہے۔ ملا عمر طالبان کی اسلامی پالیسی میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ وہ اسامہ بن لادن کے نہایت قریبی ساتھیوں میں سے ایک ہیں۔ ۴۲

۲۔ تحریک کا منشور و مقاصد

تحریک طالبان جو منشور و مقاصد لے کر آئی تھی ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ امن وامان کا قیام و فتنہ و فساد کا خاتمہ۔

۲۔ مختلف تنظیموں اور گروہوں کو غیر مسلح کرنا۔

۳۔ اسلامی شعار کی پابندی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ شریعت اسلامیہ کا نفاذ

۵۔ شرعی سزاؤں کا نفاذ

۶۔ خواتین کے لیے چادر اور چار دیواری کا انتظام

۷۔ افغانستان کو بدعنوان، مغرب پرست لیڈروں سے نجات دلانا

۸۔ کابل میں تاجک کنٹرول کے مقابل پشتون قومیت کا احیاء

۹۔ سڑکوں کا دوبارہ کھولنا اور درندہ صفت سرداری نظام کا خاتمہ۔[۴۳]

ملا عمر اپنے فیصلوں پر عمل درآمد کے لیے کابل سے زیادہ قندھاری علما پر انحصار کرتے ہیں۔ طالبان کا کوئی بین الاقوامی اسلامی ایجنڈا نہیں تھا۔ شروع میں بعض طالبان لیڈروں نے بخارا اور سمرقند کے مقدس اسلامی مقامات کی آزادی کا خواب ضرور دیکھا تھا۔ مگر وہ ان علاقوں کے محل وقوع سے بھی لاعلم تھے۔ ہزاروں پاکستانی جہادیوں اور ہزاروں وسط ایشیائی، عرب، افریقی اور مشرقی ایشیائی لوگوں نے جو طالبان کے لیے جنگ آزما تھے، انھیں اسلامی انقلاب پسندی کا عالمی تصور دیا۔ بعد میں عرب اسامہ بن لادن اور ان کے ساتھی طالبان کے اندر فیصلہ سازی کے عمل کا ایک خطرہ بن گئے۔[۴۴]

۳۔ طالبان فکر کا تاریخی پس منظر اور پاکستان کا کردار

اسلام کو عام افغان عوام کی زندگی میں ہمیشہ مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ نماز، روزہ اور زکوۃ کی پابندی میں افغانوں سے بڑھ کر شاید ہی کوئی ہو۔ اسلام افغان کے مختلف قبائل اور نسلوں کے لوگوں کے درمیان اتحاد کا اہم ترین وسیلہ رہا ہے۔ برطانیہ اور روس کے خلاف افغانوں کی مزاحمت میں جذبہ جہاد کی کارفرمائی سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ اسلام کے بارے میں سب کو اتفاق رائے ہے۔ فرائض کی ادائیگی میں کسی قسم کے ذہنی تحفظ کا شکار نہیں۔ 1988ء میں سابق شاہ سے (ایک رپورٹر) انٹرویو کرنے جب روم گیا۔ انٹرویو کے دوران وہ اٹھے اور دوسرے کمرے میں جا کر نماز ادا کی۔ افغان کمیونسٹ وزرا اپنے محاذ پر نماز ادا کرتے تھے۔ مجاہدین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگ روک کر نماز ادا کرتے۔ ملا عمر اور احمد شا مسعود گھمسان کی جنگ میں بھی نماز کے لیے وقت نکال لیتے ہیں۔ گولیوں کی سنسناہٹ اور وائرلس کے پیغامات کے شور میں بھی وہ استغراق میں چلے جاتے تھے۔

لیکن کوئی افغان اس پر انھیں مجبور نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ والا شخص بھی نماز پڑھے۔ افغانستان میں اسلام کبھی متنازع نہیں رہا۔ اس نے تمام اسلامی فرقوں کو برداشت کیا ہے۔

حتیٰ کے دوسرے مذاہب اور جدید طرز کے حاملین کے لیے بھی رواداری سے کام لیا۔ افغان ملاؤں نے بھی دین میں جبر نہیں کیا۔ اور نہ سیاسی مسئلہ بنایا۔ 1992 میں خانہ جنگی میں صدیوں سے چلی آنے والی برداشت اور مفاہمت ختم ہوگئی۔ نوے (۹۰) فیصد افغان سنی حنفی عقیدہ رکھتے تھے۔ افغانستان میں تصوف ہی اسلام کو اعتدال پر رکھنے کا وسیلہ تھا۔ ان کے دو سلسلے نقشبندیہ اور قادریہ صدیوں سے کابل میں بادشاہ گر تسلیم ہوتے آرہے ہیں۔

بیسوی صدی کے اوئل میں افغان حکومت نے سرکاری کنٹرول میں جدید مدرسے قائم کرنے کے سلسلے میں دیوبند سے تعاون طلب کیا 1933ء میں شاہ نے ایسے علما تیار کیے۔ اس طرح افغانستان میں مختلف اسلامی مسالک کا شعور بیدار ہوا جبکہ دیوبند کے مدرسے پاکستان میں پہلے سے موجود تھے۔ تاہم جمعیت علمائے اسلام نے اس دوران میں سرحد اور بلوچستان کے پشتون پٹی میں سیکڑوں مدرسے کھول لیے۔ جہاں افغان مہاجرین کو مفت تعلیم اور خوراک اور رہائش اور فوجی تربیت دی جاتی تھی۔ زیادہ تر مدرسے دیہی علاقوں میں افغان کیمپوں میں تھے۔ یہ سب مدرسے دیوبندی مسالک سے تعلق رکھتے تھے۔ مگر دیوبندی اسلامی ایجنڈے کا بہت کم علم رکھتے تھے۔ وہ قبائلی ضابطوں کی روشنی میں شریعت کی تعبیر و تشریح کرتے تھے۔ ان مدرسوں کو سعودی عرب سے امداد ملی تھی۔ جو دیوبندی مسلک سے تھے۔ ۴۵

ان مدرسوں سے فارغ ہونے والے طلبہ کی اکثریت سویت یونین کے خلاف جہاد کرنے والوں سے خوش نہیں تھی۔ 1992ء میں کابل پر مجاہدین کا قبضہ ہونے کے بعد بھی آئی ایس آئی نے جنوبی پشتونوں پر جمعیت علماء اسلام کے روز افزوں اثر کو نظر انداز کیے رکھا۔ جمعیت ملک کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندر سیاسی طور پر تنہا رہی۔ اس نے 1993ء کے انتخابات کے دوران جب بے نظیر کی زیر قیادت حکومت پر سر اقتدار آئی تو جمعیت علماء اسلام نے بے نظیر بھٹو کی قیادت میں حکومت کا ساتھ دیا۔ اور یوں مخلوط حکومت کا حصہ بن گئی۔ اقتدار سے وابستگی کی بنا پر اس نے فوج آئی ایس آئی اور وزارت داخلہ سے جس کا قلمدان جنرل نصیر اللہ بابر کے پاس تھا، تعلقات قائم کر لیے۔ بابر ایک نئے پشتون گروپ کی تلاش میں تھے۔ جو افغانستان میں پشتونوں کے اثرات و مفادات کا احیا کر سکے اور پاکستانی تاجروں کے لیے جنوبی افغانستان کے راستے وسط ایشیا سے تجارت کا وسیلہ بن سکے۔ جمعیت نے انھیں یہ موقع فراہم کر دیا۔

مولانا فضل الرحمن قومی اسمبلی کے امور خارجہ کے چیرمین بنا دیئے گئے۔ اسی حیثیت سے اُن کو پہلی بار خارجہ پالیسی پر اثر انداز ہونے کا موقع ملا۔ اور انھوں نے واشنگٹن اور یورپی ملکوں کے دورے کیے اور مالی امداد کے حصول کے لیے سعودی عرب اور خلیجی ریاستوں سے مذاکرات کیے۔[۲۶]

مرکزی قیادت کے فقدان یا مدرسے کے اجرا کے لیے کسی مقامی طور پر معروف یا عالم فاضل ملا کی عدم موجودگی کے سبب دیوبندی روایت کا نتیجہ یہ نکلا کہ جمعیت علماء اسلام کی صفوں سے انتہا پسند گروہ نکلنے لگے۔ جمعیت کی کئی شاخیں بن گئیں۔ ایک اہم قابل ذکر شاخ جس کے رہنما مولانا سمیع الحق تھے۔ ان کا مدرسہ طالبان کی قیادت کی تربیت کا اہم مرکز بن گیا۔ 1999ء میں کابل میں آٹھ وزراء مولانا سمیع الحق کے دارالعلوم "حقانیہ" کے فارغ التحصیل تھے۔ درجنوں صوبائی گورنر، فوجی کمانڈر جج اور بیوروکریٹ بھی اسی مدرسے سے پڑھ کر نکلے تھے۔ مجاہدین کی روایتی جماعتوں کے لیڈر یونس خالص اور محمد نبی اور محمدی نے بھی حقانیہ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ 1999ء میں داخلے کے لیے 15000 درخواستیں آئیں مگر 400 نشستیں خالی تھیں۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مدرسہ کتنا مقبول تھا۔

مولانا سمیع الحق کا ملا عمر سے مسلسل رابطہ رہتا ہے۔ یہ بین الاقوامی معاملات طے کرنے میں ان کی مدد کرتے ہیں۔ اور اہم شرعی فیصلوں کے سلسلے میں انھیں مشورے دیتے ہیں۔ مولانا سمیع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحق طالبان کے لیے پاکستانی طلبہ بھرتی کرنے کے بھی اہم منتظم ہیں۔ 1997ء میں مزار شریف میں طالبان کی شکست کے بعد انھیں ملا عمر کا فون آیا کہ ان کی مدد کریں۔ مولانا سمیع الحق نے اپنا مدرسہ بند کر دیا۔ اور تمام طلبہ کو طالبان کے ساتھ جہاد پر بھیج دیا۔ مزید کمک کے لیے 8 ہزار طلبہ کو افغانستان بھیجنے پر اتفاق ہوا، اس کے علاوہ سیکڑوں افغان طلبہ جو کراچی کے مضافات میں بنوری ٹاؤن میں علوم اسلامیہ کے ادارے میں تعلیم پا رہے تھے، جو 45 ملکوں کے عطیات پر چلتا ہے، بنوری مدرسے نے 600 طلبہ کو طالبان کا ساتھ دینے کے لیے بھیجا۔

جمعیت کی ایک شاخ سپاہ صحابہ بھی ہے۔ طالبان ان کی حمایت کرتے ہیں۔ 1998ء میں جب سپاہ صحابہ کے لوگوں نے شیعوں کے قتل کیے تو حکومت کی پکڑ دھکڑ سے بچنے کے لیے ان کے رہنما بھاگ کر کابل چلے گئے۔ وہاں (اُسامہ) اور طالبان نے انھیں پناہ دی۔ اور خوست کے تربیتی کیمپوں میں ان کی جمعیت کے سینکڑوں لوگوں کو تربیت دی گئی۔ جو بعد میں طالبان کے ساتھ مل کر لڑتے تھے۔[۷۴]

یوں افغانستان میں قائم کیمپ جہاں غیر افغان بھی پناہ لیتے اور تربیت بھی حاصل کرتے ہیں، پہلے حکمت یار کے تحویل میں تھے۔ طالبان نے مل کر ان پر قبضہ کر لیا اور جمعیت علماء اسلام کے گروپوں کے حوالے کر دیا۔ 1996ء میں طالبان نے سرحد پر واقع "بدر کیمپ" اور حرکت انصار" کے سپرد کر دیا، جو جمعیت علمائے اسلام کی ایک شاخ ہے اور انتہا پسندی میں اپنا نام رکھتی ہے۔

طالبان نے اسلامی اور افغان تاریخ کا سرسری مطالعہ کیا ہے۔ بیسوی صدی میں جو سیاسی اور نظریاتی ترقی ہوئی ہے وہ اس سے نابلد ہیں۔ اس کے نتیجے میں ایسی جہالت اور تنگ نظری پیدا ہوئی ہے، جس میں بحث کی کوئی گنجایش نہیں۔ طالبان کے نئی طرز کے خالص اور منصف انقلاب نے پاکستان میں اور محدود پیمانے پر وسط ایشیائی جمہوریتوں میں منفی اثرات اور رجحانات پیدا کیے ہیں۔ طالبان اور ان کے حامی اسلامی دنیا اور مغرب کو نئی قسم کی اسلامی انتہا پسندی سے روشناس کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے ہیں۔ جس میں اعتدال کی کوئی گنجائش نہیں۔ ۴۸ؔ

۴۔ طالبان تحریک کا افغانستان پر قبضہ

پاکستان کی افغان پالیسی ہمیشہ بدلتی رہتی ہے۔ 1993ء میں بے نظیر بھٹو کی حکومت نے جب وسطی ایشیا تک راستے کھولنے کی خواہش کی تو کابل کے گرد لڑائی کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہوا۔ ایک متبادل راستہ جو شمالی راستے کے بجائے کوئٹہ سے قندھار اور ہرات سے ہوتا ہوا ترکمانستان کے دارالحکومت اشک آباد تک پہنچتا ہے کی تجاویز دی گئیں۔

1994ء میں پاکستان کے انٹیلی جینس سروسز آئی ایس آئی کے آفیسروں اور وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر چمن کے راستے قندھار گئے اور قبائلی سرداروں سے ترکمانستان تک ٹریفک کھولنے اور جاری رکھنے کی اجازت دینے کے لیے کہتے رہے۔ اس دوران دوسو طالبان نے پاکستان کی سرحد کے قریب ''سپین بولدک'' کی چوکی پر قبضہ کر کے تیل لینے کے اڈے کو حکمت یار کے آدمیوں سے خالی کروالیا۔ ٹرانسپورٹ مافیا کے لیے اس جگہ پر قبضہ برقرار رکھنا ضروری تھا۔ اس لیے انھوں نے ملا عمر کو لاکھوں پاکستانی روپے دیے اور طالبان کو تحائف وغیرہ دینے کا وعدہ کیا، اگر طالبان راستے کی رکاوٹیں ہٹا دیں اور ڈاکوؤں کو بھگا دیں اور ٹرکوں کی بحفاظت نقل وحمل کی ضمانت دے دیں۔ ۴۹ؔ

پاکستان نے سپین بولدک کے اسلحہ کے ذخیرہ پر طالبان کے قبضے میں مدد کی اور 15000 کلاشنکوفیں اور درجنوں گولا بارود دو گاڑیاں ملیں۔

20 اکتوبر 1994ء کو نیشنل لاجسٹک سیل کے ٹرکوں کا قافلہ کوئٹہ سے روانہ ہوا۔ اس میں 80 سابق فوجی ڈرائیور آئی ایس آئی کے فیلڈ آفیسر کرنل امام اور دو افغان طالبان کمانڈر بھی شامل تھے۔ قندھار میں فوجی کمانڈوں نے روکنے کی کوشش کی مگر طالبان نے آگے بڑھ کر کمانڈروں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ اسی شام طالبان نے قندھار پر پیش قدمی کی اور کمانڈروں کی فوج کو ختم کر دیا۔ طالبان کو اس معرکے میں سوویت فوج کے چھوڑے ہوئے درجنوں ٹینک، بکتر بند

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گاڑیاں اور اسلحہ اور ائیر پورٹ پر کھڑے چھ مگ طیارے ہاتھ لگے۔ چھ ہفتوں میں اس گمنام طاقت نے (جو طالبان کہلاتی تھی) افغانستان کے دوسرے بڑے شہر پر قبضہ کرلیا۔ اسلام آباد میں کسی سفیر کو یا تجزیہ نگار کو شبہ بھی نہ تھا کہ طالبان کو پاکستان کی طرف سے خاصی امداد مل رہی ہے۔ قندھار پر طالبان کے قبضے پر پاکستانی حکومت اور جمعیت العلماء اسلام نے خوشیاں منائیں۔ ۵۰

نصیر اللہ بابر نے طالبان کی کامیابی کو اپنے کھاتے میں ڈالتے ہوئے کہا: "طالبان" ہمارے لڑکے ہیں۔ تاہم طالبان نے پاکستان کے اثر سے آزاد ہونے کا اعلان کیا۔ 16 نومبر 1994ء کو ملا غوث نے کہا کہ پاکستان طالبان کو نظر انداز کر کے کوئی قافلہ نہ بھیجے۔ اسی اثنا میں ہزاروں نوجوان افغان پشتون سرحد اور بلوچستان میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، طالبان میں شامل ہونے کے لیے قندھار پہنچ گئے۔ دسمبر 1994ء میں 12 ہزار افغان پاکستانی طلبہ قندھار میں طالبان میں شامل ہوئے۔ ۵۱

بعد ازاں مسلسل کامیابیوں کے بعد انھوں نے ستمبر 1996ء میں جلال آباد اور پھر کابل پر قبضہ کرلیا۔ اور ڈاکٹر نجیب اللہ کو پھانسی دے دی گئی۔ کابل پر قبضے کے بعد طالبان نے پورے افغانستان میں شریعت کا نفاذ کر دیا اور افغانستان کا نام "اسلامی امارات آف افغانستان" رکھ دیا۔ اس کا کنٹرول تقریباً 90 فی صد علاقے پر ہو گیا۔ اور پاکستان اور عرب امارات نے طالبان کی حکومت کو تسلیم کرلیا۔ جبکہ دیگر ممالک نے ابھی تک اسے تسلیم نہیں کیا۔

امریکہ کابل میں اسلامی حکومت کا مخالف تھا۔ اس نے مجاہدین کی سرپرستی سے ہاتھ اسی لیے ہی کھینچا تھا۔ البتہ ملا عمر کی کامیابیاں اُسے پسند آگئیں۔ کیونکہ وہ وسطی ایشیا کے راستے کو شمالی اتحاد سے چھڑا کر تجارت کے لیے کھول سکتے تھے۔ تب طالبان کو ملین ڈالرز کی امداد پاکستان کے ذریعے ملنے لگی۔ مگر جب 90% علاقے کو امن و امان قائم کرنے کے بعد طالبان نے امریکہ سے تسلیم کرنے کو کہا مگر امریکہ کے لیے اس وقت یہ سوال تھا کہ وسط ایشیا کی تیل و گیس کی برآمدات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کیا طالبان کو ایران، ترکی کے خلاف استعمال کیا جا سکتا ہے؟[۵۲] امریکی اور اسرائیل طالبان کو ایران مخالف سمجھتے تھے اور "یونوکال" کے ذریعے New Great Game کھیلنا چاہتے تھے۔ کیونکہ تیل و گیس کی پائپ لائن بچھانے کے منصوبے افغانستان میں امن و استحکام سے وابستہ تھے، جو طالبان کے بغیر ممکن نہ تھا۔ مگر طالبان کی امریکی حکومت سے خود کو تسلیم کرانے کی شرط اس میں حائل تھی۔ 1998ء میں پھر جنگ چھڑ گئی اور یونوکال کو سخت نقصان ہوا اور انھیں اپنا عملہ پاکستان اور قندھار سے نکالنے پر مجبور ہونا پڑا۔[۵۳]

۵۔ 11 ستمبر کے بعد افغانستان پر امریکی حملہ اور پاکستانی پالیسی

افغانستان میں طالبان حکومت کے قیام کے کچھ عرصے بعد ہی "اسامہ بن لادن" کو طالبان نے پناہ دے دی، جو پہلے ہی امریکا کا سعودی عرب، امریکا، کینیا، تنزانیہ اور یمن میں امریکی مفادات پر حملوں کے سلسلے میں مطلوب تھے۔ اب اس الزام کے بعد کہ وہ نیویارک اور واشنگٹن کے حملوں میں بھی ملوث ہیں نہ صرف امریکہ کو نہایت مطلوب ملزم بن گئے بلکہ انھیں پناہ دینے والے طالبان بھی عالمی مہم کی زد میں آ گئے۔ اس ضمن میں طالبان کا کوئی مثبت ردعمل سامنے نہیں آیا۔ مگر افغان عوام بے چین ہو کر بڑے شہروں سے چھوٹے دور دراز مقامات کی طرف جانے لگے۔

افغانستان ایک بار پھر مشکل گھڑی کا شکار ہو گیا۔ "امریکی صدر جارج بش نے اعلان کیا کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے افغانستان پر حملہ کر دیا ہے اور دہشت گردی کے خلاف فوجی کاروائی کا آغاز دہشت گردی کے خاتمے تک جاری رہے گا۔"[۵۴]

11 ستمبر 2001ء کے دہشت گردی کے واقعات کو امریکا نے اپنے عالمی عزائم کے حصول کے لیے کامل عیاری کے ساتھ استعمال کیا۔ القاعدہ اور اسامہ بن لادن ایک گھناونی استعماری جنگ کا عنوان بن گئے۔ جس فوجداری جرم کا ارتکاب کرنے والوں میں افغانستان سے کوئی ایک فرد بھی شریک نہ تھا اور جس کی منصوبہ بندی جرمنی کے شہر ہیمبرگ اور خود امریکا میں ہوئی۔ اس کو بہا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ بنا کر افغانستان پر حملہ کیا گیا۔ پاکستان کو دھمکیاں دے کر اپنا آلہ کار بنایا گیا۔ اور دنیا کو دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر ایک عالمی ہیجان میں مبتلا کر دیا گیا۔ ۵۵

17 اکتوبر 2001ء کو امریکہ نے حملہ کر دیا پانچ ہفتے تک طالبان نے امریکی بمباری کا سامنا کیا۔ اور امریکہ نے ہر غیر قانونی ہتھیار استعمال کیے ایسے کیمیکل پھینکے جو ایٹم بم کے متبادل ضرور تھے۔ مگر مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہونے پر شہری آبادی کو نشانہ بنانا شروع کیا۔

یہ درست ہے کہ طالبان نے بڑی تیزی سے پسپائی اختیار کی لیکن اس بات کو ماہرین شرق و غرب ہی جانتے ہیں کہ اس پسپائی کی حقیقت کیا ہے۔ 9 دسمبر 2001ء کو طالبان نے آخری صوبہ زابل بھی خالی کر دیا۔ اور 22 دسمبر کو حامد کرزئی کی عبوری حکومت قائم کر کے امریکی فوجوں کو غیر معینہ مدت تک افغانستان میں قیام کی اجازت دے دی۔ ۵۶

آسیا یک پیکرِ آب و گل است
ملت افغاں درآں پیکر دل است
از فساد او فساد آسیا
در کشادِ او کشادِ آسیا ۵۷

افغانستان کے زمینی حقائق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ امریکا اور نیٹو کی فوجی حکمت عملی یکسر ناکام رہی ہے۔ اقوام متحدہ کے سروے کے مطابق 34 صوبوں میں سے 33 پر طالبان کا عملاً قبضہ ہے اور ان میں سے ان کے متبادل گورنر (Shadow Governer) تک موجود ہیں۔ بڑے بڑے شہروں پر امریکی نیٹو اور خود افغان فوج کا قبضہ ہے مگر تمام مقامات پر طالبان کی حکمرانی ہے اور شہروں میں بھی دن رات انھی کا حکم چلتا ہے۔ نیٹو کے کمانڈر فوجی تجزیہ نگار اور خود امریکی فوجی قیادت اس بات کا اعتراف کر رہی ہے کہ افغانستان کی جنگ جیتی نہیں جا سکتی اور اخراج کی حکمت عملی ہی وقت کی ضرورت ہے۔

ہلیری کلنٹن، رابرٹ گیٹس، ہابروک بھی اعتراف کر رہے ہیں کہ طالبان افغان حقیقت کا حصہ ہیں۔ ان سے معاملہ کیے بغیر افغانستان سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔ اس کے باوجود نیٹو اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکی افواج ایک لاکھ سے زیادہ ہیں، جن کو مزید بڑھایا جا رہا ہے۔ جبکہ افغانستان میں جتنی زیادہ افواج بھیجی جا رہی ہیں۔ مقامی لوگوں نے اتنا ہی ملک کو بیرونی تسلط کے تحت تصور کیا ہے۔ جس سے خودکش حملوں میں اضافہ ہوا ہے۔ 2001ء سے پہلے خودکش حملے ریکارڈ پر نہیں تھے۔ مگر 2005ء اور 2006ء کے بعد بڑھتے ہوئے 2009ء کے پہلے نصف میں 80،60 فی صد سے زیادہ حملے امریکا اور اس کی اتحادی افواج پر ہوئے نہ کہ افغان شہریوں کے خلاف اور کرنے والے 95 فیصد افغان تھے۔ رائے عامہ کے جائزے تصدیق کرتے ہیں کہ امریکی عوام جنگ میں اضافہ نہیں امن چاہتے ہیں۔ جبکہ اوبامہ خارجہ پالیسی کے دائرے میں اُمید اور تبدیلی کے باوجود اوباما پہلی پالیسی پر پہلے سے زیادہ عمل پیرا ہیں۔ ۵۸

۶۔ طالبان عالمی چیلنج

2001ء کی امریکی پالیسی کے مطابق پاکستان نے طالبان کے لیے اپنی سرحدیں بند کر دیں۔ اور وہی "آزادی کے سپاہی" آناً فاناً دہشت گرد بن گئے۔ دیگر اسلامی تحریکوں کے مانند طالبان شروع میں مغرب کے اتنے شدید مخالف نہیں تھے۔ مگر مغرب کی تنقید و نکتہ چینی نے یہ ثابت کر دیا کہ مغرب کبھی افغانوں کا غمخوار نہ تھا۔ بلکہ مفادات کا اشتراک تھا۔ جس نے ان کی اتنے عرصے سے سرپرستی کی۔ پالیسی کی اتنی بڑی تبدیلی نے طالبان کو ان کا دشمن بنا دیا۔ یہ کوئی انکشاف نہیں کہ تحریک طالبان پاکستان کے دیگر جنگجو امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ ۵۹

تحریک طالبان پاکستان کے سابق سربراہ بیت اللہ محسود اور اس کے جانشین حکیم اللہ محسود کی قیادت میں پاکستان کے مختلف علاقوں میں کئی پیچیدہ اور خطرناک کاروائیاں کی گئیں۔ جن میں پاکستان آرمی کے راولپنڈی میں واقع جنرل ہیڈکوارٹر اور پشاور اور اسلام آباد اور لاہور اور ملتان میں آئی ایس آئی، ایف آئی اے اور پولیس کی تنصیبات پر حملے شامل ہیں۔ افغان طالبان کے تعاون سے پاکستانی طالبان نے افغانستان میں کئی مشکل اہدف کو نشانہ بنایا۔ تحریک طالبان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستان کشمیر میں جہادی گروپ جیسے جیش محمد کے ساتھ مل کر بھارتی کشمیر میں حملوں کے لیے گروپ تشکیل دے سکتی ہے اور بھارت میں بھی حملے کر سکتی ہے۔لیکن اس کی کوئی شہادت نہیں۔البتہ امریکہ اور یورپ میں دہشت گردانہ کارروائیاں کرنا فی الحال پاکستانی طالبان کے لیے ممکن نہیں یا اس کی صلاحیت نہیں ہے۔۶۰

چونکہ پاکستانی طالبان افغان طالبان کے ایکسٹنشن ہیں یا ان کے لیے یہاں پر بیس کیمپ کی فراہمی کا بندوبست کر رہے ہیں۔یوں وہ روس کے لیے بھی اثاثہ ہیں۔عراق جنگ کے بعد وسط ایشیائی ریاستوں کو امریکہ کا اصل مقصد ان کے علاقوں میں معلوم ہو گیا کہ وہ طالبان القاعدہ سے آزادی دلانے کی بجائے اپنے عزائم حاصل کرنا چاہتا ہے۔

لہٰذا امریکی اور اتحادیوں سے لڑنے والوں کو بھی وہ اپنا اثاثہ سمجھنے لگے۔عرب ریاستوں کا معاملہ یہ ہے کہ وہ امریکہ کے زیر اثر بھی ہیں اور ناراض بھی۔یوں انھیں جہاں ایسے لوگ ملتے ہیں جو امریکہ سے نمٹ رہے ہوں تو وہ در پردہ ان سے ہمدردی کے مستحق ہیں۔وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ان کے ممالک القاعدہ اور طالبان کے اثر سے محفوظ رہیں اور یہ جنگ جاری رہے تاکہ اُن کے ممالک میں جو نوجوان امریکہ سے نفرت کرنے والے یا پھر جہادی نظریے کے حامل ہیں وہ یہاں آ کر جذبات کو ٹھنڈا کریں گے اور اگر یہ میدان نہ رہا تو پھر یہ جہادی اپنے ممالک کے اندر مسلح جدوجہد شروع کر کے عرب حکمرانوں کے لیے مصیبت بنیں گے۔

یہاں خفیہ ایجنسیوں کی جنگ زوروں پر ہے۔ان مطلوبہ مقاصد کے تحت تحریک طالبان کے معاملات میں بہت سے ممالک ملوث ہیں۔مگر امریکہ کے کردار کا کوئی موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔جو ایک اہم عامل کی حیثیت رکھتا ہے۔مگر امریکہ کی کئی حکمت عملیاں آزمانے کے باوجود طالبان کے خلاف کامیابی میں شدید مشکلات کا شکار رہے۔۶۱

پاکستان میں طالبان اور القائدہ کے مطلوبہ افراد کی گرفتاریوں کے لیے شمالی علاقوں میں ڈرون حملے یو این چارٹر اور جینوا کنونشن کے خلاف کیے گئے۔جن میں ادارے سے قتل کی ممانعت ہے۔اس طرح دونوں ممالک تباہ ہو رہے ہیں اور پوری دنیا کو دہشت گردی نے اپنی لپیٹ میں لے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیا ہے۔

پاکستانی حکومت پر فوجی اپریشن تیز کرنے کا امریکی دباؤ ملک کو خانہ جنگی میں دھکیل رہا ہے۔ جبکہ یہ دہشت گردی کے خلاف جنگ نہیں ہے۔ بلکہ امریکی حکمرانوں کی طرف سے امریکی بالادستی کی کوشش ہے۔ جبکہ لندن کانفرنس میں جو حکمت عملی تجویز کی گئی ہے، بظاہر اس میں طالبان سے مذاکرات کو اس کا مرکزی پیغام قرار دیا جارہا ہے۔ مگر یہ ایک دھوکہ ہے۔ اس حکمت عملی کا مقصد مفاہمت نہیں بلکہ طالبان میں پھوٹ ڈلوانا ہے۔ ایک طرف فوج کی تعداد بڑھائی جارہی ہے۔ دوسری طرف 500 ملین ڈالر کی فنڈ کی باتیں ہورہی ہیں۔ تو طالبان کی وفاداریاں خریدے جانے کے منصوبے بنائے جارہے ہیں۔ مگر طالبان کا موقف یہ ہے کہ جب تک افغانستان سے بیرونی افواج کا انخلا نہیں ہوتا کوئی ٹائم ٹیبل طے نہیں ہوتا اس وقت تک مذاکرات نہیں ہوسکتے۔

افغانستان کی رکن پارلیمنٹ ''ملائی جویا'' اوباما کی یکم دسمبر کی تقریر سے ایک دن پہلے اپنے شائع ہونے والے مضمون میں کہتی ہیں

رائے عامہ اور جائزے تصدیق کرتے ہیں کہ اوباما کی امریکی عوام ''جنگ'' میں اضافہ نہیں، ''امن'' چاہتے ہیں۔ وہ بش اور اس کی انتظامیہ کو جنگی جرائم کا ذمہ دار ٹھراتے ہیں اور خارجہ پالیسی کے دائرے میں امید اور تبدیلی کے بجائے اوباما پہلی پالیسی یعنی بش کی پالیسی پر پہلے سے زیادہ عمل پیرا ہیں۔۶۲

جس طرح اوباما بش کی پالیسیوں پر کارفرما ہے، اس طرح پاکستانی قیادت بھی جنرل مشرف کی پالیسیوں پر عمل پیرا ہے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ امریکہ کی افغان پالیسی ہر اعتبار سے ناکام ہے اور افغانستان اور پاکستان خصوصیت سے اس کی بڑی بھاری قیمت ادا کررہے ہیں۔۶۳

طالبان نے دو بڑے اہم بیانات دیئے ہیں: ایک نومبر 2009ء میں اور دوسرا لندن کانفرنس کے جواب میں۔ جس میں طالبان کی تازہ سوچ اور آیندہ حکمت عملی کا رُخ دیکھا جاسکتا ہے۔ نیویارک ریویو آف بکس کے تازہ شمارے میں ''ملا عبدالسلام ضیف'' کی خودنوشت پر جس کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ حال ہی میں امریکا سے My life with the Taliban کے نام سے شائع ہوا ہے۔ احمد رشید ۶۴ کے تبصرے میں نومبر 2009 والے بیان کا ذکر اس اعتراف کے ساتھ ہے کہ "افغان طالبان اب ایک ایسی تحریک ہیں جس کا اثر ملک کے تمام علاقوں میں ہے، صرف جنوبی افغانستان تک محدود نہیں۔"

نومبر 2009 کے 10 صفحے کے بیان میں طالبان نے لچک کا پہلا اشارہ دیا ہے۔ "ملا عمر نے اپنے جنگجوؤں سے امریکا کے خلاف جہاد کی اپیل کے ساتھ یہ وعدہ کیا ہے کہ مستقبل کی طالبان حکومت امن قائم کرے گی۔ بیرونی افواج کی مداخلت ختم ہوگی اور پڑوسی ممالک کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ اس میں یہ مضمر ہے کہ افغانستان میں طالبان کے ساتھ القاعدہ واپس نہیں آئے گی۔ ملا عمر نے انتہا پسندی حیثیت سے زیادہ ایک مدبر کے طور پر کہا ہے کہ "اسلامی امارت افغانستان تمام ملکوں کے ساتھ مل کر باہمی تعاون اور معاشی ترقی اور باہمی احترام کی بنیاد پر اچھے مستقبل کے لیے تعمیری اقدام کرے گی۔ نئے سال کے پیغام میں طالبان نے امریکی فوج کے اضافے کی مذمت کی لیکن اوباما کے ساتھ یہ کہہ کر ہمدردی بھی کی کہ امریکی صدر کو اپنے ملک میں بہت سارے مسائل اور مخالفت کا سامنا ہے۔

سوچ کا یہی رُخ طالبان قیادت کے 28 جنوری 2010ء کے بیان میں بھی واضح ہے، جو لندن کانفرنس کے علامیے پر ان کا بروقت ردعمل ہے:۔

"یہ بات قابل ذکر ہے کہ امیر المومنین ملا عمر نے واضح طور پر کہا ہے کہ ہم اپنے ملک میں اسلامی قانون چاہتے ہیں کہ ہم پڑوسی ممالک اور دنیا کے ممالک کا نقصان نہیں چاہتے اور نہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہمیں نقصان پہنچائیں۔ ہم اپنی سرزمین کو کسی دوسرے ملک کے خلاف استعمال ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔ ۶۵

مزید برآں اسلامی امارت اسلامی بنیادوں اور عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق اپنے عوام کی تعلیمی ضروریات پورا کرنے کی پابند ہے۔ اسلامی امارت افغانستان کی لسانی یا نسلی تعصب سے پاک خوش گوار ماحول پیدا کرنا چاہتا ہے تا کہ لوگ اتحاد اور قومیت کی جذبے سے مل کر کام کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکیں۔اس طرح وہ اسلامی حکومت کی حمایت کریں گے جو ہمارے شہیدوں کی تمناؤں کی عملی شکل ہوگی اور جان، مال، عزت وحیثیت اور قومی اور تاریخی یعنی اقدار کی محافظ ہوگی۔

یہ امر افسوس ناک ہے کہ امریکہ کی قیادت مسئلے کے فوجی حل پر مُصر ہے۔اگر وہ واقعی مسئلے کا حل تلاش کرر ہے ہیں تو افغانستان اور پاکستان اور گوانتانا مواور دوسری جیلوں میں موجود لوگوں کو رہا کر دینا چاہیے۔انھیں بلیک لسٹ کر دینا چاہیے۔مسئلے کا حل فوجی نہیں طاقت استعمال ہوگی تو طالبان سے مفاہمت نہیں ہو سکے گی۔افغان طالبان کی کامیابی کی آرزوں کے ساتھ پاکستانی طالبان کو زیر نہیں کیا جا سکتا۔۶۶

یہ ہمہ جہت مسئلہ ہے اور حل کے لیے ہمہ پہلو سسٹر یجٹی بنانی ہوگی۔یہ معاملہ مذہبی بھی ہے۔اسٹریٹیجک بھی، سیاسی بھی۔معاشی بھی ہے اور معاشرتی بھی، اس لیے سیاسی اور مفاہمتی عمل تک تلاش کرنا ہوگا۔ایک ہی علاقے میں آپریشن اور دوسرے میں مفاہمت ایک کے ساتھ جنگ اور دوسرے کے ساتھ صلح اس پالیسی کے نتیجے میں تباہی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

بیرونی افواج کے نکلنے کے بعد متناسب نمایندگی کی بنیاد پر عام عادلانہ ومنصفانہ انتخابات کا انعقاد جو جمہوری ریاست اور پارلیمنٹ کے قیام کے لیے ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں منعقد ہو۔مستقبل کے افغانستان میں کسی بھی ملک کو یہ اجازت نہیں ہوگی کہ وہ اُن کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرے اور افغانستان کی سرزمین کو کسی دوسرے ملک کے خلاف استعمال کرے۔۶۷

الاماں از گردش نُہ آسماں
مسجدِ مومن بدست دیگراں ۶۸

۴۔القائدہ

اسامہ بن لادن کی القائدہ ۶۹ تنظیم کی سرگرمیاں دنیا کے پانچ براعظموں تک پھیلی ہوئی ہیں۔امریکی جریدے ٹائم کی رپورٹ کے مطابق القائدہ نیٹ ورک کی عالمی پیمانے پر سرگرمیوں میں ملوث ہونے کا پہلی بار اس وقت پتا چلا جب اٹلی کی پولیس نے اس سال 22 مارچ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ٹیلیفون پر ہونے والی ایک مشکوک گفتگو ٹیپ کی جس میں مخاطب کہہ رہا تھا ''تم جانتے ہو القائدہ الجزائر سے فلپائن تک ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر کونے میں موجود ہے۔''

اس فون کے بعد اس شخص کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ تونس کا باشندہ سمیع بن خماس نکلا۔ اُسے دہشت گردی کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ امریکہ نے اس ضمن میں اب تک ایک ہزار ایک سو اکتالیس لوگوں کو گرفتار کیا ہے۔ ان میں سے دس لوگ ایسے ہیں جن کو 11 ستمبر کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پنٹاگون پر حملے کرنے والے ہوائی جہازوں کے ہائی جیکرز کے متعلق معلومات حاصل تھیں۔ مصر میں القائدہ سے تعلق رکھنے کے الزام میں 253 افراد کے خلاف تحقیقات کی جارہی ہیں۔ خرطوم (سوڈان) میں 1991ء سے لے کر 1996ء تک اسامہ بن لادن کا بیس کیمپ رہ چکا ہے۔ 1998ء میں امریکہ نے خرطوم کے ایک کیمیکل ہتھیاروں کی تیاری کے پلانٹ پر حملہ کیا تھا۔ حکومت نے 30 غیر ملکی انتہا پسندوں کو گرفتار کیا ہے۔ جو موغادیشو 1993ء میں صومالینز نے جو یو این او کی مداخلت کے خلاف تھے۔ 18 امریکی کارکنوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ اسامہ بن لادن کے دعوے کے مطابق ان صومالینز کی القائدہ تنظیم مدد کر رہی تھی۔ یمن میں 11 ستمبر کے واقعہ کے بعد درجنوں لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے۔ ان پر شبہ ہے کہ انھوں نے اسامہ بن لادن کے حکم پر دو ہوٹلوں پر حملہ کیا تھا۔ جہاں امریکی فوجی قیام کر رہے تھے۔ یہاں پر القائدہ کے سرمایہ سے 3 شہد کے پلانٹ قائم تھے۔ 4 ستمبر کو مشتبہ دہشت گرد افغانستان جاتے ہوئے پاکستان سے ہو کر گزر رہے تھے اور امریکی حملوں کے خلاف احتجاج کرنے والے سیکڑوں لوگوں کو پاکستان میں گرفتار کر لیا گیا۔ ۷۰

ا۔ اسامہ بن لادن اور جہاد

سویت یونین کے خلاف جنگ جیتنے کے لیے سی آئی اے اور آئی ایس آئی نے دنیا بھر سے مجاہدین بھرتی کیے۔ جنھیں پاکستان لا کر سرحد کے قریب کسی کیمپ میں تربیت دی اور جہاد میں حصہ لینے بھیج دیا جاتا۔ 1982ء سے 1992ء تک مشرقی وسطی شمالی اور مشرقی افریقہ، وسطی ایشیا اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشرق بعید کے 43 ممالک سے 35000 سے زیادہ مسلم انتہا پسند افغان مجاہدین سے آملے۔ اور سیکڑوں نے مدرسوں میں داخلہ لے لیا۔ بالآخر ایک لاکھ مسلمان انتہا پسندوں کا پاکستان اور افغانستان سے براہ راست رابطہ قائم ہو گیا۔

ان نوجوانوں میں ایک نوجوان سعودی طالب علم اسامہ بن لادن بھی شامل تھا۔ وہ تعمیرات کے کام کرنے والے ایک ارب پتی محمد بن لادن کا بیٹا ہے، جو شاہ فیصل کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ ان کی کمپنی نے مکہ معظمہ میں اور مدینہ میں توسیع و آرائش کے ٹھیکوں میں بڑی دولت کمائی۔ ا۔

اسامہ 1957ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے یمنی باپ کی 57 اولادوں میں سے ان کا سترواں نمبر تھا۔ ان کی ماں سعودی تھی۔ باپ نے کئی شادیاں کر رکھی تھیں۔ انھوں نے شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ میں بزنس ایڈمنسٹریشن میں ماسٹر کی ڈگری کے لیے داخلہ لیا۔ لیکن جلد ہی اسلامک سٹڈیز کی طرف منتقل ہو گئے۔ وہ لمبے پتلے چھ فٹ پانچ انچ قد اور لمبے ہاتھوں کے باریش شخص ہیں۔ ان کے والد نے افغان جہاد کی حمایت اور مالی امداد بھی کی۔ اس لیے جب لادن نے افغان جہاد میں شریک ہونے کا عندیہ ظاہر کیا تو خاندان نے بخوشی اجازت دے دی۔ 1980ء میں پہلے پشاور آئے اور مجاہدین کے لیڈروں سے ملے۔ وہ اکثر سعودی عرب جاتے اور عطیات لاتے رہے۔

1982ء میں انھوں نے پشاور ہی میں بس جانے کا فیصلہ کیا۔ وہ اپنی کمپنی کے انجینئر ز اور بھاری تعمیراتی مشینیں اور ساز و سامان لائے اور مجاہدین کے لیے سڑکیں اور ڈپو تعمیر کرنے لگے۔ پہاڑوں میں تربیتی مراکز اور خوست کا شتل کمپلکس تعمیر کرنے میں مدد دی۔ اور اپنا ایک تربیتی کیمپ بھی قائم کیا۔ اسامہ بن لادن نے خود بتایا کہ سعودی عرب نے افغان جہاد میں اپنے نمایندے کے طور پر مجھے چنا ہے۔ سعودی عرب اور پوری دنیا کے رضا کار میرے پاس آنے لگے۔ جہاں تربیت کے لیے ہتھیار امریکی دیتے اور سرمایہ عرب سے آتا ۲ ہے۔ میں نے محسوس کیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ صرف افغانستان میں لڑنا ہی ہمارے لیے کافی نہیں ہے۔ ہمیں تمام محاذوں پر لڑنا تھا۔ کمیونسٹوں سے بھی اور مغربی کلچر وتشدد سے بھی۔ تاہم انھوں نے سعودی عطیات سے مجاہدین کی مدد کی اور افغانوں میں وہابیت کی تبلیغ کا کام کیا۔

سلم بیگ جو اخوان المسلمون کے دفتر میں قائم ایک تنظیم تھی، جس کے منتظم ایک اُردنی فلسطینی عبداللہ اعظم تھے۔ 1989ء میں اعظم کی مدت کے بعد بن لادن نے اس کی باگ دوڑ سنبھال لی اور فوجی اڈاہ قائم کیا۔ چنانچہ افغان عرب مجاہدین اور ان کے خاندانوں کی مدد سے کئی ہزار عرب انتہاپسندوں نے کنسر، ندرستان اور بدخشاں کے صوبوں مین اڈے قائم کر دیئے۔ لیکن ان کے انتہاپسندانہ وہابی طور طریقوں سے افغانوں کی اکثریت ناخوش تھی۔

بعد میں احمد شاہ مسعود نے عرب افغان اتحاد کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ ہم عربوں سے کہتے ہیں کہ وہ ملک سے نکل جائیں، انھوں نے فائدہ کم نقصان زیادہ کیا ہے۔

1990ء میں بن لادن مجاہدین کے اختلافات سے بددل ہو کر دوبارہ سعودی عرب چلے گئے۔ انھوں نے چار ہزار عرب مجاہدین کے لیے ایک فنڈ قائم کیا جو مکہ مدینہ مین آباد ہو گئے۔ شہید ہونے والوں کے پسماندگان کے لیے مالی امداد کا بندوبست کیا۔

عراق کے کویت پر قبضے کے بعد انھوں نے شاہی خاندان سے درخواست کی کہ سعودی عرب کے دفاع اور عراق سے لڑنے کے لیے سابق سپاہیوں اور عوام کو منظم کیا جائے۔ اس کے بجائے شاہ فہد نے امریکیوں کو آنے کی دعوت دے دی۔ 5 لاکھ 40 ہزار امریکی فوجی عرب پہنچنا شروع ہوئے تو بن لادن کو شدید صدمہ ہوا۔

کویت کی آزادی کے بعد بھی جب 20 ہزار امریکی سعودی عرب میں مقیم رہے، تو اُن کی تنقید بڑھ گئی۔ 1992ء میں شہزادہ نائب سے ملاقات ہوئی، انھوں نے شہزادہ کو اسلام کا غدار کہا، جس کی شہزادہ نے شاہ فیصل سے شکایت کر دی۔ جس پر بن لادن سوڈان چلے گئے۔ جہاں سوڈانی لیڈر حسن ترابی کی قیادت میں اسلامی انقلاب کی تیاری ہو رہی تھی۔ بن لادن نے سعودی شاہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاندان پر تنقید جاری رکھی۔ جس کے سبب سے شاہی خاندان اس سے اس درجہ ناراض ہو گیا کہ 1994ء میں ان سے سعودی عرب کی شہریت ہی چھین لی گئی۔

سوڈان میں اپنی دولت اور رابطوں کی بنا پر وہ اپنے گرد افغان جنگ کے ساتھیوں کو اکٹھا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ امریکہ اور سعودی عرب نے سوڈان پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا کہ بن لادن کو یہاں سے چلے جانے کا حکم دے دیں۔

مئی 1996ء میں اسامہ بن لادن واپس افغانستان آئے۔ اِن کے ساتھ درجنوں عرب مجاہدین اور خاندان کے اعزاز تھے۔ 1996ء میں انھوں نے پہلی بار امریکیوں کے خلاف جہاد کا اعلان کیا اور کہا کہ امریکیوں نے سعودی عرب پر قبضہ کر رکھا ہے۔ انھوں نے ملا عمر سے دوستی کا معاہدہ کیا اور قندھار چلے گئے۔ ۳؎

اگست 1996ء میں امریکی وزارت خارجہ کے بیان کے مطابق محمد بن لادن کو دنیا بھر کے مجاہدین کی امداد کرنے والوں میں شامل کر لیا گیا۔ بیان میں کہا گیا کہ بن لادن صومالیہ، مصر، سوڈان، یمن اور افغانستان میں مجاہدین کے کیمپوں کی مالی امداد کر رہے ہیں۔ چند ماہ بعد مصری انٹیلی جنس نے بتایا کہ بن لادن 1000 مجاہدین کو تربیت دے رہے ہیں۔ جو عرب ملکوں میں اسلامی انقلاب لانے کے لیے کام کریں گے۔

23 فروری 1998ء کو خوست کیمپ میں القائدہ سے وابستہ عام گروپوں نے بین الاقوامی اسلامی فرنٹ کی جانب سے ایک منشور جاری کیا۔ جس میں یہودیوں اور نصاریٰ کے خلاف جہاد کا اعلان کیا گیا تھا۔ مکہ کے مقدس مقامات پر قبضہ اور ہمسایہ مسلم عوام کو ایک دوسرے کے خلاف لڑنے اور دہشت زدہ کرنے کا ذکر کیا اور فتویٰ دیا کہ امریکیوں اور ان کے اتحادیوں کو چاہے وہ سولین ہو یا فوجی، قتل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ بن لادن نے جونئی پالیسی بنائی اس کے تحت صرف سعودی شاہی خاندان اور امریکیوں ہی کو ہدف نہیں بنایا بلکہ پورے مسلم مشرق وسطیٰ کو آزاد کرانے کا مقصد مقرر کیا گیا۔ ۴؎

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ نائن الیون 11 ستمبر 2001

دنیا کی تاریخ میں نائن الیون کا دن اس لیے ناقابل فراموش ہے کہ اس صبح جب امریکی قوم اپنے معمولات زندگی میں مصروف تھی تو مقامی وقت کے مطابق 08:45 پر نیویارک کی فضاؤں میں غیر متوقع طور پر ایک مسافر بوئنگ طیارہ نیچی پرواز کرتے ہوئے دکھائی دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی 110 منزلہ عمارت زمین بوس ہوگئی۔ 3 دیگر پروازوں میں مزید تباہی ہوئی اور طیارے میں سوار تمام لوگ ہلاک ہوگئے۔ امریکی تحقیقاتی ادارے اور تفتیشی اہلکاروں کے خیال میں اسامہ اور ان کی عالمی تنظیم القاعدہ ملوث ہے۔ گو اسامہ اور ان کی ساتھیوں یا اس کی تنظیم کی سرگرمیوں کا تعلق ان واقعات سے جوڑا گیا۔ مگر دہشت گردی میں کسی بھی صورت میں اسامہ کو حتمی طور پر ملوث نہیں کیا جاسکتا۔ یوں تو بین الاقوامی سطح پر اسامہ کے خلاف بالواسطہ اور براہ راست الزامات لگائے جاتے ہیں۔ اور تمام مسلمانوں کو انتہا پسند ہونے کے خطاب سے نوازا گیا لیکن امریکہ تا حال اس سلسلے میں کوئی ٹھوس ثبوت نہیں دے سکا ہے۔ خود اسامہ نے ایک فیکس کے ذریعے جو عربی زبان میں ایک پیغام تھا، امریکا کی طرف سے لگائے جانے والے الزام کی سختی سے تردید کی ہے کہ وہ امریکا میں ہونے والے گذشتہ روز کے حملے میں کسی طرح بھی ملوث ہے۔ ۵ے

امریکی افواج نے دہشت گردی کے ان واقعات کے بعد طالبان حکومت پر زور دیا کہ اسامہ بن لادن کو ان کے حوالے کردیا جائے۔ ورنہ افغانستان پر حملہ کردے گا۔ دوسری طرف طالبان نے اسامہ کو معصوم قرار دیا اور ان کی گرفتاری کے لیے ثبوت طلب کیے، دوسری صورت میں وہ ہمارا مہمان ہے۔ امریکی قیادت نے القائدہ اور اسامہ کو عالمی عزائم کے حصول کے لیے استعمال کیا اور جنگ کا میدان سجادیا۔ افغانستان پر امریکی حملے سے قبل اسامہ اپنی اصل رہائش گاہ بدل چکے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ قندھار قندوز کابل سمیت افغانستان کے پہاڑوں میں اسامہ کی درجن سے زاید پناہ گاہیں ہیں۔ امریکی حملوں میں وہ 6 دن سے زیادہ کسی ایک رہائش گاہ میں نہیں رہے۔ 22 دسمبر کو حامد کرزئی کی حکومت بننے کے بعد بین الاقوامی میڈیا نے یہ پروپیگنڈہ شروع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیا کہ اسامہ ''تورا بورا'' کے پہاڑوں میں ہی مارے گئے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ امریکہ انھی پہاڑوں میں تلاش کرر ہا ہے 2001 کے اختتام تک اسامہ کے بارے میں کوئی مصدقہ خبر نہیں آئی کہ وہ زندہ ہیں یا کہ شہید ہو گئے ہیں۔۷۶

۳۔ بین الاقوامی میڈیا اور ''الجزیرہ کا کردار''

افغانستان پر امریکی حملوں کے دوران اور اس سے قبل جس ٹی وی چینل نے دنیا بھر میں تہلکہ مچائے رکھا، وہ قطر کا عربی ٹی وی چینل ''الجزیرہ'' تھا۔ اس نے اسامہ بن لادن کے کئی انٹرویو نشر کیے۔ امریکا کے خلاف بیانات تسلسل کے ساتھ جاری رہے۔ تہلکہ خیز اور چونکا دینے والے خبروں کے باعث سی این این اور بی بی سی جیسے چینل بھی الجزیرہ سے خبریں اور فلمیں لینے پر مجبور ہو گئے۔ گمنام الجزیرہ کو راتوں رات شہرت مل گئی تھی۔ مسلم امہ میں اسکو اسامہ اور طالبان کا حامی ٹی وی چینل سمجھا جاتا تھا۔ بعض اخبارات نے اسے مسلمانوں کا سی این این لکھا۔

لیکن طالبان کی شکست کے بعد اس چینل نے اپنی پالیسی میں یوٹرن لے لیا۔ اسامہ اور طالبان کے گن گانے والا چینل ان کے مظالم کی رپورٹس پیش کر رہا تھا۔ ۲۰۰۴ء کے آخری ہفتے میں اس نے اسامہ بن لادن کا ایک ریکارڈ پیغام اس وقت نشر کیا جب پوری دنیا نے یہ بات باور کر لی تھی کہ اسامہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ کیسٹ کہاں سے آیا اور کس نے پہنچایا۔ بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ کیسٹ اس لیے دکھایا گیا کہ اسامہ کے ساتھیوں پر امریکی بمباری کا جواز باقی رہے اور یہ چینل دراصل سی آئی اے کے ایجنٹ چلا رہے ہیں۔ سی آئی اے ''الجزیرہ'' افغانستان کے اندر کے حالات اور طالبان اور القائدہ کے رہنماؤں کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا اور امریکہ نے ان کے ٹھکانوں کو نشانہ بنا دیا۔۷۷

تورا بورا میں اسامہ کی تنظیم القائدہ نے ہتھیار ڈالنے سے صاف انکار کر دیا، جس کے بعد امریکی بی 52 طیاروں نے اسامہ کے ٹھکانوں پر 7.5 ٹن وزنی ڈیزی کٹر بموں کی بارش کر دی۔ امریکی کمانڈرز نے غاروں میں داخل ہو کر اسامہ کے 31 مجاہدین اور 280 غیر ملکی طالبان اجتماعی طور میں تورا بورا میں ہلاک کر دیئے گئے اور اسامہ کے کئی اہم ساتھی گرفتار کر لیے۔ آج افغانستان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں القائدہ کے لوگ موجود ہیں، مگر بہت کم۔ اہم ذرائع القائدہ کے وجود اور قوت کے انکاری ہیں۔ گلبدین حکمتیار ایک انٹرویو میں کہتے ہیں کہ افغانستان میں القائدہ کے سو سے بھی کم لوگ موجود ہیں۔ باقی آج صومالیہ میں امریکا کے ساتھ برسرپیکار ہیں۔ مگر آج امریکہ افغانستان میں کیا کررہا ہے۔ ۸۷

القائدہ افغانستان میں افغان طالبان اور پاکستانی طالبان کا محتاج ہے ان کو پناہ گاہ اور افرادی قوت وہاں سے ملتی ہے، دوسری طرف دونوں القائدہ کے محتاج ہیں کیونکہ سوچ اور ٹیکنالوجی اس کی فراہم کردہ ہے۔ خودکش حملے اسی کے فراہم کردہ ہیں۔ جوان کا سب سے موثر ہتھیار ہے۔ یوں ڈرائیونگ سیٹ پر القائدہ بیٹھا ہوا ہے اور القائدہ کو نظرانداز کر کے آج ہم عسکریت پسندی سے نہیں نکل سکتے۔ آج القائدہ میں ایک کمٹمنٹ سے زیادہ انتہا پسند لوگ آ گئے ہیں۔ وہ امریکہ کی طرح اس کے اتحادیوں سے لڑنا بھی فرض سمجھتے ہیں۔ وہ امریکہ کے اتحادی حامد کرزئی، شاہ عبداللہ اور آصف علی زرداری اوران کے ساتھیوں سے لڑنا بھی فرض سمجھتے ہیں۔ اب وہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ سے بھی پہلے پاکستان اور عرب ممالک کا علاج ہونا چاہیے۔ اُن کے ہاں یہ انتقام کا عنصر اس لیے غالب آرہا ہے کہ وہ سمجھ رہے ہیں کہ انھیں امریکہ، عرب ممالک اور پاکستانی اسٹیبلیشمنٹ نے استعمال کر کے پھینک دیا۔ پہلے انھیں شاباش دی جاتی، اب جینا مشکل کر دیا گیا ہے۔ آج افغان، طالبان کے مقابلے میں پاکستانی طالبان اور القائدہ کے زیادہ زیرِ اثر ہے۔ ۹۷

۴۔ القائدہ سے مذاکرات کیوں نہیں؟

مسئلہ افغانستان کا، ہو یا پاکستان کا، طاقت کا استعمال اس کا حل نہیں ہے۔ مسئلہ سیاست مفاہمت اور پیسے سے ہی حل ہوسکتا ہے۔ ہمارے لیڈر طالبان آپریشن کے سلسلے میں کسی مفاہمت اور بات چیت کے روادار نہ تھے۔ طاقت کے نشے میں سرشار اور طالبان کی نفرت میں مبتلا امریکی اوران کے ہم نوا 'وحشیوں' سے کسی بات چیت کے خلاف تھے۔ مگر اب امریکہ کے طویل قیام کے باوجود بھی ناکامی کے بعد اب نہ صرف طالبان سے مفاہمت کی بات ہورہی ہے بلکہ افغان حکومت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے عہدیدار اور مغربی پالیسی ساز بھی اعتراف کرتے ہیں بات چیت کا مناسب موقع ۲۰۰۲ء سے ۲۰۰۴ء تھا۔ جسے ضائع کر دیا گیا۔ آج یہ لوگ القائدہ سے بات چیت کو خارج از امکان قرار دے رہے ہیں۔ مگر ضروری ہے کہ آج القائدہ کے مسئلے کا حل نہ نکالا گیا تو پاکستانی تو کیا عرب حکمران بھی چین کی زندگی نہیں گزار سکیں گے۔

ایک بنیادی سوال کہ اگر طالبان کے امیر المومنین ملا عمر ۲۰۰۱ء میں اُسامہ اور اُن کے ساتھیوں سے بے وفائی پر تیار نہیں ہوئے تو اب کیسے ایسا کر سکیں گے؟

تب ملا عمر ایک منظم حکومت کے سربراہ تھے۔ القائدہ صرف مالی معاونت کر رہا تھا؟ باقی ہر حوالے سے وہ طالبان کے محتاج تھے۔ تب ملا محمد عمر پر پاکستان، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کا اثر بھی زیادہ تھا۔ تب ملا عمر نے القائدہ کے حوالے سے کوئی مطالبہ نہیں مانا۔ اپنی حکومت اور جانوں کی قربانی دی۔ اب تو ایک وجہ بھی باقی نہیں۔ اب طالبان کا انحصار اُن پر پہلے سے زیادہ ہے۔ خودکش حملوں اور پروپیگنڈے کی ساری ٹیکنالوجی القائدہ کی فراہم کردہ ہے۔ نائن الیون سے پہلے چند طالبان کا القائدہ سے ربط ضبط تھا مگر پچھلے سالوں میں طالبان میں ہر ایک کا القائدہ کے ساتھ ربط ہے۔

۵۔ اسامہ کی ہلاکت

اب اس مرحلے پر طالبان القائدہ کے متعلق کسی سودے بازی پر کیونکر آمادہ ہوں گے۔ طالبان اپنے اندر لچک پیدا کر کے کسی مصلحت کے تحت القائدہ کی قیادت سے اپنی لا تعلقی کا اعلان کر سکتے ہیں اور افغانستان چھوڑ دینے کی بات بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن پاکستان کا معاملہ زیادہ سنگین ہے۔ پاکستانی طالبان کا ریموٹ کنٹرول تو مکمل القائدہ کے ہاتھ میں ہے۔ پاکستان میں دہشتگردی کی دوانددوہناک کارروائیاں ہوئی ہیں جس میں کبھی پنجابی اور شمالی علاقوں کے طالبان کا نام لیا جاتا ہے۔ خفیہ ایجنسیوں کی جنگ بھی زوروں پر ہے۔ پاکستانی ایجنسیوں کے علاوہ را، موساد، کے جی بی اور سواک بھی بعض عسکریت پسندوں سے کام لے رہی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن ہمارے رہنما و دانشور آج بھی اسی بحث میں مگن ہیں کہ القائدہ نامی کوئی تنظیم موجود ہے بھی یا نہیں؟ القائدہ کے متعلق جو جتنا باخبر ہے وہ اتنا ہی جھوٹ بول رہا ہے۔ سازشی تھیوریز کو پھیلایا جا رہا ہے اور کہیں القائدہ کو یہودی اور امریکی سازش سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ آج چونکہ امریکہ القائدہ کے ساتھ بات چیت پر آمادہ نہیں تو تابعدار عرب شاہ زادے ہوں یا غلام افریقی حاکمان ہر کوئی القائدہ کے ساتھ بات چیت کو خارج از امکان قرار دے رہا ہے۔ مگر آج القائدہ کے ساتھ نظریاتی محاذ پر مقابلے کی راہ نہ اپنائی گئی تو وہ وقت دور نہیں جب مغربی اور عرب دنیا کے بالعموم اور پاکستانی حکمران بالخصوص ہاتھ ملتے ہوئے کہہ رہے ہوں گے کہ کیوں القائدہ کے ساتھ بروقت مفاہمت کی کوشش نہ کی گئی۔[۸۰]

جانتا ہے، جس پہ روشن باطن ایام ہے
مزدکیت فتنۂ فردا نہیں، اسلام ہے

۵۔ وسط ایشیا کی اسلامی تحریکیں

اسلام کی تاریخ تبدیلی اور مطابقت کی کہانی سے عبارت ہے۔ اسلامی تاریخ میں وقتاً فوقتاً ایسی تحریکیں اٹھتی رہی ہیں جو اسلامی عقیدے کی ماہیت اور مسلمانوں کی سیاسی اور سماجی زندگی میں انقلابی تبدیلیاں لانا چاہتی تھیں۔ مسلمانوں نے ساتویں صدی سے ہی پیغمبر اسلام کے پیرو کار اسلام کا پیغام پھیلانے کے لیے پوری معلوم دنیا میں ہر جگہ پہنچ گئے تھے۔ وسط ایشیا کے خانہ بدوش مسلم قبائل کے لیے یورپ اور ایشیا کے وسیع و عریض میدان اور بلند و بالا پہاڑ کبھی اجنبی نہیں رہے۔ کبھی وہ قدیم شاہراہ ریشم پر اشیائے تجارت لیے کاروانوں کی صورت میں مغرب کی طرف جا رہے ہوتے اور کبھی ان کے مسلح لشکر فتوحات کی شکل میں ان خطوں پر قابض ہو رہے ہوتے۔ خانہ بدوش فاتحین سلطنت پر قبضہ کر کے اس کی شکل بدل ڈالتے لیکن وقت کے ساتھ وہ خود بھی شہری بود و باش اختیار کر کے مقامی رنگ میں شامل ہو جاتے۔ پھر کوئی نیا خانہ بدوش مسلمان فاتح حملہ آور ہوتا اور ان علاقوں پر قابض ہو جاتا۔ ان فاتحین کے ہمراہ جو مذہبی، سیاسی اور سماجی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تبدیلیاں ظہور پذیر ہوتیں عموماً اس کے پیچھے جہاد کا تصور کارفرما ہوتا۔۸۲

قازقستان، کرغیزستان، تاجکستان، ترکمانستان اور ازبکستان کے ممالک پر مشتمل وسط ایشیا کا یہ علاقہ تقریباً عالمی میدان بنا ہوا ہے۔ اس کی دو ہزار سالہ تاریخ اسی طرح کی جنگوں سے عبارت ہے ان کے درمیان موجود متنازع سرحدیں سٹالن نے قائم کی تھیں لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی کے تحت یہ اس کا سوچا سمجھا منصوبہ تھا۔ اس کا وسیع و عریض علاقہ پندرہ لاکھ بیالیس ہزار دو سو مربع میل میں پھیلا ہوا ہے اور اس کی کل آبادی پانچ کروڑ بیس لاکھ ہے، جس میں سو سے زیادہ مختلف نسلی گروہ شامل ہیں۔ زیادہ تر لوگ ازبک نسل کے لوگ ہیں جبکہ باقی اقلیتی شکل میں وسط ایشیا کی دوسری ریاستوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ سویت یونین کی شکست وریخت سے پہلے یہاں ایک کروڑ روسی بھی آباد تھے۔ وہ کل آبادی کا پانچواں حصہ تھے، جو اکثر اسٹالن کی جبری آبادکاری کی پالیسی کے تحت یہاں لائے گئے تھے تاکہ علاقائی نسلی گروہوں کو کمزور کیا جاسکے۔ ایسے آبادکاروں کی اکثریت 1991ء کے بعد واپس روس چلی گئی۔۸۳

ا۔ وسط ایشیا میں اسلام

وسط ایشیا میں مسلمانوں کی اکثریت سنی عقیدہ حنفی فرقے سے تعلق رکھتی ہے شیعہ مسلمان زیادہ تر تجارتی شہروں مثلاً بخارا اور سمرقند اور تاجکستان میں آباد ہیں۔ تاجکستان میں اسماعیلی فرقہ کے روحانی پیشوا ہیں۔

ابتدائی زمانے میں وسط ایشائی مسلمان پر امن بقائے باہمی کے فلسفے کے مطابق دوسری قوموں کے ساتھ رہ رہے تھے۔ غالباً علاقے میں ابھرنے والی سب سے اہم اسلامی تحریک صوفیا کی تھی۔ اسلامی تصوف کی یہ قسم اللہ سے براہ راست تعلق اور عربوں کے حملے کے بعد یہاں اور فارس میں تصوف کی تحریکیں جنم لینے لگی تھیں۔ عربی میں اون کو تصوف کہتے ہیں ابتدائی صوفی ایسا چوغہ پہنا کرتے تھے لہذا اس کا نام صوفی تحریک پڑ گیا۔ یہ لوگ مذہبی رہنماؤں یا علما کی مداخلت کے بغیر براہ راست خدا کو پہچاننے کی کوشش کرتے تھے۔ صوفیا اللہ کی توجہ کے لیے ذکر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رقص ودھمال حمد وثنا وغیرہ کا استعمال بھی کرتے ،بعض صوفی گھرانے تو مختلف ریاستوں کے حکمران تک بن گئے۔موجودہ افغان اور چیچن اور فرغانہ کی جہادی تحریکوں پر نقش بندی سرگرمیوں نے گہرے اثرات مرتب کیے ہیں، تاہم ان نخلستانی شہروں اور وادیوں میں اسلام آہستہ اور خاموشی سے آیا بقول فرمنڈ براڈ ڈل نامی مورخ کے اسلام دراصل شہری مذہب ہے چنانچہ وہ انتہائی بقول غیر آباد وسیع وعریض علاقوں کے درمیان موجود چند گنجان آباد علاقوں میں مرتکز ہے۔آج بھی خانہ بدوش قبائل انتہا پسند اسلامی سوچ کے حامل ہیں۔وسط ایشیا میں اسلام عربوں کے ساتھ آیا مگر نومسلم ایرانیوں اور ترکوں نے صدیوں اس علاقے پر گہرا اثر رکھا۔ : مد میں مغربی نظریے اور سائنس کے ارتقا نے اسلام کی جدید تشریح توضیح کے راستے کھول دیے۔جدید اساتذہ اور علما نے تاشقند اور فرغانہ میں نئے اسکول کھولے جہاں جدید تقاضوں کے مطابق روایتی اسلامی نظریات رکھنے والے لوگوں نے بارشویکوں کا ساتھ دیا اور 1971 میں زار کی غلامی کا طوق گردن سے اتار دیا جبکہ قدامت پسند علما کا گروہ اسلامی روایات کا احترام نہ کرنے کی وجہ سے کیمونسٹوں کے خلاف مزاحمت پر اتر آیا۔سٹالن نے اقتدار سنبھالتے ہی ان کے خلاف کاروائیاں شروع کر دیں۔ 1973 میں قتل عام ہوا اور کر مارڈالا گیا ازبک صور السم کریوف جیسے کہ اسلام کے پھیلاؤ کو روکنے کی کوشش کرتے تھے مگر اس تحریک کا اسلام اور جمہوریت کی بقائے باہمی سے بہت گہرا تعلق تھا۔۸۴

۲۔پریسٹرائیکا کے تحت اسلامی آزادی

سن اسی 1980 کے عشرے کے اواخر میں صدر گورباچوف نے جونہی خودمختار کی پالیسی کا اعلان کیا، اسلامی بیداری اپنے نقطہ عروج پر پہنچ گئی۔پریسترائیکا کی ریاستی حکمت عملی کے تحت سماجی اور سیاسی پالیسیوں میں کسی حد تک آزادی کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا خصوصا روسی حکمران طبقہ وسط ایشیا میں اسلام سے دلچسپی کے برملا اظہار سے بری طرح چکرا کر رہا۔ہزاروں مساجد تعمیر کرڈالیں۔قرآن اور دوسری کتب سعودی عرب اور پاکستان سے منگوائی گئیں اور انھیں آبادیوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مفت تقسیم کیا گیا اور فارموں اور دیہاتوں میں راتوں رات روپوش مولوی باہر آ کر کھلم کھلا نمازیوں کی پیش امامی کرانے لگے۔

بلاشبہ سودیت جبر کے بدترین دور میں بھی اسلام نے اپنا وجود برقرار رکھا سودیت حکمرانوں نے اسے جتنا ختم کرنے کی کوشش کی نسلی علاقائی اور مذہبی مزاحمت کے نتیجے میں یہ اور بھی شدت کے ساتھ وسط ایشیا میں پھیلتا چلا گیا لیکن اس دوران میں خارجی عوامل نے بھی اسلام کے احیا میں مدد کی، مگر روائتی اسلام کی پیداوار کے بجائے خارجی اسلامی دنیا نے نظریات کے تحت اسلام کا احیا شروع ہوا۔

1980 کے آخری برسوں میں افغانستان کی حدود سے باہر بھی مسلمانوں نے حملے شروع کر دیے۔ ہزارہا علاقائی نوجوانوں کو مجاہدین سے مقابلے کے لیے سرخ فوج میں بھرتی کیا گیا، جہاں وہ اپنے ہم مذہبوں سے لڑ رہے تھے، وہاں وہ ان کی اسلامی محبت سے بے پناہ متاثر ہوئے۔ قیدی ہونے والے وسط ایشیائی فوجی عموماً مجاہدین کی صفوں میں شریک ہو جاتے۔ جنگ کے آخری سالوں میں تینتالیس اسلامی ممالک کے پینتس ہزار انقلابی مسلمان افغان مجاہدین کے ساتھ لڑتے رہے، لیکن بعد میں جب افغانستان کی حدود سے باہر نکل کر جنگ پھیل چکی تو کافی عرصے تک دیوبندی ان وسط ایشیائی طلبہ کے بارے میں مختلف کہانیاں سناتے رہے، جو خفیہ طور پر لڑ رہے تھے، جن کے لیے مخصوص جگہیں مختص کر دی گئی تھیں۔ان لوگوں کا یقین تھا کہ افغانستان کی فتح سارے وسط ایشیا میں انقلابات کا راستہ کھول دے گی۔ دیوبندی فرقہ جس نے اسلامی تصورات کو ان لوگوں میں انقلابی بنانے کی کوشش کی تھی، دیوبندی طالبان نے اسلامی انقلابیوں کی نسل پر جنھوں نے بعد میں اسلامی ازبک تحریک تشکیل دی، گہرا اثر ڈالا اور ان کے سیاسی تصورات اور جہاد کے نظریے کے ارتقاء میں اہم کردار ادا کیا۔تاجکستان کی مسلمان اپوزیشن افغان تاجک کمانڈر احمد شاہ مسعود سے بہت متاثر تھی۔ غرض پاکستان اور افغانستان دونوں نے مل کر انھیں وسط ایشیا میں اسلامی انقلابی تصورات پھیلانے کے عمل میں شریک کر لیا۔[۸۵]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

12 دسمبر 1991 کو پانچ وسط ایشیائی جمہوریاؤں کے صدورنور سلطان نذر بایوف (قازقستان) رحمان نبی یوف (تاجکستان) عسکر اقایوف (کرغیزستان) اسلام کریموف (ازبکستان) اور سپر مراد نیازوف (ترکمانستان) عاشق آباد میں مل بیٹھے۔ موضوع تھا اس علاقے سے دور یورپی براعظم میں پیدا شدہ بحران اس سے چند دن پہلے روس یوکرائن اور بیلا روس کے صدر نے سویت یونین کا خاتمہ کر کے آزاد ریاستوں کی نئی دولت مشترکہ بناڈالی اور اس اہم قدم سے پہلے وسط ایشیا کی ریاستوں سے مشورہ تک نہیں لیا گیا۔ اب ان صدور کو سویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد ان ریاستوں کے تحفظ معیشت اور سماجی خدمات کی فکر لاحق تھی۔ وسط ایشیا کے حکمران ماسکو سے آزادی ملنے پر جتنے خوفزدہ تھے، وہاں کے عوام اس کا اتنا ہی زیادہ خیر مقدم کر رہے تھے جبکہ لاکھوں روسی جو فوج نوکر شاہی اور معاشی شعبے میں ان پانچ ریاستوں میں کلیدی جگہوں پر تعینات تھے، روس واپس بھاگنا شروع ہوئے۔ اس کے ساتھ زبردست انتظامی بحران نے ساری ریاستوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔۸۶

یہ رہنما جس چیز سے خوف زدہ تھے وہ تھا سیاسی آزادی سے متعلق عوامی توقعات آزادی یا اظہار جمہوریت اور اسلام کا زبردست چیلنج سویت یونین کے گورباچوف کے کھولنے کے نتیجے میں وسط ایشیا میں نئے سیاسی نظریات اور نئے مذہبی رویوں کا عام اظہار ہونے لگا۔ روس میں وسط ایشیا کے خلاف ایک عمومی جذباتی فضا موجود تھی۔ یہ علاقہ جو کبھی مادرروس کا اہم جز تھا ثقافتی وسائل کی بنیاد اور معاشی نقطہ نگاہ سے دیکھے جانے کے بجائے مالی بوجھ کے طور پر لیا جانے لگا۔ سویت یونین کے ایک شدید مخالف نے تو اپنے ایک طویل مقالے میں یہ توجیہ دی کہ بھوکے ننگے وسط ایشیا کے ناروا بوجھ سے پیچھا چھڑا کر ہی روس مضبوط ہو سکتا ہے چنانچہ دسمبر میں آزادی کے بعد وسط ایشیا کے رہنما تو اپنے مستقبل سے خوفزدہ نظر آتے تھے تاہم عوام کے لیے یہ آزادی اپنی قومی اور نسلی تشخص کا خوشگوار پیغام تھی۔ اسی دوران جہاں وسط ایشیا کی جمہوریت پسند سیاسی فیضان کے لیے روس اور بالٹک ریاستوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔۸۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہاں بہت سے نوجوانوں کی نگاہیں اسلام اور پاکستان ایران ترکی اور سعودی عرب جیسی مسلمان ریاستوں کی جانب اٹھتی تھیں۔ وہ اسلامی تصورات میں بے پناہ کشش پاتے تھی اسلامی تصورات کے احیا کی تیز رفتاری نے حکمران طبقے کو حیرت زدہ کرڈالا مسلمان عوام اور مقامی روسیوں کے درمیاں اور حکمران طبقے اور عوام کے درمیاں خلیج وسیع تر ہوگئی چونکہ مسلمانوں کو روپوش ہوجانے پر مجبور کردیا گیا تھا اور وہ اپنے عقیدے کو زندہ رکھنے کے لیے روپوش علما اور چوری چھپے عبادت پر تکیہ کررہے تھے۔ اس لیے منظم سیاسی اپوزیشن سامنے لانے کے لیے ان کے پاس عوامی جماعتوں کا وجود ہی نہیں تھا۔ ۸۸

سویت یونین کی شکست وریخت سے پہلے مسجدوں کی تعمیر کا ایک زبردست سلسلہ شروع ہو گیا۔ اکتوبر 1990 میں کرغیزستان میں پچاس نئی مساجد بنائی گئیں جبکہ پہلے یہ تعداد پندرہ مسجدیں سالانہ تھیں۔ ترکمانستان میں پانچ کے بجائے تیئس (۲۳) مسجدیں بنائی گئیں۔ تاجکستان میں سترہ کے بجائے چالیس مساجد اور قازقستان میں پینتیس کی جگہ نوے مسجدیں بنیں۔ ایک سال بعد اکتوبر 1991 میں ہر جمہوریہ میں ایک ہزار سے زیادہ نئی مساجد تھیں اور روزانہ ایک نئی مسجد بن رہی تھی۔ ساتھ ہی صوفی تحریک بھی خوب پھلی پھولی۔ خواتین نے گھریلو مدرسے بنالیے، جہاں بچوں کو نماز سکھائی جاتی۔ اسلامی دنیا میں ہر کسی نے ان نوزائیدہ مسلم ملکوں میں اپنے مسلک کی ترویج کر کے یہاں کے باشندوں کے دلوں کو فتح کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ یہ مبلغین خود کو مسلمانوں کا ایسا ہراول دستہ سمجھ رہے تھے جو وسط ایشیا کے مجبور مسلمانوں میں اسلامی حمیت بیدار کر کے امت مسلمہ کے عروج کا باعث ہوگا اور اس سے ان کے مخصوص فرقے کو تقویت بھی ملے گی۔ جبکہ وسط ایشیائی قیادتوں نے جابرانہ اقدامات کی بدولت اسلامی انقلاب کے غیر ملکی نظریات کی مع ان کے مالی فنڈ کے حوصلہ افزائی نہ کی۔ مقامی تحریکیں زیرزمین چلی گئیں۔ صرف تاجکستان میں شدید سیاسی بحران کے حل کے لیے مقبول عام جماعت احیائے اسلام کو قانونی تسلیم کیا گیا۔ ۸۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاجکستان میں جماعت احیائے اسلام

وسط ایشیائی اسلامی گروہوں میں بسماچیوں ۹۰ء کے وارث اسلام پسند تاجک انتہائی ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ مقامی مسلمان فرقوں اور گروہوں کو باہم متحد کر کے اس تحریک نے اپنے جواز کو ہر شک وشبہ سے بالاتر کر لیا ہے۔

1991 کے بعد تاجکستان میں تیز رفتار اسلامی احیا کے جلوے نے سارے حکمرانوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ ۱۹۹۰ میں اور ۱۹۹۲ کے دوران تاجکستان میں ایک ہزار نئی مساجد کا افتتاح ہوا۔ خانہ جنگی شروع ہونے کے بعد ان گروہوں کی حمایت میں اور اضافہ ہو گیا۔ تاجکستان میں زیر زمین اسلامی سیاسی سرگرمیوں میں ہمیشہ اضافہ رہا۔ اسی لیے تاجک قومیت کے احیا کا فطری راستہ صرف اسلام تھا۔

ا۔ ملا محمد رستموف ہندستانی

انتہائی مصروف اور با اثر روپوش روحانی پیشوا تھے۔ انھوں نے دیوبند ہندستان میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ بعد ازاں انھوں نے دوشنبہ ۱۹۷۰ میں ایک خفیہ مدرسے کی ابتدا کی۔ وہ اس کے ساتھ اسلامی دنیا کے نئے تصورات بھی لائے تھے۔ ۱۹۸۲ میں ملا ہندستانی مدرسے کے ساتھ بائیں دیگر مدرسوں کو حکومت نے بند کر دیا اور مُلا ہندستانی کو پندرہ سال کے لیے سائبیریا بھیج دیا، جہاں ۱۹۸۹ میں انتقال کر گئے۔

ملا ہندستانی کے ایک شاگرد عبداللہ سیدوف، جو سید عبداللہ نوری کے نام سے جانے جاتے ہیں، نوری ۱۹۴۷ء میں طویل ڈیرہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۷۴ تک نوری نے سروے انجینئرنگ کی تربیت لینے کے ساتھ ساتھ نخدرا اسلامی نامی ایک غیر قانونی اسلامی ادارہ قائم کرنے میں بھرپور مدد کی۔ جب مارچ ۱۹۸۷ میں انھوں نے افغان سرحد کے ساتھ افغان مجاہدین کی حمایت میں ریلی نکالی تو چند ہفتے بعد گلبدین حکمتیار نے گوریلوں کے ذریعے شہر پر حملہ کر دیا۔ چالیس دوسرے افراد کے ساتھ نوری کو غیر قانونی لٹریچر پھیلانے اور افغانستان پر سوویت قبضے کے خلاف احتجاج پر گرفتار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرلیا گیا اور بالآخر جماعت احیائے اسلام کی بنیاد رکھی اور خود اس کے بانی اور قائد بن گئے۔ اس کے علاوہ مُلا ہندستانی کے ایک شاگرد محمد شریف ہمت زادہ تھے۔ ۹۱

وہ مجاہدین کے ہمراہ افغانستان کی جنگ میں حصہ لے چکے تھے۔ ان کے افغانستان اور پاکستان کے اسلام پسندوں حکمت یار اور قاضی حسین احمد سے گہرے تعلقات تھے۔ گرفتاری سے بچنے کے لیے انھوں نے پندرہ سال خفیہ اسلامی سرگرمیوں میں گزارے بعض لوگ ان کو وسط ایشیا کا گلبدین حکمتیار بھی کہتے تھے۔

جماعت احیائے اسلام کی تاجک شاخ کی بنیاد رکھتے وقت نوری اور ہمت زادہ کی باہمی دوستی خاصی پرانی تھی۔ بہرحال نوری نے نوجوان تنظیم کے تعاون سے جماعت احیائے اسلام کی ایک خفیہ تاجک برانچ قائم کردی۔ 26 اکتوبر 1991 کو لگ بھگ چھ سو پچاس مندوبین نے شرکت کی۔ ہمت زادہ کو پارٹی کا پہلا چیرمین منتخب کیا گیا۔ پرچم کی منظوری دی گئی۔ جماعت نے خود کو اسلام کی تبلیغ روحانی احیاء کا ارتقاء اور تاجکستان کی سیاسی اور معاشی آزادی کی جدوجہد کے لیے وقف کردیا۔ 1990ء میں جماعت منظر عام پر آگئی اور کے سرگرم کارکن تاجک کمیونسٹ پارٹی کے ہیڈ کوارٹر کو گھیرے میں لینے والے جم غفیر میں جمع ہو گئے اور مختلف اسلامی مطالبات کا نعرہ لگا دیا کئی دنوں تک انھوں نے وہاں کا گھیراؤ کیے رکھا۔

1992 میں جب شدت پسند کمیونسٹوں نے بالآخر الیکشن کے ذریعے رحمان نبی یوف کو نومبر میں صدر بنا دیا۔ دوشنبہ زبردست عوامی احتجاج کی لپیٹ میں آگیا۔ لوگ جماعت کی زیر قیادت اور تحفظ میں شہر کے گلی کوچوں میں پڑے تھے۔ وہ پہلی دفعہ اس عمل میں وسیع تحریک اور سیاسی ہنگامہ آرائی کو دیکھ رہے تھے۔ تاجک جماعت احیائے اسلام کو اس زمانے میں جتنے قریبی عوامی رابطے کا موقع ملا، وہ وسط ایشیا میں کبھی کسی اسلامی تحریک کو نہیں ملا۔ تاجک حکومت نے جماعت کو سیاسی پارٹی کے طور پر دوشنبہ میں رجسٹرڈ کیا۔ دریں اثنا نبی یوف کو صدارتی الیکشن پر مجبور کیا۔ جس میں اپوزیشن (بشمول اسلامک تحریک) نے واقع اکثریت حاصل کی، جس سے روس اور وسط ایشائی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہنماؤں کو دھچکا لگا کہ یہ تحریک تاجکستان کے ریاستی ڈھانچے کے ساتھ دوسری ریاستوں کے لیے بھی خطرہ بن سکتی ہے۔ حکومت نے کریک ڈاؤن شروع کر دیا جس سے مزید ہنگاموں اور جلسے جلسوں کی راہ کھل گئی۔ بہت سے لوگ جاں بحق ہو گئے اور دوشنبہ مکمل لاقانونیت کی زد میں آ گیا۔

جماعت احیائے اسلام کے اہم رہنما دوشنبہ کے شمال میں " کراتے "اور طویل دار! کی وادیوں میں فوجی مراکز قائم کرنے کی غرض سے پہاڑوں میں روپوش ہو گئے۔

جونہی تاجک جماعت نے دوسرے قبائل اور نسلی گروہوں سے اتفاق و اتحاد کی بنیاد ڈالی۔ جینا محال تر ہوتا گیا۔ قازقستان میں جماعت کے اراکین کی اکثریت کا تعلق قازق نسل سے نہیں جبکہ کرغیزستان میں صرف جنوب کے باشندوں ازبک اور دوسرے نسلی گروہوں میں ان کی جڑیں پھیلی ہوئی تھیں۔ جماعت احیائے اسلام ترکمانستان میں کبھی بھی غلبہ حاصل نہیں کر سکی۔ ازبکستان میں وادی فرغانہ میں اس کی مقبولیت بہت تیزی سے پھیلی اور وہ اسلامی احیا کا ازبکستان میں اہم ترین مرکز بن گئی۔

۲۔ خانہ جنگی

1992ء کے دوران دوشنبہ میں سیاسی جدوجہد نے تاجکستان میں ہر جگہ بے چینی اور شورش کی انتہا کر دی۔ کہیں کوئی زیادہ خود مختاری کا طلبگار تھا اور کہیں جمہوریہ سے علیحدہ ہو جانے کی کھلم کھلا دھمکیاں تھیں۔ جنوب مشرق میں قلاب اور شمال میں خویند کے نیو کیمونسٹ لیڈروں نے یہ دھمکی دی کہ اگر صدر نبی یوف جماعت احیائے کو کچلنے میں ناکام رہے تو وہ اپنی جمہوریائیں بنا کر آزادی کا اعلان کر دیں گے۔ قلاب میں فوجی ملیشیائے جماعت کے حامیوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ غرض تاجکستان شدید بدامنی کا شکار ہو گیا۔ تشدد اور ہنگامہ آرائی حد سے بڑھ گئی تو صدر کو استعفیٰ دینے پر مجبور ہونا پڑا۔ پہلی دفعہ ایسا ہوا کہ وسط ایشیا کے کسی لیڈر کو عوامی دباؤ اور ہنگاموں کے نتیجے میں اقتدار سے علیحدہ ہونا پڑا۔

روسی فوجی دستوں نے دوشنبہ ائرپورٹ اور افغان سرحدوں کا کنٹرول سنبھال لیا، کیونکہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاکھوں روسی نسل کے افراد تاجکستان سے نکلنے کی کوشش میں تھے۔ جنوب میں لڑائی خوف ناک شکل اختیار کر گئی۔ گاؤں کے گاؤں خالی ہونے لگے اور مہاجرین نے دوشنبہ پر یلغار کر دی۔ جماعت احیائے کے بہت سے حامی افغانستان فرار ہو گئے۔ اکتوبر میں قلاب کے نیو کمیونسٹوں کی جانب سے بغاوت کی کوشش کے بعد تاجک پارلیمنٹ نے کمیونسٹ رہنما امام علی رحمانوف کو نیا صدر چن لیا۔ انھوں نے تمام فوجی اور سول محکموں میں قلابیوں کو بھرتی کر لیا۔ قلابیوں کے مکمل غلبے کے بعد جماعت احیائے اسلام سے اتفاق و شتراک کی راہ بالکل مسدود ہو گئی۔۹۲

جماعت احیائے اسلام نے کراتے جن، طویل دارا کی وادیوں، کرگان طیب اور افغانستان کو اپنے مراکز بنا کر حکومتی فوج اور قلابی ملیشیاء پر حملے شروع کر دیے اور اس طرح خانہ جنگی گوریلا جدوجہد کی شکل اختیار کر گئی جماعتی رہنما ایران، پاکستان روس اور افغانستان کی طرف نکل گئے انھوں نے حکومت کی اجازت سے قندوز اور طالبان کے شمال مشرق میں مراکز قائم کر لیے۔

یہ علاقے اس وقت مہربان الدین ربانی اور احمد شاہ مسعود کے کنٹرول میں تھے۔ دریں اثنا تاجک اپوزیشن کے سیکولر رہنماؤں نے ماسکو میں جماعت کے ساتھ مل کر سیاسی سرگرمیوں کے لیے اپنے دفاتر بنا لیے۔ اس طرح تاجکستان کا یہ مسئلہ بین الاقوامی صورت اختیار کر گیا۔

1996 میں طالبان کے کابل پر قبضے کے بعد علاقائی صورت حال یکسر بدل گئی۔ وسط ایشیائی لیڈروں کو یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کہیں پشتون نژاد طالبان اپنے مخصوص مسلک کے لیے ان کے علاقوں میں دراندازی شروع نہ کر دیں۔ حکومت اور اپوزیشن کو یہ احساس ہو گیا کہ خانہ جنگی کے خاتمے کے لیے مذاکرات کی جانب پیش رفت ان کے مفاد میں ہے۔ مذاکرات میں معاونت کے لیے اقوام متحدہ نے اپنا خصوصی نمایندہ مقرر کیا۔ مذاکرات کے دو طرفہ راونڈ ہوئے اور صدر رحمانوف اور نوری کی بالمشافہ ملاقات کے بعد حقیقی پیش رفت ہوئی۔

جماعت جان گئی تھی کہ روس اور ازبکستان اس کو عوام سے کاٹ دینا چاہتے ہیں۔ وہ جماعت اور اسلام کی مقبولیت کو گھٹانے کے لیے، غربت اور ناداری کو بدترین شکل تک لے جائیں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدر رحمانوف کو بھی احساس ہو گیا کہ وہ قلابیوں کے (طاقت کے مختصر سے مرکز کے) ساتھ ملک کو کنٹرول نہیں کر سکتے اور انتشار اور افراتفری کا تسلسل ملک کو کہیں کا نہیں رکھے گا۔ ازبکستان نے بھی اندازہ لگا لیا کہ اس کی فوجی امداد کے باوجود رحمانوف، تاجکستان میں ازبک اکثریت کے تحفظ یا ملکی سطح پر صحیح کنٹرول کے سلسلے میں ناکام ہو رہے تھے۔ ربانی اور احمد شاہ مسعود کا مفاد بھی یہ تھا کہ ان کے مراکز تاجکستان میں محفوظ اور مضبوط ہوں تاکہ روس اور ایران کی امداد میں کوئی رخنہ اندازی نہ ہو۔

ان وجوہات کی بنا پر تاجکستان میں امن کا قیام ضروری ہو گیا تھا۔ امن کے عمل کی کامیابی پڑوسی ممالک اور اقوام متحدہ کی موجودگی کے بغیر ناممکن تھی۔ پڑوسی ممالک اس امن معاہدہ کے ضامن بنے۔ تاجکوں میں جنگ کے خاتمے کی خواہش بھی تصفیے کا ایک موثر عامل بنی۔ تاہم فائنل امن معاہدہ دوسرے ایشیائی ممالک کے لیے بھی ماڈل کی شکل اختیار کر گیا۔

عام معافی کا اعلان کر دیا گیا۔ قیدیوں کا تبادلہ عمل میں آیا اور وسط ایشیائی دو متحارب گروہوں نے پہلی دفعہ باہم مل کر کولیشن حکومت قائم کی۔ جماعت احیا کے باغیوں کو اقوام متحدہ کی نگرانی میں قومی فوج میں شامل کیا گیا اور مہاجرین کو واپس اپنے اپنے علاقوں میں لا کر آباد کر دیا گیا۔ جماعت اور دوسری پارٹیوں کو قانونی حیثیت دی گئی۔ فروری 2000ء میں پارلیمانی انتخابات کروائے گئے، جن میں آزادانہ مقابلہ ہوا۔

یہ مظاہرہ بذات خود مکمل آمریت کے خاتمے کی جانب بے مثال واقعہ تھا۔ بین الاقوامی مبصرین نے الیکشن میں دھاندلی پر تنقید کی مگر رحمالوف کی پارٹی 64.5% سے انتخابات جیت گئی، کیمونسٹ دوسرے نمبر پر رہے، جبکہ غریب جماعت 7.5% لے کر تیسرے نمبر پر تھی۔ مگر نوری نے تمام تر دھاندلیوں کے باوجود نتائج کو تسلیم کیا اور یہ واضح کیا کہ "امن کے عمل کو کسی قیمت پر نقصان نہیں پہنچنے دیا جائے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ جماعت احیائے اسلام کا زوال

امن اپنے دامن میں جماعت احیائے اسلام کے لیے کچھ اور مسائل لے آیا۔ اس دوران جماعت کے سیاسی مستقبل کی بقا اور وسط ایشیا میں اسلام کے مستقبل کے بارے میں اہم بحث شروع ہوگئی۔ تاجکستان کے غیر مساوی نسلی علاقاتی اور قبائلی خدوخال ہیں۔ جماعت کی مسلح حمایت ذاتی قبائلی یا علاقائی حدود سے کسی بھی طرح باہر نہیں جا پائی۔ خانہ جنگی اسلامی جہاد کا رنگ اختیار کرنے کے بجائے فوراً ہی مختلف جگہوں قبائل کے مابین جنگ کا روپ دھار گئی۔ چنانچہ بعض جگہ جماعت کی شدید حمایت موجود تھی بعض جگہوں پر جماعت کا وجود ہی نہیں تھا۔ ایسی جگہوں پر حکومت نے جماعت کے مخالف جنگی سرداروں کو ساتھ ملا لیا۔ جماعت اس علاقائیت پسندی کے مسئلے پر کبھی قابو نہیں پا سکی۔ خانہ جنگی کے بعد جب جماعت پورے ملک میں اپنی جڑیں نہ پھیلا سکی تو یہ مسئلہ اور بھی شدید ہوگیا۔ اس کا نتیجہ 2000ء کے انتخابات میں واضح تھا۔ جماعت کے بعض رہنما حکومت کے متعلق نوری کی پالیسی کو انتہائی نرم سمجھتے تھے جبکہ بعض دوسرے رہنما رحمانوف کے ساتھ نوری کی سمجھوتہ آمیز پالیسی کو درست سمجھتے تھے۔ ابھی کشمکش میں جماعت مزید تقسیم کا شکار ہو گئی۔ مزید براں جماعت کے بعض اعلیٰ کمانڈروں نے حکومتی فوج میں شمولیت کے جماعتی فیصلے کو ماننے سے انکار کردیا۔ بعض خانہ جنگی کے دوران جماعت کے کمانڈر جمعہ غنی کے ساتھ مل گئے۔ انھوں نے امن معاہدے مسترد کر کے جہاد جاری رکھا اور ازبک تحریک اسلامی قائم کر لی۔ اس تحریک کی مسلح کارروائیوں نے جماعت احیائے اسلام میں شکست کا عمل اور تیز کر دیا۔ دوسری طرف امریکہ طالبان اور اسامہ بن لادن کو تنہا کرنے کی کوشش کے دوران اپنے مقاصد کے لیے تاجکستان میں امن و استحکام کی کوشش کرنے لگا۔ انھوں نے فوجی امداد کا وعدہ کیا کیونکہ طالبان کا افغان تاجک طویل سرحد پر مکمل کنٹرول ہوگیا اور پہلی دفعہ وہ تاجک روسی فوج کے آمنے سامنے تھے۔ اور تاجک روس اور دیگر فوجی امداد لینے پر مجبور ہوگئے، جس نے امن کی صورت حال کو خراب کر دیا۔ بالآخر تاجکستان کے لوگوں کو محسوس ہوا کہ افغان خانہ جنگی کی طرح یہ قبائلی اور علاقائی اسلامی تحریکیں انتہائی خطرناک ہیں، جماعت کا اثر اب مفقود ہوتا جا رہا تھا۔ وادیوں میں مدارس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اسلامی تعلیم کے دوسرے مراکز تہ ہوتے کے برابر رہ گئے۔ جماعت کی طالبان مخالف سرگرمیو ں اور احمد شاہ مسعود کی جماعت نے مدارس کو سعودی عرب اور افغانستان سے ملنے والی امداد بند کروا دی۔ جماعت اپنے کو صحیح منظم نہ رکھ سکی اور معاشی ڈھانچے کے لیے صحیح منصوبہ بندی نہ کر سکی۔ چنانچہ اسلام کی تشکیل تو دور کی بات ہے وہ عوام میں اپنی ہی مقبولیت بھی قائم نہ رکھ سکی۔

جماعت کی عوامی جڑیں اور اس کی سیاسی استعداد، دن بدن کم ہوتی چلی گئی۔ خانہ جنگی کے پانچ سالوں کے دوران نوجوانوں میں جماعت کا اثر بہت زیادہ بڑھ گیا تھا مگر آہستہ آہستہ وہ زائل ہوتا چلا گیا۔ ساتھ ہی علاقے اور قبائلی سیاست زور پکڑنے لگی، کیونکہ حکومت کی جانب سے مہیا کردہ ترقی وسائل جو پہلے ہی ضرورت سے کم تھے، کے حصول میں سخت مقابلہ تھا اور انھوں نے بہر حال غربت کے سیلاب کا مقابلہ کرنا تھا۔ جنگی تباہ کاریوں نے کسی بھی قسم کی انقلابی تبدیلی کی خواہش کو بری طرح سے کچل کر رکھ دیا تاہم اسلامی تصورات کے بارے میں کوئی خاص تبدیلی محسوس نہیں ہوئی۔ خانہ جنگی کے دوران اور اس کے مابعد، تاجک اور زیادہ پختہ مسلمان ہو گئے، تاہم انقلابی اور سیاسی انتہا پسند آہستہ آہستہ منظر سے غائب ہونے لگے، لوگ پھر سے اپنے پرانے طور طریقوں کی طرف راغب ہوتے لگے۔ دل کی گہرائیوں سے محبت رکھنے کے باوجود وہ انتہا پسند سوچ کی حمایت کے لیے تیار نہ تھے۔ جہاد اسلام تاجکستان میں ناکام ہو گیا، لیکن اسے شکست نہیں دی جا سکتی اور غربت کے دھندلکوں میں تاجکوں کو آج بھی اس سنگین مسئلے کا سامنا ہے کہ وہ قبائلی اتحاد، ہم آہنگی اور عظیم تر جمہوریت کی جانب سفر کے لیے کس طرح اتفاق رائے پیدا کریں۔[93]

۲۔ حزب التحریر: خلافت کے احیاء کی جدوجہد

ا۔ ابتدائی ڈھانچہ اور نظریات

حزب التحریر 1953ء میں شیخ تقی الدین النبہانی فلسطینی کی زیر قیادت، بے خانماں فلسطینیوں کے ہاتھوں سعودی عرب اور اردن میں تشکیل پذیر ہوئی۔ شیخ تقی الازہر یونیورسٹی قاہرہ کے گریجویٹ تھے۔ وہ فلسطین میں ایک سکول کے استاد و مقامی قاضی بھی تھے۔ لیکن اسرائیل کی نئی مملکت کے قیام کا راستہ ہموار کرتے لیے انھیں بھی جلاوطنی کا شکار ہونا پڑا۔ وہ 1953 میں اردن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مقیم ہو گئے اور وہیں انھوں نے اس تحریک کا آغاز کیا۔دوران زندگی انھوں نے بہت سی کتابیں اور مضامیں لکھے ۔حزب التحریر کا بنیادی فلسفہ قرآن کی ہدایات سے ماخوذ ہے۔عصر حاضر کی صورت حال نے مسلمانوں کے ذہنوں کو شدید پراگندگی کا شکار کر دیا ہے۔جمہوریت کے سوا کوئی اور طرز حکمرانی ان کے تصور میں ہی نہیں آتا، کیونکہ ان کے حکمرانوں نے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق اسے بگاڑ یا سنوار کر اپنے عوام پر مسلط کیا ہوا ہے۔نکتہ نظر یہ ہی نہیں کہ بہت سی اسلامی ریاستیں قائم کی جائیں بلکہ ساری اسلامی دنیا میں ایک ریاست کا قیام مقصود نظر ہے۔

یہ بات انھوں نے 1962ء میں ایک معروف کتاب اسلامی ریاست میں کہی تھی۔اس کتاب میں انھوں نے اسلام کی اشاعت خفیہ طور پر کی۔پھر اپنے مقاصد کے لیے کھل کر بات کی اور بلآخر جہاد کا حکم فرما دیا۔رسول اکرام کی زندگی کی جدید تعبیر اور ان کی رہنمائی میں اشاعت اسلام کی ابتدائی تبلیغ کے سلسلے میں سیاسی ڈھانچہ تیار کرنے کے لیے اپنی جماعت کو واضح لائحہ عمل دیتے ہیں۔اگر چہ حزب التحریر جہاد کو غیر مسلموں کے خلاف مسلمانوں کو متحرک کرنے کا ذریعہ سمجھتی ہے۔ تاہم دوسری انتہا پسند تنظیموں مثلاً اسامہ بن لادن وغیرہ کی طرح حزب مسلمانوں کو تشدد اور ظلم وہنگامہ آرائی کے ذریعے اس کی حمایت کا اوسط ایشیا حکوت کا تختہ الٹ دیں گے۔اوسط ایشیا کے جابرانہ ماحول یہ خوف اور حزب التحریر کی بڑھتی ہوئی مقبولیت دونوں مل کر حکمرانوں کو تحریک کے خلاف مسلسل کریک ڈاؤن کرنے پر مجبور کیے ہوئے ہیں۔لیکن حزب التحیر یر ایک تصور کے طور پر ابھری ہے۔سوویت یونین کے خاتمے کے وقت یہ تحریک موجود ہی نہ تھی۔اردن سے آنے والے ایک باشندے صلاح الدین نامی نے اس کی بنیاد تاشقند میں رکھی۔دواز بک ساتھوں کے ساتھ حزبی دائرہ بنایا۔دائرہ دراصل پانچ سے سات افراد پر مشتمل چھوٹے گروہوں کو کہتے ہیں، تاکہ حکومت کی رسائی جماعت تک نہ ہو سکے۔اور یہ دائرے اسلام اور حزب کے پیغام کی توسیع کے لیے وقف سٹڈی گروپس ہیں۔دائرہ کا سربراہ ہی پارٹی تنظیم کی اعلیٰ سطح سے واقف ہوتا ہے اور لوگوں میں گھل مل کر نئے دائروں کی تشکیل کا کام کرتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حزب التحریر کے رہنماؤں کے قول کے مطابق اس تحریک کی ابتدا وہابی تحریک کے احیا کے دوران ہی سعودی عرب میں ہوگئی تھی۔لیکن بعض اشوز میں اختلاف کی وجہ سے "حزب" وہابی تحریک سے علیحدہ ہوگئی تھی۔وہابیوں کے ساتھ ایک مشترکہ منصوبہ تھا مگر اختلافات پیدا ہو گئے اور حزب التحریر جو ہر ملک میں علیحدہ علیحدہ کام کرنا اور پرامن ذرائع سے نفاذ شریعت چاہتی تھی، الگ کام کرنے لگی،لیکن وہابی انتہا پسند تھے اور وہ گوریلا جنگ اور اسلامی فوج تشکیل دینا چاہتے تھے۔

ایک زمانے میں یہ تحریک "اخوان المسلمون" کے بھی خاصا قریب تھی۔مشرق وسطیٰ میں پابندی لگنے کے بعد اس کے بعض رہنماؤں نے مغرب کا رُخ کیا اور یورپ میں برطانیہ اور جرمنی میں اپنے دفاتر قائم کر لیے۔لندن میں فنڈز کی فراہمی ہوتی ہے۔جس سے کارکنوں کی تربیت کا انتظام کرتی ہے۔حزب التحریر برطانیہ میں یونیورسٹیوں میں موجود طلبہ میں بے پناہ مقبول ہے۔

2001ء میں لندن میں ڈاک لینڈ کے علاقے میں حزب نے پاکستان کے سیاسی بحران پر بحث کے لیے کانفرنس بلائی تو تمام برطانیہ سے اس کے ہزارہا حمایتی وہاں اکٹھے ہو گئے۔کانفرس میں اعلیٰ سہولتوں کے وجہ سے حزب التحریر کی اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں اور مالی وسائل کا اندازہ ہوا۔

حزب التحریر کی مقبولیت کا دائرہ ترکی،مصر اور شمالی افریقہ تک پھیلا ہوا ہے اور اب پاکستان میں پھیل رہا ہے۔حزب التحریر کا غیر معمولی پھلاؤ ٹیکنالوجی کے ذریعے واقع کیا جا سکتا ہے۔اگرچہ حزب التحریر چودہ سو سال پہلے دور سے روحانی تقویت حاصل کرتی ہے لیکن وہ ازمنہ وسطیٰ کی ریاست کی تشکیل نو کی ہرگز قائل نہیں۔بلکہ حزب التحریر غیر مسلم معاشرے اور ثقافتوں کی کامیابیوں کو تسلیم کرتی ہے اور مستقبل کی خلافت کے لیے انھیں اپنانا بھی چاہتی ہے۔درحقیقت وہ اپنے پیغام کو پھیلانے کے لیے جدید ٹیکنالوجی کے استعمال پر یقین رکھتی ہے۔وہ کمپیوٹر ڈسک، وڈیوز، سی ڈیز، جدید پرنٹنگ اور فوٹو کاپی مشین اور ای میل کا بے انداز استعمال کرتے ہیں، جبکہ یہ سب اشیا وسط ایشیا میں ابھی عام مروج نہیں۔حزب کا زیادہ تر سامان بیرون ملک سے آتا ہے۔"شب نامہ" حزب التحریر کا سب سے پسندیدہ انداز پروپیگنڈہ ہے۔راتوں رات اسے چھاپ کر اخبار کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح لوگوں کے گھروں میں ڈال دیا جاتا ہے۔

حزب التحریر گلوبلائزیشن کے تمام طریقوں کے حامی ہیں۔ دراصل ایک عالمگیر اسلامی حکومت کی تشکیل کے حزبی مقصد کو گلوبلائزیشن کے مغربی تصور سے ملتے جلتے اسلامی انقلابیت پسند تخیل سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ تاہم سیاسی ریاست، جمہوریت، سرمایہ کاری یا سوشلزم جیسے نظریات کو مکمل مسترد کرتی ہے۔[94]

وہ ثقافت کی مختلف شکلوں اور لھو کی بھی مخالف ہیں۔ عورتوں کی تعلیم کے حامی ہونے کے باوجود انھیں گھروں تک محدود رکھنے کے قائل ہیں۔ طالبان اور وہابیوں کے استقلال کی طرح ان کا بھی کہنا ہے کہ شریعت کا تقاضا لوگوں کے تمام نسلی، سماجی اور معاشی مسائل کو حل کر دے گا۔

جہاں اخوت سے متاثر تحریکیں ریاستی اقتدار پر قبضہ کرنے اور ہر ملک کو ریاست کی شکل دینے کی کوششیں کرتی ہیں وہاں یہ طالبان اور اسلامی ازبک تحریک جیسی تحریکیں نہیں بلکہ دیوبندی روایت کا حصہ ہیں، جس کے خیال میں اقتدار پر قبضے کے بعد نفاذ شریعت اور سیاسی اسلامی ریاست خود بخود تشکیل پا جائے گی۔ حزب کا لٹریچر جہادی فوج کو بے پناہ اہمیت دیتا ہے۔ وسط ایشیا میں یہ تحریک تیزی سے مقبول ہوتی جا رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ ایک پرامن تحریک ہے۔ وہ گوریلا کاروائیوں پر یقین نہیں رکھتے اس کے بجائے وہ اس لمحے کے منتظر ہیں کہ جب اس کے لاکھوں حامی اٹھ کھڑے ہوں گے اور عوامی اکثریت کے بل پر وسط ایشیا کے حکمرانوں کا تختہ اُلٹ دیں گے۔

حزب کے اعلیٰ مقاصد کی دھندلاہٹ کو اس کی اعلیٰ تنظیمی صلاحیتیں صاف اور واضح کر دیتی ہیں۔ حزب کے لیڈر پوری طرح پُراعتماد ہیں کہ وہ کریموف کے انتہائی قریبی حلقے تک میں اپنا اثر پیدا کر رہے ہیں۔ فوج، خفیہ اداروں اور نوکر شاہی میں بھی اُن کے حامی خاصی تعداد میں ہیں۔ دیگر وسطی ایشیائی تحریکوں کے برعکس جنھیں حقیقی حمایت گاؤں کے دیہاتی علاقوں سے ملتی ہیں۔ حزب کے اکثر کارکن شہری دانش ور ہیں۔ کالج کے طلبہ تعلیم یافتہ مگر بے روزگار نوجوانوں، فیکٹری مزدوروں اور اساتذہ پر مشتمل ہیں۔ درحقیقت حزب کے سائز اور انتظامی ڈھانچے کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلق معلومات کا ایک بہترین ذریعہ ان کی گرفتاریوں کا ریکارڈ ہے۔ کریموف کی پارلیمنٹ نے مئی 1998ء میں آزادی رائے اور مذہبی تنظیموں کا قانون منظور کیا اور ساتھ ہی ازبکستان میں حزب کے خلاف وسیع کریک ڈاون شروع کردیا۔ اس قانون کے تحت عبادت کی آزادی کو بہت محدود کردیا گیا۔ پولیس ہر اس آدمی کے پیچھے لگ جاتی جو داڑھی والا ہوتا، یا جس کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوتیں۔ پرہیزگار آدمی کو عبادت کی اجازت نہ تھی۔ ایسے بچوں کے مفروضہ جرائم پر والد کو جیل بھیج دیا جاتا۔ تمام مسلمان جماعتوں کو حکومت سے رجسٹریشن کرانا لازمی تھی۔ اسلام کی تبلیغ غیر قانونی قرار دے دی گئی۔ برقع اور حجاب کے استعمال پر عورتوں کو گرفتار کرلیا جاتا۔[95]

وسطی ایشیا میں ہیومن رائٹ واچ کے ڈائریکٹر ہولی کارٹر نے اس قانون کو دنیا کے انتہائی مانع مذہب قانون سے تعبیر کیا۔ قانون پاس کرتے ہوئے کریموف نے پارلیمنٹ میں اسلامی بنیاد پرستوں کے خلاف زہر اگلا۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کے مطابق 1999 کے تحت پہلے چھ ماہ عدالتوں نے پچیس افراد کو سزائے موت دی، جن میں پندرہ پر عمل درآمد بھی ہوگیا۔ ان میں سے کئی افراد حزب التحریر کے رکن تھے۔

حزب التحریر کا دعویٰ ہے کہ ازبکستان کی جیلوں میں اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ قیدی موجود ہیں۔ سیاسی قیدیوں کے طوفان کو تھامنے کے لیے ازبکستان میں جیسلیک کے فوجی کیمپ میں ایک انتہائی محفوظ جیل تعمیر کی گئی ہے۔ وزارت داخلہ نے اس کا نام کالونی نمبر K-I-N 64/74 کا نام دیا ہے۔ اور مقامی طور پر اسے ایک ایسی جگہ سمجھا جاتا ہے۔ جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔ باہر کے لوگوں بشمول قیدیوں کے اہل خانہ کے لیے یہاں آنے کی مکمل ممانعت ہے۔ گرمی، سہولتوں کی کمی اور گندے پانی کی وجہ سے جیل کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہے۔ مسلمانوں کو نماز ادا کرنے یا قرآن کی تلاوت کی ممانعت ہے اور تمام قیدیوں سے جبری مشقت لی جاتی ہے، جیسا ایک جیل کی ناگفتہ صورتحال یا شدید تارچر کے ہاتھوں درجن افراد کی ہلاکتوں کی رپورٹ ملی ہے۔ انسانی حقوق سوسائٹی ازبکستان کے اندازے کے مطابق 2000 اور 2001 کے دوران پچاس افراد جاں بحق ہوگئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدالتی کاروائیاں انتہائی غیر منصفانہ ہوتی ہیں۔ کیونکہ جج اپنے طریقہ کار کے مطابق آزاد مسلمانوں کو ان کے مذہبی اعتقادات اور تعلق کی بنا پر لمبی سزائیں سنانے پر تلے ہوتے ہیں۔ اکثر اوقات محض استغاثہ کا بیان ہی سزا سنانے کے لیے کافی ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ اعترافات کرانے کے لیے وسیع تشدد کا سہارا لیا گیا۔ لوگوں کو مارا پیٹا جاتا ہے یا ہلاک کیا جاتا ہے۔ تاشقند میں گرفتار کیے گئے حزب التحریر کے رکن رستم نور بایوف کو شدید تشدد کا نشانہ بنا کر نظر بندی کے مرکز میں پانچ دن میں ہی ہلاک کر دیا گیا۔ امان اللہ نذیروف کو حزب کا رکن قرار دے کر سزا سنائی گئی اور 2000ء میں جیل میں وفات پا گئے۔ 15 ستمبر 2000 کو تاشقند میں عدالتی کاروائی کا سامنا کرنے والے حزب کے پندرہ اراکین نے دعویٰ کیا کہ انھیں زدوکوب کیا گیا بجلی کے جھٹکے لگائے گئے اور اعتراف جرم کرانے کے لیے انھیں گارڈز کے ذریعے جنسی تشدد کا نشانہ بھی بنایا گیا۔ جج نے ان کے بیانات کا کوئی نوٹس نہیں لیا بلکہ بارہ سولہ سال تک کی سزائیں سنا کر جسلیک جیل بھجوا دیا گیا۔ وادی فرغانہ میں 157 افراد کی فہرست حکومت نے جاری کی ہے، جن کو صرف مذہب کے پمفلٹ تقسیم کرنے پر گرفتار کرنا چاہتی ہے۔ کرغیزستان میں حزب کے 53 اراکین کو تخریب کاری کے الزام میں مقدمات کا سامنا کرنا پڑا۔۹۶ وادی فرغانہ میں اپنے مختصر مراکز سے حزب التحریر تیزی سے کرغیزستان میں پھیل رہی ہے، جہاں بڑھتی ہوئی غربت اور عوامی مسائل کے حل میں حکومتی ناکامیوں اور کرپشن میں بے تحاشا اضافے نے غربت کے مسئلے کو اور گھمبیر بنا دیا ہے۔ بے روزگار کسانوں کا ایک طوفان شہروں میں امڈ آیا ہے۔ تباہ کن غربت اور گھرانوں کی مایوسی کی انتہا کا عالم یہ تھا کہ بین الاقوامی تنظیم برائے مہاجرین کی ایک رپورٹ کے مطابق چار ہزار کرغیز خواتین اور لڑکیوں کو جسم فروشی کے لیے دیگر ممالک میں فروخت کیا جاتا ہے اور انسانوں کی سمگلنگ اس وقت کرغیزستان کی سب سے بڑی صنعت بن چکی ہے۔ افیم اور منشیات کی سمگلنگ اور منشیات کے عادی ایڈز کے مریض بھی بڑا مسئلہ بن چکے ہیں۔

کرغیز صدر آقایوف نے اعتراف کیا عوامی غربت میں اضافے سے مذہبی انتہا پسندی کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقویت حاصل ہو رہی ہے۔ اعلیٰ اسلام کی تبلیغ کرنے والوں کے لیے عوامی حمایت قطعی کوئی حادثہ نہیں۔ کرغیزستان کا ایک اور مخصوص مسئلہ عیسائی آبادی جو سترہ فیصد ہے، کو کھلی اجازت حاصل ہے کہ وہ مذہب کی تبلیغ کریں اور چرچوں کی توسیع اور تعمیر کریں۔

کرغیزستان میں اسلامی انقلاب پسندی کی ابھی کوئی لہر نہیں آئی، تاہم حزب التحریر یہاں آہستہ آہستہ مقبولیت حاصل کر رہی ہے۔ 2001 میں موسم گرما تک کرغیزستان کی جیلوں میں حزب التحریر کے 150 مشتبہ اراکین قید تھے، بعد ازاں اوش کی عدالتوں میں حزب التحیر کے ملزمان کے اٹھارہ سے پچیس سال تک کی عمر کے حامیوں پر مقدمہ چلایا گیا جبکہ چودہ دوسرے ملزموں کے خلاف کاروائیاں جاری ہیں، تاہم ملزمان اپنے مقاصد کا برملا اظہار کرتے ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ وادی فرغانہ میں اسلامی ریاست کی تشکیل کے مقدس مقصد کے حصول کے لیے وہ ہر قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔ جبکہ صدر نذر بایوف نے ایک ٹی وی انٹرویو میں بعد مراد کہا کہ بعض لوگوں کے دلوں میں انقلاب پسندی کی جو امید جاگ رہی ہے، وہ تاجکستان میں تو پوری ہو سکتی ہے مگر یہاں نہیں۔ عوامی بدحالی کے باوجود حزب شمالی تاجکستان میں مقبول ہوتی جا رہی ہے۔ 2000 میں تاجکستان میں سو سے زیادہ مشتبہ اراکین کو گرفتار کیا گیا جبکہ اگلے سال یہ تعداد دگنی ہو گئی۔ دارالحکومت دوشنبہ بھی حزب کی سرگرمیوں کے اثرات سے باہر نہیں۔ 26-40 سال کے پانچ حزبی کارکن 16 نومبر 2000 کو حزب کے پانچ ہزار اشتہارات رکھنے کے الزام میں گرفتار ہوئے جبکہ تاجک حکومت نسبتاً معتدل مزاج حمایت احیائے اسلام کو اسلامی تعلیمی سرگرمیوں کو شروع کرنے کے لیے کہا ہے۔ مقامی رہنما غیر قانونی جماعتوں اور تحریکوں سے بچنے اور دہشت گردوں سے ہوشیار رہنے کی اپیلیں کر رہے ہیں۔ اشارتاً ان کا ہدف صرف حزب ہوتی ہے۔ جماعت کے رہنما نے یہ بات بھی بتائی کہ نوجوان تاجک نسل حزب التحریر میں شامل ہو رہی ہے اور ان کی پارٹی انھیں روکنے سے قاصر ہے۔97

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔حزب التحریر اور اسلامی شدت پسندی

مغربی دارلحکومتوں میں اگرچہ تحریک کی سرگرمیوں کے متعلق کوئی زیادہ واقفیت نہیں، تاہم اس کے متعلق ایک لہر ضرور موجود ہے۔2000 کے آخری مہینوں میں انٹیلی جنس ماہرین کے مابین حزب التحریر کو دہشت گردوں کا حامی گروپ قرار دینے کے سلسلے میں اچھی خاصی بحث ہوتی رہی۔ کیونکہ حزب نے کبھی کسی گوریلا کاروائی میں حصہ نہیں لیا لوگوں کو اغوا نہیں کیا اور نہ کہیں فوجی تربیت کے کیمپ بنائے۔ درحقیقت حزب نے ہمیشہ پرامن تبدیلی کی حمایت کی ہے۔روس کو بھی حزب کے متعلق خاص تشویش ہے۔

کیونکہ اسے اس اسلامی تحریک کے روس کے مسلمان علاقوں میں پھیل جانے کا خوف ہے۔ حزب سے نمٹنے کے لیے روس کا وسط ایشائی حکومتوں سے بڑا قریبی رابطہ ہے۔حزب کے نوجوانوں کو ریاستی جبروتشدد کا اور غربت کا سامنا ہے اور حقیقی خوف یہ ہے کہ کسی وقت اپنے بزرگوں کی سنی ان سنی کر کے گوریلا جنگ کا آغاز کرسکتے ہیں۔حزب التحریر کے رہنما طالبان، القاعدہ یا ازبک اسلامی تحریک جیسی کسی بھی تحریک کے ساتھ اپنے عمومی تعلق سے صاف انکاری ہیں۔البتہ حزب طالبان کے بارے میں ہمدردانہ رویہ رکھتی ہے۔لیکن ان کی جانب سے کسی بھی طرح کے معاونت سے انکاری ہیں، البتہ کریک ڈاون سے بچنے کے لیے بہت سے حزبی افغانستان چلے گئے ہیں۔طالبان کے بہت سے نظریات اچھے ہیں مگر حزب التحریز دنیا میں ایک جدید زندگی چاہتے ہیں۔دراصل حزب التحریر دنیا اور آخرت دونوں جگہ کی جنت چاہتی ہے۔وہ اسامہ بن لادن کی حمایت یا مالی معاونت سے بھی لاتعلقی ظاہر کرتے ہیں جبکہ کرغیز و ازبک سفارت کاران کے انکار کو تسلیم نہیں کرتے۔وہ 2000 کی ایک میٹنگ کا حوالہ دیتے ہیں جس میں طالبان، ازبک تحریک، حزب التحریر، چیچن علیحدگی پسندوں اور بن لادن نے مستقبل کے تعاون کے بارے میں خاصے طویل مذاکرات کیے تھے۔اگرچہ حزب نے ابھی تک کسی بھی ہنگامہ آرائی میں حصہ نہیں لیا، تاہم وسط ایشیا کے حکمرانوں کا جبروتشدد بڑھتا جارہا ہے اور ہمیں اس کے لیے تیار ہونا پڑے گا۔دوسری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف اس طرح کی وارننگ دے رہے ہیں کہ آمریت پسند حکمرانوں اور مذہب کے درمیان چپقلش نہ صرف انسانی حقوق کے حوالے سے صورت حال ابتر کی جاری ہے۔ درحقیقت اس طرح کی صورت حال ایسی ہی خانہ جنگی کو جنم دے سکتی ہے جیسی کہ افغانستان میں دیکھی گئی ہے۔ اگر اس تحریک کو عام سیاسی پارٹیوں کی طرح سرگرم عمل ہونے کی اجازت دے دی جائے حزب نے حکومتوں کا تختہ الٹنے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا اور جماعت کی قانونی حیثیت تسلیم ہونے کے بعد اس کی قیادت کو عوامی جذبات سے کھیلنے اور نعرہ بازی کی بجائے مقامی مسائل کو سمجھنے اور واضح معاشی اور سیاسی حکمت علمی اختیار کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا لیکن تاجکستان کے سوا کوئی دوسری وسط ایشیائی ریاست کسی اسلامی جماعت کو کھلم کھلا کام کرنے کی اجازت نہیں دیتی جب تک یہ صورت حال نہیں بدلتی، حزب کے لیے لوگوں میں کشش باقی رہے گی کیونکہ اس کے پروگرام کی جاذبیت کے ساتھ دفاع اور مزاحمت کی خوشگوار خوشبو بھی شامل ہے۔

ستمبر 11 کے حملوں کے بعد افغانستان پر امریکہ کی بمباری نے صورتحال کو خراب کر ڈالا۔ ازبکستان اور تاجکستان نے افغانستان میں حملوں کے لیے اپنے ہوائی اڈے امریکی فوج اور فضائیہ کو پیش کرنے کے بعد دونوں حکومتوں نے حزب التحریر پر جبر وتشدد کی انتہا کر دی۔ حزب التحریر کا بن لادن سے تعلق ظاہر کر کے حکام امریکہ سے سیاسی قربت کی امید لگائے بیٹھے ہیں۔ جنگ میں پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ اپنے ہی عوام کے خلاف انتہائی غیر انسانی سلوک کے لیے طاقتوں کی حمایت اور خوشنودی کا بے دریغ استعمال انسانی حقوق کے علم برداروں کے لیے بے حد تشویش کا باعث ہے۔ دریں اثنا حزب کی عرب سے درآمد شدہ سیدھی سادھی یک رخی آئیڈیالوجی کو مسلسل عوامی مقبولیت مل رہی ہے۔ کیونکہ انتہائی مصیبت کے وقت لوگ عام سے تنکے کا سہارا بھی غنیمت سمجھتے ہیں اگرچہ حزب وسط ایشیا کے پیچیدہ مسائل کے حل کے لیے کوئی خصوصی پروگرام نہیں کر رہی تاہم اس کا واضح پیغام یہ ہے کہ خلافت اور اسلامی نظام کا احیا نہ صرف سارے مسائل کو حل کر دے گا بلکہ ایک مثالی معاشرے کا قیام بھی ممکن بنا دے گا۔ وسط ایشیا کے پریشان حال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوجوانوں کے لیے حزب کی واضح اور ناقابل تبدیل سوچ کے مالک سرگرم کارکن جن کے بارے میں بہتر حالات میں کوئی دوبارہ سوچنا بھی گوارا نہ کرتا۔ان کے لیے نجات دہندہ کا روپ دھار چکے ہیں۔حزب التحریر کے تعلیمی جہاد کے عملی جہاد میں بدل جانے کا خوف ممکن ہے بخود ایک حقیقت کا روپ دھار لے۔۹۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالہ جات: باب چہارم

1۔ مریم جمیلہ، اسلام ایک نظریہ، ایک تحریک، 1978 سنت نگر لاہور ص299
2۔ قاضی حسین احمد: سید مودودی اور جماعت اسلامی، اسلامک پبلیکیشنز ص2005 309
3۔ ابوالاعلیٰ مودودی، الجہاد فی الاسلام، 1984ء میٹرو پرنٹرز لاہور، طبع دہم، ص118، 117
4۔ مریم جمیلہ، اسلام ایک نظریہ، ایک تحریک، ص303
5۔ منیر احمد خلیلی، عصر حاضر کی اسلامی تحریکیں، حسن البنا اکیڈمی روالپنڈی، 2004، ص86
6۔ عبیداللہ فہد فلاحی، تاریخ دعوت و جہاد، فضلی سنز کراچی 1986ص، 346
7۔ مسعود عالم ندوی، روداد جماعت اسلا ، مرکزی مکتب جماعت اسلامی، ہند دہلی 1967، ج:1 ص22
8۔ ایضاً ص24
9۔ مسعود عالم ندوی، دستور جماعت اسلامی، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی 1967 ص81
10۔ ثروت صولت، ملت اسلا میہ کی مختصر تاریخ حصہ سوئم ص156
11۔ مسعود عالم ندوی، روداد جماعت اسلامی، ج:1 ص22
12۔ ابوالاعلیٰ مودودی، تحریک اور کارکن، اسلامک پبلشرز لاہور 1979 ص108، 113
13۔ ڈاکٹر اسرار احمد، تحریک جماعت اسلامی ایک تحقیقی مطالعہ، مرکزی مکتبہ تنظیم اسلامی کراچی، ص نمبر 18
14۔ عبیداللہ فہد فلاحی، تاریخ دعوت و جہاد، ص347
15۔ ایضاً ص333
16۔ قاضی حسین احمد، اسلام، مسلمان اور پاکستان ص، 316
17۔ ڈاکٹر اسرار احمد، تحریک جماعت اسلامی ایک تحقیقی مطالعہ ص15، 16
18۔ مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا مودودی اور میری رفاقت، ص17
19۔ منیر احمد خلیلی، عصر حاضر کی اسلامی تحریکیں، حسن البنا اکیڈمی روالپنڈی، 1992 ص212
20۔ خلیل احمد حامدی تحریک اسلامی کے عالمی اثرات، ادارہ معارف اسلامی لاہور، 1990، ص نمبر 13

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

21۔ ایضاً ص، 36-39

22۔ کاشف جاوید، 58ویں سالانہ اجتماع ارکان کے حوالے سے خصوصی تحریر، مضمون نگار مرکزی سیکرٹری اطلاعات، اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان، روزنامہ ایکسپریس کوئٹہ 2 فروری 2011ص 6

23۔ مناظر احسن گیلانی سید، سوانح قاسمی، دارالعلوم دیوبند، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند، 1973، ص 127

24۔ ابوالحسن علی ندوی، حضرت مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت، ادارہ الحرم لاہور، 1980، ص 13

25۔ ایک مرتبہ لال قلعے کے قریب سے گزرتے ہوئے راقم نے پوچھا کہ کبھی جناب نے لال قلعہ بھی دیکھا ہے؟ فرمایا میں لال قلعے کی سیر کو بے قیمتی سمجھتا ہوں۔ ہاں میں نے بچپن میں اس وقت دیکھا ہے جب دکھانے والے رو رو کر دکھاتے تھے سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا الیاس اور انکی دینی دعوت ص 201

26۔ عبیداللہ فہد فلاحی تاریخ دعوت و جہاد، فضلی سنز ص، 301

27۔ ابوالحسن علی ندوی، دینی دعوت ص 79

28۔ حاجی عبدالرحمان صاحب کے مکتوب، ابوالحسن علی ندوی دینی دعوت، ص 81

29۔ ایضاً ص، 81

30۔ ایضاً ص، 114

31۔ مولانا عاشق الٰہی بلند شہری، مولانا الیاس کے بنیادی اصول، چھ باتیں، تحسین پبلیشرز لاہور، 1989، ص، 7-8

32۔ ماہنامہ (الرشید) لاہور تبلیغی جماعت کی دینی جدوجہد، خصوصی اشاعت، شمارہ 7-8 مارچ 1998، ص 403

33۔ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری، تذکرہ امیر تبلیغ مولانا یوسف″، ذوالنورین اکیڈمی سرگودھا، 1980 ص 267

34۔ مولانا کی دینی دعوت، ص 249

35۔ افتخار فریدی، ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس، رائے ونڈ مکتبہ دینیات بار اول 1981ء، ص 12-22

36۔ ڈاکٹر حمیداللہ، خطبات بہاولپور، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، 1981، ص 317

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

37۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، ایک اہم دینی تحریک، ترجمان القرآن، ج،15، 1939ء، ص،3

38۔ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری، تذکرہ امیر تبلیغ مولانا یوسفؒ، 1980ص 268

39۔ احمد رشید، طالبان اسلام وتیل، وسط ایشیا میں سازشوں کا کھیل، حمید جہلمی، مشعل بکس 2002 ص ۱۹

40۔ مولانا قمر احمد عثمانی، مذہبی جماعتوں کا فکری جائزہ، دوست ایسوی ایٹس، 1996ء، ص،154

41۔ حزب اسلامی یونس خالص کی جماعت تھی جو انھوں نے حکمتیار کے حزب اسلامی سے الگ ہو کر 1979 میں بنائی تھی۔ وہ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے اور انقلابی خیالات رکھتے تھے۔

42۔ زاہد محمود چودھری، افغانستان پر امریکہ کا قبضہ، یو پبلشرز لاہور 2001 ص 37

43۔ مشکل گھڑی نیا طوفان خصوصی اشاعت روزنامہ جنگ 8اکتوبر 2001 ص 1

44۔ احمد رشید، جہاد وسط ایشیا میں، جہادی تحریکوں کا فروغ، مشعل بک، 2002 ص 231

45۔ احمد رشید، طالبان ص 177 - 126

46۔ ایضاً 127-123

47۔ زاہد محمود چودھری، افغانستان پر امریکہ کا قبضہ، ص، 114

48۔ احمد رشید، طالبان ص 132،

49۔ زاہد محمود چودھری، افغانستان پر امریکہ کا قبضہ، ص 42

50۔ ایضاً ص 49

51۔ محمد علی بشیر، افغانستان کا تاریخی اور سیاسی پس منظر، روزنامہ جنگ کوئٹہ، ستمبر 2001 ص، 6

52۔ یونوکال، گیس پائپ لائین بچھانے والی امریکی کمپنی ہے

53۔ زاہد محمود چودھری، افغانستان پر امریکی قبضہ ص، 165

54۔ شعیب واجد، یہ فیصلے کی گھڑی ہے، روزنامہ جنگ کوئٹہ خصوصی اشاعت، ستمبر 2001

55۔ پروفیسر خورشید احمد، امریکا اور افغانستان، ترجمان القرآن فروری 2010 ص 4

56۔ سویداء حنا اسامہ اور طالبان پر کیا گزری، صبیح پبلشرز لاہور، اگست 2002 ص 204

57۔ اقبال نے جاوید نامہ میں افغانستان کی ماضی اور حال کی جھلک دکھائی تھی۔

58۔ نیویارک ٹائمز 15اکتوبر، دی گارڈین 30 نومبر 2009 ماہنامہ ترجمان، القران امریکا اور افغانستان فروری 2010، ص 6-7

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

59۔ مترجم جونا گڑھی، یورپی یونین اور مسلم دنیا کے تعلقات، سنڈے میگزین، جنگ کوئٹہ، 14 مارچ 2010ء

60۔ رحیم اللہ یوسف زئی، کیا تحریک طالبان کی امریکہ تک رسائی ہے؟، روز نامہ جنگ کوئٹہ 13 مارچ 2010

60'۔ رحیم اللہ یوسف زئی کیا تحریک طالبان کی امریکہ تک رسائی ہے، روز نامہ جنگ کوئٹہ، 13 مئی 2010ء

61۔ سلیم صافی "عسکریت پسندی مسئلہ کیا ہے" روز نامہ جنگ کوئٹہ، ہفتہ 16 مئی 2010ء، ص 6

62۔ پروفیسر خورشید احمد، امریکا اور افغانستان "ماہنامہ ترجمان القرآن، جلد 137 فروری 2010 ص 15

63۔ سلیم صافی "عسکریت پسندی مسئلہ کیا ہے" روز نامہ جنگ کوئٹہ، ہفتہ 20 جنوری 2010ء۔

64۔ عالمی شہرت کے حامل صحافی جنھوں نے روسی فوجوں کی آمد سے طالبان کی فتوحات تک اکیس سال افغانستان میں گزارے۔ ان کی کتاب "طالبان اور وسط ایشیا میں سازشی کھیل" کا 20 سے زائد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے، کئی ایوارڈ بھی ملے ہیں۔

65۔ پروفیسر خورشید احمد، امریکا اور افغانستان، ص 17

67۔ فدا محمد حسین، انٹرویو، حزب اسلامی کے سربراہ گلبدین حکمتیار، سیارہ ڈائجسٹ مارچ، 2010ء ص 25

68۔ اقبال، ضرب کلیم

69۔ القاعدہ نہیں القائدہ صحیح ہے۔

70۔ سویدا حنا، "اسامہ اور طالبان پر کیا گزری" صحیح پبلشرز لاہور، 2003ء، ص، 99

71۔ احمد رشید، طالبان ص، 20

72۔ سویدا حنا، "اسامہ اور طالبان پر کیا گزری" صحیح پبلشرز لاہور، 2003ء ص 101۔

73۔ رشید احمد خان "اسامہ بن لادن سے القائدہ تک کا سفر" سنڈے میگزین روز نامہ مشرق کوئٹہ، 29 مئی 2011 ص د

74۔ زاہد محمود چودھری "افغانستان پر امریکہ کا قبضہ" (U) پبلشرز، ص 95

75۔ نصیر احمد، امریکہ کی نیندیں اڑانے والا مرد مجاہد "روز نامہ کائنات، کراچی 17 ستمبر 2001ء۔

76۔ سویدا حنا، اسامہ اور طالبان پر کیا گزری ص 100

77۔ رشید احمد خان "اسامہ بن لادن سے القائدہ تک کا سفر"، 29 مئی، ص 5

78۔ فدا محمد حسین "حزب اسلامی کے سربراہ گلبدین حکمتیار سے ایک انٹرویو، سیارہ ڈائجسٹ مئی 2010ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

72۔

79۔ سلیم صافی ،عسکریت پسندی، روزنامہ جنگ 29 مئی 2010ء۔

80۔ سلیم صافی "القائدہ سے مذاکرات کیوں نہیں؟ روزنامہ جنگ 24 جون 2010ء۔

81۔ امریکا کے ہاتھوں اُسامہ کی ہلاکت، عالم اسلام میں کیا ہو رہا ہے۔ ہفت روزہ ''اخبار جہاں'' 16 تا 22 مئی 2011ء

82۔ احمد رشید ''جہاد اور وسط ایشیا میں جہادی تحریکوں کا فروغ'' ترجمہ تنویر اقبال، پبلشرز مشعل بکس، 2011ء ص 17

83۔ ایضاً ص 34

84۔ ''روس میں اسلام کا خطرہ'' الیگزنڈر بینگسن میری بروکس آپ، ترجمہ رحمان مذنب فیروز سنز لاہور 1987ء ص 113

85۔ احمد رشید ''جہاد اور وسط ایشیا'' ص 48

86۔ موسیٰ خان جلال زئی ''افغانستان اور وسطی ایشیا کا مستقبل'' نگارشات میاں چیمبر لاہور 1998ء ص 5

87۔ احمد رشید ''جہاد اور وسط ایشیا'' ص 63

88۔ ایضاً ص 69۔72

89۔ موسیٰ خان جلال زئی ''افغانستان اور وسطی ایشیا کا مستقبل'' ص 16

90۔ 1920 میں برپا ہونے والی بسماچی بغاوت جسے مولویوں کی رجعت پسند تحریک قرار دے کر کچل دیا گیا۔ یہ بسماچی جن کو ہندستان سے گولہ بارود اور اسلحہ کے اونٹ بردار قافلوں کے ذریعے پہنچتا، آخری بسماچی بغاوت تاجکستان میں 1929ء میں کچل دی گئی۔

91۔ احمد رشید، وسط ایشیا میں جہادی تحریکوں کا فروغ، مشعل بکس ص 113

92۔ ایضاً ص 117، 118، 120

93۔ ایضاً ص 124، 132، 134

94۔ ایضاً 137، 135

95۔ ظہیر الدین بھٹی ''ازبکستان یا جیلستان'' ماہنامہ ترجمان القرآن، جنوری 2001ء، 81

96۔ محمد ثناءاللہ عمری ''ازبکستان کے مسلمان'' ماہنامہ ترجمان القرآن مارچ 2006ء ص 85

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

97۔ایضاً ص 87

98۔احمد رشید''وسط ایشیا میں جہادی تحریکوں کا فروغ،ص نمبر 156،157

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

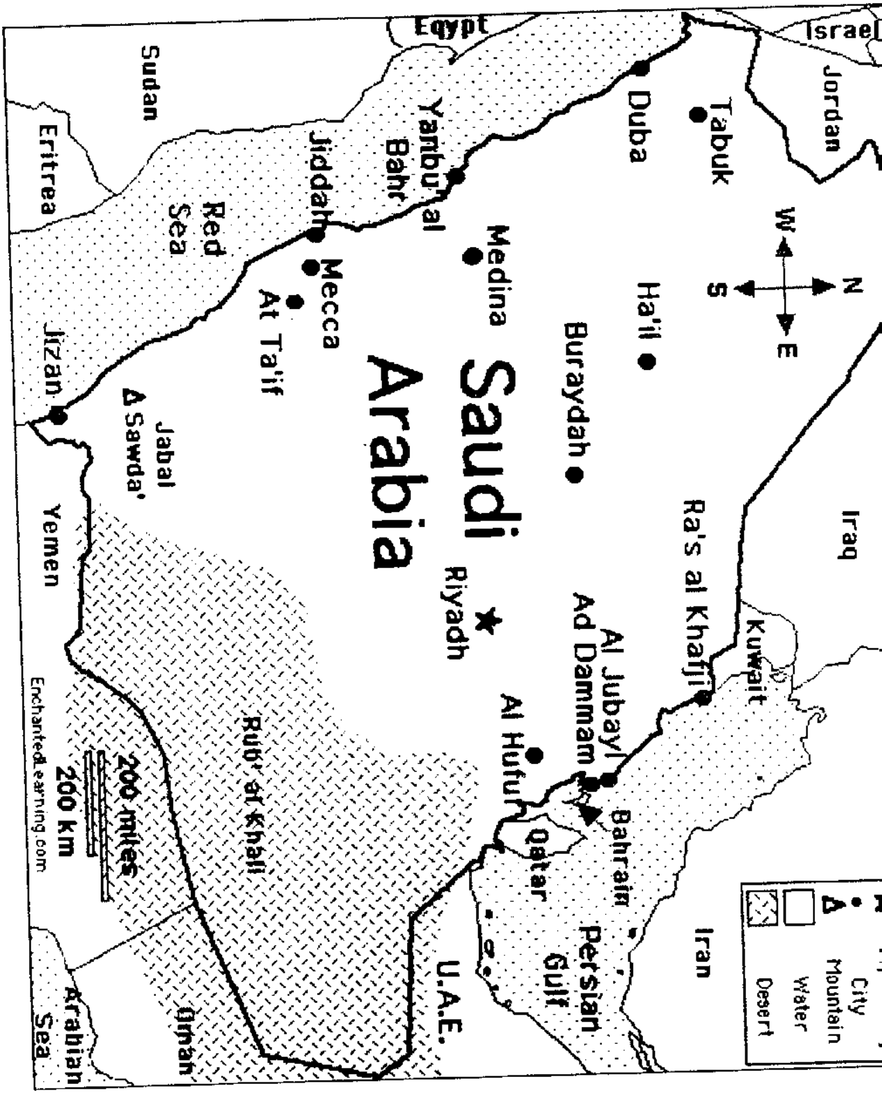

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم

مسلمان اور جدید تحدیات

ظهر الفساد في البر و البحر بما كسبت ايدي الناس ليذيقهم

بعض الذي عملوا لعلهم يرجعون ط [1]

"خشکی وتری میں فساد ہو گیا ہے۔لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے تاکہ مزا چکھائے ان کو ان کے بعض اعمال کا۔شاید کہ وہ باز آ جائیں۔"

اسلام اللہ کی ہدایت کا نام ہے۔ بلاشبہ مسلمان وہ ہے جو اسلام قبول کرے۔ اپنی زندگی اللہ کی بندگی میں دے اور اسے ان مقاصد کے لیے وقف کرے، جو اللہ اور اس کے رسول نے انسانی زندگی کے لیے مقرر کیے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان اسلام کے تابع ہیں۔ اسلام، مسلمانوں کے تابع نہیں۔ جن مغربی مفکرین جیسے (ولفیر یڈ اسمتھ) نے اسلام کی یہ تعریف کی ہے کہ اسلام وہ کچھ ہے جو مسلمان کریں، انھوں نے بڑی ٹھوکر کھائی ہے۔ یہ کوئی نسلی مذہب نہیں ہے اور نہ اس پر مسلمانوں کی اجارہ داری ہے۔ فقہانے کبھی اس کو دار السلام، و دار الامن اور دار الکفر کی جو اصطلاحات وضع کی تھیں وہ آج نئی حکمت عملی کی متقاضی ہیں۔ اسی لیے تو مشہور عالم اور داعی "علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی" نے پوری دنیا کو "دار الدعوۃ" قرار دیا ہے [2]۔ اسلام کا پیغام ایمان وامن ہے۔ جو سارے معاملات کی بنیاد ہے۔ اس وقت مسلم سوسائٹی کی صورت حال یہ ہے کہ مختلف وجوہ سے مغربی اقوام کے ہاتھوں سیاسی شکست نے اس کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے۔ شکست بلاشبہ بڑی حد تک ایک مہلک شئے ہے مگر زندگی کے وجود کا لازمی حصہ بھی ہے البتہ شکست کو تسلیم کر کے بیٹھ جانا موت کے مترادف ہے۔ اس لیے یہ جاننا چاہیے کہ شکست مسلم سوسائٹی کے لیے گوناں گوں تضادات کا ایک نتیجہ اور تسلسل ہے اور اس کے نتیجے کے طور پر اسلامی تحریکات ایک بڑا ہی قابل قدر، تخلیقی اور ہمہ گیر شعور دینے کے باوجود ابھی تک مسلم سوسائٹی میں مکمل تبدیلی کا باعث نہیں بن سکیں، البتہ اس جدوجہد میں ضرور معروف ہیں۔ اس صبر آزما اور وقت طلب عمل کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبب یہ ہے کہ اسلامی تحریکات نے بڑے نامساعد حالات میں کام شروع کیا، جب علمی فکری ذہنی اور اخلاقی طور پر مغربی تہذب نے مسلمانوں پر ہمہ گیر تسلط حاصل کر لیا تھا۔اس پس منظر میں تحریک اسلامی نے دنیا بھر کے ممالک میں مختلف قیادتوں کے تحت مگر واضع فکر کے ساتھ کام شروع کیا۔ان کا کام دو پہلوؤں پر منحصر تھا۔ایک فکر یہ تھی کہ انھیں باطل نظریات کے ظلم کو توڑنا تھا تا کہ لوگوں کو اسلام کی حقانیت اور اسلام کے قابل عمل ہونے کا یقین ہو جائے اور دوسری فکر یہ تھی کہ مسلم سوسائٹی کی اعلیٰ قیادت جس میں دانش ور اہل قلم اساتذہ اور اہل حل وعقد آتے ہیں، ان کو مخاطب کیا جائے [3] ۔اسلام کی اکائی جغرافیائی نہیں ہے۔لہٰذا احیائے اسلام ایک عالم گیر لہر ہے، جو ایک فطری تہذیبی عمل ہے، جسے فکری اور تاریخی پس منظر میں ہی سمجھا جانا چاہیے۔آج احیائے اسلام محض چند مخصوص معاصرانہ چیلنجوں کا نتیجہ نہیں ہے۔اسے اس کے اصولی پس منظر تاریخی تسلسل اور معاصر دنیا کے چیلنجوں پر مسلمانوں کے ردعمل دونوں کے تناظر میں دیکھا جانا چاہیے۔سب سے پہلے ہمیں دو پہلوں پر غور کرنا چاہیے: ایک داخلی پہلو اور دوسرے خارجی پہلو۔ مسلمانوں کو ان چیلنجوں کا جواب دینا ہے۔

تاریخی پس منظر

بہت زیادہ گہرائی میں جانے کے بجائے احیائے اسلام کی حالیہ تاریخ کو دو مراحل میں بانٹا جاسکتا ہے۔

۱۔ نوآبادیاتی ۲۔ بعداز نوآبادیاتی

نوآبادیاتی دور

جب ہمارا مغرب سے آمنا سامنا ہوا تو ہم عالمی منظر سے پسپا ہو جانے کی وجہ سے برابر کے مقابلے پر نہیں تھے۔19 ویں صدی کے اختتام تک تقریباً کل مسلم دنیا سوائے چار غیر اہم مسلم ممالک کے نوآبادیاتی حکمرانوں کے زیرنگیں آگئی تھی۔اس دور میں شکست خوردہ مسلمانوں کے لیے اسلام ہی وہ محور تھا جس کے گرد جمع ہو کر مسلم ممالک پر حملوں، مغرب کی مداخلت اور نوآبادیات کے خلاف مزاحمت کی گئی۔یہ اسلام ہی کا دیا ہوا سیاسی آزادی، قومی شناخت اور عزت و وقار کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احساس تھا، جس کی وجہ سے سامراجی حکمرانوں کے خلاف مسلسل مزاحمت جاری رکھی جا سکی۔ ؎

بعد از نو آبادیاتی دور

بعد از نو آبادیاتی دور میں نو آبادیت کے ورثے اور معاشرے کی تشکیل نو کے چیلنج کا مقابلہ کرنے والی بڑی قوتوں میں اسلام بھی تھا۔ ایک ایک کر کے مسلمان ممالک کو سامراجیت سے نجات ملی لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا یہ آزادی مسلمانوں کی کاوشوں کا نتیجہ تھی یا کچھ اور عوامل کارفرما تھے۔ البتہ امت مسلمہ بدترین زوال کی کیفیت سے نکل آئی اور جدوجہد آزادی کے ساتھ ہی جگہ جگہ غلبہ اسلام کی تحریکیں بھی ابھر آئیں، جو اسلامی احیاء کے ساتھ نو آبادیت کے ورثے اور معاشرے کی تشکیل نو کا چیلنج بھی ساتھ لائیں۔ اس کی وجہ مسلمانوں میں پیدا ہونے والی یہ تحریکیں تھیں۔

ماضی قریب کے واقعات میں ایک واقعہ وسطی ایشیا کا بھی ہے، جہاں اشتراکیت کے زوال کے بعد امت مسلمہ کو دوبارہ سانس لینے کے قابل بنا دیا۔ مگر یہاں اشتراکیت کا زوال امت مسلمہ کی کوششوں کا نتیجہ نہ تھا۔ ورنہ آج بھی اگر اشتراکیت سرد جنگ سے شکست نہ کھاتی تو مسلمانوں کی حالت زار قابل بیان ہوتی۔ آج امت مسلمہ بدترین زوال کے مرحلے سے تو نکل آئی ہے، دور محکومی کی مایوسی بہت زیادہ تھی جس میں سوچ کا عمومی رخ مغربی تہذیب میں جذب ہونے کی طرف تھا۔ ترکی نے اس کا واضح ثبوت بھی دے دیا، لیکن آزادی کے بعد صورتحال قومی اور ملی تشخص کی بحالی کی صورت کو اختیار کرنے کے بجائے مغربی غلبہٴ اسلام کے لیے کوششیں شروع ہوئیں۔ دنیا کا کوئی مسلمان ملک ایسا نہیں تھا جہاں اقامت دین کے لیے کوششیں نہ ہوئی ہوں۔ پاکستان، افغانستان، ترکی، شام، لیبیا، فلسطین، الجزائر، لیبیاء، سوڈان، ملائشیا، انڈونیشیا اور کشمیر تمام علاقے اسلامی تحریکوں کے نام سے پہچانے جانے لگے۔

اس سے اسلامی ممالک کا ایک بلاک ابھرتا ہوا نظر آیا جو ایک خوشخبری تھا۔ مگر ان تحریکوں کا انجام اتنا خوش آیند نہ تھا۔ محکومی کی سابقہ صورتحال اب بھی بحال ہے۔ افغانستان میں طالبان کی تحریک غلبہ اسلام کی تحریک تھی۔ اس کا دردناک انجام سب کے سامنے ہے، مصر میں اخوان المسلمون کو زیر زمین جانا پڑا۔ الجزائر میں غلبہ اسلام کی لہر بڑی قوت سے اُبھری تھی لیکن اس کا گلا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی دبا دیا گیا۔ کشمیر، چیچنیا اور فلسطین وغیرہ کو پیس کر رکھ دیا گیا۔ نہ صرف تحریکیں پس منظر میں چلی گئیں بلکہ ان غریب ممالک میں جو تھوڑی بہت مادی ترقی ہوئی تھی وہ بھی صفر ہو گئی۔ پاکستان میں احیائے اسلام کی سب سے بڑھ کر کوششیں ہوئیں دینی جماعتوں کا ایک جال بچھ گیا لیکن پاکستان اسلامی نظام کی منزل سے اب تک دور ہے۔ لہٰذا آج عالم اسلام میں کوئی بھی ایسی تحریک نہیں جو زوردار طریقے سے آگے بڑھتی ہوئی نظر آئے۔ ۵

احیائے اسلام کی کوششوں کو دیکھ کر حوصلہ ضرور پیدا ہوتا ہے مگر غلبہ اسلام، شریعت اسلام کا نفاذ، اسلامی نظام زندگی کا قیام اور اسلامی تہذیب کی بالادستی کا مقصد حاصل نہ ہو سکا۔ کفر کی اجارہ داری اور امت کی محکومی بدستور قائم ہے۔ اس ناکامی کی ایک اہم وجہ یہ ہے عالمگیریت (Globalization) کا جبر اسی چیز کا نتیجہ ہے کہ عالم اسلام میں فکری انتشار پیدا ہوا اور اسی جبر کا نتیجہ ہے کہ عالم اسلام کا اتحاد معرض وجود میں نہیں آسکا۔ امت مسلمہ میں داخلی خرابیوں کا ذمہ دار بھی بڑی حد تک عالمگیریت ہے۔ اس سے جان چھوٹنے کا امکان ہے اور نہ کسی پیشرفت مغرب کی عالمی پیمانے پر سب محاذوں پر فوقیت سیاسی اقتصادی، تعلیمی، فوجی اور ثقافتی حملوں کی یلغار، میڈیا، اقوام متحدہ اور ان کے علاقائی اتحادوں کی صورت میں وہ غارت گر اثرات ڈال رہے ہیں کہ امت مسلمہ بحیثیت مجموعی اس سیلاب میں اس طرح بہتی جارہی ہے جس طرح کوئی تنکا۔ ۶

مسلمان ممالک میں تمام قیادتیں اسلامی سوچ سے محروم ہیں۔ اس کی واضح مثال مسلمان ممالک میں بادشاہتوں کا قیام اور سیکولر طرز زندگی ہے۔ عرب ممالک کی بادشاہتیں ہوں یا فوجی آمریت، کسی کا عصری تقاضوں سے کوئی جوڑ نہیں ہے۔ مسلمان ممالک میں سے کوئی بھی ملک ایسا نہیں ہے جو تیسری دنیا میں شمار نہ ہوتا ہو اور تیسری دنیا کا مطلب ہی کمزوری اور پستی ہے۔ نہ سیاسی استحکام نہ معاشی ترقی نہ علمی غلبہ نہ فوجی برتری ان صورتوں میں اپنے ملکوں میں رہتے ہوئے جبکہ عالمی اقتدار دوسروں کے پاس ہو تو یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ جبکہ جمہوری طریقوں سے بھی اسلام کا غالب کرنا مشکل نظر آتا ہے۔ اگر کسی ملک کے داخلی حالات سازگار ہو بھی جائیں تو خارجی حالات ہرگز سازگار نہیں ہوں گے۔ اس لیے کہ اسلامی نظام کا غلبہ دوسروں کے لیے پیغام اجل ہے۔ اسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے جہاں بھی اسلامی نظام سر اٹھاتا ہے، مخالف قوتیں اُسے فوراً دبا دیتی ہیں۔ ترکی، افغانستان اور الجزائر کی مثالیں بڑی واضح ہیں۔ اب ایران کا بھی اسلامی نظام نشانے پر ہے۔ پاکستان کے حالات بھی واضح ہیں ہے۔ دوسرا طریقہ انقلاب کا ہے موجودہ عرب کی انقلابی لہر نے اب یورپ کو بھی ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اب نئے سرے سے بوسنیا، الجزائر، اردن، تیونس، لیبیا، یمن اور مراکش کی حزب اختلاف نے اپنے اپنے حکمرانوں کو چیلنج کرنا شروع کر دیا ہے۔ بوسنیا میں ایک لاکھ افراد نے مظاہرہ کیا اور سب سے بڑا مظاہرہ اسکندریہ میں ہوا جو 10 لاکھ مظاہرین پر مشتمل تھا مگر انقلاب ایک مسلسل عمل ہے جو کبھی آگے بڑھتا ہے کبھی پیچھے اور کبھی رک بھی جاتا ہے۔ مگر عالم عرب میں یہ ہلچل شاید اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے نہ ہو مگر مذاہب کی تاریخ بتاتی ہے کہ ان کو ہر دور میں داخلی اور خارجی مجبوری لاحق رہی ہے جس سے ان کی پیش رفت پسپائی میں تبدیل ہوتی رہی ہے۔ جس کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا میں صرف اسلام ہی نہیں تمام مذاہب کمزوری کا شکار ہو کر پس منظر میں چلے گئے ہیں۔ مذاہب کی کمزوری میں صلاحیت اور عدم صلاحیت کا بقائے حیات اور ترقی حیات میں بنیادی عمل دخل ہے۔ انسانی گروہوں میں آج یورپ نے اپنا بے صلاحیت ہونا ثابت کر دیا۔ آج وہ قاتل ہیں تو بھی پہلے نمبر کے اور استاد بھی پہلے نمبر کے۔ کیونکہ دونوں محاذوں کے لیے اہلیت شرط ہے جبکہ مسلمان آج تعلیمی صلاحیت اور جدید ٹیکنالوجی سے محروم ہیں۔ اسلام کا غلبہ اُصولوں کا غلبہ ہے افراد کا نہیں۔ چنانچہ مندرجہ بالا صورتحال یہ ثابت کرتی ہے کہ تمام اسلامی تحریکوں کو اہل ثابت ہونے کے لیے کٹھن آزمائشوں کا سامنا ہے۔ عالمگیریت کے جنگل میں پھنسی یہ تحریکیں اگر موجودہ چیلنجز پر توجہ دیں جو زمانہ حال میں توجہ چاہتے ہیں۔ اور جن سے عہدہ برآ ہو کر بالآخر مذکورہ خواب کی تکمیل کی راہ تیار ہو گی۔ 8

چیلنجز تو بہت سے ہیں لیکن بات کو کہیں نہ کہیں ختم کرنا ہوتا ہے۔ لہذا ممکنہ حد تک مختصر الفاظ میں زیر بحث موضوع سے تعلق رکھنے والے چند اہم چیلنجز کی طرف توجہ دلانا چاہتی ہوں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ سیکولرازم کا سامنا

یہ لفظ قدیم لاطینی لفظ ''سیکولارس'' (Saecularis) سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے ''وقت کے اندر محدود'' عیسائی عقیدے کے مطابق خدا کی ذات وقت کی قید اور حدود سے آزاد اور ماورا ہے۔ تحریک احیائے علوم کے دوران یورپ میں جب عیسائیت کی تعلیمات سے بے زاری پیدا ہوئی اور خدا کے انسانی زندگی میں دخل کے خلاف بغاوت پیدا ہوئی تو کہا جانے لگا کہ چونکہ خدا وقت کی حدود سے ماورا ہے اور انسان وقت کی حدود سے مقید ہے لہذا انسانی زندگی کو سیکولر یعنی خدا سے جدا (محدود) ہونا چاہیے۔[۹]

اس لفظ کو باقاعدہ اصلاح کی شکل میں ۱۸۴۶ء میں متعارف کروانے والا پہلا شخص برطانوی مصنف جارج جیکب ہولیوک (1817ء1906) تھا۔ اس نے سیکولرزم کی تعریف یوں کی Seculerism is the concept that goverment or other entities should exist separately from religion and or religious beliefs.

'' سیکولرازم ایک طرز حکومت ہے جس میں مذہب اور مذہبی اعتقادات کو الگ کر دیا جاتا ہے''۔ اس شخص نے ایک بار ایک لیکچر کے دوران کسی کے سوال کے جواب میں عیسائی مذہب سے متعلق تعلیمات کا توہین۔ آمیز انداز میں مذاق اڑایا جس کی پاداش میں اسے چھ ماہ جیل میں رہنا پڑا۔ اس کے بعد اس نے نرم الفاظ میں سیکولرزم کا پرچار شروع کر دیا [۱۰]۔ اس اصطلاح کے عام ہو جانے کے بعد پہلے برطانیہ اور پھر تمام یورپ اور دنیا بھر میں سیکولرزم کے معنی یہ ہوئے کہ وہ:۔

"Separation of church and state and laicite"

'' حکومتی معاملات کا خدا اور مذہب سے کوئی تعلق نہیں [۱۱]'' اس کے یہ معنی دنیا بھر میں انگریزی زبان کی ہر لغت اور انسائیکلوپیڈیا میں پائے جاتے ہیں۔

اوکسفرڈ ڈکشنری کے مطابق سیکولرزم سے مراد یہ عقیدہ ہے کہ مذہب اور مذہبی خیالات کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِرادتاً ''دنیاوی امور سے حذف کردیا جائے یورپی فلسفیانہ توجیہ'' یہ ہے کہ یہ ایک ایسا نظام عقائد ہے جس میں اخلاقی نظام کی بنیاد کلی طور پر بنی نوع انسان کی دنیا میں فلاح و بہبود اور خدا اور حیات بعدالموت پر ایمان سے انکار (یعنی عقائد سے اخراج) پر رکھی گئی ہے یعنی دنیاوی امور سے مذہب اور مذہبی تصورات کا اخراج یا بے دخلی۔

سیکولرازم یا مغرب کا صلیبی مزاج

یورپ کے عوام چونکہ راہبوں کے غیر فطری مذہبی رجحانات سے تنگ آچکے تھے اور سارا یورپ صدیوں سے جاری فقہی اور مذہبی جھگڑوں میں ملوث عیسائی علما سے تنگ آچکا تھا، اس لیے مذہبی عقیدے سے بغاوت یورپ کے اجتماعی ضمیر میں جلد جذب ہوگئی ''Renaissansce'' یعنی ''تحریک احیائے علوم'' کا زمانہ سترھویں اور انیسویں صدی عیسوی ہے جس میں مذہب بے زار فلسفیوں اور فلسفی سائنس دانوں نے ایسے تعلیمی ادارے قائم کیے جن میں ان خیالات کو عام کیا اور یوں یہ مذہب بے زاری ''خدا بے زاری'' اور انسان کو بندر اولاد سمجھنے تک جا پہنچی اور زندگی کی معراج محض حیوانوں کی طرح بقا اور طاقت ور بننے کے لیے زندگی کی ساری جدوجہد ٹھہری [۱۲]۔ اس فلسفے کے عام ہونے اور سائنس و ٹیکنالوجی کا ہتھیار ہاتھ آجانے کے بعد یورپی اقوام کمزور اقوام پر ٹوٹ پڑیں۔ مفتوحہ ممالک پر اپنے قبضے کو مستحکم کرنے کے لیے یورپی اقوام نے وہاں اپنی جدید سیکولر اور بے دل فکری ترویج کی تعلیمی اداروں اور عدالتوں کا نظام موقوف کرکے معاشرت اور معیشت میں اپنی تہذیب کو رائج کیا اور بظاہر بالکل سیکولر ہو جانے کے باوجود اندر سے ایک عیسائی تہذیب نے مسلمانوں سے آویزش دیکار شروع کردی۔ ان حکومتوں نے جو بحرہ روم کے ساحلوں یا خود یورپ کی سرزمین پر وسط فرانس میں یا وسط جرمنی میں ہر جگہ پر مسلمان حکومتوں سے آویزش سے افراد و طبقات کو باہم دست و گریباں کر دیا۔ سیکولر نظام تعلیم جس کو مفتوح و مرعوب شکست خوردہ لوگوں نے قبول کیا فاتح قوم نے رزق کے ذرائع اپنے قائم کردہ جدید سیکولر تعلیمی اداروں کی اسناد کے ساتھ منسلک کر دیے۔ یوں مفتوحہ اقوام کے نوجوان یورپ میں بھی تعلیم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کرنے لگے، اس طرح یورپ کی خدا اور مذہب سے بغاوت پر مبنی فکر، ادب، عمرانیات، فلسفہ، آرٹ اور انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کی تعلیم کے ذریعے تمام دنیا میں پھیل گئی سیکولر نظام تعلیم کے نتیجے میں خدا، رسول اور احتساب بعدالموت پر اعتماد کے کمزور پڑنے سے مادہ پرستی لذت کوشی، حرص اور ظلم وعیاشی ہر طرف پھیل گئی۔

البتہ لوگوں کی ایک قابل ذکر تعداد اب تک دین اسلام سے وابستہ ہے اور یورپ کی اس فکر کے خلاف ہے۔ مسلمانوں کے ممالک میں اس مذہبی اور غیر مذہبی کی تقسیم نے ہر طرف انتشار اور فساد پیدا کر دیا ہے۔ افراد طبقات اور اقوام، عوام باہم دست وگریباں ہیں۔[۱۳]

اسلامی تحریکوں پر اثرات

اسلامی تحریکوں کو اس خطرے (سیکولرزم) سے سب سے زیادہ پریشانی لاحق ہے۔ ان خطرات کے دو اہم مقصد ہیں۔ بعض مسلمان حکومتیں جو اسلامی بیداری کی مخالف ہیں اور اس بیداری کو مکمل طور پر ختم کر دینا چاہتی ہیں یا عام زندگی میں بے اثر بنا دینا چاہتی ہیں۔ ان ممالک کے دستور میں صراحت سے لکھا ہے کہ وہ سیکولر ہیں یا ان کے حکمران اپنی سوچ میں سیکولر ہیں۔ ان حکمرانوں کی سیاسی تربیت اور تہذیبی اٹھان مغربی تہذیب کے اداروں میں ہوئی ہے، جو اب بھی بہت سے معاملات میں بالواسطہ یا بلاواسطہ ان سے اپنی من مانی کراتے ہیں۔ بسا اوقات ان کے یہ تربیت یافتہ شاگرد ان کے رٹائے ہوئے سبق کو کچھ زیادہ ہی اچھی طرح یاد کر لیتے ہیں اور اس کو نافذ کرنے میں اتنا زیادہ آگے نکل جاتے ہیں کہ ان کے مربی حضرات خود اپنے شاگردوں کو سختی اور تشدد کم کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔[۱۴]

دوسری وہ حکومتیں ہیں جو اسلام کی کھلم کھلا مخالف نہیں ہیں بلکہ کچھ نہ کچھ اسلام کے حق میں بھی کام کرتی ہیں اور اسلام کو اختیار کرنے کی کوشش کرتی ہیں، وہ حکومتی اسلام ہے تاکہ وہ اقتدار سے فائدہ اٹھانے والوں کے مفادات کے لیے خطرہ نہ بنے، اس لیے ہر وہ شخص جو اسلام کو اس کے پورے حسن و جمال کے ساتھ اور مکمل طور پر نافذ کرنے کی بات کرتا ہے، وہ ان حکومتوں کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظروں میں بنیاد پرست انتہا پسند اور ملک اور باشندگان ملک کے لیے خطرہ بن جاتا ہے۔ وہ اس شخص پر بغاوت اور حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش کا الزام ثابت نہیں کر پاتیں لیکن وحشت اور سزائے موت تک کے حربے استعمال کرتی ہیں۔ وہ انسانی حقوق کے متعلق معمولی سے حق سے بھی اسے محروم رکھتی ہیں۔ یہ سب اقوام متحدہ اور انسانی حقوق سے متعلق عالمی تنظیموں کی نگاہ ہوں کے سامنے انجام پاتا ہے۔ مگر کوئی بھی مداخلت یا احتجاج کرنے کا روادار نہیں ہوتا، بعض حکومتیں اسلام کی طرف اپنا میلان اس لیے ظاہر کرتی ہیں کہ ناپسندیدہ اسلامی تحریک کی قوت کا اندازہ کر کے اسے کچل دیں جیسا کہ گزشتہ برسوں میں کئی مسلم ممالک میں ہوا ہے۔

اسلامی تحریکوں کو ان دونوں طرح کی حکومتوں کے درمیان فرق ملحوظ رکھنا چاہیے۔ لیکن اسے خطرہ دونوں سے ہے۔ پہلی قسم کی حکومتوں سے خطرہ عقیدے کی دشمنی پر مبنی ہے، جس سے بچنا ناممکن ہے۔ دوسری قسم کی حکومتوں سے خطرہ اس تصور اسلام کو کمزور کرنے کا ہے، جس کی نمائندگی اسلامی بیداری کرتی ہے۔ بسا اوقات حکمراں یہ سمجھتے ہیں اور ان کے بیرونی آقا اور اندرونی مشیر انھیں یہی مشورہ دیتے ہیں کہ "اسلامی تحریکوں کا اسلام انتہا پسند ہے جس کے ساتھ گزارا ممکن نہیں ہے۔ یہ بنیاد پرست عصر حاضر کی ترقی کے مخالف ہیں۔ یہ تمھاری حکومت اور امن وامان کے لیے اور عالمی سلامتی کے لیے خطرہ ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ امت قرون اولی کی طرف لوٹ جائے وغیرہ۔'' ان حکومتوں سے جو خطرات ہوتے ہیں ان میں ظلم و جبر کے ذریعے تحریک کا خاتمہ کرنا، اس کے افراد پر عرصہ حیات تنگ کرنا ان کے دعوتی اداروں کو کام کرنے سے روکنا، لوگوں کو اس تحریک سے متنفر کرنا، میڈیا کے مختلف وسائل و ذرائع کو اس کے خلاف استعمال کرنا اور پارٹیاں قائم کرنے کی اجازت کے باوجود عملاً قائم کرنے کی اجازت نہ دینا شامل ہیں۔

دوسرا خطرہ دیگر غیر اسلامی گروہوں سے ہے۔ جو اسلام کی مخالفت اپنے اصول کی بنیاد پر کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام ان کے لیے خطرہ ہے۔ بعض گروہ چاہتے ہیں کہ مسلم معاشرہ ہر معاملے میں لبرل ہو اور مغربی تہذیب کی نقالی کرے ان کے خیال میں دنیا میں عزت و ترقی کی یہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راہ ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلم سوسائٹی میں سینما، ڈرامے اور فن کاری کے ذریعے اور سودی اداروں کے واسطے سے برائی کا چلن عام ہو۔ ان خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی تحریکوں سے وابستہ افراد احتیاط اور فہم و بصیرت سے کام لیں، مسلم حکومتوں سے معاملہ کرنے کے لیے قابل قبول وسیلہ تلاش کریں ۱۵۔ آج احیاے اسلام کی تحریکیں ایک دوراہے پر کھڑی ہیں۔ صحیح راستے پر صحیح قدم اٹھنے کا انحصار اس بات پر ہے کہ یہ بنیادی شرط واضح ہو جائے کہ اسلام موجود ہے یا نہیں۔ ان تحریکون کو یہ مان لینا چاہیے کہ آج اسلام کا وجود موقوف ہو چکا ہے اور ان کو اس حقیقت سے اتنا خائف نہ ہونا چاہیے کہ اسے دیکھنے اور تسلیم کرنے سے انکار کریں ان تحریکوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ان کا مقصد اسلام کو ازسرنو وجود میں لانا ہے یا یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ اسلام کا وجود عارضی طور پر موقوف ہوگیا ہے او سے دوبارہ وجود میں لانا مقصد ہے۔ ۱۶

چونکہ اسلامی تحریکوں نے جدید سیکولر ریاست کے قیام میں کوئی قابل ذکر کردار ادا نہیں کیا۔ اس لیے وہ ایسے نظام کی مذ ت کے ساتھ ہی جدید ریاست کی فکری بنیادیں فراہم کرنے والے تمام سیکولر نظریات بھی مسترد کر دیے جاتے ہیں۔ اس مخصوص پس منظر میں اسلامی تحریکیں آیندہ نو آبادیاتی دور کے بعد بالعموم اس کی مخالفت میں اسلامی اصلاحات کی طرف رجوع کے ذریعے متبادل سیاسی پروگرام یقیناً اسلامی تاریخ اور تہذیب و تمدن کے ایک مخصوص مطالعہ پر مبنی رکھیں۔ یہ استدلال بھی کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی احیاء سیکولر قومی ریاست کے بحران کا ایک ہمہ گیر ردعمل ہے، جو خصوصاً ۱۹۶۷ء میں اسرائیل کے ہاتھوں عربوں کی شکست کے بعد سامنے آیا بعض اسلامی اہل قلم کے دلائل کے مطابق اسلامی تحریک وہ آخری دفاعی حکمت عملی ہے جو معاصر مسلم معاشرے داخلی ٹوٹ پھوٹ اور اتحاد اور اقتدار کے خاتمہ پر قابو پانے کے لیے اختیار کر رہے ہیں اور جدید سیکولر ریاست نے جو مسائل پیدا کیے ہیں اور سیاسی تہذیبی اور فرقہ پرستی کی بنیادوں پر جو خلیجیں پیدا کر دی ہیں انھیں پانے کا ذریعہ ہیں۔ ۱۷

ان سیکولر حکومتوں کے اندر اسلامی تحریکوں کا مستقبل کیا ہے؟ اس حوالے سے چند نکات قابل غور ہیں۔ اسلامی تحریکوں نے مسلسل ہونے والی ان سازشوں کے باوجود اسلامی تشخص کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معرکہ جیت لیا ہے۔حتیٰ کہ تیونس پر مسلط سنگ دل و بدمزاج سیکولر نظام جو دینی شعائر اور اسلامی تعلیمات کا سخت مخالف تھا، بھی اسی بات پر مجبور ہو چکا ہے کہ وہ مسلمانوں میں اسلامی شناخت رکھنے والے اطلاعاتی ونشریاتی چینلوں کو کھولنے کی اجازت دے اور سیاسی اسلام کے حقیقی نمایندوں کے تبلیغی ودعوتی دورے کرنے میں مزاحم نہ ہو، اسی طرح مراکش موریتانیا الجزائر جیسے ممالک میں بھی سیکولر طاقت نے تعلیمی وثقافتی منظر میں فرانسیسی اور عربی بولنے والوں میں جوکش مکش برپا کر رکھی ہے، اس میں اسلام اور عربیت کا پلہ بھاری ہے۔اگرچہ سیکولرزام کا اصل اور نمایاں سبب تو سیاسی ٹکراؤ ہے مگر رائے عامہ کے نمایندوں نے اس انتہا پسندی کو صاف ماننے سے انکار کر دیا ہے، جس کا ثبوت تحریک نہضہ کی کامیابی ہے۔اسلامی تحاریک نے جس طرح اپنے تشخص کا معرکہ جیت لیا ہے، اسی طرح اس نے بھی حکومت میں شریک ہو کر اور کبھی حزب اختلاف کی صورت میں اپنا سیاسی وجود بھی منوالیا ہے۔[۱۸]

آج اسلامی تحریکیں اپنے اندر ہمہ جہتی بیداری کے ساتھ سیکولرازم کے مقابلے میں نفاذ اسلام کے لیے کوشاں ہیں۔اور آج حالت گذشتہ 50 سالوں سے کافی بہتر ہے۔یہ بہت سست رفتاری سے شروع ہے مگر قوموں کا عروج وزوال اسی طرح ہوتا ہے۔

۳۔عالمی استعمار کا رویہ

بہت کم مسلمان ہیں جن کو اس میں شک ہوگا کہ آج جن اہم چیلنجوں کا سامنا ہے، ان میں ایک استعماریت ہے۔نوآبادیات یا سامراجیت (Colonialism) کو اب عام طور سے تاریخ کا وہ عہد خیال کیا جاتا ہے جب یورپی طاقتیں اُن سرزمینوں کو زبردستی اپنے قبضے میں لے کر ان کے مادی استحصال میں مصروف تھیں، جنھیں آج تیسری دنیا کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ان ملکوں سے ان قوتوں نے بے پناہ دولت حاصل کی۔مغربی طاقتوں کے ذریعے منظم لوٹ کھوٹ اسپین سے شروع ہوئی۔پورے امریکی براعظم میں اسپین کی مہم جوئی کی مالی سرپرستی اس مسروقہ سونے سے ہوئی تھی، جو اسلامی خلافت سے چوری کیے گئے تھے۔اسپین کے سامراج نے جلدی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی دوسری سامراجی طاقتوں کو راستہ دے دیا اور 19 ویں صدی کے اختتام تک دنیا کے پیش تر علاقے یورپی اور امریکی طاقتوں کے ہاتھوں نو آبادیات بنا لیے گئے اور پھر ان کا استحصال ہوتا رہا۔ 1945 کے بعد آزادی کی تحریکوں کی لہر پیدا ہوئی۔ آزادی سے عام طور سے وہ وقت مراد ہے، جب سامراجی طاقتوں نے نو آبادیت کو جسمانی گرفت سے آزاد کر دیا۔ اس کی جگہ نو آبادیاتی نظام مسلط کر دیا۔ اس ضمانت کے لیے کہ سابقہ نو آبادیتوں میں صحت، سائنس، ٹکنالوجی، قانون اور دیگر شعبوں میں نو آزاد شدہ لوگ کوئی ایسی پیش رفت نہ کر سکیں جو سامراجی طاقتوں کے اولین ہدف سے مختلف ہو، اور وہ پہلا ہدف یہ تھا کہ شہری دنیا ہمیشہ مغربی دنیا کی محتاج اور باج گذار رہے۔ نو آبادیت تیسری دنیا (جس میں مسلم دنیا بھی شامل ہے) کے مفاد میں کسی طرح سے بھی نہیں ہے۔[۱۹]

قومی آزادی کی پیش تر تحریکیں اسی درجے کی حامل رہی ہیں، یعنی ان کا مقصد محض کنٹرول حاصل کرنے، دیگر چیزوں سے متعلق تھوڑی شکایت کرنا لیکن حقیقتاً کسی چیز کو بہت زیادہ تبدیل نہیں کرنا تھا۔ جس میں لوگوں کی حیثیت کا Non-Subject (ناغلام افراد) کی ہوتی ہے۔ جس کا مطلب اپنے آپ کو "ترقی" اور "تہذیب" کے علم برداروں کے بہروپ میں پیش کرنا تھا۔

مسلم دنیا میں اٹھنے والی تحریکوں کو لاحق مزاحمت میں بہت بڑا کردار ان نو آبادیت زدہ ذہن رکھنے والی حکومتوں کا تھا، جو زندگی کے پیش تر معاملات میں اسی نہج پر سوچتے ہیں اور عمل کرتے ہیں جیسا سامراج کے زیر کنٹرول سوچتے اور عمل کرتے تھے۔ وہ ٹھیک اسی سائنس، اقتصادیات صحت اور تعلیمی نظام کا استعمال کرتے ہیں جو سامراج نے انھیں اپنے راست اقتدار کے دور میں دیا تھا۔ اب ان کے عمل و فکر مغرب کے محور کے گرد طواف کرتے ہیں یا اپنے دائرے کے اندر گردش کرتے ہیں۔[۲۰]

مشہور یہودی مستشرق برنارڈ لیوس (Lewis) کی رائے میں

"یہ اب واضح ہونا چاہیے کہ ہمیں ایک ایسی تحریک اور رویے کا سامنا ہے، جو مسائل اور ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر کاربند حکومتوں کے ساتھ اختلاف کی سطح سے آگے جا چکا ہے۔ اب تو تہذیبوں کے تصادم سے کم کوئی چیز سامنے نہیں۔ یہ ایک دیرینہ حریف کا تاریخی ردعمل ہے، ہمارے یہودی، عیسائی ماضی کے لیے، ہمارے لادینی حال کے اور دونوں کی عالمی توسیع کے خلاف" سیاست دان بھی بڑی صاف گوئی سے کہتے ہیں، سابق امریکی صدر رچرڈ ایم نکسن (۲۲ اپریل ۱۹۹۴ء) کے ایک ایسے مضمون میں کہتے ہیں۔

"روس اور امریکا کو اپنے تمام اختلافات کے باوجود "اسلامی بنیاد پرستی کا مقابلہ کرنے کے لیے باہمی تعاون کرنا چاہیے۔"

ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر مانع حماد الجہنی نے ایک انٹرویو میں کہا کہ: "اسلامی تحریکیں ہر مسلم معاشرے کا اندرونی معاملہ ہیں، لیکن اس کے باوجود عالمی طاقتیں اس پر کڑی نظر رکھ رہی ہیں۔ مغرب کے بیشتر ملکوں میں خارجہ امور کی وزارتیں مذاکرت برائے تحقیق اور اسٹرے ٹیجک مطالعات ان ملکوں کی جامعات استشراق کے مراکز تحقیق اور حکومت کی خفیہ ایجنسیوں کے لیے یہ موضوع اہم ترین بن گیا ہے اسلامی بیداری بنیاد پرستی اور سیاسی اسلام پر مغرب میں جتنا کچھ لکھا جا رہا ہے وہ تمام مسلم ممالک میں ان موضوعات پر لکھے گئے مواد سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اسلامی بیداری کی تحقیق اور اس کا مقابلہ کرنے کے لیے مناسب اقدامات اختیار کرنے کی غرض سے متعدد کانفرنسوں اور اجتماعات کا انعقاد کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر امریکی خفیہ ادارے (سی آئی اے) نے ۱۹۸۳ میں اسلامی بیداری پر ۱۲۱ کانفرنسوں کے انعقاد کے مصارف کا بار اُٹھانے کی ذمہ داری لی تھی۔ عالمی طاقتوں کی دل چسپی کا ایک سبب ان کا یہ احساس ہے کہ اگر مسلم معاشرے اسلام کی طرف واپس آ گیا تو مسلم ممالک میں ان کے مفادات پر ضرب پڑے گی۔[۱۲]

وہ مستقبل میں اسلام کے تہذیبی غلبے کے خطرے کا احساس کر رہے ہیں جس نے یورپ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مشرق و مغرب کی استعماری طاقتیں مسلسل یہ کوشش کر رہی ہیں کہ دنیا کے کسی بھی حصے میں اسلام کا کوئی اثر قائم نہ ہو سکے اور اپنے اہداف کے حصول کے لیے مغربی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادارے براہ راست اور بالواسطہ اسلام کے خلاف جنگ کر رہے ہیں۔ انقلابات ہنگامے اقتصادی بائیکاٹ، انتہاپسندی اور دہشت گردی کے الزامات اور اسلامی بیداری سے وابستہ افراد کی کردارکشی اور مسلمان ملکوں پر حملے ان کے واضح حربے ہیں۔ عالمی میڈیا اور خود عالم اسلام کا میڈیا تک اس میں ملوث ہے۔۴۲

یہ طاقتیں مسلسل اس بات کی کوشش کر رہی ہیں کہ وہ کسی نہ کسی طرح مسلم ملکوں کی حکومتوں پر دباؤ ڈال کر اسلامی فکر کو ختم کر دیں۔ کبھی سفارتی دباؤ کے ذریعے، کبھی ان ملکوں میں بسنے والی اقلیتوں کے مفاد میں گہری دلچسپی کے ذریعے۔ وہ حکومتیں جو ان کے دباؤ کے آگے نہیں جھکتیں اور ملک کی داخلی سیاست میں مداخلت گوارا نہیں کرتیں۔ انھیں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس عداوت کا مطالبہ مغربی ملکوں سے بھی کیا جاتا ہے، جہاں مسلم اقلیتیں بستی ہیں۔

مغربی صحافت کا مشاہدہ کرنے والا شخص اس طرح کی کوشش واضح طور پر دیکھ سکتا ہے۔ مثال کے طور پر The Flame نامی برطانوی میگزین میں ایک مقالہ ''برطانیہ کی خاطر'' جنگ کے عنوان سے شائع ہوا اور اس میں یہ بات کہی گئی کہ اگر مغربی ممالک اور خاص کر برطانیہ بیدار نہیں ہوتا تو وہ دن آنے والا ہے، جب مسلمان ان ملکوں کو حجاب اختیار کرنے، حلال گوشت کھانے، سودی بنکوں کو ختم کرنے اور اسلامی زندگی کے مظاہرے اختیار کرنے پر مجبور کر دیں گے۔

اسی طرح ایک امریکی رسالے The Chicago Tribune میں ایک مضمون شائع ہوا جس کا عنوان تھا ''اسلام اور تبدیلی کی ہوائیں'' اس مضمون میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ ''عالم اسلام بنیاد پرستی کی بنیاد پر تبدیلی کی جس نئی لہر کا محتاج ہے مغرب اس کا از سر نو جائزہ لے۔''۴۳

نیا عالمی نظام

نئے عالمی نظام نیو ورلڈ آرڈر کی حسین تصویر کے پیچھے اس کے اصل خدوخال بھی کوئی ڈھکے چھپے نہیں۔

۱۔ دنیا کے تمام ملکوں کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ امریکہ دنیا کی واحد عالمی طاقت ہے۔ امریکا کا یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہدف ہوگا کہ وہ اپنے اس مقام کو برقرار رکھ سکے۔

۲۔ اب کسی ملک کو خصوصاً کسی مسلمان ملک کو یہ موقع نہیں ملنا چاہیے کہ وہ بالاتر سیاسی قوت کی حیثیت سے ابھر سکے۔

۳۔ پوری دنیا میں احیائے اسلام کی تحریکوں کی مخالفت کی جائے گی۔

بظاہر وقت کا دھارا جس رخ پہ بہہ رہا ہے، اسے دیکھ کر یہ کہنے میں کوئی تعجب نہیں کہ آنے والی اکیسویں صدی کا نام امریکی صدی رکھا جا رہا ہے۔ ایک برطانوی، مقالہ نگار ڈیوڈ مار کونڈا کے الفاظ میں نئے عالمی نظام میں صرف امریکی نظام ہی آ رہا ہے۔ (روزنامہ گارجین لندن)

اس وقت کرہ ارضی پر ایک ہمہ پہلو کش مکش برپا ہے۔ جہاں اسلام کو اپنی بقا کے لیے اندرونی مخالف قوتوں کا سامنا ہے، وہاں آج کے استعمار جو محض گوری اقوام یا عیسائیت و یہودیت کے پیرو کاروں سے ہی نہیں بلکہ اس میں آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور متعدد ایشائی افریقی اقوام اور ان کے مغرب زدہ حکمران طبقے، کی مخالفت کا بھی سامنا ہے۔[۲۴]

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی ﷺ سے شرار بولہبی[۲۵]

مسلمان پہلا نشانہ کیوں

امریکیوں کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اسلام اور دوسری طرف کنفیوشس سولائزیشن دونوں کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ چین جو مادی قوت کے طور پر ابھر رہا ہے، دوسری طرف اسلام نظریاتی قوت سے مالا مال ہے اور تیل کی بے پناہ دولت بھی موجود ہے، ان کا اگر کسی نقطہ پر اتحاد ہو جاتا ہے، تو پھر امریکہ اور اس کے اتحادی خصوصاً اسرائیل کے لیے مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ مستقبل میں وجود میں آنے سے پہلے ہی اس کو توڑ دینا چاہتے ہیں۔[۲۶]

تہذیبوں کے تصادم کا نظریہ آنے کے بعد امریکہ میں انتظامی عہدوں پر قابض یہودیوں نے ایک ایسی فضا قائم کر دی۔ جس کے تحت وہ اسلام اور مسلمانوں کو فوری خطرہ قرار دیتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے خلاف اپنے اہداف آج سے بہت پہلے مقرر کر چکے ہیں۔

چونکہ بنیادی ہدف عالم اسلام کو قرار دیا گیا ہے، مسلمانوں میں بھی نماز، روزہ اور دیگر عبادات سے ان کو کوئی خطرہ نہیں ان کو اگر کوئی اپنا دشمن نظر آتا ہے تو وہ جہادی تحریکیں ہیں یا وہ اسلامی تحریکیں جو حکومت سے برسرپیکار ہیں۔

مسلمانوں میں ان کی نشاۃ ثانیہ کی شدت سے پیدا ہوتی خواہش کے پیچھے اگر کوئی طاقت ہے تو وہ یہ تحریکیں ہیں۔لہٰذا پہلے یہ طے پایا کہ پہلے نشانہ وہ ممالک بنیں گے جہاں جہادی فضا بن رہی ہے اوران میں بھی پہلے وہ جو اسرائیل کے لیے خطرہ ہیں۔اوران کے پاس تیل کے ذخائر بھی ہیں۔کیونکہ اس سے وہ نہ صرف مسلمانوں سے نمٹ سکتے ہیں۔بلکہ کنفیوشس تحریک کو بھی ابھرنے سے پہلے موت کے گھاٹ اتار سکتے ہیں۔

اس وقت عالمی استعمار کے خلاف اسلامی دنیا میں پھیلے ہوئے اشتعال اور مخالفت کو زائل کرنے کے لیے لبرل عناصر، روایتی اور قدامت پسندوں کے تمام خطرات سے نمٹنے کے لیے اقدامات کر رہے ہیں۔

سرد جنگ کی تاریخ سے امریکہ نے عالم گیر سطح پر موجود اسلامی قوتوں کی طرف سے پیش آنے والے خطرات کو کم کرنے بلکہ ختم کرنے کے لیے وہی اقدامات استعمال کر رہا ہے۔مثلاً اعتدال پسند مسلمان بالمقابل انتہا پسند مسلمان اور سنی مسلمان بالمقابل شیعہ مسلمان میں اسلامی دنیا کو تقسیم کرنے کے اقدامات۔

سرد جنگ کی تاریخ میں کسی بھی مخالف سیاسی نظریے میں کامیابی سے مقابلہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس نظریے کے اعتدال پسند اور انتہا پسند کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا جائے۔ مسلمانوں کے درمیاں فرقہ بندی یعنی سنی انتہا پسند پیروکاروں کو اعتدال پسند سینوں سے الگ کر دیا جائے۔مسلمانوں کے درمیان فرقہ بندی یعنی سُنّی اور شیعہ تقسیم کے ذریعے پُرتشدد رویوں کی بنا پر آپس میں شکوک وشبہات پیدا کر کے طاقت کو کمزور کرنا ہے۔[۲۷]

تقریباً تمام اسلامی ممالک میں وہ افراد حکمران ہیں جنھیں کسی نہ کسی طرح سنی سمجھا جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عراق میں سنی عربوں کی تعداد ہمیشہ سے ہی اقلیت میں رہی ہے (اس وقت یہ تعداد ۱۵ سے ۲۰ فصید ہے) شیعہ عربوں اور سنی کردوں پر ظلم وستم کی طویل تاریخ اور اسلامی مزاحمت کی حالیہ حمایت کے باعث جس کا نشانہ شیعہ اور سنی کرد بھی ہیں، سنی عربوں کو بہت کچھ جواب وہی کرنی ہے، اس طرح انھوں نے (استعمار نے) ایک خوف ناک خانہ جنگی کی بنیاد رکھ دی ہے۔

مشرق وسطی میں دیگر قتل عام (مثلاً ۱۹۱۰ء، -۱۹۱۸ء) میں آرمینیا میں نسل کشی ۱۹۷۵-۱۹۹۰ میں لبنان کی خانہ جنگی اور پھر ۱۹۸۷-۱۹۹۰ء میں صدام حسین کے ہاتھوں کردوں کی نسل کشی ہے۔ انھیں اسی طرح قتل عام اور نسل کشی کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ [۲۸]

نائن الیون کا منصوبہ

نائن الیوان کے بارے میں چبھتے ہوئے سوالات اور ٹھوس سائنسی حقائق اور اُصولوں پر اشکالات بھی یہ ثابت کرتے ہیں کہ نائن الیون کے پیچھے دراصل امریکہ اور اسرائیل کی خفیہ ایجنسیوں کا کردار ہے اور دونوں ممالک کی قیادت ہی اس کی Beneficaiary ہے یعنی اس سے فائدہ اُٹھارہی ہے اور اپنے عزائم کے حصول کے لیے اسے استعمال کررہی ہے۔

اس نقطہ ہائے نظر کو سازشی نظریے کی حیثیت اور پروپیگنڈے کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے اہل علم اور فکر کی ساری سرگوشیوں پر امریکا کی انتظامیہ اور میڈیا کا وزن بری طرح سے چھایا رہا ہے۔ مگر دسمبر ۲۰۰۷ء میں ایک بیان ایسا آیا ہے جس نے یورپ کے حلقوں میں ہلچل مچادی ہے۔ اس کے باوجود کہ امریکہ میں اسے بالکل ہی دبا (kill) دیا گیا ہے۔ اور مسلم دنیا میں اُسے اہمیت نہیں ملی حالانکہ اس بیان سے عالمی سطح پر ایک نئی بیداری کی ضرورت سامنے آئی ہے۔

یہ بیان اٹلی کے سابق صدر فرانسیسکو کوسی گا (Francesco Cossiga) کا ہے، جو اس نے اٹلی کے سب سے مقبول اخبار (Corriere della sera) کو دسمبر ۲۰۰۷ء کے پہلے ہفتے میں دیا۔ دعویٰ یہ کیا گیا کہ نائن الیون دراصل ایک خود کیا ہوا کام (Inside Job) تھا اور اس کی اصل ذمہ داری امریکی سی آئی اے اور اسرائیلی موساد پر آتی ہے اور یہ حقیقت ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دن پوری دینا کے سامنے آ کر رہے گی۔ اٹلی کے سابق صدر کے بیان کے بنیادی نکات یہ ہیں:

(Bin laden suppasedly confessed) to the qaeda september (attack) to the two twers in new yourk (claiming to be) the outer of the (attack of the 9/11 while all the inttelligence services of america and Eurpe now know well that the disas trous attack has been planed and realized from the CIA American and mosad with the aid of the zionist world in order to put under accussation the Arabidc countris and in order to induce the west ern power to take part .....in Iraq and Afghanistan.

بن لادن نے مفروضہ طور پر نیویارک کے دوٹاوروں پر القائدہ کے ستمبر حملے کا اعتراف کیا، اوردعویٰ کیا کہ وہ نائن الیون کے حملے کا ذمہ دار ہے، جب کہ امریکہ اور یورپ کی تمام خفیہ ایجنسیا ں یہ بات اچھی طرح جانتی ہیں کہ دنیا کے تعاون سے امریکی سی آئی اے اوراورموساد نے اس تباہ کن حملے کی منصوبہ بندی کی اوراس پرعمل کیا تا کہ عرب ممالک پرالزام لگایا جاسکے اور مغربی دنیا کو عراق اورافغانستان پر حملے کرنے لیے آمادہ کیا جاسکے۔

کوسی گا یورپ کے واقفان راز میں سے ہیں۔ اسے ایک جرات منداور سچ بولنے والے سیاست دان کی شہرت حاصل ہے۔ اس نے 9/11 کے واقعے کے فوراً بعد بھی اپنے خدشات کا اظہار چند نظری مسلمات کی بنیاد پر کیا تھا۔ جس کا ذکر کئی مصنفین نے بشمول webester Tarply نے اپنی کتاب میں کیا تھا کہ کوسی گائے کے تجزیے کی روشنی میں اس حملے کا ماسٹر مائنڈ ایک انتہائی منظم اوراعلیٰ درجے کا ذہن ہونا چاہیے۔

جس کو جنوبی فدائیوں بلکہ انتہائی خصوصی تربیت یافتہ عملے کے بھرتی کرنے کے وافر مواقع حاصل ہوں۔ میں ایک بات کا اضافہ کرتا ہوں کہ یہ حملے راڈاراور فضائی سلامتی کے ذمہ دار عملے میں سرایت کیے بغیر تکمیل کو نہیں پہنچ سکتے تھے۔[۲۹]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اب اتنے سال بعد اس نے پورے یقین سے یورپ کی بیش تر خفیہ ایجنسیوں کے تجربے کی بنیاد پر کہا ہے۔کہ "یہ کارنامہ سی آئی اے کے سوا کسی کا نہیں۔" امریکا اور یورپ میں اب نئی تحقیق اور تنقیدی کتب کا انبار لگتا جا رہا ہے۔لیکن افسوس ہے کہ مسلم ممالک اور اس سے متاثر تحریکیں اس سے خواہ کتنا ہی متاثر ہوں لیکن علمی حلقوں اور پالیسی ساز اداروں کو اس کا کوئی احساس نہیں۔[۳۰]

To deal with the challenge of modernization the Islamic pro-reform elite has resorted to many strategies. A majority of them have prefer to emphasizing certain verses over others; or claiming that the more acceptable verses were meant to supersede those rejected. The most prominent and fundamental approach to modernization ever taken was that of the late thinker, Mahammud Mohammed Taha and his Republican Movement Muhammad Taha refected all Al Medina Islamic verses, the Suna, and rejated traditions He then embarked on the modernization of Islamic Sharia from the scratch, However, the Republican solution faced two fundamental problems. First, by rejecting the entire Islamic tradition at the stroke of a pen, and replacing it with a view that is hundred percent match of the contemporary and liberal Western view about basic freedoms and human rights, this kind of message was met with great suspicion. Second such a fundamental

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

paradigm shift would demand nothing short of a new divine revelation (Dawa), and therefore a new religion. And this was precisely what the Republican ministry (Dawa) contained. It, however, aroused suspicion amongst the Islamic modernists who believed in the first revelation (Dawa) of Islam, but struggled to accept ts Sufi's-metaphysical content.

امت مسلمہ کے لیے ممکن نہیں کہ وہ تہذیب وتمدن کی بلندیوں کو چھو لے، جب تک وہ اپنے وجود کے خلاف ہونے والی عالمی صیہونی سازش کا مقابلہ کرتے ہوئے، اسے شکست فاش نہ دے دے۔ اسی طرح نصرانیت اور ہندومت کی سازشوں کو سمجھنا اور ان کا مقابلہ کرتے ہوئے انھیں شکست دینا بھی ضروری ہے۔ یہ ہدف زبانی اور امن سلامتی کے نام پر کیے جانے والے ان معاہدوں سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ امت مسلم کے احیا کے لیے یہ ضروری ہے کہ عوامی سطح پر اور حکومتی وعسکری سطح پر نئے عزم حوصلے سے پختہ بنیادوں پر کام کا آغاز کیا جائے۔ وہ طرز فکر وعمل اپنایا جائے جس سے ہر مسلمان نفسیاتی، فکری اور تہذیبی وتمدنی حوالوں سے اپنا سر بلند کر کے چل سکے۔[31]

قرآن وسنت کے مطابق ایک اعلیٰ اسٹریٹیجی اور ارفع حکمت عملی (Action Plan) کی ترتیب اور دنیا بھر کے ستائے ہوئے مسلمانوں کو امن اور انصاف کی فراہمی دراصل وہ چیلنج ہے جس سے امت مسلمہ کو نبرد آزما ہونا ہے۔ مسلمانوں کی ترقی اور ان کے باہمی تنازعات کے حل کے لیے ایک مصالحتی کمیشن (Inter Muslim Confilict Resolution) جیسے ادارے تشکیل دے کر حل کیا جائے جس کے لیے قرآن نے یہ بنیاد فراہم کی ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ[32]

مومن ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں لہذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلاشبہ سیرت نبوی ﷺ اور سیرت خلفاء راشدین کی روشنی میں ایک بے لوث مجاہد قیادت کی فراہمی صلاحیت وصالحیت کی دودھاری صفات سے متصف سول وملٹری انتظامیہ کی تشکیل، ایماندارانہ اور بے لاگ نظام قضاۃ کا قیام نیز سچائی کے علم بردار و دیانت دار میڈیا اور مخلص و باصلاحیت سفارت کاروں کی فراہمی کو یقینی بنا کر ہی امت مسلمہ اس چیلنج سے عہدہ برآ ہو سکتی ہے ۳۳۔

دین حق کی فتح کی بشارت میں اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے۔ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ تاکہ اسے پوری جنس دین پر غالب کردے، خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

۴۔ مسلمانوں کی سیاسی کمزوری اور آمریت کا سامنا

اسلام دین وسیاست میں کسی تفریق کا روادار نہیں وہ اپنی زندگی کو خدا کے قانون کے تابع کرنا چاہتا ہے اور اس مقصد کے لیے سیاست کو بھی اسلامی اصولوں پر مرتب کرتا ہے اور ریاست کو اسلام کے قیام اور اس کے استحکام کے لیے استعمال کرتا ہے۔

وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ
وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ۳۴

اور (اے نبی دعا کرو) اے پروردگار مجھ کو جب بھی تو لے جا سچائی کے ساتھ لے جائے اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنادے۔

یہ آیت ہجرت سے کچھ پہلے نازل ہوئی۔ اس میں کہا گیا کہ اے اللہ یا تو مجھے خود اقتدار دے یا کسی حکومت کو میرا مددگار بنادے تاکہ اس طاقت سے میں دنیا کے بگاڑ کو درست کرسکوں، برائیوں کے سیلاب کو روک سکوں اس کی عملی تعبیر کے لیے اسلام نے مسلمانوں کو اقتدار میں رہنے اور اقتدار کا محاسبہ کرنے کی پوری آزادی دی ہے۔ ۳۵

موجودہ حالات میں اسلامی ممالک میں اسلامی نظام کے قائم ہونے میں جو چیز حائل ہے، وہ سیاسی نظام میں آمرانہ طرز عمل۔ فرد واحد کی حکومت، کرپشن اور بدعنوانی کمزور سیاسی جماعتیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوران کا غیر جمہوری طرز عمل روپے پیسے کی سیاست اور اخلاقیات سے عاری سیاست سمیت موروثی سیاست کا مضبوط تصور موجود ہے۔ اسلامی تحریکوں کے اندر مضبوطی اور معاشرے میں اس کا نتیجہ خیز کردار نظر نہ آنے کی ایک وجہ یہ غیر سیاسی حکومتیں وقبائلی طرز سیاست اور آمرانہ سیاست مضبوطی کے عمل سے مشروط ہے۔

اس لیے اس سیاسی قیادتوں اور ملکوں کی سیاسی صورتحال کو تبدیل کیے بغیر یہ سمجھ لینا کہ ہماری اسلامی تحریکیں اپنے راستے پر گامزن رہیں گی تو یہ ایک مشکل عمل نظر آتا ہے۔ لوگ تحریکوں کی سست روی پر تو بات کرتے ہیں۔ مگر انھیں قبائلی سرداری سیاست، دولت، شخصیت پرستی کی سیاست اور آمرانہ فوجی مزاج اور فرد واحد کی سیاست کو تقویت دیتے ہوئے عناصر نظر نہیں آتے اور یہ طرز عمل ہمیں تحریکی مزاج کو کمزور اور عام آدمی کو دینی جماعتوں سے دور کر دینے کا محرک ہے۔ اور اس کا بڑا ذمہ دار یہی طرز سیاست ہے۔ ۳۶

یہ سمجھنے کے بعد ان تحریکوں کو اور سیاسی جماعتوں کے اشرافیہ کو اور سول سوسائٹی کو نہ صرف موجودہ سیاسی قیادتوں کے آمرانہ طرز عمل کے خلاف مضبوط آواز اُٹھانی ہو گی۔ بلکہ اپنی طاقت سیاسی قیادتوں کے پلڑے میں ڈالنے کے بجائے سیاسی کارکنوں کے ساتھ اپنے آپ کو کھڑا کرنا ہو گا۔ یہ عمل علمی سیاسی قیادت کے ساتھ ساتھ سیاسی کارکن کی بھی طاقت کو مضبوط بناتے ہوئے ملک کی سیاست میں نئے کلچر کو متعارف کروائے گا۔ سیاسی فیصلوں کے خلاف خاموش رہنے کے بجائے آواز اُٹھائی جائے۔ ۳۷

اسلامی سیاسی نظام سیکولر نہیں ہو سکتا

جدید دور کے حوالے سے اسلامی تحریکوں کا ایک بنیادی موقف یہ ہے کہ بیسویں صدی میں اسلامی سیاسی نظام کے بغیر اسلام پر مکمل عمل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے اسلامی احیا کا خصوصاً اس کے شدت پسند عناصر کا ایک اہم نصب العین سیاسی حکومت کا قیام ہے۔ عرب دنیا کی موجودہ حکومتوں کے حوالے سے دیکھا جائے تو اسلامی احیا نے ایسا نظریاتی موقف اختیار کیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو موجودہ معاشی، سیاسی اور سماجی حالت (Status quo) کو تسلیم نہیں کرتا اور اسی لیے اسلامی احیائی تحریک کو ریاست مخالف نظریہ قرار دیا جاتا ہے۔

''اس حقیقت نے کہ معاصر ریاست سیکولرزم کی دعوے دار ہے۔ سیاسی احتجاج کی بعض قوتوں کو یہ موقع فراہم کیا ہے کہ وہ اسلام کو اپنے ہتھیار کے طور پر استعمال کریں کیونکہ ریاست اسلام کی دعوے دار نہیں ہے۔ اس لیے وہ ماضی کی ریاستوں کی طرح مخالفوں کو کافر قرار نہیں دے سکتی۔ اسلامی سیاسی تحریکوں نے اب بالکل الٹ صورت حال پیدا کر دی ہے اور اب وہ اصل اور حقیقی اسلام کی دعوے دار ہیں اور ریاست کو اپنے اسلام کا جواز ثابت کرنے کی مشکل ہے۔'' ۳۸؎

اس بحث سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے چونکہ اسلامی تحریکوں نے جدید سیکولر ریاست کے قیام میں کوئی قابل ذکر کردار ادا نہیں کیا۔ اس لیے وہ اپنے نظام کی جسے وہ ہر لحاظ سے ناکام تصور کرتی ہیں مذمت کے لیے مجبور ہیں۔ سیاسی نظام کی مذمت کے ساتھ ہی جدید ریاست کی فکری بنیادیں فراہم کرنے والے تمام سیکولر نظریات بھی مسترد کر دیئے جاتے ہیں۔ اس مخصوص پس منظر میں اسلامی تحریکوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ نو آبادیاتی دور کے بعد بالعموم اس کی مخالفت میں اسلامی اصطلاحات کی طرف رجوع کے ذریعے متبادل سیاسی پروگرام یقیناً اسلامی تاریخ اور تہذیب و تمدن کے ایک مخصوص مطالعہ پر مبنی ہوگا۔

یہ استدلال بھی کیا جا سکتا ہے کہ یہ اسلامی تحریکیں دراصل سیکولر قومی ریاست کے بحران کا ایک ہمہ گیر ردعمل ہے۔ جو خصوصاً ۱۹۶۷ء میں اسرئیل کے ہاتھوں عربوں کی شکست کے بعد سامنا آیا۔ ''فلپ خوری'' نے ایک مکالے میں یہ موقف پیش کرتے ہوئے آخر میں لکھا ہے۔

احیا اسلام کو سیکولر ریاست کے بحران کے ردعمل کی حیثیت سے سمجھا اور پرکھا جا سکتا ہے۔ اس بحران کو ریاست کے ناکارہ ہونے کا عنوان دیا جا سکتا ہے۔ یہ معاشرے کو جدید بنانے میں ناکامی کا ردعمل ہے۔ ۳۹؎

سیاست کی اصل اہمیت کیا ہے؟ سیاسی جماعت اور اسلامی تحریک کے اندر کیا جوہری فرق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے؟ یہ مشن کا حصہ ہے کہ مستقل پیشِ نظر ان سوالوں کے جواب پانے کے لیے ہمیں ان تحریکوں کے مقصدِ وجود اور حقیقی نصب العین پر ایک نگاہ دوڑانی ہوگی بیسویں صدی کے نصف اول کے دوسرے عشرے سے باہم اسلام کے نظریات اور تصورات کی دو لہریں اُٹھیں ایک لہر تو تصورِ آزادی کی تھی جبکہ دوسری لہر مسلم ممالک اور خطوں کے اندر اسلامی تحریکوں کی تھی۔ ۴۰

اسلام کی صدیوں تک غربت اور اجنبیت و مہاجرت کی حالت، بے علمی اور ناواقفیت کے بعد پہلی دفعہ اس کے غلبے، اس کے نفاذ اور ایک نظامِ زندگی اور مکمل ضابطہ حیات کی حیثیت سے اس کے تعارف کی مہم لے کر یہ تحریکیں اسلامی دنیا کے سامنے اپنی دعوت پیش کر رہی تھی۔ جبکہ صدیوں کی بے علمی اور عملی زندگی میں اسلام، نماز، روزے اور نکاح وطلاق اور ختنہ و جنازے کے امور سے زیادہ کسی چیز کا نام نہ تھا، سیاست جیسا قوت رکھنے والا شعبہ اسلام سے اس قدر آزاد ہو گیا تھا کہ پارسا، پرہیزگار اور خدا رسیدہ لوگوں اور علما وصوفیا کو اس نے اپنا نام لینے سے روک رکھا تھا۔ عین ان حالات میں ان تحریکوں کے بانی وقائدین نے تجدید واحیائے دین کا فریضہ سنبھالا اور عقائد وافکار کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا۔ ۴۱

سیاست جیسا وسیع لااختیار شعبہ جو آج فرد کی ذہن سازی (تعلیم) شکم سامانی (روزگار) سے لے کر اس کے ڈرائنگ روم اور بیڈروم تک بھی رسائی حاصل کر چکا ہے اور فرد کو یہ ہدایات دینے کا بھی خود کو مجاز سمجھتا ہے کہ اس کو کتنے بچے پیدا کرنے چاہییں۔ ایسے شعبے کو اسلام کے ضابطے اور کنٹرول سے باہر کیسے چھوڑا جا سکتا ہے۔

اس لیے سیاست جیسے اہم شعبے کو جس کے سارے نظامِ زندگی پر جابرانہ گرفت ہے، اس لیے اس کو پاک اور صالح لوگوں کے ہاتھ میں لائے بغیر صالحیت پاکبازی کے رویوں کو قائم رکھنا بھی محال ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انقلاب واصلاح کی ٹرین کو دعوت وتبلیغ اور تفہیم دین کی جس پٹڑی پر سے گزرنا ہے وہ نظام اجتماع کے جنکشن یعنی سیاست سے لازما ہو کر ہی گزرتا ہے مگر بعض اسلامی تحریکوں نے اس سیاسی جنکشن پر زیادہ رونق، گہما گہمی دیکھی اور یہاں انھیں روشنیاں اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گرم بازاریاں نظر آئیں تو اسی کو منزل سمجھ لیا اور یہیں بستر بچھا کر ڈیرے ڈال دیئے۔

جبکہ یہ منزل نہیں بلکہ راستے کا ایک اسٹیشن ہے۔ اسے منزل سمجھ کر تحریکی قافلوں نے اپنی گاڑی کے انجن یہاں اُتار لیے۔ آج سیاست کے کھیل سے گرویدگی کی کیفیت کو ممتاز مصری عالم اور داعی شیخ محمد الغزالی نے ان دلچسپ الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"آج تحریکوں سے وابستہ کسی کالج کا نوخیز طالب علم بھی دعوت واصلاح کے عمل سے متعلق ہوتا ہے تو پھر اسے پہلا خیال یہی آتا ہے کہ حکومت واقتدار کے میدان کی کشمکش میں کود پڑے ،حکومتوں سے اُلجھے اور حاکموں کو دعوت مبارزت دے۔"[۴۱]

یہ روش ہمارا مرض بن چکی ہے اور اس کے باعث رفتار ہی متاثر نہیں ہو رہی ہے، بلکہ منزل کے گم ہونے کا خدشہ بھی ہے۔

آمریت یا ڈکیٹر وشپ

A "dictator" is a head of state who exercises arbitraty authourity over the lives of his citizens and who cannot be removed from power through legal means the worst commit terrible human - rights abuses.42

ڈکیٹر یا آمر کی مندرجہ بالا تعریف کے مقابلے میں اسلام کا قانون سیاست اور نظم حکومت اپنی اساس اس آیت کو بناتا ہے۔

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ[۴۳]

اور ان کا نظام باہمی مشورے پر بنتا ہے۔

اس لیے ان کے امراد حکام کا انتخاب اور حکومت وامارت کا انعقاد مشورے ہی سے ہوگا اور امارت کا منصب سنبھال لینے کے بعد بھی وہ یہ اختیار نہیں رکھتے کہ اجتماعی معاملات میں مسلمانوں کے اجماع یا اکثریت کی رائے کو رد کردیں۔ اللہ خود اپنے نبی (ﷺ) سے فرماتا ہے:۔

وشاورهم في الامر ج[۴۴]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ان سے معاملات میں مشورہ کرو۔ القرآن

اور حضرت ابو ھریرہؓ شہادت دیتے ہیں کہ:

ما رأیت احدا اکبر مشورۃ لا صحابہ منی النبی ﷺ ۴۴ الف

میں نے نبی ﷺ سے بڑھ کر کسی کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے والا نہیں دیکھا۔

اسی لیے علمائے قانون نے یہ کہا کہ مشورہ اسلامی نظام کی روح اور اس کا ایک لازمی جز ہے۔

انا واللہ لا نو لی علی علمنا ھذا احدا مسئا لۃ او حر صاً علیہ

۴۴ ب

بخدا ہم اپنی اس حکومت، کا منصب کسی ایسے شخص کو نہیں دیتے جو اس کا طالب ہو یا اس کا حریص ہو۔

مندرجہ بالا حدیث ریاست میں ایسے افراد کو خلافت کے لیے غیر موزوں قرار دیتی ہے، جو خودعہدہ کے طالب یا حریص ہوں اور اس کے لیے کوشش کریں۔

اگر اسلامی جمہوری نظام کو اس پس منظر میں دیکھا جائے تو سمجھ میں آتا ہے کہ اسلام کسی ایسے قانون کی حمایت نہیں کرتا جس کا راستہ امریت ہو۔ آج مسلمان کو اس بات پر بجا طور پر تشویش ہے کہ اسلام ایک طرف جمہوریت کی روشن روایت کا امین ہے اور دوسری طرف اسلامی ممالک میں برسر اقتدار آنے والے ملوکیت اور بادشاہت کے نقیب ہیں۔ ۴۵

اسلام میں ایک طرفہ یا مطلق العنان اقتدار کا کوئی تصور نہیں۔ اسلام میں ریاست تو امت ہی کا ایک ادارہ اور شعبہ ہوتا ہے وہ فرد کی مرکزیت اور اس کے حقوق اور سیاسی فیصلوں میں فرد کے کردار کی توثیق کرتا ہے۔ اسلامی ریاست میں قانون کی تخلیق ہوتی ہیں۔ احیائے اسلام اور سیاسی عمل میں عوامی شرکت اور ان کے ذریعے تبدیلی کا عمل جو جمہوریت کی روح ہے۔ ایک ہی صورت حال کے دو پہلو ہیں۔ اقتدار میں موثر عوامی شرکت اسلامی تصورات کے مطابق معاشرہ، نیز مسلم سیاست کی تشکیل نو بھی اسی عمل کا حصہ ہے۔ یہ کام صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ عوام اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکمرانوں کے درمیان باہمی اعتماد ہم آہنگی اور تعاون موجود ہو۔ لیکن جن حکمرانوں نے سامراجی آقاؤں ہی سے اقتدار کی وراثت پائی ہے ان کی نظریاتی، اخلاقی اور سیاسی سوچ عوام سے مختلف ہے۔ اسلام اور مسلم اُمہ نے آمرانہ اور جابرانہ حکومت کو کبھی پسند نہیں کیا۔ آج مسلم دنیا میں جو جابران اور آمرانہ حکومتیں نظر آ رہی ہیں۔ وہ ان غیر ملکی بذریعہ طاقت ٹھونسی گئی روایات کا حصہ ہیں۔[۴۶]

The muslim world is eighter controlled by secular muslims or fanatic ones. All we have in 90% of the muslim Countries are dictatorships supported by the Western Countries especially frome American CIA.

دنیائے اسلام کو سنبھالنے والے لادین یا متعصب ہیں اور ہمارے 90% ممالک پر آمروں کا قبضہ ہے جن کو مغربی ممالک خاص طور پر امریکہ اور سی آئی اے کا تعاون حاصل ہے۔

ان آمروں کی حکومت کے ذریعے امریکہ مندرجہ ذیل مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔

۱۔ ان مطلق العنان حکمرانوں کے ذریعے تیسری دنیا کے ممالک پر منہ مانگی قیمت میں اسلحہ فروخت کرتا ہے۔ لہٰذا وہ اُنھیں معاشی طور پر مفلس رکھتا ہے، تاکہ وہ ان کے قرضوں کے جال سے نہ نکل سکیں۔ جبکہ اس طرح ان کی اپنی معیشت و ادارے مستحکم اور دولت مند بن رہے ہیں۔

۲۔ ان ڈکٹیٹرز کے ذریعے سیاسی طور پر مغربی ممالک کا کنٹرول بڑھتا ہے۔ جس سے وہ اپنی تمام مصنوعات اچھے داموں ان ممالک کی منڈیوں میں فروخت کر رہے ہیں۔[۴۷]

پروفیسر اسپورزیٹو نے یہ بیان کیا ہے کہ مغرب کو اپنے مفادات کا کتنا خیال ہے اور وہ دوسروں کا استعمال کس طرح کرتا ہے۔ مثال کے طور پر مغرب نے تیونس اور الجزائر میں انتخابات منسوخ کرانے اور اسلامی تحریکوں کو دبانے کے لیے کردار ادا کیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ تشدد، تشدد کو جنم دیتا ہے۔ بہت سے لوگ جو حکومتی تشدد اور ظلم و جبر برداشت کرتے ہیں۔ یا اپنے رفقاء پر ایسا ہی ظلم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجبر ہوتے ہوئے جیلوں میں سڑتے یا ہلاک ہوتے دیکھتے ہیں، وہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جمہوریت تو ایک بند گلی ہے۔ (Dead end) ہے۔ چنانچہ وہ خود کو سیاسی عمل سے علیحدہ کر لیتے ہیں۔ انھیں یقین ہو جاتا ہے کہ ان کے سامنے صرف تشدد کا راستہ ہے، ایسی جابر حکومتوں کے غیر آئینی غیر اخلاقی اور پر تشدد اقدامات پر امریکا کی خاموشی یا ان کا اقتصادی اور سیاسی جماعت کو امریکا کی ساز باز اور جمہوریت کے نفاذ میں امریکہ (مغرب) کے دہرے معیار کی علامت تصور کیا جاتا ہے۔[۴۸]

شرین ہنٹر اس امر کا بھی واضح اظہار کرتی ہیں کہ مغرب نے ہمیشہ اپنے اقدامات کو منصفانہ، بالکل دورست اور قانون کے مطابق قرار دیا ہے۔ مغرب نے ہمیشہ اپنے اقدامات کو پارلیمانی انتخابات کے ذریعے مغرب کی حامی حکومتیں قائم ہو سکیں اور جمہوری طور طریقوں پر بڑا زور دیتا رہا ہے۔ لیکن اگر آزادانتخابات کی صورت میں مغرب کی پسندیدہ حکومتیں مخالف پارٹیوں کو ان کے ثمر سے محروم رکھنے کی کوشش کریں تو مغربی ممالک نے نہ صرف ان حکومتوں کو روکتے ٹوکتے نہیں بلکہ مخالفوں کو نیست ونابود کرنے میں ان کی مدد بھی کرتے ہیں۔[۴۹]

الجزائر میں 1992ء میں یہی ہوا۔ یہی قاعدہ مغرب کے حامی ممالک مصر، سعودی عرب، مراکش اور تیونس اور خلیج کے متعدد عرب ممالک میں بھی روبہ عمل لایا جاتا رہا ہے۔ مغرب کو سوڈان میں صدر ''جعفر نمیری'' سے کوئی مسئلہ نہ تھا مگر موجودہ فوجی حکومت کو ''اچھوتوں کی فہرست'' میں رکھا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ مغرب کے خلاف ہے۔ آگے لکھتی ہیں کہ ریاکاری دہرے معیار اور اگر مگر (Ifs and Buts) تو عالم گیریت کے بہانے ہیں۔ جمہوریت کی حمایت ضرور کی جاتی ہے۔ بشرطیکہ اس کے ذریعے اسلامی بنیاد پرستوں کے برسر اقتدار آنے کا خطرہ نہ ہو۔ ایٹمی اسلحہ کے عدم پھیلاؤ کا وعظ ضرور کیا جائے مگر ایران و عراق کے لیے اسرائیل کے لیے نہیں۔[۵۰]

۱۹۷۱ میں جب ایران میں شہنشاہیت کا ڈھائی ہزار سالہ جشن منایا جا رہا تھا تو امام خمینی کا ایک بیان لندن میں ایک جریدہ امپیکٹ (Impact) میں شائع ہوا، جس میں اُنھوں نے یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا کہ:۔

''اسلام کی تاریخ درحقیقت بادشاہیت کے خلاف جدوجہد کی تاریخ ہے۔ بادشاہی نظام عوام کی سیاسی، اقتصادی اور تہذیبی نشوونما میں حائل ہوتا ہے اور اسلامی جمہوریت کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ پہلے سیاسی استبدادی نظام کی تمام صورتوں کو ختم کر دیا جائے۔''

اس بیان میں خمینی نے یہ بھی کہا ہے

ایران میں ڈھائی سال سے آزادی کا گلا گھونٹا جا رہا ہے۔ حکمران عوام کا استحصال کرتا رہا ہے۔ اب شاہ بھی اس بادشاہت کا جشن منا رہا ہے، حالانکہ سوگ منانا زیادہ مناسب ہے۔ ایران میں آیت اللہ خمینی کے یہ افکار ہی ۱۹۷۸ء میں ایران کے انقلاب کا سنگ میل بنے۔ ایران ہی نہیں بلکہ اسلام سے تعلق رکھنے والے اکثر ممالک میں سیاسی طور پر بادشاہی کا دور سیاسی استحکام کے باعث رہے۔ عربوں اور ترکوں میں قوم پرستی کے علاوہ جس چیز نے ان کو مغرب کا آلۂ کار بنایا وہ یہی بادشاہیت اور آمریت کی حکومت ہے۔ عراق میں ۱۹۲۱ سے ۱۹۵۸ تک بادشاہی دور رہا اور پھر بعث پارٹی کی حکومت رہی جس کے استحکام کی وجہ ہی جبر و استبداد پر تھی۔ جس نے ہمیشہ اسلامی عناصر کو سختی سے کچل دیا اگرچہ جب سیاسی جماعتوں کے بنانے کی آزادی حاصل ہوتی تو اس سے فائدہ اُٹھا کر اسلامی سوچ کی حامل کوئی اسلامی تحریک نوجوان نسل میں مقبول ہوتی مگر جلد ہی وہ پابندی کا شکار ہو جاتی ہے۔ ۵۱

مصر میں 1952ء میں شاہ فاروق کی حکومت کا تختہ پلٹ دیا۔ مگر ان کے بعد بھی ملک میں فوجی انقلاب آ گیا جو آج تک اسلامی تحریک کا اولین دشمن ہے۔ حسنی مبارک کے اقتدار کا سورج تو ڈوب گیا مگر زمام اقتدار پھر فوج کو دے دی گئی۔

عرب ممالک میں سب سے نازک مسئلہ سعودی عرب کا ہے۔ سعودی عرب حرمین کی وجہ سے اُمت مسلمہ کی دلوں کی دھڑکن ہے۔ اس وقت سعودی عرب میں سعودی شاہی خاندان کے علاوہ کوئی دوسری طاقت ایسی نہیں نظر آتی ہے جو کہ مملکت کو متحد اور پرامن رکھ سکے۔ اس وقت عالم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرب کی نوجوان نسل اپنی مملکت کے معاملات میں حقیقی شرکت چاہتے ہیں۔اس لیے سعودی عرب کی بادشاہت میں اور نظام میں اصلاحات کی ضرورت ہے۔خلیج کی جنگ اور اس سلسلے میں امریکیوں کی عرب سرزمین میں آمد نے عوام کو ملک کے سربراہوں سے بدظن کر دیا ہے۔جس کے مسائل القاعدہ کی تشکیل اور اُسامہ بن لادن کی سرگرمیاں ہیں گذشتہ سال کرغیزستان میں عوام سڑکوں پر نکلے۔دو دن تک پولیس اور فوج مشتعل ہجوم کو صدارتی محل تک پہنچنے میں مزاحم رہے۔ 80افراد گولی کا نشانہ بنے۔آخر کار صدر کو ملک سے فرار ہونا پڑا۔تب صدر کے خلاف عوام کا غصہ ٹھنڈا ہوا جبکہ مسائل آج بھی برقرار ہیں۔تیونس میں بھی 23سال سے اقتدار پر قابض صدر زین العابدین کو مستعفی ہونا پڑا۔صدر اور ان کی بیگم عیاشی اور عوام کی دولت لوٹنے کے مجرم تھے عوام نے ان کو ملک بدر تو کر دیا مگر کیا اب وہ ملک میں جمہوری نظام کا نفاذ کر سکیں گے۔؟

لیبیا کے صدر معمر قذافی بھی اس طویل اقتدار سے منسلک ہیں۔ان کے عوام میں بھی بے چینی پائی جاتی ہے۔

یہی حال مراکش اُردن اور دیگر عرب ملکوں کے شاہی اقتدار کا ہے۔یہ عوام کے خطرے کی گھنٹی ہے جو حالات مزید خراب ہونے کی صورت میں ان کے طویل اقتدار کے خاتمے کا بھی سبب بن سکتی ہے۔کیونکہ عوام میں غربت اور مہنگائی کے خلاف بے چینی پائی جاتی ہے۔[۵۲]

پاکستان کی سیاسی تاریخ میں بھی زیادہ تر فوج یا فوجی ڈکٹیٹرز نے ملک کی باگ دوڑ سنبھالے رکھی۔1958ء میں ایوب خان نے مارشل لا لگا کر اسلامی دستور یا اسلامی ریاست کے تمام منصوبے ختم کر دئے۔1985ء میں ضیاء الحق کی آمریت میں جو انتخاب ہوئے۔ان میں کسی مذہبی جماعت کو کامیاب نہیں ہونے دیا گیا۔جبکہ جنرل مشرف کا دور آمریت تو ہر قسم کی اسلامی سرگرمیوں کا شدید نقاد رہا۔جس کا ردعمل ملک میں شدید بدامنی کی صورت میں نظر آ رہا ہے۔

The muslim world is eigther controlled by secular muslims or fanatic ones. All we have 90% of the muslim Contries are dictatorships suported by teh wetern Countries

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

especially from American CIA.P.53

دنیائے اسلام کو سنبھالنے والے لادین یا متعصب ہیں اور ہمارے 90% ممالک پر امیروں کا قبضہ ہے۔ جن پر مغربی ممالک خاص طور پر امریکہ اور CIA کا تعاون حاصل ہے۔ ان امیروں کی حکومت کے ذریعے امریکہ مندرجہ ذیل مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔

۱) ان مطلق العنان حکمرانوں کے ذریعے تیسری دنیا کے ممالک کو منہ مانگی قیمت میں اسلحہ فروخت کرتا ہے۔ لہٰذا وہ انھیں معاشی طور پر مفلس رکھتا ہے۔ تاکہ وہ ان کے قرضوں کے جال سے نہ نکل سکیں۔ جب کہ ان کی اپنی معیشت و ادارے مستحکم ہو رہے ہیں اور دولت مند بن رہے ہیں۔

۲) ان ڈکٹیٹرز کے ذریعے سیاسی طور پر مغربی ممالک کا کنٹرول بڑھتا ہے۔ جس سے وہ اپنی تمام مصنوعات اچھے داموں ان ممالک کی منڈیوں میں فروخت کر رہے ہوں۔ ۵۴

پروفیسر اسپورزٹو نے یہ بیان کیا ہے کہ مغرب کو اپنے مفادات کا کتنا خیال ہے۔ اور وہ دوسروں کا استعمال کس طرح کرتا ہے۔ مثال کے طور پر مغرب نے تیونس اور الجزائر میں انتخابات منسوخ کرانے اور اسلامی تحریکوں کو دبانے کے لیے کردار ادا کیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ تشدد، تشدد کو جنم دیتا ہے۔ بہت سے لوگ جو حکومتی تشدد اور ظلم و جبر برداشت کرتے ہیں۔ یا اپنے رفقاء پر ایسا ہی ظلم و جبر ہوتے ہوئے جیلوں میں سڑتے یا ہلاک ہوتے دیکھتے ہیں۔ وہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جمہوریت تو ایک بند گلی ہے۔ چنانچہ وہ کود کر خود کو سیاسی عمل سے علیحدہ کر لیتے ہیں۔ انھیں یقین ہو جاتا ہے کہ ان کے سامنے صرف تشدد کا راستہ ہے۔ ایسی جابر حکومتوں کے غیر آئینی غیر اخلاقی اور پرتشدد اقدامات پر امریکہ کی خاموشی یا ان کا اقتصادی اور سیاسی جماعت کو امریکہ کی ساز باز اور جمہوریت کے نفاذ میں امریکہ (مغرب) کے دوہرے معیار کی علامت تصور کیا جاتا ہے۔ ۵۵

فطری طور پر اسلامی تحریکیں اصولوں پر تو سمجھوتا نہیں کرتیں، لیکن وہ اپنی حکمت عملی، عملی تدبیروں اور طریق کار میں ان حکمرانوں سے برسرپیکار ہیں۔ جس نے ٹکراؤ اور تصادم کے ذریعے ان تحریکوں کے راستے کو روک رکھا ہے۔ یہی چیز وہ دوراہا ہے کہ جس پر ہمارے عوام دل سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام چاہتے ہیں لیکن نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ کس طرح اس تصادم اور محاذ آرائی میں اسلامی تحریکوں کا ساتھ دیا جائے۔ اصل بحران یہ ہے کہ ہم اسلام کے لیے جان اور مال کی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن ہماری سوسائٹی کا پاور اسٹرکچر تو ہم نے اسلام کے لیے حقیقی تقاضوں اور تصور پر عمل درآمد کے لیے قائل نہیں کیا۔ مگر انتخابی عمل تک کے ذریعے بھی وہ حیثیت حاصل نہیں کر سکے۔ تقسیم در تقسیم ہونا بلکہ متحارب ہونا اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ اسلامی تحریکوں کو کوئی (Popoleist) مقبول عام پالیسی اختیار کرنی ہوگی۔ جس کے معنی عوام کو بیدار کرنے متحرک کرنے کے ہیں۔ اس بھرپور اسٹرکچر کو تبدیل کرنے کا عمل تیز ہوگا۔

اسلام اور جمہوریت ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ چنانچہ استبدانہ اور جابرانہ حکومتیں خواہ شہری ہوں یا فوجی جمہوریت، موروثی، یہی جمہوریت کی نفی ہے۔ اور بنیادی حقوق غصب کرنے کی ذمہ دار ہیں۔ ایسی حکومتیں مغربیت اور لادینیت کا ثمرہ ہیں۔ اسلام کا نہیں اسلامی اُمنگوں کی تکمیل جمہوری عمل کے آگے بڑھنے ہی سے ممکن ہے۔ جب کہ احیائے اسلام آزادی جمہور اور اقتدار میں عوام کی شرکت ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔

۵۔ مغربی تہذیب وثقافت کا خطرہ

تہذیب کس چیز کو کہتے ہیں؟ لوگ سمجھتے ہیں کسی قوم کی تہذیب نام ہے اس کے علوم و آداب، فنون لطیفہ، صنائع و بدائع، اطور معاشرت، انداز تمدن اور طرز سیاست کا حقیقت میں یہ نفس تہذیب نہیں ہیں۔

بلکہ تہذیب کے نتائج و مظاہر ہیں، تہذیب کی اصل نہیں ہیں۔ شجر تہذیب کے برگ و بار ہیں۔ کسی تہذیب کی قدر و قیمت ان ظاہری صورتوں اور نمائشی ملبوسات کی بنیاد پر متعین نہیں کی جا سکتی بلکہ سب کو چھوڑ کر ہمیں اس کی روح تک پہنچنا چاہیے اور اس کے اساس کا تجسس کرنا چاہیے۔

تہذیب جس چیز کا نام ہے اس کی تکوین پانچ عناصر سے ہوتی ہے۔

۱۔ دنیوی زندگی کا تصور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ زندگی کا نصب العین

۳۔ اسلامی عقائد و فکر

۴۔ تربیت اولاد

۵۔ انتظام اجتماعی۔

دنیا کی تہذیب ان پانچ عناصر سے بنی ہے۔عہد حاضر ثقافت کی جس تعریف کو زیادہ شہرت حاصل ہے۔وہ ای بی ٹائلر کی ہے۔وہ ثقافت کو ایک مرکب متصور کرتا ہے کیسا مرکب اس کی تشریح اس نے یوں کی ہے:

''وہ مرکب جس میں علم،عقیدہ فن،اخلاق،قانون،رسم اور دوسری وہ تمام صلاحیتیں اور عادات شامل ہوں۔اور اس کا اکتساب انسان بحیثیت رکن معاشرے کے کرتا ہو ۵۵ چنانچہ مغربی فکر کے حوالے سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ یہ جبلی نہیں بلکہ انسانی کردار کا نظام ہے۔بالفاظ دیگر کردار سے جو کچھ اُبھر کر سامنے آتا ہے،وہی ثقافت ہے مختصراً مغربی مفکرین کی اس تعریف یا وضاحت کو ہم ایک مساوات کی شکل میں یوں بیان کر سکتے ہیں۔انسان + کردار = ثقافت

لیکن اس کے برعکس اسلامی نظریہ ثقافت کے لیے قرآن کو سامنے رکھ کر جو مساوات مرتب کی جا سکتی ہے،وہ دو اجزائی نہیں،اس لیے کہ انسان اشرف المخلوقات تو ضرور ہے لیکن کامل العقل نہیں۔اس کی عقل محدود اور مادہ سے ماوراء علوم کے لیے بڑی حد تک ناکارہ ہے۔وہ برائی،بدی اور گناہ کا منبع بھی ہو سکتا ہے اور کسی راہ نمائی کی موجودگی میں بھلائی،شرافت نیکی و راستی کا پیکر بھی کردار کا صنفی ہونا تو اس کی ذات سے ترکیب کھایا ہوا ہے۔مثبت کردار کے حصول کے لیے اسے کسی اور سہارے کی ضرورت ہے۔اور جس کی راہ نمائی کی بدولت اس کے کردار میں پختگی آتی ہے۔۵۶

وہ جز توحید ہے اور یہ مساوات سہ اجزائی یوں ہوئی۔

توحید + انسان + کردار = ثقافت

انسان اپنے جسم و ذہن،فکر و کردار سمیت فانی ہے۔جبکہ توحید ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والی چیز ہے۔یہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی۔یہ خیر و بھلائی کا سب سے بڑا روشن سورج ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کی ضیاء انسان کو بھٹکنے نہیں دیتی۔ چنانچہ ثقافت کو عالمگیر بنانے کی خاطر جو چیز سب سے اہم ہے، وہ سماجی اقدار کو سرے سے ختم کر کے اسے توحید سے ملنے والی اقدار پر مرتب کرنا ہے۔ یہ مرتب شدہ ثقافت جو خالصتاً اسلامی ہے نہ تو جغرافیائی ماحول کی رہین منت ہے اور نہ ہی سماجی طرز زندگی اس پر اپنے اثرات چھوڑ سکتی ہے، بلکہ وہ ایک خالق ایک مالک، ایک متجر عالم، ایک قوی وقار اور ایک سمیع وبصیر کی مرتب کردہ ہے، جو بذات خود اس قدر موثر، سہل وخوش کن ہے کہ سماج و جغرافیہ اس کے تابع ہو کر رہ جاتے ہیں ان کی اپنی انفرادیت اور ثقافتی اثر ختم ہو جاتا ہے اور توحید شکل ثقافت باقی رہ جاتی ہے۔

ثقافت پر اس کے اثرات سے متعلق کہنے سے پہلے یہ بتا دوں کہ ثقافت سماج سے ہے اور سماج فرد کے اجتماع سے وجود میں آتا ہے یا یوں کہہ لیجیے کہ یہ افراد کے ایک مخصوص گروہ کا نام ہے۔ علاقائی ثقافت کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ فرد کی حیثیت مجروح کر کے اپنا مطیع بناتی ہے جبکہ توحید سماج اور فرد کو اپنا تابع بناتی ہے۔ فرد سماج سے ٹکرا نہیں سکتا جبکہ توحید فرد کو باطل سماج سے ٹکرانے کی ہمت واستقامت عطا کرتی ہے۔

توحید کے اثرات فرد اور معاشرے دونوں پر جدا جدا ہیں۔ یہ دونوں کے حقوق کو آپس میں ٹکرانے نہیں دیتی، فرد کو بھی کچھ اختیارات سے نوازتی ہے اور سماج کو بھی اختیارات برتنے کا حق دیتی ہے۔

فساد قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیر پاک و خیال بلند و ذوق لطیف ؎۵۷

ثقافت میں تغیر پذیری کا یہ عمل ضمیر پاک وخیال بلند اور ذوق لطیف کو ناپید کر دیتا ہے کہ یہ معاشرے میں تبدیلی زمانہ کے حوالے سے ایک وبا بن جاتا ہے۔ ہر زبان یہ دہراتی ہے کہ ہم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمانے کے ساتھ چل رہے ہیں۔ اور یہی تہذیب یافتہ ہونے کی دلیل ہے۔ اس میں چنداں شک نہیں کہ ثقافتی اقدار وہ قطعی نہیں جو آج سے سو پچاس سال پہلے کی تھیں یا بعد کی ہوں گی۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا تغیر مثبت ہے یا منفی۔ اگر تغیر منفی ہو تو ترقی کے نام پر انسان بجائے پانے کے سب کچھ کھو دیتا ہے۔ اسلامی ثقافت، اسلامی معاشرے کی تعمیر کرتی ہے، معاشرہ اسلامی ثقافت کی تعمیر نہیں کرتا۔ جہاں تشکیل ثقافت میں اہم کردار انسان اور زمانہ ادا کرتا ہے وہاں آج اہل مغرب کی طرح اپنی آگ میں خود جل رہے ہیں، آج مسلمان بھی زمانے کا پیرو بن کر اس سے محفوظ نہیں (بلکہ بعض معاملات میں مسلمانوں نے تو اہل مغرب کو بھی مات دے دی ہے)۔ ۵۸

حیات تازہ اپنے ساتھ لائی لذتیں کیا کیا
رقابت خود فراموشی نا شکیبائی ، ہوسناکی ۵۹

حقیقت میں اسلامی تہذیب و ثقافت بذات خود ایک مبسوط موضوع ہے اور اس کے لیے ایک الگ تصنیف کی ضرورت ہے۔

آج کی دنیا میں ہر جگہ یہ جان لیا گیا ہے کہ تہذیبوں کے درمیان مغائرت بڑھ رہی ہے اور اسلامی اور مغربی تہذیبوں میں تصادم کا آغاز ہو چکا ہے۔ ان دونوں تہذیبوں میں بہت سے اختلافات ہیں اور وہ صدیوں سے موجودہ دور تک معرکہ آرا ہیں مگر اب ان اختلافات کو فساد انگیز مبالغہ آرائی کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ حقیقی صورتحال یہ ہے کہ ان تہذیبوں کے درمیان کہ تو محاذ آرائیاں ہوتی رہی ہیں مگر آپس میں امن سے رہنے کے زمانے بھی آتے رہے ہیں۔ ان دونوں نے ایک دوسرے سے سیکھا بھی بہت زیادہ ہے۔ یعنی اس قدر کہ علامہ اقبال جیسا محتاط فلسفی بھی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ جدید مغربی تہذیب اصل میں اسلامی تہذیب کی ہی توسیع ہے۔ ۶۰

اس پس منظر کے بعد ہم یہ سوال اٹھانے کی پوزیشن میں ہیں کہ وہ کون سے چیلنج ہیں۔ جو اس زمانے میں مغربی تہذیب نے مسلم تہذیب کے لیے پیدا کیے ہیں۔

ایک چیلنج تو بنیادی نوعیت کا ہے جو صرف مسلم تہذیب و ثقافت کے لیے نہیں بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کے لیے ہے۔ اس کا تعلق ایک نئے انسان اور ایک نئی دنیا کی تشکیل سے ہے۔ مغربی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تہذیب نے لگ بھگ ساری دنیا پر قبضہ پالیا ہے۔ اُس کی اقدار، اُسی کے نصب العین، اُس کی سائنس، فلسفہ اور ٹیکنالوجی کو، اس کے علوم و فنون کو، اُس کے طرزِ فکر اور اسلوبِ حیات کو ہمارے زمانے میں عالمی تسلط حاصل ہے۔ اس کے قائم کردہ معیار تمام براعظموں میں کسی سنجیدہ مزاحمت سے دوچار ہوئے بغیر لاگو ہو چکے ہیں۔ اس لیے پہلے کبھی کسی ایک تہذیب کو ایسا عالمگیر پھیلاؤ حاصل نہ ہوا تھا۔

یہ ایک قابلِ تعریف بات ہو سکتی تھی۔ اگر مغرب نے ایسی دنیا کو جنم دیا ہوتا جو پُرامن بقائے باہمی، انسان دوستی، خوش حالی اور ترقی کے مستقل وسائل پر مبنی ہوتی اگر اس نے مطمئن اور تخلیقی انسان پیدا کیے ہوتے مگر ایسا نہیں ہے اور اس حقیقت کا اقرار دو چار یا دس پندرہ نہیں بلکہ سیکڑوں مغربی دانش وروں نے کیا ہے۔ جو دنیا مغرب نے پیدا کی ہے وہ ہلچل، مسابقت، تصادم اور لایعنی تبدیلی کی دنیا ہے اور جس کو قائم رکھنے کے لیے بے تحاشا قدرتی وسائل خرچ ہو رہے ہیں۔ ٦١

سیدھی سی بات ہے، جو تہذیب مادہ پرستی کے جنونی انسان تیار کرے گی وہ اعلیٰ معیار تک نہیں پہنچ پائے گی۔

انسان اور دنیا کی بہتر تفصیل کے لیے زندگی اور ترقی کا ایک نیا ماڈل تیار کرنا ضروری ہے۔ اور یہ وہ چیلنج ہے جو مغربی تہذیب نے دوسری تہذیبوں کو دیا ہے۔

اہلِ سلام کے لیے یہ چیلنج خاص طور پر اہم ہے کیونکہ وہ متبادل دنیا کے لوازمات اور عزم رکھنے کے مدعی ہیں۔

مغرب کا ایجنڈا ایک ہمہ گیر ایجنڈا ہے اور اس میں ہر چیز شامل ہے، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ دنیائے اسلام میں ہو رہا ہے یقیناً مسلمانوں کی کمزوری کی وجہ رہا ہے، بے شک ان کی دینی حمیت میں بھی کمی ہے مگر کچھ بالادست قوتیں بھی ہیں جو طے شدہ پروگرام کے تحت آگے بڑھ کر دنیائے اسلام کو ایک خاص رخ پر چلانا چاہتی ہیں۔

صدر بش نے مشرقِ وسطیٰ میں جمہوری اقدار کو فروغ دینے کا جوش اپنایا ہے، وہ دراصل ایک پردہ ہے، جس کے پیچھے ایک وسیع تر مقصد ہے اور وہ ہے: ''عالمِ اسلام کو زندگی کے مختلف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعبوں میں مغربی نظام اقدار اپنانے پر آمادہ کیا جائے۔"

"مغرب کا فکری اور تہذیبی چیلنج اور علما کی ذمہ داریاں" کے عنوان سے ڈاکٹر محمود احمد غازی جو مذہبی امور کے وفاقی وزیر بھی رہے ہیں اور اب ایک یونیورسٹی سے وابستہ ہیں، اپنے ایک مقالے میں لکھتے ہیں کہ ۹۳۔۱۹۹۲ میں جرمنی میں منعقد ہونے والی ایک کانفرنس میں شرکت کے لیے جانا پڑا جس کا عنوان تھا کیا اسلام مغرب اور یورپ کے لیے خطرہ ہے۔ اس وقت عمومی سوچ یہ ہے کہ ہمیں مغربی تہذیب کے مثبت پہلوؤں سے استفادہ کرنا چاہیے ان کی سائنس ان کی ٹیکنالوجی ان کی سہولتیں مسلمانوں کے لیے قابل قبول ہونی چاہییں لیکن ان کے خیالات و نظریات یا سیکولرزم اور لامذہبیت عورتوں کی آزادی کا تصور جو ان کے یہاں ہے، قبول نہیں کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر صاحب کے اس توضیحی بیان پر اس ہفت روزہ مذاکرے میں 14 اہل علم شرکا کا جن کا تعلق فرانس جرمن اور آسٹریلیا وغیرہ سے تھا، سب نے بالاتفاق Controvert کیا اور کہا کہ ٹھیک ہے، آپ ایسے رویے کو درست سمجھتے ہوں گے لیکن مغرب ان شرائط پر اپنی ٹیکنالوجی پر اپنی تہذیب وتمدن سے آپ کو استفادہ کرنے کی اجازت دینے کو تیار نہیں۔ اس اجتماع کے شرکا نے بالاتفاق کہا کہ یہ پورا پیکیج ہے، جس کو آپ نے جوں کا توں قبول کرنا ہوگا۔ اس میں وہ آپ کو Pick & choose کی اجازت نہیں دیں گے۔ یہ پوری دنیائے مغرب کا طے شدہ فیصلہ ہے کہ پوری دنیائے اسلام پر مغرب کے ایجنڈے کو سو فیصد مسلط کر دیا جائے اور اس کے ذریعے مغرب مسلمانوں کو اپنے رنگ میں رنگنے اور مکمل طور پر مغربی ایجنڈے کو اختیار کرنے اور اگر وہ اس کے لیے تیار نہ ہوں تو مغربی تہذیب کے فوائد یا مثبت اثرات سے مسلمانوں کو متمتع ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔[۲۳]

کمیونسٹ روسی سلطنت کے خاتمے کے بعد امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور کی حیثیت سے اُبھر آیا ہے، جس کے بعد امریکہ نے نیا نقشہ جنگ مرتب کیا۔ یہ نقشہ جنگ عسکری ہی نہیں بلکہ سیاسی، معاشی فکری اور ثقافتی بھی ہے۔ اس کے ساتھ ایک ہمہ جہتی یلغار اور حملہ جاری ہے۔

پروفیسر ہنٹنگٹن جن کا تعلق هارورڈ یونیورسٹی سے ہے، نے ایک مضمون لکھا "The Clash of Civilization" ان کا زیر بحث یہ مضمون انسٹی ٹیوٹ کے ایک پراجیکٹ،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیکورٹی کے تغیر پذیر ماحول اور امریکی مفادات کے حوالے سے تحریر کیا گیا تھا۔ طاقتور امریکی میڈیا کے بل بوتے پر دیکھتے ہی دیکھتے یہ مضمون ساری دنیا میں مشہور ہو گیا اور ہر جگہ اس کے چرچے ہونے لگے۔

اشتراکیت کی موت کے بعد نیٹو[۶۳] اور اس جیسے دوسرے کئی ادارے اپنے وجود کو قائم رکھنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ نیٹو اور اس جیسے دوسرے کئی ادارے بچ سکتے تھے۔ بشرطیکہ وہ مغربی ملکوں، مغربی نظام اور مغربی تہذیب کے لیے کوئی نیا خطرہ تلاش کر لیتے، اگر کوئی دشمن حقیقت میں موجود نہ تھا تو نیا دشمن تخلیق کیا جا سکتا تھا۔

پروفیسر ہنٹنگٹن نے نیٹو کے موقف کو آگے بڑھاتے ہوئے لکھا کہ کیمونزم کے بعد کی دنیا میں مغربی دنیا کو مکمل بالادستی حاصل نہیں ہوئی اور ان کی تہذیب کو خطرات لاحق ہیں۔ دشمن نہ صرف موجود ہے بلکہ وہ کیمونزم سے بھی زیادہ خطرناک ہے اور وہ ہے۔ ''اسلام''

سیدھی سی بات ہے۔ نیٹو کا باوسیلہ اور انتہائی طاقتور سربراہ اگر دشمن کے طور پر اسلام کا نام لے سکتا تھا تو وہ چند ایسے واقعات کو بھی وجود میں لا سکتا تھا، جو اُس کے دعوے کو سچا ثابت کر دینے اور نکتہ چینی کرنے والوں کا منہ بھی بند کر دیتے۔

۱۱ ستمبر کا واقعہ اس پس منظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ نائن الیون کے لیے جو کمیشن قائم ہوا اس کے صرف تین نکات پیش خدمت ہیں:۔

ان کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ آج دنیا میں جنگوں کا نقشہ بدل چکا ہے۔ جنگوں کا جو کردار تاریخ میں رہا ہے اس انداز کی فوج کشی درکار تو ہوگی، لیکن قوموں کے درمیان جنگ کی شکل میں نہیں بلکہ دہشت گردی کے تعاقب میں ہمارا ہدف اسلامی دہشت گردی ہے۔ اس طرح دہشت گردی کی باقی تمام شکلیں اس کے مظاہر حتیٰ کہ امریکہ کے اپنے نظام کو چیلنج کرنے کے لیے وہاں پر خود امریکی باشندے دہشت گردی کے جو راستے اختیار کر رہے ہیں، ان سب کو بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ واحد ہدف ''اسلامک ٹیررزم'' ہے۔[۶۴]

زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اسلامک ٹیررزم تو عنوان ہے، اصل چیز دو نظر یاتی بنیادی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈھانچہ (Infrastructure) ہے۔ جس نے ان کے خیال میں اس دہشت گردی کو اور امریکہ کے خلاف قوت، جذبے اور نفرت کو جنم دیا ہے۔ یہاں وہ نام لے کر اسلامی تحریکات خصوصیت سے اخوان المسلمون اور سید قطبؒ (۱۹۰۵-۱۹۶۶) کا ذکر کرتے ہیں۔ ستم یہ ہے کہ امام بن تیمیہؒ کو بھی اس کا منبع قرار دیتے ہیں۔ جماعت کا نام تو نہیں لیا گیا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ جن شخصیات اور اسلامی تحریک کا نام لیا ہے، وہ امریکی استعمار کے تازہ ہدف کی نشاندہی کرنے کے لیے کافی ہے۔۶۵

اس رپورٹ میں جس چیز کو ہدف بنایا گیا ہے، وہ محض القاعدہ نہیں بلکہ وہ بنیادی ڈھانچہ ہے۔ جو ان کے زعم میں امریکہ کا مخالف فکر ہے، مزاحمتی تحریکوں کو پروان چڑھا رہا ہے۔ ان کا دعویٰ یہی ہے کہ یہی وہ منبع ہے جس سے یہ نیاذہن، یہ نئے نوجوان، ان کی مختلف مسلح کوششیں سامنے آئی ہیں، اس خطرے کے مقابلے کے لیے کیا حکمت عملی اختیار کی جائے؟ کتاب Imperial Hulbris : why the west is loosing. the war on terrism اپنے نفس مضمون کے اعتبار سے اس اہم کتاب کو ایک سی۔ آئی۔ اے کا حاضر سروس آفیسر، سی آئی اے ہی کی اجازت سے لکھتا ہے، اسی طرح کی ایک کتاب برطانیہ سے شائع ہوئی۔ Colossus the price of America Empire اس کا مصنف مشہور مورخ نیال فرگوسن (Niall Ferguson) ہے۔ دونوں کتابیں ایک ہی طرز کی ہیں۔

دوسری بہت سی تجاویز کے ساتھ ایک راستہ یہ بتایا گیا ہے۔ کہ مسلم دنیا میں قوم سازی (Nation building) کریں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم وہاں کے نظام تعلیم کو، میڈیا کو، نوجوانوں کو اپنے زیر اثر لائیں یہ کام جمہوریت، آزادی (لبرل ازم) اور گلوبلائزیشن (عالم گریت) کے ناموں پر کیا جا سکتا ہے۔ اس کا دائرہ کار بہت وسیع اور متنوع ہوتا ہے۔ اس میں پارلیمنٹ کے ارکان کی تربیت اور طالبعلموں کے تبادلے ہیں۔ اور اس محاذ پر میڈیا کو ہر قیمت پر استعمال کرنا ہے۔ اس قوم سازی کے علاوہ اپنی سلطنت جس کے لیے مصنف نے Libaral Empire کا لفظ استعمال کیا ہے، جس کے معنی ہیں آپ قابض نہ ہوں بلکہ ذہنوں پر قبضہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں۔ معیشت کو گرفت میں لائیں، ملٹی نیشنل کمپنیوں اور NGO کے ذریعے معاشرے کو گرفت میں لائیں۔ اگر نقشہ کے مطابق کام نہ ہو تو ان کے خلاف قوت استعمال کی جائے۔ کتاب میں "سزا" Punishment "کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ پیش بندی کے طور پر حملہ یعنی فوج کشی کر ڈالو۔ جیسے عراق و افغانستان وغیرہ۔ دوسرا گروہ مسلمان حکمران ہیں، یہ مفید مطلب نہ ہوں تو ان کو بدل کر مفید مطلب لوگوں کو اوپر لاؤ۔ یہ ہے نیا ماڈل یا نقشہ تہذیب مغرب کا۔۶۶

مغرب کے پنجے سے نکلنے کا راستہ کیسے بنے گا؟ بظاہر مغرب کا تسلط مکمل ہے اور ان کی چالیں کامیاب۔ لیکن مغرب کی کشتی خود بھنور میں پھنسی ہوئی ہے اور مغرب کو اس کا پورا احساس ہے۔۶۶

وَ مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ

(انھوں نے اپنی تدبیریں کیں اللہ نے اپنی) ۶۷

اسی بھنور سے اب جہان نو پیدا کرنا ہے۔

ہوائیں ان کی فضائیں ان کی، سمندر ان کے، جہاز ان کے
گرہ بھنور کی کھلے تو کیوں کر بھنور ہے تقدیر کا بہانہ

کیا ہم آج اس منفرد اور غیر معمولی چیلنج کا ادراک رکھتے ہیں؟ اور اس سے عہدہ برآ ہونے کی سعی کر رہے ہیں؟ حکمت عملی اور تدبیر کار کے بارے میں اکثر بحثیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ انقلاب یا اصلاح پہلے معاشرہ یا پہلے سیاسی جدوجہد۔ انتخابات یا جدوجہد وغیرہ وغیرہ جو حکمت عملی بھی اختیار کریں انسان درکار ہوں گے۔ ان کا صحیح اور بھرپور استعمال ضروری ہوگا۔ ووٹ دینا ہوگا۔ تو انسان دیں گے۔ سڑکوں پر آنا ہوگا تو انسان آئیں گے اور لڑنا ہوگا تو انسان لڑیں گے۔ مسلم اُمت اور اسلامی تحریکات کے سامنے سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ وہ انسانوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو، جو بےپناہ استطاعت، صلاحیت و صالحیت کے حامل ہوں مستقبل کے لیے جدوجہد کی خاطر کھڑا کر دیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور ہدایت کے بعد کامیابی کے لیے سب سے زیادہ ضرورت انسانوں کی ہے۔ لیکن ہمارے خیال میں مسلمان اور ______ اسلامی تحریکات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانوں تک پہنچنے میں ان کو اپنے ساتھ لے کر چلنے میں اور ساتھ چلنے والوں میں تزکیہ اور ان کو با صلاحیت بنانے میں تا حال کامیاب نہیں ہو سکیں۔ وہ عام انسانوں کی تعلیم و تربیت کرنے اور ان میں شریعت کا بار اُٹھانے میں، انسانی معاشروں میں صلاح و خیر کی تلقین اور دستیاب انسانی وسائل کا صحیح اور بھرپور استعمال کرنے میں کما حقہ کامیاب نہیں ہیں۔ اس طرح مجتہدانہ کوشش سے انسانوں کو ساتھ لینے، رکھنے کے لیے چند اُصول سیکھ کر ان پر کاربند رہنا ضروری ہے۔ جب دل کے قفل کھل جائیں گے تو اصلاح کے دروازے بھی کھل جائیں گے، دل دیکھنے لگے گا، آنکھیں دیکھنے لگیں گی، دل کا مرض شفایاب ہوگا، اخلاق و اعمال اور معاشرے صحت مند ہو جائیں گے۔

ہر تبدیلی کے آگے بند باندھنا بہت مشکل ہے مگر ان کی جہت بدلی جا سکتی ہے۔ ان حالات میں زمانے کی باگ ہاتھ میں لینا ہے اور مستقبل کی نقشہ گری کرنا ہر پہلو سے زبردست مجتہدانہ روش کا تقاضا کرتا ہے۔ جس کے بغیر ایک تہذیب و ثقافت کی تعمیر نہیں ہو سکتی اور اس کے لیے بڑے صبر سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ۶۷الف

بنیادی طور پر اسلام تصادم پر یقین نہیں رکھتا ہے، کیوں کہ وہ دعوت اور فلاح کا دین ہے۔ وہ ہر تہذیب کو کھلی دعوت کے ذریعے قائل کرتا ہے لیکن اپنے دفاع سے بے خبر بھی نہیں۔ وہ کمزوروں کی مدد اور اپنے دفاع کے لیے جہاد کا حکم دیتا ہے۔ مگر تبدیلی، اسلامی انقلاب اور احیا کی منزل، تشدد کے راستے سے نہیں مل سکتی، جہاں مظلوم مجبور ہو کر تشدد کا راستہ اختیار کرتا ہے، دنیا بھر کی تحریکات اسلامی، اس کے احساسات، اس کے جذبات کو محسوس کریں، جہاد کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں۔ جہاد تو انصاف کے قیام، اللہ کے کلمہ کی بلندی اور اخلاقی اقدار کے احیا کے ذریعے انجام دیا جاتا ہے۔ ۶۸ استعماری غلبہ کے تحت آج دنیا میں اسلام کی تعلیمات کے بارے میں انداز فکر بے یقینی اور معذرت خواہی کا شکار چلا آ رہا ہے کیونکہ اس تہذیب کے وسائل و اختیار پر قابض افراد نے مغربی تہذیب کا مطالعہ والہانہ دل بستگی اور تسلسل کے ساتھ کیا ہے۔ جس کے نتیجے میں ان کا ذہنی سانچا فطری طور پر مغربی تہذیب کے لیے ہموار نہیں ہے اور اسلام کے بارے میں اور اس کی تہذیب کے بارے میں معلومات محض سنی سنائی باتوں تک محدود ہیں، یوں اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تہذیبی غلبے نے اسلامی مظاہر کے طرفداروں کو تحقیر کے چوراہے پر لا کھڑا کیا ہے۔اس صورت حال کا سامنا کرنے کے لیے سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ کھلے اور چھپے دشمن کو سمجھا جائے۔ایک ہمہ جہت حکمت عملی بنائیں اور تیسری چیز ہے ہر میدان میں ڈائیلاگ،مکالمہ اور مذاکرہ بھی کریں۔لیکن یہ یاد رکھیں کہ مذاکرات آخری حل نہیں ہے۔بلاشبہ اس کے وقتی تقاضے بھی ہیں۔لیکن اصل چیلنج کو سامنے رکھتے ہوئے پوری بالغ نظری کے ساتھ تیار رہنا ہے۔امت کو اسلام کی بنیاد پر فکری عملی،اخلاقی،نظریاتی،تعلیمی،معاشی،تہذیبی ہر اعتبار سے مضبوط تر کرنا ہے۔وحی پر مبنی اسلامی فکر و ثقافت انسان کو ہر دائرے میں تخلیق اور ایجاد کی دعوت دیتی ہے۔یہ ماننے والوں کو ندرت،حصول کمال اور انفرادیت کے ساتھ زندگی کے تعمیری سفر میں آگے بڑھنے کی طرف اُبھارتی ہے۔۶۹

تاریخ تہذیب بھی یہ بتاتی ہے کہ تہذیبیں ہمیشہ ایک دوسرے سے سیکھتی ہیں۔ان کے درمیان لین دین ہی ان کی زندگی کی ضمانت ہے۔تہذیبی لین دین اکثر تہذیبوں میں لاشعوری ہوتا ہے،لیکن مسلم تہذیب میں یہ عمل لاشعوری نہیں شعوری ہے۔کیونکہ اس تہذیب میں بنیادی اصول یہ ہے کہ اچھی شے،حکمت،علم اور حسن،جہاں سے دستیاب ہو اس کو حاصل کیا جائے۔اس اصول میں مسلمانوں نے اچھے دنوں میں اپنے دروازے کھلے رکھے تھے۔وہ جہاں دوسروں سے سیکھ رہے تھے وہاں سکھا بھی رہے تھے۔آج مسلمانوں کو یہ باور کرنا ہے کہ مغربی تہذیب ابدی نہیں وہ ہمیشہ قائم نہ رہے گی،تاریخ کا بھی یہی سبق ہے کہ وہ بھی ایک دن پیچھے دھکیل دی جائے گی اور انسان اس سے آگے نکل جائے گا تاہم موجودہ مغرب کو سمجھنے کے لیے اس کی حقیقی صورت حال کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔۷۰

۶۔قومیت کا مسئلہ

تحریکات اسلام کی موجودہ صورتحال کا جائزہ لیتے ہوئے یہ بھی مدنظر رکھنا ہے کہ عملی کوششیں کیوں ناکام ہوتی ہے۔اسلام یا مسلمانوں کے جسد پر ایک گہرا زخم "قومیت" کے افتراق کا بھی ہے۔جس کا حل ڈھونڈے بغیر کوئی تحریک اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔اس کا علاج وحدت امت اسلامیہ ہے۔کیونکہ کٹی پھٹی اور بکھری امت کا کوئی مستقبل نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"قومیت کا تصور ایک مخصوص خطۂ زمین پر آباد لوگوں کی مشترکہ زبان، ادب رسومات لوک ورثے، مذہب یا عقائد، مشترکہ تاریخ، روایات، فکری ہم آہنگی اور سماجی نظام سے مرتب ہوتا ہے"

اس تعریف کے مطابق مابعد الطبیعیاتی اور طبعیاتی قوتیں مل کر قومیت کی شکل پیدا کرتی ہیں۔ اس میں زمین پر اپنے عمل سے قومیت کا مزاج متعین کرتی ہیں۔ قومیت کا تصور قوم سے نکلا ہے: "جس کو کسی علاقے یا خطہ میں افراد کا وہ مخصوص گروہ جو ایک ہی نسل سے متعلق ہو۔ جس کی تہذیبی تاریخی اور لسانی روایات مشترکہ ہوں۔"[۱]

اسلام میں قوم کا تصور صرف اور صرف مذہبی یگانگت ہے اور اسلام ناجائز طریقے پر اپنے قبیلے یا ہم زبان یا ہم قوم کی حمایت کو غلط سمجھتا ہے۔ غرض یہ کہ اسلام کسی شخص یا قوم کو طاقت یا حسب نسب و قومیت کی بنا پر مخصوص حقوق نہیں دیتا۔

قومیت کا نیا تصور یعنی جغرافیائی بنیادوں پر انسانوں کی تقسیم ان عوامل میں سب سے اہم ہے جو ماضی میں سیاسی اور سماجی اتحاد کی بنیاد تھا۔

امت واحدہ اب مختلف اقوام کا مجموعہ بن چکی ہے۔ الگ الگ گروہوں کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ یہ گروہ محض متفرق مجموعے ہی نہیں بلکہ عملاً ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں۔ خود ہی ایک دوسرے کے غیظ و غضب کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔ مشترکہ مصلحتوں کی خاطر کش مکش کے ایام مسترد کر کے مختلف اتحاد وجود میں آ سکتے ہیں تو اسلامی تحریکیں اس وقت مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی عالمی سازشوں کے مقابلے میں متحد و متفق کیوں نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے آج ضروری ہے کہ پوری امت مسلمہ مشترکہ ہدف پر متحد و متفق ہو۔[۲]

اقبال کا تصور قومیت

اقبال اپنے ذہنی سفر میں آغاز میں وطنیت سے متاثر تھے مگر بعد میں اس مخالف اسلام نظریہ کے خلاف صف آرا ہو گئے۔

"علامہ اقبال نے مسلمانوں کو اس ہلاکت خیز فتنہ اور تباہ کن قوم پرستی اور وطنیت سے ہوشیار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہوئے فرمایا:

"اگر مسلمان اس فریب میں مبتلا ہیں کہ دین اور وطن بحیثیت ایک سیاسی تصور کے یکجا رہ سکتے ہیں تو میں مسلمانوں کو بروقت انتباہ کرتا ہوں کہ اس راہ کا آخری مرحلہ تولا دینی ہوگا اور اگر لادینی نہیں تو اسلام کو محض انقلابی نظریہ سمجھ کر اس کے اجتماعی نظام سے بے پروائی۔ مسلمانوں کی حقیقی اساس توحید اور ختم نبوت میں ہے"۔

اقبال کے نزدیک ایک مسلمان کو رنگ و نسل اور وطن و ملک کی جغرافیائی حدود میں پابند نہیں کیا جا سکتا۔ وہ زماں و مکاں کی حدود سے متجاوز ہے۔ اس نے اس حقیقت کو شاعرانہ پیرائے میں یوں ادا کیا ہے۔۳ے

اُس کی زمیں بے حدود اس کا افق بے ثغور
اُس کے سمندر کی موج دجلہ اور دنیوب و نیل
اس کے زمانے عجیب اس کے فسانے غریب
عہد کہن کو دیا اس نے پیام رحیل
ساقی ارباب ذوق فارسِ میدان شوق
بادہ ہے اس کا رحیق، تیغ ہے اس کی اصیل

اقبال نے اپنی تحریروں میں متعدد مقامات پر اسلام اور وطنیت کے تصورات کا تصادم ثابت کیا ہے وطنیت کے سیاسی تصور کو وہ اسلام کے لیے ایک خطرہ سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں اس تصور میں ملحدانہ جراثیم ہیں، جو اسلام سے متصادم ہیں۴ے "اس زمانے میں سب سے زیادہ بڑا دشمن اسلام اور اسلامیوں کا نسلی امتیاز ملکی قومیت کا خیال ہے۔ پندرہ برس ہوئے جب میں نے پہلے پہل اس کا احساس کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یورپ کی آب و ہوا نے مجھے مسلمان کر دیا۔"

مندرجہ بالا اقتباس علامہ اقبال کے ایک خط سے لیا گیا ہے جس میں اقبال کے نظریہ قومیت پر روشنی پڑتی ہے۔ یورپ پہنچ کر اقبال کے نقطہ نظر میں تبدیلی پیدا ہوئی، اس میں اقبال کے لیے جو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ بنادہ یہ بدلتے ہوئے عالمی تناظر میں نئے سماجی عمل میں ذات کی شناخت کیوں کر کی جائے؟ اقبال کے نزدیک یورپ کی سامراجی قومیں مسلم دنیا کا اتحاد اس تصور کے ذریعے پارہ پارہ کر رہی ہیں۔ اس ہتھیار کے خلاف اُن کا دفاعی منصوبہ یہ تھا کہ اس کی پرزور تردید و تنسیخ کا اعلان کیا جائے۔ "میں نظریہ وطنیت کی تردید اس زمانے سے کر رہا ہوں جبکہ دنیائے اسلام اور ہندستان میں اس نظریے کا کچھ ایسا چرچا نہ تھا۔ مجھ کو یورپ کے قیام میں یہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ اسلام کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے اس سے بہتر حربہ نہیں کہ اسلامی ممالک میں وطنیت کی اشاعت کی جائے، چنانچہ ان لوگوں کی یہ تدبیر جنگ عظیم میں کامیاب ہوگئی"۔[۵]

اقبال مغربی قومیت کے مسئلے سے اسلام کی پوری کائنات کو متاثر ہوتا ہوا دیکھتے ہیں۔ آخر کیوں؟ اس لیے کہ وہ اس تصور کے غلبے سے مسلمانوں کے تیرہ سو سالہ تہذیبی نقش کی عظیم عمارت کو منہدم ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ اقبال کے افکار کا مطالعہ کر کے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اس تشویش ناک مسئلہ کا حل تہذیب اسلامی کی ابدی تخلیقی قوتوں میں موجود ہے۔ اسلام بحیثیت ایک زندہ تخلیقی قوت کے اس دور میں بھی رنگ اور نسل کے امتیازات کی تنسیخ کر کے پوری انسانیت کو فلاح کا پیغام دیتا ہے۔ "بحث" سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔

۱۔ یورپ کا تصور قومیت اسلام کے بنیادی تصور سے متصادم ہے۔

۲۔ قومیت کا مغربی تصور انسانی معاشرے کو رنگ اور نسل کے تصورات میں تقسیم کرتا ہے جو انسانیت کے لیے خطرناک ہے۔

۳۔ یہ تصور سامراجی عزائم اور منصوبے پیدا کرتا ہے۔

۴۔ اخلاقیات کے تصوارات کے خلاف ہے۔

۵۔ بین الاقوامی سیاست میں اپنی انتہاپسندی کے سبب سے تشدد اور جنگ کی وجہ بنتا ہے۔

۶۔ کمزور قوموں کی تہذیب و ثقافت اور اقتصادیات پر زبردست حملہ ہے۔[۶]

اٹھارویں اور انیسویں صدی میں سامراجی طاقتوں نے جب یکے بعد دیگرے مسلمان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملکوں پر قبضہ کیا تو ان میں قومیت کے احساس کو پیدا کیا جس کے تحت عرب میں عربی قومیت ہی خلافتِ عثمانیہ کے زوال کا سبب بنی۔ مسلمان ممالک میں قومیت کی ابتدا تو ترکی اور مصر میں ہوئی۔

The point can explain why the spirit of nationalism rose first in Egypt to prepare the ground for its separation from the Ottoman Empire sooner than other lands belonging to it most probably as the French were openly fighting the Empire of Turkish Muslims inherited the anti Islamic prejudices from the crusaders and men like Charlemagne to break up Islamic unity and destroy the Ottoman Empire by rousing Egyptian nationalism in the same way as the British did with Arab lands.

یہ نقطہ قابل غور ہے کہ سب سے پہلے قومیت کا آغاز مصر میں کیوں ہوا؟ اس زمین کو اس لیے ہموار کیا گیا کہ عثمانی سلطنت کے ساتھ علیحدگی کروائی جائے فرانس جو پہلے ہی صلیبی جنگوں اور دوسرے معرکوں میں ترک سلطنت سے جنگ کی حالت میں تھا مسلمانوں کے اتحاد کو رتوڑنے اور خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کے لیے اس نے مصر میں ''قومیت'' کو اُبھارا، جیسا کہ برطانیہ نے عرب علاقوں میں کیا تھا۔ ۷۷

اس پس منظر میں مولانا مودودیؒ اسلامی قومیت کا مفہوم بیان کرتے ہیں کہ:۔

''اسلامی قومیت کی بنیاد نسل و وطن کے بجائے اعتقاد و عمل پر ہے۔ تمام دنیا کے مسلمان ہر جنسی امتیاز کے بغیر ایک دوسرے کے شریک حال اور معاون ہیں۔ ایک ہندی مسلمان مصر کا ویسا ہی وفادار شہری بن سکتا ہے جیسا کہ وہ خود ہندستان کا ہے۔ ایک افغانی مسلمان شام کی حفاظت کے لیے اسی جانبازی کے ساتھ لڑ سکتا ہے جس کے ساتھ وہ خود افغانستان کے لیے لڑتا ہے اس لیے کہ ایک ملک کے مسلمان اور دوسرے ملک کے مسلمان میں جغرافیائی یا نسلی تفریق کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس معاملہ میں اسلام کے اصول اور مغرب کے اصول ایک دوسرے سے برعکس واقع ہوئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ وہ وہاں سبب قوت ہے وہ یہاں عین سبب ضعف ہے۔ اور یہاں مایہ حیات ہے وہاں بعینہ سم قاتل ہے"۔ ۷۸ے

بقول اقبال:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری۔ ۷۹ے

عصبیت اور اسلام کی دشمنی

اسلام جب ظاہر ہوا تو اس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی نسل و وطن کے تعصبات و امتیازات تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی اپنی قوم ان تعصبات میں سب سے پیش پیش تھی۔ خاندانوں کے مفاخر اور نسبی وذاتی وجاہتوں کے تخیلات ان کے اور اسلام کے درمیان شدت کے ساتھ حائل تھے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ قرآن اگر چہ خدا کی طرف سے اترتا تو مکہ یا طائف کے کسی بڑے آدمی پر اترتا۔ ۸۰ے

وقالوا لو لا انزل هذا القران على رجل من القريتين عظيم (الزخرف ۴۳: ۳۱)

انھوں نے کہا یہ قرآن دو بستیوں میں سے کسی بستی کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ اترا؟

تمام قریش نے اسی وجہ سے مقاطعہ کر لیا گیا اور بنی ہاشم میں محصور کیا گیا، جن کے خاندان کمزور تھے ان کو شدید مظالم سے تنگ آ کر حبش کی طرف ہجرت کرنی پڑی اور جن کے خاندان طاقت ور تھے وہ کسی حد تک محفوظ رہے۔

اس تعصب کا دور دورہ عجم میں تھا۔ خسرو پرویز عرب کی قوم کو ذلیل سمجھتا تھا۔ اپنا ہم پلہ نہ سمجھتا تھا کہ وہ حق کی طرف بلانے والے کی قوم ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے خلاف دشمن یہودیوں کے پاس سب سے بڑا کارگر حربہ یہی تھا کہ مسلمانوں میں قبائلی عصبیت پیدا کریں۔ اسی بنیاد پر مدینہ کے منافقین سے ان کی ساز باز تھی۔

ان کے لیے ہی یہ آیت نازل ہوئی:۔

یا ایھاالذین امنوا ان تطیعوا فریقامن الذین او توالکتاب یردو کم بعدایمانکم کفرین(آل عمران ۳: ۱۰۰)

مسلمانو: اگر اہل کتاب کے ایک گروہ کی بات مانو گے تو وہ تم کو ایمان سے کفر کی طرف پھیر دیں گے۔

یہی نسل و وطن کا تعصب تھا کہ "عبداللہ بن ابی" رئیس المنافقین کہا کرتا تھا کہ یہ "قریش کے فقیر ہمارے ملک میں اگر پھل پھول گئے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ کتے کو کھلا پلا کر موٹا کر و تا کہ تجھی کو پھاڑ کھائے" اس کی اسی طرح کی دوسری باتوں کا جواب اللہ نے وحی کے ذریعے سورۃ منافقون (۱) میں دیا اور عصبیت کا جوش تھا، جس نے عبداللہ بن ابی سے عائشہؓ پر تہمت لگوائی اور خزرج والوں کی حمایت نے اللہ اور رسول کی سزا سے بچالیا ۸۳۔

فرقہ پرستی اور عصبیت کا شکار مسلمانوں کے لیے زوال بغداد کی تاریخ عبرتناک منظر پیش کر رہی ہے، جہاں اس کی وجہ سے اندرونی خلفشار سے مسلمانوں کی طاقت کمزور ہوتی گئی اور نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ تاتاریوں اور منگولوں نے کچھ ناعاقبت اندیشیوں کی دعوت پر اسلام کے مرکز پر حملہ کر دیا اور مسجدیں منبر و محراب تباہ و برباد کر دیے صرف بغداد نہیں افغانستان، فلسطین، لبنان، ترک و مصر سب قومیت و مسلک کے افتراق کا شکار ہوئے اور دشمن کو اہل اسلام پر غلبہ حاصل ہوا۔ ۸۴

عصبیت کے خلاف اسلام کا جہاد

کفر و شرک کی جہالت کے بعد اسلام کی دعوت حق کا اگر کوئی سب سے بڑا دشمن تھا تو وہ یہ نسل و وطن کا شیطان تھا اور یہ وجہ تھی کہ نبی اکرمؐ نے ۲۳ سالہ حیات نبویہ میں ضلالت و کفر کے بعد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب سے زیادہ جس چیز کو مٹانے کے لیے جہاد کیا وہ یہی عصبیت جاہلیہ تھی۔ آپ احادیث و سیر کی کتابوں کو اٹھا کر دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے کس طرح خون اور خاک، رنگ اور زبان پستی اور بلندی کی تفریقوں کو مٹایا۔ انسان اور انسان کے درمیان غیر فطری امتیازات کی تمام سنگین دیواروں کو مسمار کیا اور انسان ہونے کی حیثیت سے تمام بنی آدم کو یکساں قرار دیا۔ آنحضرت ﷺ کی تعلیم یہ تھی:

لیس منامن مات علی العصبیة لیس منامن دعاالی لعصبیةلیس منامن قاتل علی العصبیته ۸۵؎

جس نے عصبیت پر جان دی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ جس نے عصبیت کی طرف بلایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ جس نے عصبیت پر جنگ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

عبادت الٰہی کے بعد آپؐ اپنے خدا کے سامنے تین باتوں کی گواہی دیتے تھے۔ پہلے اس بات کی کہ "خدا کا کوئی شریک نہیں ہے" پھر اس بات کی کہ "محمدؐ اللہ کا بندہ اور رسول ہے۔ پھر اس بات کی کہ "اللہ کے بندے سب بھائی بھائی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو اپنے آخری زمانے میں سب سے زیادہ خطرہ جس چیز کا تھا وہ یہی تھا کہ کہیں مسلمانوں میں جاہلی عصبیتیں پیدا نہ ہو جائیں اور ان کی بدولت اسلام کا قصر ملت پارہ پارہ نہ ہو جائے۔ اس لیے حضور اکرامؐ بار بار فرمایا کرتے تھے کہ:

لاترجعون بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض

کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے بعد تم پھر کفر کی طرف پلٹ کر آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو ۸۶؎

وصال نبوی کے بعد ہاشمی اور اموی عصبیت کا فتنہ اٹھا اور اس نے اسلام کے اصلی نظام سیاست کو ہمیشہ کے لیے درہم برہم کر دیا۔ پھر عجمی، عربی، ترکی عصبیت کی شکل میں ظہور کیا اور اسلام کی سیاسی وحدت کا بھی خاتمہ کر دیا۔ پھر مختلف ممالک میں جو مسلمان سلطنتیں قائم ہوئیں سب کی تباہی میں سب سے زیادہ اسی فتنے کا ہاتھ تھا۔ قریب ترین زمانے میں بڑی مسلمان سلطنتیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندستان اور ترکی کی تھیں۔ان دونوں کو اسی فتنے نے تباہ کیا۔

اسلام کی پوری تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں جہاں طاقت و رسلطنت نظر آتی ہے، اس کی بنیاد میں ہمیں بلا امتیاز عصبیت ،مختلف نسلوں اور مختلف قوموں کا خون ملے گا۔ان کے مدبران کے سپہ سالار ان کے اہل قلم ان کے اہل سیف سب کے سب مختلف الاجناس پائے جائیں گے۔آپ عراق کو افریقہ میں شامی کو ایران میں، افغانی کو ہندستان میں، مسلمان حکومتوں کو ایسی جان بازی دیانت، صداقت اور امانت کے ساتھ خدمت کرتے ہوئے دیکھیں گے۔جس سے وہ خود اپنے وطن کی خدمت کرتا ہے۔اور دارالا اسلام کو اپنا گھر سمجھتا ہے۔مگر جب نفسانیت اور قومیت کا فتنہ اُٹھا تو بڑی بڑی مسلمان سلطنتیں صفحہ ہستی سے مٹ گیئں۔

آج مغربی قوموں سے سبق سیکھ کر مسلمان ،وطنیت و قومیت کے راگ الاپ رہے ہیں۔ عرب عربیت پر ناز کر رہا ہے۔مصری کو فراعنہ یاد آرہے ہیں۔ترک۔اور ایران بھی اپنا رشتہ چنگیز خان، رستم اُسفند یار سے جوڑ رہے ہیں۔ہندستانی جو آب زمزم سے قطع تعلق کر کے آب گنگا سے وابستگی پیدا کرنا چاہتے ہیں، ان کو یہ خبر نہیں کہ جو چیز قومیت کے لئے آب حیات ہے، وہی چیز اسلامی قومیت کے لیے زہر ہے۔اسلامی قومیت کے اندر نسلی ،وطنی ،لسانی ،قومیتوں کا جمع ہونا قطعاً محال ہے۸۷۔ اس لیے کہ

جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

پس جو مسلمان ہے، وہ مسلمان رہنا چاہتا ہے۔وہ تمام قومیتوں کے احساس کو باطل اور سارے خاک وخون کے رشتوں کو قطع کر دے گا۔

عالم اسلام کے خلاف ایک خطرناک منصوبہ

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار امریکی قیادت میں استعماری طاقتوں کی حکمت عملی جسے مخصوص مستقبل میں بروے کار لایا جاتا ہے یہ ہے کہ مسلمان کو تقسیم کر کے آپس میں لڑانے کے منصوبے پر عملدر آمد شروع کر دیا ہے۔

عراق میں قتل عام کو شیعہ سنی فرقہ بندی قرار دیا جارہا ہے۔پاکستان میں فرقہ وارانہ تعصبات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابھارنے اور معاشرے کو انتہا پسندی میں تقسیم کرنے کی ناکام کوشش نے ہمیں امریکی دانشور'' جیمز کرتھ'' جو سوراتھ مور کالج میں سیاسیات کے پروفیسر ہیں، جہاں وہ امریکہ کی خارجہ پالیسی اور بین الاقوامی سیاست کے مضامین پڑھاتے ہیں، ایک سال قبل لکھے گئے مضمونوں کی یاد دلاتی ہے۔ وہ دی امریکن کنزرویٹو میگزین کے لیے لکھے گئے،

(Splitting Islam) نامی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں

سرد جنگ میں امریکہ نے کمیونسٹوں کو روس چین بلاک میں تقسیم کرنے کی حکمت عملی استعمال کی، جو روس کے خلاف حتمی کامیابی کا سبب بنی۔ اسلامی دنیا میں اس کی تمثیل شیعہ سنی کی تقسیم سے ملتی ہے۔ عراق میں فرقہ وارانہ تصادم روزانہ شدت سے اس تقسیم کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ خاص طور پر لبنان، شام، سعودی عرب اور پاکستان اس کی مثالیں ہیں۔ ۸۸

ان میں اختلافات کی وجہ سے عالمی اسلامی تحریک بھی اپنی وقعت کھودے گی اور لوگوں کے لیے بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔ مسلم دنیا میں سنی اسلامسٹ اور شیعہ اسلامسٹ کی اصطلاحیں رائج ہوں گی اور امریکہ کو دشمن سمجھنے کے بجائے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو کر مسلمان آپس میں ٹکرائیں گے۔

جیمز کرتھ کے خیال میں اگر ایران جوہری طاقت بن جاتا ہے تو پاکستان کے ساتھ اس کی کشیدگی بڑھنے کا امکان ہے۔ اس سب کا دارومدار عراق میں شیعوں اور سنیوں کے درمیان خانہ جنگی کے رونما ہونے اور پھر طول پکڑنے پر ہے۔ اس سے ایران اور پاکستان میں شیعہ سنی اختلافات کو نئی زندگی ملے گی اور ایٹمی توانائی کے حامل دو ممالک انتہائی خطرناک حالات میں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہوں گے اور جوہری انڈیا کے درمیان سینڈوچ بن جائے گا۔ امت مسلمہ کے لیے اور خود ایران و پاکستان کے لیے یہ انتہائی خطرناک صورتحال ہوگی۔

اسی طرح اعتدال پسند اور انتہا پسند میں تقسیم کردینے کا حربہ بھی کامیاب حکمت عملی ہے۔

معروف امریکی ادارے اینڈ کارپوریشن کی (Civil Democratic Islam) نامی رپورٹ میں اس طرز پر چار طبقوں میں مسلمانوں کو تقسیم کرنے کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ ماڈرنسٹ: یعنی ایسا اسلامی ایڈیشن جو مغربی تہذیب کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔

۲۔ سیکولرسٹ: یہ وہ لوگ ہیں جو دین الگ اور دنیا الگ کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے ریاستی اور اجتماعی کاموں کو دین سے الگ سمجھتے ہیں۔

۳۔ ٹریڈیشنلسٹ: یہ وہ طبقہ ہے جس میں ابھی تک انحطاط کے دور کی ذہنیت کارفرما ہے کہ ریاست اور حکومت سے دین کا کوئی سروکار نہیں ہے یعنی ایک رواجی قسم کا دین اپنانے والے۔

۴۔ فنڈامنٹلسٹ: جو اسلامی حکومت کا قیام اور قرآن وسنت پر مبنی اسلامی قوانین کا نفاذ چاہتے ہیں ان کو وہ انتہا پسند قرار دیتے ہیں اور ان کو ہی اصل دشمن قرار دے کر جنگ کرنا فرض اولین سمجھتے ہیں۔ ان کے خلاف تمام طبقوں کو کھڑا کرنا ہے اور ان کا اتحاد سب سے توڑنے کی کوشش بھی کرنی ہے۔

اس کے علاوہ نئے مشرق وسطیٰ کے نقشے میں پورے عالم اسلام کو ٹارگٹ بنایا گیا ہے۔ اور اس مزید ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کی پلاننگ کی گئی ہے۔

ان چیلنجز کے مقابلے کے لیے مسلمانوں کے پاس آپس کے مضبوط اتحاد کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے، لیکن کیا مسلمانوں کی موجودہ حکومتوں میں یہ دم خم ہے کہ امریکہ کے بجائے مسلم عوام کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کریں اور مل جل کر کوئی راستہ نکالیں ان عزائم کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں میں بیداری پیدا کی جائے۔ مسلمانوں کا باہمی اتحاد اس وقت چیلنج ہے۔ اگر ہمیں اپنا اتحاد عزیز ہے تو اپنی قوت کو ایک دوسر کے خلاف استعمال کر کے اس کو ضائع کرنے کا باعث نہیں بنیں گے۔[89]

مسلمانوں میں فرقہ پرستی کا رجحان

جسد ملت میں ایک زہر فرقہ پرستی اور تفرقہ پرستی کا بھی ہے۔ جو اندرونی طور پر مسلمانوں کو متحد ہونے نہیں دے رہا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے تدارک اور ازالے کا ادراک ہر شخص کے لیے ضروری ہے۔ ہمارے اردگرد تیزی سے جو حالات رونما ہو رہے ہیں ان کی نزاکت اور سنگینی اس امر کی متقاضی ہے کہ ہم نوشتہ دیوار پڑھیں اور اپنے درمیان سے نفرت، بغض، نفاق اور انتشار وافتراق کا قلع قمع کر کے باہمی محبت اور مودت، اخوت و یگانگت کو فروغ دینے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا ۹۰

مذکورہ بالا آیت قرآنی میں اللہ اہل ایمان سے خطاب فرما رہے ہیں کہ تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ و انتشار کا شکار نہ ہونا۔ اس میں غیر مبہم اور واضح فرقہ پرستی اور تفرقہ پروری کی خدمت کی گئی ہے۔ گویا یہ آیت اخوت واتحاد کی دعوت اور تفرقہ وا نتشار کی مذمت۔ دونوں پہلوؤں کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے اور امت واحدہ کے تصور کو اذہان وقلوب میں جاگزیں کرے گا۔

اس کے بارے میں حضور ﷺ نے یوں فرمایا ہے:

يد الله على الجماعة ومن شذّ شذّالٰى النار ۹۱

اجتماعی وحدت کو اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہوتی ہے، جو کوئی اس سے جدا ہو گا دوزخ میں جا گرے گا۔ آج شوئی قسمت سے حالت یہ ہو گئی ہے کہ ملت اسلامیہ مختلف فرقوں میں منقسم ہو کر اپنے اپنے ملک کے تحفظ کو اسلام کی سلامتی اور استحکام کا ضامن گردان رہی ہے۔

ملی شیرازہ بندی کی تعلیم: ارشاد خداوندی ہوتا ہے:

ولا تكونوا كالذين تفرقوا واختلفوا من بعد ما جآء هم البينٰت ۹۲

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ اور اختلاف کرنے لگے تھے۔ اس کے بعد بھی کہ جب ان کے پاس روشن نشانیاں آچکی تھیں۔

یہاں بھی قرآن حکیم ملی وحدت اور ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کی تعلیم دے رہا ہے اور متعدد مقامات پر ایسے احکام صادر ہوئے ہیں، جن میں مسلمانوں کو تفرقہ وانتشار سے اجتناب کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اور اتحاد و یک جہتی کو فروغ دینے کی تاکید کی گئی ہے۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ جب قرآن کی نظر میں فرقہ پرستی اتنی قابل مذمت اور انتشار و افتراق کی راہ ہے اور جب ہم سب اس سے اتنے متنفر ہیں۔۹۳ تو یہ لعنت کیوں ہمارے ملی وجود کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ وحدت ملی کے تصور کو فرقہ پرستی کے ہاتھوں ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

حکیم الامت اپنے آخری دنوں میں اپنی گفتگو میں یوں فرماتے ہیں:

''اسلام کی روح اجتماعی ہے، لہذا، عالم اسلام کا زوال و انحطاط رک سکتا ہے تو کسی ایسی ہی تحریک سے کہ یوں دیکھنے میں اس کی نوعیت سیاسی ہو یا اجتماعی، اخلاقی یا مذہبی یعنی کسی ایک پہلو پر مرکوز''۔

تحریک اتحاد اسلامی ایک ایسی ہی تحریک تھی، حقیقت یہ ہے کہ ہم اسی تحریک کو صحیح معنوں میں ملی اور اسلامی ٹھرا سکتے ہیں۔ یہ ہماری نشاۃ ثانیہ کی تحریک تھی جس کی حقیقی روح اور اغراض و مقاصد کو اگر چہ بہت کم لوگ سمجھے، بایں ہمہ وہ اپنے مقصد میں ناکام نہیں رہی لیکن ایک ایسی تحریک جو محض سیاسی ہے، آج کل کی اصطلاح میں سیاسی، اس سے اتحاد ملت کا راستہ کھل سکتا ہے، نہ اجزائے ملت کی شیرازہ بندی کا امکان ہے۔ لہٰذا ایک طرح سے دیکھا جائے تو اگر کسی تحریک کی نوعیت محض فقہی ہے، یا اخلاقی اور اصلاحی، یا اس کا رخ ان معنوں میں سیاست کی طرف ہے کہ اس سے کسی خطرے کی پیش بندی مقصد ہے، جو کسی پہلو سے ملت کو درپیش ہے تو اس کی ضرورت اور مصلحت سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کی اساس خالصتاً اسلامی ہو یعنی اس اصول پر مبنی جو ہماری حیات ملی کا صورت گر ہے۔ بعینہ جیسے ایک طبیب حاذق کسی معمولی سے معمولی مریض کا علاج بھی کرتا ہے تو پورے جسم کی صحت اور حفاظت کی رعایت سے، لیکن یہی بات ہے جسے اکثر نظر انداز کر دیا جاتا۔ اور نتیجہ یہ کہ ہر اصلاحی اخلاقی تحریک کسی نہ کسی فرقہ بندی کی شکل اختیار کر لیتی ہے عالم اسلام میں اکثر ایسا ہوا اور اب بھی ہو رہا ہے یہ طرز عمل اتحاد امت کے منافی ہے۔ اس سے امت کے احیا کی کوئی صورت پیدا ہوتی ہے نہ ان ذمہ داریوں میں پورا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُترنے کی، جس کے لیے اس کی تشکیل ہوئی''۔۹۴

برادران اسلام آیئے عہد کریں کہ اختلافات کے ہزاروں دائرے ہو سکتے ہیں۔ مگر اُسے محل نزاع واختلافات بنانے سے گریز کریں۔ مسلمانوں کے مابین خدا، رسول، دین، قرآن اور کعبہ پر کوئی اختلاف ونزاع گوارا نہیں کیا جائے گا۔ حقیقی رواداری کا عملی مظاہرہ ہی مسلمانوں کے اتحاد واخوت کے فروغ کے لیے ناگزیر ہے۔

۷۔ تعلیمی پسماندگی

تاریخ انسانیت میں یہ منفرد مقام صرف اسلام کو حاصل ہے کہ وہ سراپا علم بن کر آیا اور علمی دنیا میں ایک ہمہ گیر انقلاب کا پیامبر ثابت ہوا۔ اسلام کے سوا دنیا کا کوئی تمدن یا مذہب ایسا نہیں جس نے تمام انسانوں کی تعلیم کو ایک بنیادی ضرورت قرار دیا ہو یوں اسلام کو اگر ہم علم دین کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ دینی دنیوی اور ظاہری و باطنی فوائد کے باعث اسلام علم و حکمت کو خیر کثیر قرار دیتا ہے، جیسا قرآن میں ارشاد ہوا ہے۔

''اور جس شخص کو حکمت دے دی گئی اس کو بلاشبہ خیر کثیر سے نواز دیا گیا ہے''۹۵۔ قرآن میں علم کا تصور بہت وسیع ہے۔ اس میں دینی علوم کے ساتھ کائنات کے تمام علوم بھی شامل ہیں، بلکہ اصل علم ان سب کے مجموعے کا نام ہے۔ چنانچہ یہ علم و حکمت جہاں سے بھی ملے مسلمانوں پر اس کا حاصل کرنا فرض ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

''حکمت مومن کی متاع گم گشتہ ہے جہاں بھی ملے وہ دوسروں کے مقابلے میں اس کے لینے کا زیادہ حق دار ہے۔''۹۶

اللہ تعالٰی نے قرآن مجید کو بھی علم ہی سے تعبیر کیا ہے:

''اور بے شک ہم ان لوگوں کے پاس ایسی کتاب لے آئے ہیں جس کو ہم نے علم کی بنا پر فضیلت عطا کی ہے، جو ایمان والوں کے لیے ہدایت ورحمت ہے۔''۹۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے قرآن کے ذریعے انسان کے دل و دماغ کو یکسر بدل دیا۔ یہ ایک ایسا انقلاب تھا، جو آگے چل کر اس علمی تحریک کا سبب بنا جس نے نئے حقائق فطرت کے بے باکانہ اکتشاف میں تجربہ و امتحان اور استقرا کا راستہ کھول دیا۔ یہ عالم اسلام ہی تھا جہاں صحیح معنوں میں علمی روح بیدار ہوئی۔ اس سے پہلے یونان ہو یا مشرق کسی نے بھی علم کو اس نظر سے نہیں دیکھا تھا، جیسا کہ اس کا تقاضا تھا علم کے بغیر گویا اسلام کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ شاید اسی بنا پر ایک اطالوی مستشرق پروفیسر ایف روزنتھل (Prof-F-Rosenthal) اپنی تصنیف (Knowledge triumphant) کے پانچویں باب کا عنوان ''علم ہی اسلام ہے'' مقرر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''علم ایک ایسا تصور ہے، جو اسلام پر ہمیشہ چھایا رہا اور اس نے مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کو ایک خاص شکل و صورت دی ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ علم کے تصور نے مسلمانوں کی تہذیب کو ہمہ جہتی طور پر وسعت و قوت سے متاثر کیا ہے''۔ مسلم قوم کی تاریخ پر اگر غور کریں تو اس حیرت انگیز قوم نے بڑے بڑے تہذیبی کارنامے انجام دیئے۔ قدیم علوم کے مدفون خزانوں کو باہر نکالا اور محفوظ کیا۔ ان میں ٹھوس اضافے کیے۔ ارسطو سکندریہ کے عجائب گھر کا بیج جو مدتوں ۹۸ سے بے ثمر تہ خاک تاریکی میں گم تھا، اس پر پھر سے کونپلیں پھوٹیں اور وہ ثمر آور ہوا۔ یہ انقلاب علم و عمل تھا جس سے آنے والا ہر دور تاریخ متاثر ہوا۔ نہ صرف مغرب متاثر ہوا بلکہ خوشہ چیں ہوا اور خوشہ چیں ہے۔ علم و حکمت کے ایک اور دور کو مورخین عالم نے فخر و انبساط اور شرح و بسط کے ساتھ ریکارڈ کیا ہے۔ یہ کم و بیش سات سو سال کو محیط ہے۔ اس دور اسلامی میں کم از کم تین ملین (تیس لاکھ) مخطوطات عالم وجود میں آئے۔ علوم و فنون کا کوئی موضوع کوئی علم و فن احاطہ تحریر سے باہر نہیں''۔ صدیاں گزر گئیں کہ ہم نے اپنے اکابر کے کارہائے علم و حکمت کا کوئی حقیقت پسندانہ جائزہ نہیں لیا ہے اور نہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ان تیس لاکھ کتابوں کے لکھنے والے کون تھے۔ ۹۹

جدید تمدن کی شمع روشن کرنے کے بعد مسلمان قوم اسلامی شعار کو چھوڑ کر خود سرانہ شاہیت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پامال ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ جمود و بے حسی کی حالت طاری ہوگئی۔ جدید تمدن نے بہت سے اسلامی اصول ونظریات جز وا اپنے میں ضم کر لیے ہیں۔ گذشتہ دو صدیوں نے مسلم اقوام کے عروج کو دیکھا۔ اسلام کے لیے تاریخ کے دو واقعات نہایت انقلاب آفریں رہے ہیں، جس کی وجہ سے اسلامی دنیا علم و دانش کی تباہی اور راسخ العقیدگی روایات سے دوری کا نشانہ بنی، دنیائے اسلام کا ایسا اولین واقعہ منگولوں کا تخت و تاج تھا اور دوسری بڑی آزمائش اس کا یورپ سے متصادم ہونا تھا۔ یورپ اپنے نشاۃ الثانیہ کے بعد صنعتی انقلاب اور سرمایہ داری نظام سے حاصل ہونے والی قوت کے ساتھ فوجی سیاسی معاشی اور تمدنی سطح پر اسلام سے متصادم ہوا تو اسلامی علوم و تمدن کے وہ مراکز اور مسلم مملکتیں جو یورپ سے متصل تھیں۔ اس تصادم سے خود کو محفوظ نہ رکھ سکیں۔

تاتاریوں اور ترکوں کے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں نے اپنا سیاسی اقتدار دوبارہ حاصل کر لیا۔ قسطنطنیہ کی فتح کے بعد ترکان عثمانی یورپ میں خود کو مستحکم کر کے ''ویانا'' کے دروازے کھٹکھٹانے لگے۔ لیکن مسلمانوں کی تہذیبی تخلیقی قوت تیرھویں صدی کے بعد ماند پڑ گئی۔ آخری غیر معمولی ذہانت کا شخص جو انھوں نے پیدا کیا وہ ابن خلدون تھا، جو عمرانیات اور فلسفہ تاریخ کا باوا آدم مانا جاتا ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں کے افکار اور زندگی کے سانچے رسمی اور غیر متبدل ہو گئے۔ 20 ویں صدی کے پہلے ربع میں زوال کا یہ عمل کئی قدم آگے بڑھ گیا اور مسلمان اپنے سیاسی اور معاشرتی اغراض کے لحاظ سے ہر میدان میں یورپی ممالک کے زیر تسلط آ گئے اور پھر آزادی کے بعد آج تک وہ دوبارہ کھویا ہوا مقام حاصل نہ کر سکے۔

قحط الرجال میں اہل زمین کا یہ حال تھا۔ غالب نے اس کا یہ نوحہ یوں لکھا:۔ ۱۰۰

بے دلی ہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
بے کسی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں

علامہ اقبال اور تعلیم

علامہ اقبال مذہب کے ارتباط کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک تمام انسانی اقدار کا منبع توحیدا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لبی پر مکمل ایمان ہے، جو مذہب کی بنیاد ہے اور مساوات انسانی، نیابت الٰہی اجتماعی عدل، آزادی تسخیر فطرت ہے جو مذہب کی بنیاد اور ایمان کے مظاہر ہیں۔ اقبال مذہب کے متحرک تصور کے قائل ہیں۔ وہ مذہب کو جہاد زندگانی میں شرکت کے لیے قوت اور حوصلہ کا مخزن سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسلام محض عبادات کا ساکت مجموعہ نہیں، بلکہ دین عمل ہے۔ جو زندگی کے تمام شعبوں کے لیے مکمل ضابطہ فراہم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جو تعلیمی نظام دیا ہے، وہ بھی دین ہی کی طرح مکمل اور قابل عمل مجموعہ ہے۔ ۱۰۱

ان کے تعلیمی نظریات کسی خاص دور تک محدود نہیں آج کے دور میں بھی ان کی اہمیت برقرار ہے۔

اقبال کے ہاں علم کا تصور خالص اسلامی ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ایک اخلاقی نصب العین اور نظام سیاست کی حیثیت سے اسلام ہی کی بدولت مسلمانوں کے سینے ان جذبات سے معمور ہیں، جن پر جماعتوں کی زندگی کا دارومدار ہے، جن میں متفرق اور منتشر افراد بتدریج ایک قوم بناتے ہیں۔ وہ اخلاقی روح اسلامی تعلیم کے ذریعے پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اس نظام کے لیے ان کی عملی کوشش اور اسلامی نظام تعلیم کے ذریعے پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ۱۰۲

اقبال اس بات کے قائل ہیں کہ مسلمانوں کو علوم جدیدہ کی تیز پار رفتار کے قدم بہ قدم چلنا چاہیے، لیکن یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ان کی تہذیب کا رنگ خالص اسلامی ہو۔ کیونکہ ان کے نزدیک مغربی تعلیم نہ صرف الحاد پیدا کرتی ہے بلکہ ہمیں بغیر سہارے کے چھوڑ دیتی ہے۔ اس کی نہ کوئی منزل ہے نہ مقصد۔ یہ دماغ کو روشن کرتی ہے لیکن دل کو بجھا دیتی ہے۔ یہ روح اور اس کی تمام اعلیٰ صفات کو بیکار کر دیتی ہے۔

ان اداروں کا نصاب پڑھ کر مسلمان طالب علم ایک طرف تو انگریزی حکومت کو اپنے حق میں رحمت خیال کرتا ہے اور دوسری طرف اپنی قوم، مذہب اور تہذیب سے کٹ کر مغربی تہذیب کا شیدا بننے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ اس طرز تعلیم کی زہرناکی کو اقبال نے اپنے معرکہ آرا مضمون

"طرز...

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر ہم اپنے تعلیمی کارناموں کی قدر و قیمت کا اندازہ لگائیں تو معلوم ہوگا کہ موجودہ نسل کا نوجوان مسلمان قومی سیرت کے اسالیب کے لحاظ سے ایک بالکل نئے اسلوب کا ماحصل ہے جس کی عقلی زندگی کی تصویر کا پردہ اسلامی تہذیب کا پردہ نہیں ہے حالانکہ اسلامی تہذیب کے بغیر میری رائے میں وہ نیم مسلمان ہے۔ بلکہ اس سے بھی کچھ کم ہے اور وہ بھی اس صورت میں کہ اس کی خالص دنیوی تعلیم نے اس کے مذہبی عقائد کو متزلزل نہ کیا ہو''۔۱۰۳

دنیوی تعلیم کے اداروں پر جب نظر ڈالتے ہیں تو فکری بے سروسامانی اور فرسودہ روایات کی اسیری نظر آتی ہے۔ دونوں قوم کے ان تعلیمی اداروں سے مایوس ہو کر اقبال نے مثالی دار العلوم کا تصور یوں پیش کیا:۔

''اسلام میں دین اور دنیا کی کوئی تفریق نہیں، اس لیے دینی علوم اور دنیوی علوم کی تعلیم کے لیے علیحدہ علیحدہ درس گاہوں کا اہتمام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، یہ اسلام کی روح کے سراسر منافی ہے۔ قومی ہستی کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ رائج الوقت اور متوازی تعلیمی نظاموں کو فوراً ختم کیا جائے اور دینی و دنیاوی علوم کو باہم تربیت کر کے ایک وحدانی یعنی علوم نقلیہ اور علوم عقلیہ دونوں ایک دوسرے سے ہم کنار ہوں۔''

''اقبال نوجوانوں کو اپنے سوز و گداز کا اور اپنی تڑپ و اضطراب کا صحیح وارث سمجھتے تھے۔ پیارے نوجوانو! اب تک تم نے جو کچھ پڑھا سیکھا وہ سب طائران اسیر دام کی آوازیں تھیں، ان میں حریت کی جھنکار تھی نہ کردار سازی کا طریقہ۔ اسلامی روح کو اپنے جاگزیں کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حرم سے وابستگی کی جائے۔''

''خودی کی اصل محرک اس کی اپنی ذات کے اثبات کا جذبہ ہے، جو نت نئے مقاصد کی تخلیق کر کے اسے ہمیشہ آگے بڑھنے کی ترغیب دیتا اور اس کی ذات کے انجذابات، توسیع تسلسل اور بقا کا سامان مہیا کرتا ہے۔ زندگی کی نمو پذیر اور محیط بالذات مرکز کو خودی کہتے ہیں''، تعلیم کے موضوع پر علامہ اقبال کی شاعری ان کے خطبات، خطوط اور مضامین کے مطالعہ سے تعلیم کے درج ذیل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقاصد اخذ کیے گئے ہیں۔۱۰۴

۱ تعلیم طالب علم کو صاحب نظر بناتی ہے۔دل بینا عطا کرتی ہے۔ضمیر کائنات سے باخبر کرتی ہے۔جہان نو کی تعمیر کے لیے تیار کرتی ہے،تقدیر ساز بناتی ہے۔

۲ تعلیم اسلامی نظریہ حیات کی تفہیم اور ترویج کا وسیلہ ہے۔

۳ تعلیم طالب علم میں کردار سازی کے اوصاف پیدا کرتی ہے،جس کے مجموعے کو قلندری کہا گیا ہے۔

۴ آزادی اور حریت پسندی کا صحیح شعور پیدا کرتی ہے۔

۵ اجتہادی نظریہ پیدا کرتی ہے جو علوم وفنون کے ارتقا کا راز ہے۔

۶ دینی اور دنیاوی علوم میں ہم آہنگی پیدا کرتی ہے۔

۷ جمالی اور جلالی قوتوں میں توازن قائم کرنے کا سلیقہ سکھاتی ہے۔

۸ ذہن نگاہ اور عمل میں ہم آہنگی یعنی وحدت کردار عطا کرتی ہے،جس کا نمونہ حضور اکرم ﷺ کی ذات میں موجود ہے۔

۹ دل ناصبور عطا کرتی ہے۔

۱۰ اخلاص نظر عطا کرتی ہے،جس سے حقائق تک دسترس آسان ہو جاتی ہے۔اقبال کے نظریہ تعلیم کی کلیدی حیثیت صرف اس نکتے کو حاصل ہے کہ تعلیم کو مسلمان بنایا جائے،اس طرح تعلیم معاشرے کی تخلیق کے قابل ہوگی۔۱۰۵

تحریکی عمل اور زوال علم

اسلامی تحریکوں کی دعوت پر لبیک کہنے والے لوگوں میں تعلیم یافتہ طبقہ سب سے آگے رہا ہے۔اس دعوت کا اثر قبول کرنے والے اولین لوگ وہی تھے،جن کے اندر علم کی لگن،مطالعے کا ذوق،سیکھنے اور اخذ کرنے کی خواہش بہت زیادہ تھی۔یہ دعوت ان تحریکوں کے قائدین کی سیادت کا سکہ جمانے کے لیے نہ تھی بلکہ خالص دعوت الی اللہ تھی۔اس لیے اس سے متاثر ہونے والوں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دل میں اللہ کے دین کو سمجھنے کی پیاس پیدا ہوتی تھی۔ وہ قرآن کے قاری اور سیرت نبوی کے شیدائی بن کر اُبھرتے تھے۔ کتاب و سنت کا مطالعہ انھیں اپنا جائزہ لینے، اپنے نقائص پر نظر ڈالنے اور اپنی اصلاح کرنے کی ترغیب دیتا تھا۔ ان کے اوپر صالحیت کا رنگ چڑھتا تھا۔ دونوں سے خدا خوفی جھلکتی تھی۔ زبان و عمل کی کوئی حرکت تقویٰ سے خالی نہ ہوتی تھی۔ کتاب اُن کی ضرورت بھی تھی اور زینت و پہچان بھی۔ ان میں ہر شخص تبلیغی مقاصد اور دعوتی جذبے کے تحت اپنے روز و شب کتابوں میں بسر کرتا تھا۔ اُن کا شمار اگر علما و فقہا میں نہ ہوتا تھا، لیکن وہ علم کی عظمت کے قائل اور علم کے اثرات کے معترف تھے۔ یہ روایت اب قصہ پارینہ اور وہ لوگ قبروں کا دفینہ بنتے جا رہے ہیں۔

''ممتاز رہنما'' ''نوجوان قائد'' جیسے سابقے لاحقے الیکشن لڑنے والوں کے لیے کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔ کسی اجتماع میں تلاوت و ترجمہ کی سعادت پانے والے کو مفسر قرآن اور ممتاز عالم دین کے لقب سے یاد کرنے کا رواج ہو گیا ہے۔ دین کا مطالعہ فہم قرآن و حدیث میں عرق ریزی، تحریکی لٹریچر پر گہری نظر جیسے مفید مقدس اشغال ''وقت کا ضیاع'' کہلانے لگے ہیں۔ ہمارے خیال میں تحریکوں میں رونما ہونے والے فتنوں میں علم کے اعراض اور بغیر دینی علم کے اہم ذمہ داریوں اور منصوبوں پر لوگوں کو فائز کرنے کا رجحان سب سے بڑا فتنہ ہے۔ شاطبی نے بدعت پر اپنی عالمانہ بحث میں اس امر کو بھی بدعت قرار دیا ہے کہ جاہلوں کو صاحبان علم دین پر مقدم ٹھہرایا جائے گا۔ اس استدلال کے طور پر انھوں نے ان احادیث نبویہ ﷺ کے حوالے دیے (الاعتصام)

عبداللہ بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ ''علم اس طرح نہیں اُٹھائے گا کہ اسے لوگوں کے اندر غائب کر دے، بلکہ علم کا اٹھایا جانا علما اٹھائے جانے سے ہوگا۔ یہاں تک کہ کوئی عالم نہیں بچے گا اور لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے۔ اس سے مسائل پوچھیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے۔ خود گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو گمراہ کریں گے''۔

کثیرہ بن مرۃ سے مروی ہے کہ: ''داناؤں کے سامنے باطل بات نہ کرو، ورنہ وہ خفا ہو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائیں گے۔ کم عقل والوں سے حکمت کی باتیں نہ کرو ورنہ وہ تمھاری تکذیب کریں گے۔ علم کے اہل کو علم سے محروم نہ رکھو۔ ورنہ تم گنہگار رہو گے۔ نا اہل سے علمی گفتگو نہ کرو ورنہ وہ تمھیں ہی جاہل کہے گا۔ تمھارے علم میں تمھارا ایسا ہی حق ہے جیسا کہ تمھاری دولت میں تمھارا حق ہے۔[۱۰۶]

آج حالت یہ ہے علم وفکر کی دنیا پر مسلم امہ میں محکومی اور پسماندگی چھائی ہوئی ہے۔ علامہ کا شکوہ بجا ہے۔

کس طرح ہوا کند ترا نشتر تحقیق
ہوتے نہیں کیوں تجھ سے ستاروں کے جگر چاک

پھر خود یوں جواب دیتے ہیں:

آہ! محکومی و تقلید و زوالِ تحقیق

یوں یہ تجویز بھی دیتے ہیں:

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خودکشی
رستہ بھی ڈھونڈ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے[۱۰۷]

زندہ قوموں کی نظریں مستقبل پر لگی رہتی ہیں اور ایک ہم ہیں کہ دائروں میں سفر کر رہے ہیں۔

آج اسلامی تحریکیں علمی مشاغل سے دور ہو گئی ہیں۔ نا اہل اور مفاد پرست سیاسی شاطر بھی اسلام کی جدوجہد کو بڑھا نہیں سکتے جبکہ عوام بھی بے خبر سادہ لوح اور تعلیمی پسماندگی کی وجہ سے دیگر دنیا میں بہت پیچھے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جہالت جس میں لاعلمی، نادانی اور بیوقوفی سب منسوب ہے، وہ صفت ہے یا کردار کا حصہ ہے، جس نے دنیا میں بے حد تباہی پھیلائی اور جنگوں کا باعث بنی۔ یہی ہیں، جس نے دنیا کے لاتعداد ملکوں کو پسماندگی میں ڈال دیا اور ابھی تک ڈالا ہوا ہے۔ جس میں لاعلمی اور نادانی کو کم دخل ہے اور بیوقوفی کو زیادہ دخل رہا ہے۔ یہاں میرا مطلب حکمرانوں اور اصحاب اقتدار سے ہے۔ اس ضمن میں مسلمان ممالک کے معاشرتی ڈھانچے کا جائزہ لینا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہے۔[۱۰۸]

ہماری معاشرتی اور اقتصادی سیڑھی کے سب سے بالائی ڈنڈے پر ہمارا جدید تعلیم یافتہ اعلیٰ طبقہ بیٹھا ہوا ہے۔ یہ لوگ اگرچہ نسلاً عرب ہندستانی یا افریقی ہیں مگر ذہنی اعتبار سے اپنے سابق آقاؤں کا ہو بہو چربہ ہیں۔ اور اپنے ملکوں کو مغربی معاشرے کے رنگ میں پوری طرح رنگنے پر تلے ہوئے ہیں۔ یہ اگرچہ چھوٹی سی اقلیت ہیں مگر سارا اقتدار ان کے ہاتھ میں ہے۔

سیڑھی کے نچلے سرے پر ایک گروہ ہے، جو تمام مسلمان ملکوں کی آبادی میں تین چوتھائی سے زیادہ ہے۔ یہ ہیں سیدھے سادے عام لوگ۔ اس گروہ میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو تہذیب کے جدید اثرات سے محفوظ ہیں اور تعلیم سے بہرہ ور نہیں ہوئے۔ یہ مسلمان زیادہ تر غریب، ناخواندہ اور ادنیٰ پیشوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں سے اکثر بہ باطن اچھے مسلمان ہیں۔ بعض اسلامی احکام کے پابند بھی ہیں، لیکن اپنی لاعلمی کی وجہ سے بے بس اور قومی زندگی سے دھوکے میں آجاتے ہیں۔ یہ اکثریت میں ہونے کے باوجود کمزور اور غیر منظم ہیں اور قومی زندگی میں غیر موثر ہیں۔ طرفہ تو یہ ہے کہ اکثر نہیں تو بہت سے لوگ اسلامی احکام ذاتی اذعان و یقین سے زیادہ، محض عادت یا رسم کے طور پر بجالاتے ہیں۔ جس روایاتی تہذیب و ثقافت کی یہ نمایندگی کرتے ہیں، اس میں نہ تو قوت محرکہ رہی ہے، نہ زندگی۔ اس لیے کوئی نوجوان اپنے آپ کو رجعت پسند، پسماندہ کہلوانا پسند نہیں کرتا اس لیے وہ مشنری اسکوں اور اعلیٰ سرکاری اداروں سے پڑھ کر کاروباری ماہر فن، ڈاکٹر، استاد یا سماجی کارکن بن کر اپنے لیے احترام حاصل کرنے کے لیے روایت پسندی کو ختم کرنے اور جرت پسندی میں اپنی کامیابی سمجھتا ہے۔ سیدھے سادے عوام زیادہ سے زیادہ بے جان مزاحمت ہی کر سکتے ہیں۔ معاملہ اگر ان دونوں گروہوں کے درمیان ہوتا تو صورت حال یقیناً مایوس کن تھی مگر ایک تیسرا گروہ جو بے شک تعداد میں کم ہے لیکن مسلم معاشرے کا مستقبل اسی کے ہاتھ میں ہے۔ جدید تعلیم یافتہ ہونے اور یورپ اور امریکہ میں تعلیم پاتے رہنے ہیں اور کام بھی کر رہے ہیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے انھوں نے اپنے دین و ایمان اور اسلام کی محبت کو برقرار رکھا ہے۔ اپنی روزمرہ زندگی میں اس پر عمل کرتے ہیں اور اپنے دین کو نافذ کرنے کے لیے ہر قسم کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قربانی دینے کا جوش و جذبہ رکھتے ہیں ۱۰۹۔ وہ درپیش مسائل کا ادراک بھی رکھتے ہیں اور ان چیلنجوں کا حل اپنے فہم وبصیرت سے پیش کر رہے ہیں۔ چنانچہ یہی لوگ عالم اسلام کی راہنمائی کے اہل ہیں۔

آنے والے وقت میں ان کا فہم اسلام اور اس کا نظام اقدار مسلمان معاشروں کی حیات اجتماعی کی صورت گری اور فکری نہج کے تعین میں ایک اہم بلکہ فیصلہ کن عامل بن جائے گا۔ اس عامل کے زیر اثر مسلمان معاشروں میں شدت پسند مذہبیت اور ظواہر پر غیر معمولی زور دینے کا رجحان کم ہو جائے گا، جس کی وجہ سے اسلامی تحریکوں میں سوچ کی تبدیلی آئے گی۔ جس سے وہ تبلیغ، تعلیم، تربیت اور رائے عامہ ہموار کر کے مطلوبہ نتائج پیدا کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

جس کی وجہ سے مغربی طرز فکر کے پیروکار حکمران طبقات اور اشرافیہ سے ان تحریکوں کی مسابقت مسلح محاذ آرائی کا راستہ اختیار نہیں کرے گی اور بلٹ کے بجائے بیلٹ کا رجحان بڑھے گا، اس طرح پیش آمدہ مسائل پر اسلام کی تعلیمات کی وضاحت کا اختیار کلی طور پر طبقہ علما کے پاس ہونے سے ہر طرح کی توضیحات، سیاسی اقتصادی، معاشرتی، تہذیبی، اخلاقی پر اختلاف بڑھ جاتا ہے۔ جبکہ عوام کے باشعور ہونے سے یہ اختلاف کم ہوگا۔ جدید و قدیم کے امتزاج کا یہ عمل مسلمان معاشروں میں عالم اسلام کے مستقبل کو روشن بنائے گا۔ امت مسلمہ کے داخلی مسائل حل ہوں گے اور وہ بیرونی چیلنجوں کا زیادہ موثر اور کامیاب مقابلہ کرنے کے قابل ہوں گے۔۱۱۰

مسلمان کو اپنی موجودہ پس ماندگی میں ترقی یافتہ مغربی ممالک سے بہت کچھ سیکھنا ہے تو ساتھ واضح طور پر یہ بھی سمجھ لینا چاہیے انھیں اپنے نظریات میں اور عقائد و اقدار میں کسی ہدایت و رہبری کی حاجت نہیں ہے۔ خدا اور انسان کا تعلق و کائنات کے بارے میں کسی پیروی کی ضرورت نہیں، البتہ ان کو مغربی نظامات (Systam) کا مطالعہ کرنا چاہیے اور اپنی منشا اسلام کے اور ذوق کے مطابق ان میں تصرف کریں۔

اگر مسلمان ٹھنڈے دل سے اپنی کامیابیوں اور کارناموں کے اسباب اور علل کا جائزہ لیں تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ بہت کچھ اپنی گذشتہ ماضی کے واقعات سے سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ بلاد یورپ کی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیے بغیر نہ موجودہ دنیا کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ اپنے آپ کو اس کے مطابق کر سکتے ہیں۔[11]

آج اگر امریکا میں لفظ اسلام کو اور اس کے بنیادی تصورات کے بارے میں جاننا چاہیں تو کتابوں کی کسی دوکان میں خون خشک کر دینے والے عنوانات اور سرورق اپنی طرف متوجہ کر لیں گے۔ یا چند مسلمان مصنفین کی اسلام کے خلاف الزام تراشیوں کے جواب میں دفاعی نقطہ نظر سے لکھی گئی، معذرت خواہانہ انداز کی تحریریں بھی مل جائیں اور آخر میں دو تین تراجم قرآن۔ ایک اجنبی زبان کا پر اسرار اور نا قابل فہم متن، تو پھر اسلام سے شناسائی کیسے ہو؟ یورپ اور امریکہ میں اسلامی نظریات و نظام حیات سے لاعلمی کا نتیجہ ہے اور دوسرا خود مسلمانوں کے انتہا پسند عناصر کی سرگرمیوں کا ردعمل جو اسلام کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنے کے عادی ہو چکے ہیں، جبکہ مغرب اور باقی دنیا کے درمیان اجنبیت اور لاعلمی کی ایک گہری خلیج حائل ہے۔ ایجادات، اشیا اور تصورات و نظریات کا بہاؤ مغرب سے دنیائے دگر کی جانب ہے۔

مذہبی اصطلاحات اور لسانی اظہارات کو پوری طرح سمجھنے کے لیے تاریخی تناظر کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ معاصر اسلامی حلقوں میں مغرب مخالف واویلا اسی نو آبادیاتی تسلط کے ردعمل کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے، اُدھر نہ ذرائع ابلاغ مسلسل اس کا ایک منفی تاثر قائم کرتے آئے ہیں۔ اور یہ تاثر کم و بیش پورے مغرب میں نفوذ کر چکا ہے۔

مسلمانوں پر یہ لازم ہے کہ وہ دیگر تہذیبوں اور معاشروں کو سمجھیں اور انھیں کلیتاً رد کر دینے کی پالیسی پر عمل پیرا نہ ہوں۔ اہل یورپ اہل مغرب جن کی خود پسندی انھیں آئینہ دیکھنے کی فرصت تک نہیں دیتی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی نظریات کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے اسلامی اصطلاحات اور نظریات کے تاریخی ارتقا کو پیش نظر رکھا جائے اور جدید اسلامی معاشروں کا مطالعہ کھلے ذہن اور لحظہ بہ لحظہ بدلتی ہوئی اقدار کے تناظر میں کیا جائے۔[12]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجودہ صورت حال میں مسلم اور اسلامی تحریکوں کے پاس بہت کم ایسی چیزیں باقی ہیں، جنھیں تہذیبی نمونوں کی صورت میں دوسروں کو پیش کر سکیں۔ ان کے پاس صرف نصب العین رہ گئے ہیں، اور موجودہ زمانے میں اسلام کے دعوتی عمل کے لیے فکر و مطالعہ ہی سب سے بڑا ہتھیار ہے کیونکہ ایک مستشرق کے بقول:۔

The religion of muslims had Conquered where their arms had fialed.113

کہ مسلمانوں کے مذہب نے وہاں فتح حاصل کر لی، جہاں ان کے ہتھیار ناکام ہو چکے تھے۔

۸۔ کیا عالم اسلام ایک فہم دین پر جمع ہو سکتا ہے؟

آج کے دور میں عالم اسلام اور اسلامی تحریکوں کو جو چیلنج لاحق ہیں، ان کے انداز نئے ہیں۔

ہر دور کے نئے لات و منات ہیں اور بھیس بدلنے کے باوجود ان کا چیلنج ایک نئی شکل رکھتا ہے۔

آج کے چیلنجز کا مقابلہ آج کی بصیرت سے، جو اسلام کی تعلیمات پر مبنی ہو، اس کے روشنی میں کرنا ہے۔

قرآن مجید میں ''خیر کثیر'' اور حکمت کا جو تذکرہ ہے اس سے مراد فہم اسلام ہے۔ فہم اسلام اس وقت مفقود نہیں ہے۔

اسلام کے سکالر آج بھی موجود ہیں اور اجتماعی بصیرت بھی۔ جب آنحضرت ﷺ سے کہا جاتا تھا کہ اس سوال کے جواب دیں تو آپ کہتے تھے، مجھ سے زیادہ سوالات مت کرو، آنے والے دور میں ایسے اہل علم ہوں گے جو سب سوالوں کے جواب دیں گے۔

آج عالم اسلام میں ایسے اہل علم موجود ہیں۔ جو آنے والے چیلنجوں کے اسلام کی روشنی میں حل تجویز کرتے ہیں۔ جو اسلامی تحریکیں موجود ہیں، ان میں افراط و تفریط ہے، عدم اعتدال ہے۔ ان کا فہم اسلام جو معاصر دنیا Contemporary world کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر سب کو فہم دین کی ضرورت ہے۔

یہ اسلامی تحریکیں فکری اور عملی خدوخال سے اب سیکھ رہی ہیں، وہ ایک فکری نہج پر پہنچ رہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، جو ماضی کے مقابلے میں حقیقت پسندانہ ہے، ان میں حسن توازن اور اعتدال پیدا ہو رہا ہے۔
آج یہ نئے چیلنج کا جواب دینے کے Farmilate کر رہے ہیں اور ایک حقیقت شناسی Realism اور Balance کی موجودہ حالات میں ضرورت بھی ہے۔

کسی پہلو پر کتنی توجہ دینی چاہیے، اور معتقدات، عبادات، حقوق العباد، انسانی معاملات، معیشت، ثقافت، سیاست اور اخلاقیات ان تمام معاملات میں اس وقت ٹھیک ٹھیک اسلامی رویہ ہونا چاہیے۔ اس کے بارے میں Clarily of thought اُبھر رہی ہے،

لیکن اس پر سب کا متفق ہونا بھی موجود نہیں۔

مذہب کے لازم Essential اور غیر لازمی Non Essenatial احکام کے درمیان فرق کرنے کی استعداد سے بڑی حد تک محروم ہیں، وہ غیر لازم کو لازم اور لازم کو غیر لازم سمجھ لیتے ہیں اور لازم کو پوری اہمیت نہیں دیتے۔

دور جدید کے اکثر مسلمان مفکرین ایسے فہم دین پر متفق نہیں ہو سکے جو تمام سوالات کا جواب دیتا ہوں، جس میں انسان کی اور معاشروں کی تمام ضروریات کو ایک حسن ترتیب کے ساتھ بھی بیان کیا گیا ہو، سمجھا بھی گیا ہوں، قبول بھی کیا گیا ہو Project بھی کیا گیا ہو۔

اسلام میں اجتہاد کا میدان بہت وسیع ہے، جو امر بالمعروف کے واضع حکامات ہیں۔ وہ قرآن میں واضح ہے، جن پر فقہی عمارتیں قائم ہوئی اور مختلف مذاہب وجود میں آئے، جن کا حصہ قرآن و سنت میں شامل نہیں وہ بعد میں وجود میں آئی۔ آج کا ادارہ یا مجتہدان تمام معاملات میں نئی سوچ اختیار کر سکتا ہے جس کا میدان بہت وسیع ہے۔

اسلام میں Coverd Areas اور Un Coverd Areas، کے بارے میں لوگوں کو غلط فہمیاں ہیں۔ اسلامی تحریکوں کو ان کی تفہیم کرنی ہوگی، جس سے متوازن، اور قابل عمل فضا فکر پیدا ہوگی اور پھر ان کے لیے اپنے معاشرے کو بدلنا آسان ہوگا۔

دین کی بنیادی باتیں ہیں، جن کے احکام واضح ہیں، لیکن ضروریات کے لازم کا کسی خاص

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکتب فکر خاص مسلک اور خاص عالم کی ضرورت نہیں، ایک صاحب علم تمام مکاتب فکر سے استفادہ کرسکتا ہے۔

معاصر اسلامی تحریکیں ایک دوسرے کو سمجھیں، مغربی تہذیب کا مطالعہ بھی کریں۔ اس کے صالح عنصر میں امتیاز کریں، جہاں کسی عنصر کی اسلام کی بنیادی تعلیمات کے ساتھ کوئی ہم آہنگی ممکن ہو تو اس کو اختیار کریں۔ جہاں تک انتہا پسندی ہے۔ کوئی فرد اگر ایک خاص ماحول میں تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ (آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے۔) پروان چڑھا ہو تو وہ اپنے تعصبات کی وجہ سے وقت کے ساتھ ہی نجات حاصل کرسکتا ہے۔ اسلامی رہنماہ خواہ وہ طالبان کی شکل میں ہیں۔ الجزائر کی شکل میں، سوڈان کی شکل میں وقت کے ساتھ ساتھ ان کے اندر عدم اعتدال ختم ہو جائے گا۔

البتہ ہر ملک کے اندر مختلف قسم کے چیلنج ہیں اور وہ ان سے گزر رہے ہیں۔ تھوڑے بہت فرق کے باوجود اسلامی تعلیمات کا جوہر بالآخر ایک ہی ہے۔ اس لیے پوری دنیا میں ایسا فہم اسلام، جو اسلام کی بنیادی، ازلی، آفاقی محکم تعلیمات کے عین مطابق ہوگا جو Contemporary دنیا۔ کے ساتھ چلنے کے قابل ہوگا۔ آپس میں تضاد نہیں ہوگا۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے سابق چیف جسٹس آفتاب حسین ایک سکالر تھے انھوں نے کہا کہ:

آج کے دور میں ایسا فہم اسلام ہونا چاہیے جو دور حاضر کے تقاضوں کو face کرسکے، بلکہ اسلام کے ایسے ارفع و اعلیٰ اصول ہیں، تعلیمات ہیں کہ کوئی ان سے بہتر ہونے کا دعوائی نہیں کر سکتا۔ جتنے بھی چیلنج ہیں ان سب کا توڑ موجود ہے۔

مغرب اسلامی دنیا کے ساتھ جو مزحمت اختیار کرتے ہیں ایک isolation کا عمل کر رہا ہے جو اس نے ایران الجزائر اور لیبیا کے ساتھ کیا، جس سے ریاست و ملک کمزور ہو اس لیے وہ اس طرح تدابیر کرتے ہیں کہ گھیرنے کی، ناکام کرنے کی تو قرآن مجید کہتا ہے: ''اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے'' اور حضورؐ نے فرمایا: '' مسلمانوں کی ذہانت سے ڈرو'' نہ یہ بات کہ وہ ہمیں توڑنے پھوڑنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اس لیے ہم اپنا رنگ بدلیں، اپنے آپ کو ان کے رنگ میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رنگنے کی کوشش کریں۔ اور یہ سمجھیں کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں غلط ہے۔ 20 ویں صدی کے وسط تک مغربی سکالروں کو جو شکایت تھی کہ اسلام پر جدید لغت اور محاورے میں تصنیف کردہ لٹریچر بہت کم دستیاب ہے لٹریچر کو سمجھنا ان کے لیے آسان نہیں لیکن اس وقت حالت یہ ہے کہ ممتاز ترین مغربی سکالرز یہ محسوس کر رہے ہیں کہ علمی جرائد کتابی صورت میں اسلام پر اتنا لٹریچر ہر عشرے میں بلکہ ہر سال میں تخلیق ہو رہا ہے کہ اس کا ساتھ دینا مختلف طالبعلموں اور سکالرز کے لیے بھی آسان نہیں رہا۔

جبکہ مغربی دنیا کے موقر اور وقیع اخبارات جرائد بھی بڑی کثرت سے اسلامی علوم اور موضوعات پر چیزیں شائع کر رہے ہیں۔ یہ ایک حوصلہ افزا علامت ہے، یہ ظاہر کرتی ہے کہ دور حاضر کی امت مسلمہ چیلنجوں کے پس منظر میں مسلم سکالرز بالخصوص اور غیر مسلم سکالرز بالعموم مطالعہ اور تنقید و تدوین کا کام بہت بڑے پیمانے پر کر رہے ہیں۔ دوسری طرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کے بارے میں مغربی مفکرین اور مستشرقین (Orientalisto) کے اذہان بھی فہم اسلام کے حوالے سے اب بند نہیں ہیں بلکہ وہ اسلامی تعلیمات کا بہت حد تک معروضی مطالعہ کرنے کی استطاعت سے بہرہ ور ہیں۔

چند عشرے پہلے اس طرح کے ذہنی اور فکری رویے کا نہ صرف فقدان تھا بلکہ ایک معاندانہ اور غیر معاندانہ غیر علمی روایت کے فروغ کا نتیجہ یہ نکلا کہ خود عالم اسلام کے اندر جدید و قدیم کے جامع سکالرز کا ایک بہت بڑا طبقہ روز افزوں ہے اور اندازہ ہے کہ آنے والے عشروں میں نئے طبقے کے اثر و رسوخ میں اضافہ ہوگا۔ اور اس کا فہم اسلام اور اس کا نظام اقدار مسلمان معاشروں کی حیات اجتماعی کی صورت گری اور فکری نہج کے تعین میں اہم بلکہ فیصلہ کن عامل بن جائے گا۔ اور روایتی علما کے فہم اسلام کے متعدد اجزا غیر متعلق اور متروک ہو جانے سے بطور طبقہ ان کا اثر و رسوخ کم ہو جائے گا جس طرح پچھلی صدیوں میں علمائے کرام کے افکار میں مختلف ملکوں اور طبقوں اور خطوں سے تعلق رکھنے کے باوجود فکر و نظر اور فہم و شعور کا ایک اشتراک پایا جاتا تھا۔ اسی طرح جدید تعلیم یافتہ اسلامی سکالرز جو دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں، ان کا افکار اور توضیحات میں ابھی ایک قسم کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یکسانیت اور مماثلت ابھر رہی ہے۔

جو باتیں انسانی تہذیب کے ارتقائی عمل کے نتیجے میں سامنے آئی ہیں ان کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔ پچھلے تین سو سال میں مغرب کا غلبہ رہا تو انھوں نے نئے concept دیے ہیں۔ انسانی آزادیوں کے حوالے سے جواب دہی اور رول آف لا اور اکنامک جسٹس کے حوالے سے ہمیں ان کا تنقیدی مطالعہ کرنا چاہیے۔ ''اگر ہم ان کا مطالعہ کریں گے تو وہ ہم پر غالب آجائیں گے۔'' یہ شکست خوردہ ذہن کی باتیں ہیں۔

ہمارے پاس ایک انتہائی توانا فلسفہ موجود ہے، جس میں آج کے دور، آنے والے دور کے تمام چیلنجوں کا واضح جواب موجود ہے۔ ہمیں آج کے چیلنجوں کا ادراک ہونا چاہیے۔ ہمارے توشہ خانے میں جواب دینے کے لیے کون سے تیر موجود ہیں جس سے جواب دیا جائے۔ ہم نے یہ Discover کرنا ہے Invent نہیں کرنا۔ وہ موجود ہیں ہمیں سمجھنا چاہیے یعنی فہم اسلام پیدا کرنا ہے۔

جب فہم اسلام پیدا کرلیں گے تو ان چیلنجوں کا جواب دے سکیں گے۔ ہماری تاریخ میں صلح حدیبیہ موجود ہے کہ ہم ٹکر نہ لیں۔ انفرادیت قائم کریں۔ ایسے معاشرے وجود میں لائیں جو دینی کے ساتھ ساتھ پروگریسو بھی ہوں، اسلامی بھی ہوں، یہ بالکل ممکن ہے، ممکنات کی دنیا کے اندر سے اور قدم بہ قدم ملت اسلامیہ آج کی تمام تر پسماندگی اور ناتوانی کے باوجود ابھرتی جائے گی کیونکہ ہمارے عقیدے کے اندر توانائی ہے اور جیسے اقبال نے کہا ہے کہ عجب نہیں ہے کہ کل کو مغرب کی اقوام کو بھی اسلام کی تعلیمات اپنے اندر جذب کرلیں۔ کیونکہ انٹرنیٹ کے ذریعے اسلام کی تعلیم دنیا بھر میں پہنچ رہی ہے اور سیاست معیشت، انسانی حقوق، معاشرت، اخلاقیات کے حوالے سے ایک مشترک مماثل فہم اسلام وجود میں آرہا ہے۔ اور یہی فہم اسلام امت مسلمہ کے مستقبل کی امید ہے۔ ملت اسلامی کی نشاۃ ثانیہ کا جو عمل پچھلی صدی کے اوائل اور وسط میں شروع ہوا تھا۔ وہ اب تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہا ہے اس عمل کی تکمیل میں مذکورہ عامل سب سے زیادہ فیصلہ کن کردار ادا کرے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس عامل کے زیر اثر مسلمان معاشروں میں شدت پسند مذہبیت اور ظاہر پر غیر معمولی زور دینے کا رجحان کم ہو جائے گا۔ جن مسلمان ملکوں میں نظام حکومت اور حیات اجتماعی کے تمام شعبوں کو تعلیمات اسلام کے تابع کرنے اور تشکیل دینے کی جدوجہد اس وقت ہو رہی ہے وہ بتدریج جمہوری طور طریقوں کا سہارا لینا شروع کر دے گی۔ تشدد اور تصادم کا راستہ ترک ہونا شروع ہو جائے گا جس سے خود ان تحریکوں کی سوچ میں تبدیلی آئے گی اور وہ تبلیغ تعلیم و تربیت اور رائے عامہ ہموار کر کے مطلوبہ نتائج پیدا کیے جانے کی کوشش کریں گی۔

مغربی طرز فکر کے پیروکار حکمران طبقات اور اشرافیہ سے ان تحریکوں کی مسابقت مسلح محاذ آرائی کا راستہ اختیار نہیں کرے گی اور ''بلٹ'' کے بجائے ''بیلٹ'' کا سہارا لینے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔

جن ممالک میں اس وقت حکمران افراد، خاندانوں کے خلاف جدوجہد نظر نہیں آ رہی ہے وہاں یہ نظر آنا شروع ہو جائے گی۔

عالم اسلام اس وقت بیداری کے ایک مرحلے سے گزر رہا ہے۔

مسلمان مفکرین اور مڈل کلاس اپنی موجودہ حالت سے سخت غیر مطمئین ہیں۔ اور اس کو تبدیل کرنے کی شدید خواہش رکھتے ہیں۔ اس آرزو کو ہم ''احیائے آرزو'' بھی کہہ سکتے ہیں۔ اور ہر مثبت اور بڑی تبدیلی کا لفظ آغاز اور مرحلہ اول ''احیائے آرزو'' ہی ہوتا ہے۔ ''احیائے آرزو'' کے اس عمل میں ابھی اور شدت آنی ہے اور اس شدت کی گہرائی اپنے اثرات مرتب کرے گی۔

قوت کا دوسرا سرچشمہ افتراق سے نجات اور وحدت اُمت ہے۔ ظاہر ہے کہ وحدت کی بنیاد ایک مقصد سے ایسی وابستگی اور محبت ہے جو ہر دوسری وابستگی اور محبت سے بالاتر ہو۔ اس ضمن میں حکمرانوں اور باشندوں کے درمیان قدیم و جدید کے درمیان مغربی و غیر مغربی کے دوران امیر و غریب کے درمیان اور مختلف نسل و رنگ کے درمیان کش مکش اور تصادم کے مسائل حل کرنے کے لیے بھی سرے سے غور و فکر کی ضرورت ہے۔ محاذ آرائیاں ختم کر کے مختلف الخیال اور مختلف المزاج اور نیک و بد شیرازے میں منسلک کرنے اور ایک مقصد کے لیے سرگرم کر دینے کا ہدف بھی آج کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رویوں سے اور تدابیر سے بہت مختلف رویوں اور تدابیر کا تقاضا کرے گا۔

یہ مقصد وایک عظیم اجتہادی کاوش کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اجتہاد کا مسئلہ بہت نازک مسئلہ ہے۔ ایک طرف سلف کی روایت اور اس پر امت کا عمل ہے۔ دوسری طرف تغیر زمانہ واحوال سے تغیر احکام کے تقاضے ہیں۔ ایک طرف وہ مقام ہے جہاں سے مسلمانوں نے تہذیبی مسائل میں اجتہاد ترک کیا دوسری طرف آج کا مقام ہے، جب انسانی علوم اور تمدنی اداروں کو مغرب بہت آگے لے گیا ہے۔ مغرب سے بہت کچھ ہم کسی مناسب بحث تمحیص کے بغیر اختیار کر چکے ہیں اور اسی طرح بہت کچھ بغیر کسی بحث و تمحیص کے ادا کر چکے ہیں۔ بعض کے نزدیک مغرب کی ہر چیز کفر ہے۔ بعض کے نزدیک عین حق، مغرب نے جو کچھ ایجادات کی ہیں، ٹیکنالوجی کی نہیں، تمدن کی نہیں، ان میں کیا لینا ہے اور کیا چھوڑنا ہے؟ اجتہاد کا یہ پہلو بھی اس ایجنڈے کا ایک اہم نکتہ ہے۔ ان تمام مسائل پر غور وفکر کر کے مناسب حل تلاش کرنے کا کام ایک فرد یا چند افراد کے بس کی بات نہیں۔ اس لیے سب اسلامی سکالرز کو بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں یقین ہے ان مسائل پر متفق ہو کر ہی ہم آج کے چیلنج کا مقابلہ کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس لیے جو غور وفکر کی صلاحیت رکھتا ہو اس کو اپنا حق ادا کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔

۹۔ اختتامیہ

آج ایک سوال ہے جو ہر ذہن میں اُٹھ رہا ہے کہ اسلام کا مستقبل کیا ہوگا۔ اسلام کا مستقبل وہی ہے جو خود مذہب کا مستقبل ہے۔ اگر مذہب میں باقی رہنے کی صفت ہے تو اسلام یقیناً زندہ رہے گا۔

جو تھا نہیں ہے، جو ہے نہ ہوگا، یہی ہے ایک حرف محرمانہ
قریب تر ہے نمود جس کی اسی کا مشتاق ہے زمانہ

مستقبل یقیناً اسلام کا ہے اور ہم بلاشبہ آج ایک منفرد اور غیر معمولی تاریخی لمحے کی دہلیز پر کھڑے ہیں۔ لیکن تقدیر کے اس فیصلے نے امت مسلمہ اور اسلامی تحریکات کو ایک عظیم امتحان سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوچار کر دیا ہے، اس لیے کہ مستقبل من وسلویٰ کی طرح کسی قوم کی گود میں نہیں ٹپک پڑتا، ارادے اور اس جدوجہد سے حاصل ہوتا ہے، جو ایمان ویقین، عزم وجزم، حکمت وتدبر کردار عمل اور ہمت وحوصلہ سے کی جائے۔

اس جدوجہد کے لیے قوت کا سرچشمہ اعتصام باللہ کے سوا کچھ نہیں۔ ضروری ہے کہ جدوجہد کرنے والے اپنے اندر، جتنی ممکن ہو گہری الٰہیت پیدا کریں۔ وہ جو کام کریں صرف اللہ کے لیے کریں، اُٹھتے بیٹھتے اللہ کو یاد رکھیں۔ ان کے دل اللہ اور رسول کی محبت سے سرشار ہوں۔ صرف اللہ کو فاعل حقیقی اور کارساز سمجھیں اور ہر وقت اس سے ملاقات کی تیاری کرتے رہیں۔ اور اسی کی خاطر مسلمانوں سے محبت کریں۔ ان کے حقوق ملحوظ رکھیں اور آپس میں ''بنیان مرصوص'' بن جائیں۔

ایک مسلمان معاشرے میں اسلام کی دعوت جب ایک بار موثر طریقے پر پیش کر دی جائے تو پھر اس کے پھیلنے کا انحصار کسی مخصوص جماعت یا اس کے کارکنوں پر نہیں رہ جاتا۔ مصر میں اب اسلام کی دعوت حسن البناء، حسن الہضیبی، عبدالقادر عودۃ اور سید قطب کی سرگرمیوں کا محتاج نہیں۔ قرآن کی تلاوت جاری ہے، احادیث رسول ﷺ پڑھی جا رہی ہیں اور اسلام کی وہ تعلیمات عام ہیں، جو سلف صالح کے ذریعے امت کو ملیں۔ موجودہ زمانے میں ہمیں اسلامی تحریک کی ''اصلاح'' کو وسیع اور مخصوص دونوں سطحوں پر سمجھنا چاہیے۔ وسیع سطح پر اسلامی تحریک سے مراد عام بیداری اور احیا اور ہم مزاج اداروں کی ترقی ہے۔ ہر روز جو آفتاب دنیا پر طلوع ہوتا ہے وہ اپنے ساتھ کچھ نئے مسائل لاتا ہے۔ اگر زندگی میں ٹھہراؤ اور سکون ہوتا تو تجدید مذہب کی کوئی ضرورت پیش نہ آتی۔ لیکن زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضے مذہب کے علمبرداروں سے ہر لمحے اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ نئے اُبھرنے والے مسائل کو مذہب کی روشنی میں کامیابی کے ساتھ حل کیا جائے۔ مسائل کی نوعیت اور اہمیت کا اندازہ لگایا جائے۔ پھر معاشرے پر ان کے اثرات کا تجزیہ کر کے ان کے چیلنج کو جرات، حوصلہ مندی اور تدبیر کے ساتھ قبول کیا جائے۔

اس وقت سب سے پہلے جاہلیت کے زور کو توڑنے کے لیے اس کے ساتھ پنجہ آزمائی کرنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یہ کام اُسی صورت میں کیا جا سکتا ہے جب ہمیں اس کی پوری طرح طاقت کا اندازہ ہو۔ اس کے کمزور محاذوں کا اچھی طرح اندازہ ہو۔ اس کے حملوں کی تکنیک اور اس کی سازشوں کے انداز سے پوری طرح واقفیت ہو۔ اور پھر اس قوت کا مقابلہ کرنے کا عزم و حوصلہ اور تدبیر ہو۔ خود اپنے اندر مذہب اور دین کی گہری بصیرت ہونی چاہیے۔ کیونکہ اگر وہ خود دین و مذہب کے مقصد و منہاج ،اس کے مزاج اس کے تاریخ ارتقا کو کما حقہ، نہیں سمجھتا تو وہ تجدید کے نازک فرض کو حسن نیت اور اخلاص کے باوجود سر انجام نہیں دے سکتا۔''ایمان'' خالق و مالک ،کائنات اور بنی نوع کے بارے میں ایک خاص نقطہ نظر اور ایک مخصوص قلبی کفیت کا نام ہے۔

ظاہر بات ہے جب تک ایک انسان فکر و نظر اور جذبہ احساس کی یہ حالت پیدا نہیں کر لیتا اس وقت وہ دین اور اس کے مطالبا، ،اور اس کے تقاضوں کو اچھی طرح سمجھ نہیں سکتا۔ اس لیے انتہائی ضروری ہے کہ انسان عقل سلیم اور مومنانہ بصیرت کے ساتھ اللہ اور سنت رسول اللہ کا کا اتنی گہری نظر سے مطالعہ کرے کہ نہ صرف اس کا قلب و نگاہ دین کے نور سے منور ہو جائے بلکہ یہ نور اس کے ضمیر اور احساس مٹ ں سرایت کر جائے۔ اور باطل کی تاریکی جب کبھی نظر آئے تو اس کی روشن ضمیری فوراً اس کا ادراک کرلے۔

قول رسول ﷺ ہے:

''حکمت مومن کی گمشدہ میراث ہے''

اور خوف زدہ حکمت برگ و بار نہیں لاتی اور دانش و تدبیر سے تہی حکمت صرف جوش و جنون محض پاگل پن ہے۔ ہماری راہ عمل ان دونوں کے درمیان ہے۔ ایک چھوٹا سا سوال یہ ہے کہ ہم صرف قرآن پر قربان ہو سکتے ہیں اس کے اوراق میں ہم روشنی و زندگی کیوں نہیں ڈھونڈتے ؟

قرآن صرف خدا کا کلام نہیں اس کا وصف بھی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالہ جات: باب پنجم

۱۔ الروم، 41:30

۲۔ پروفیسر خورشید احمد، تحریک اسلامی اور ترجیحات و تقاضے، ماہنامہ ترجمان القرآن اپریل 2010 ص 3

۳۔ ڈاکٹر فضل الرحمن، دور حاضر میں انتہا پسند رجحان، ماہنامہ، ترجمان القرآن اگست 1999 ص 188

۴۔ پروفیسر خورشید احمد ''احیائے اسلام'' مستقبل کے مسائل اور امکانات، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی سٹڈی، اسلام آباد ص 58-59

۵۔ ایضاً ص 63

۶۔ ارشاد احمد حقانی، کیا عالم اسلام ہمیشہ مغلوب رہے گا۔ روزنامہ جنگ 3 اگست 2005ء، ص 6

۷۔ ایضاً روزنامہ جنگ 4 اگست 2005 ص، 6

۸۔ محمد فاروق ناطق، سیکولرزم، لبرلیزم اور اسلام، ترجمان القرآن جنوری 2010 ص 78

۹۔ انسکائیکلو پیڈیا برٹانیکا اور وکی پیڈیا۔ www.bertenicaencyclopedia.online

۱۰۔ محمد فاروق ناطق، سیکولرزم، لبرزم، اور اسلام ترجمان القرآن جنوری 2010، ص، 78

۱۱۔ ویبٹر ڈکشنری۔ Seculerism / difinition / dictionary . Org - Online

۱۲۔ چارلس ڈارون اور ہربرٹ سپنسر اس فکر کے علم بردار تھے۔

۱۳۔ محمد فاروق ناطق، سیکولرزم، لبرزم اور اسلام، ترجمان، القرآن جنوری 2010 ص 79-80

۱۴۔ ایضاً ص 82

۱۵۔ ڈاکٹر محمد شفیق ملک ''اسلامی تحریکیں، حال اور مستقبل، PHD مقالہ پنجاب یونیورسٹی 2008

۱۶۔ سید قطب شہید'' اسلام میں عدل اجتماعی، مترجم ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی اسلامک، پبلشرز لاہور 1962

۱۷۔ پروفیسر خورشید کے ساتھ امریکی دانشوروں کا تبادلہ خیال، احیائے اسلام، مسائل اور مستقبل کے امکانات، انسٹی ٹیوٹ پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد ص 24

۱۸۔ راشد الغنوشی، اسلامی تحریکیں، ترجمہ محمد ظہیر الدین بھٹی، ترجمان القرآن فروری 2001 ص 51

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۔ حبیب الرحمٰن چترالی "عصر حاضر کا بحران اور آئندہ لائحہ عمل" ماہنامہ ترجمان القرآن مارچ 2007ص 19

۲۰۔ یوسف الخباز، استعمار کی ذہنی غلامی، ترجمہ ادارہ ، ماہنامہ ترجمان القرآن، فروری، 2008، ص ۶۵

۲۱۔ خرم مراد "مغرب اور عالم اسلام" ایک مطالعہ، منشورات، لاہور 2006ص 313

۲۲۔ یوسف الخباز، استعمار کی ذہنی غلامی، ترجمہ ادارہ ، ماہنامہ ترجمان القرآن، فروری، 2008، ص ۶۵

۲۳۔ ایضاً، ص 67، 68

۲۴۔ خرم مراد، مغرب اور عالم اسلام ص 312

۲۵۔ اقبال، ضرب کلیم، غلام علی اینڈ سنز لاہور، 1973ء ص 231

۲۶۔ سیف اللہ خالد، اب امریکہ کی باری ہے، علم و عرفان پبلشرز جون 2003ص 27۔26

۲۷۔ ڈاکٹر محمد شفیق ملک "اسلامی تحریکیں، حال اور مستقبل، PHD مقالہ پنجاب یونیورسٹی 2008

۲۸۔ جیمز کرتھ، مشرق اوسط میں امریکی حکمت عملی، ترجمہ ریاض محمود انجم ترجمان القرآن مارچ 2007ص 53

۲۹۔ پروفیسر خورشید احمد، نائن الیون سے پردہ اُٹھ رہا ہے۔ ترجمان القرآن فروری 2008، ص 36، 35

۳۰۔ Khorshid Ahmed, the world situation after september 11, 2001 edited by Ibrahim M. Abu. Rabi Black well publishing USA PP 408-422

۳۱۔ حبیب الرحمٰن چترالی، عصر حاضر کا بحران اور آئندہ لائحہ عمل، ماہنامہ ترجمان القرآن مارچ، 2007، ص 23

۳۲۔ الحجرات 10:49

۳۳۔ التوبہ، 61:9

۳۴۔ بنی اسرائیل 17: 80

۳۵۔ پروفیسر خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات، ص 469

۳۶۔ سلیمان عابد، سیاسی نظام میں تبدیلی، ترجمان القرآن، اپریل 2010ص 83۔84

۳۷۔ ایضاً ص، 87

۳۸۔ پروفیسر خورشید احمد، احیائے اسلام، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد ص 19

Nazih Ayubi, Political Islam, Religion and Politics in the

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Arab world, (London: 1991)P.S.

۳۹۔ ایضاً 20۔21

۴۰۔ منیر احمد خلیلی، عصر حاضر کی اسلامی تحریکیں، حسن البنا اکیڈمی راولپنڈی۔ ص200

۴۱۔ ایضاً، ص، 202

۴۲۔ www.en.wikipedia.org / wiki / dictator

۴۳۔ شوریٰ 42۔38

۴۴۔ آل عمران 159:3

۴۴ (الف)۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاحکام، حدیث نمبر ۱۱۳۵، ص ۹۰۲، ج:۳

۴۴ (ب)۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاحکام، حدیث نمبر ۱۲۲۵، ص ۱۰۰۱، ج:۳

۴۵۔ جاوید احمد حامدی، میزان، دار الاشراق پبلشرز لاہور 2002 ص ۱۰۱

۴۶۔ پروفیسر خورشید احمد اسلام اور جمہوریت، ماہنامہ ترجمان القرآن مارچ 2004 ص 60

۴۷۔ ڈاکٹر محمد ممتاز علی، تہذیبی تصادم یا بقائے باہمی، منشورات، 2006 ص 31

۴۸۔ جان ایل اسپوزیٹو Islam the straight path (اسلام دی اسٹریتھ پات) اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس اوکسفرڈ 1988ء ص 162۔163

۴۹۔ شیریں ٹی ہنٹر (دی فیوچر آف اسلام اینڈ دی ویسٹ) Shereen T. Hanter

The future of Islam and the west : Clash of : Civilization

or Peaceful

سنٹر فار اسٹریٹجک اینڈ انٹرنیشنل اسٹڈیز واشنگٹن 1988ء ص.73

۵۰۔ ثروت صولت "ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ ج ۳، ص 362

۵۱۔ ایضاً ص 25

۵۲۔ انقلاب تیونس کی دستک، خلیل احمد نینی تال والا، روزنامہ جنگ 13 جنوری 2011

۵۳۔ ڈاکٹر مبارک علی، تاریخ و مذہبی تحریکیں، فکشن ہاؤس لاہور 1998ء ص 47

۵۴۔ پروفیسر خورشید احمد، اسلام اور جمہوریت ترجمان القرآن مارچ 2008 ص ۶۰

۵۵۔ سبط حسن، پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء" مکتبہ دانیال کراچی اپریل" 1983ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۶۔ Benedict, Ruth , Interoduction to sociology, pennsy lvania the stock home pole 1952

۵۷۔ شیخ محمد علی، اسلام اور افکار نو، اسلامک بک کارپوریشن کراچی 1988 ص 480

۵۸۔ ایضاً 488

۵۹۔ اقبال، بانگ درا، غلام علی اینڈ سنز لاہور، 1973ء ص 251

۶۰۔ قاضی جاوید، تاریخ و تہذیب، فکشن ہاؤس لاہور 2010 ص 184

۶۱۔ ایضاً ص 185۔186

۶۲۔ ارشاد احمد حقانی، کیا عالم اسلام ہمیشہ مغلوب رہے گا، روزنامہ جنگ 2005ء، 5 اگست

۶۳۔ ڈاکٹر ممتاز علی، تہذیبی تصادم یا بقائے باہمی، منشورات 2006 ص 109

۶۴۔ قاضی جاوید، تاریخ و تہذیب ص 82۔

۶۵۔ قاضی حسین احمد، اشارات ترجمان القرآن جولائی 2007ء ص 2

۶۶۔ ڈاکٹر محمد ممتاز علی، تہذیبی تصادم یا بقائے باہمی، ص 112۔113

۶۷۔ القرآن آل عمران 54:3

۶۷۔ خرم مراد، مغرب اور عالم اسلام، منشورات 2006ء ص 316

۶۸۔ ڈاکٹر محمد ممتاز علی۔ تہذیبی تصادم ص 116۔117

۶۹۔ ڈاکٹر انیس احمد، اسلامی ثقافت کی بنیادیں فروری 2009ء ص

۷۰۔ قاضی جاوید، تاریخ و تہذیب، ص نمبر 190۔191

۷۱۔ انسائکلو پیڈیا، قاسم محمود، لفظ (قومیت)

۷۲۔ ڈاکٹر محمد شفیق ملک ''اسلامی تحریکیں حال و مستقبل'' ترجمان القرآن مئی 2009 ص 41

۷۳۔ عبید اللہ فہد فلاحی، تاریخ دعوت جہاد ص 316

۷۴۔ شیخ عطاء اللہ، اقبال نامہ جلد دوم ص 189

۷۵۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری، اقبال کا تصور قومیت ماہنامہ افکار معلم لاہور ص 54

۷۶۔ ڈاکٹر خالد علوی، اقبال اور مسلم تشخص، دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد، اشاعت دوئم 2005ء ص 110

۷۷۔ M. Sabry, Empire Egyption Sour Mohammad Ali P: 579

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Paris 1930.

۷۸۔ ابواعلیٰ مودودی، مسئلہ قومیت، اسلامک پبلشرز۔2008ء3

۷۹۔ اقبال بانگ دراء

۸۰۔ ابواعلیٰ مودودی، مسئلہ قومیت ص ۳۱

۸۱۔ الزخرف، 31:43

۸۲۔ آل عمران، 100:3

۸۳۔ ابوالاعلیٰ مودودیؒ، اسلامی ریاست، اسلامک پبلشرز ص233

۸۴۔ پروفیسر طاہر القادری، فرقہ پرستی خاتمہ کیونکہ ممکن ہے؟ ادارہ منہاج القرآن لاہور 1985 ص ۴۷۔

۸۵۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاعتصام، حدیث ۱۲۲۵، ص ۱۰۰۱

۸۶۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب الفتن حدیث ۷۰۰۱۱، ج:۳، ص ۸۷۵

۸۷۔ ابواعلیٰ مودودیؒ، اسلامی ریاست ص 257

۸۸۔ قاضی حسین احمد، اسلام، مسلمان اور پاکستان، اسلامک پبلشرز ص253

۸۹۔ ایضاً ص256۔257

۹۰۔ آل عمران 103:3،

۹۱۔ ترمذی، کتاب الاحکام، حدیث نمبر 1136 ص903 ج۳

۹۲۔ آل عمران، 105:3

۹۳۔ پروفیسر طاہر القادری، فرقہ پرستی خاتمہ کیونکہ ممکن ہے؟ ص 51

۹۴۔ ارشادات حکیم الامت علامہ محمد اقبال روایت سید نذیر نیازی مقام جاوید منزل ہفت روزہ تسخیر، لاہور جلد 1 شمارہ 28 اگست تا ستمبر 1995ء۔

۹۵۔ البقرہ، 169:2

۹۶۔ ترمذی، ابواب العلم حدیث نمبر ۷۶، ص نمبر ۱۴۶

۹۷۔ الاعراف، 52:7

۹۸۔ شفیع بلوچ، اسلام اور احیائے علوم، ماہنامہ افکار معلم اپریل 2010 ص 36

۹۹۔ حکیم محمد سعید، اسلام میں سائنس وتہذیب، ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی 1988ء ص ۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۰۔ شفیع بلوچ، اسلام اور احیائے علوم ص 35

۱۰۱۔ ڈاکٹر انوار احمد، علامہ اقبال اور تعلیم، ڈاکٹر تسنیم احمد ترمذی، بہاالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان 2003 ص 118

۱۰۲۔ ایضاً ص 120۔122

۱۰۳۔ حکیم محمد سعید (مرتب) نظریہ وفلسفہ تعلیم اسلامی (جلد دوم) ہمدرد فاؤنڈیشن 1985ء ص 112

۱۰۴۔ محمد احمد صدیقی، اقبال کے تعلیمی نظریات، اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، کراچی 1965ء ص 116۔117

۱۰۵۔ ایضاً ص نمبر 327۔319

۱۰۶۔ منیر احمد خلیلی دعصر حاضر کی اسلامی تحریکیں۔ ص نمبر 208۔209

۱۰۷۔ اقبال۔ بانگ درا

۱۰۸۔ ڈاکٹر قدیر خان، جہالت وتعلیم، روزنامہ جنگ 14 اپریل 2011ء

۱۰۹۔ مریم جمیلہ، اسلام ایک نظریہ ایک تحریک۔ ص 395

۱۱۰۔ ارشاد احمد حقانی، امہ حقیقت یا واہمہ، روزنامہ جنگ 2005، 2 جون

۱۱۱۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، اسلام کا نظریہ حیات، ترجمہ قطب الدین احمد، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور 1998ء ص 381

۱۱۲۔ نجیبہ عارف، مغرب میں اسلام کا مطالعہ، ترجمان القرآن نومبر 2010ء ص 53

۱۱۳۔ مولانا وحید الدین، فکر اسلامی، پرنٹیڈ، فضلی سنز کراچی 1996ء ص 146

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

(الف)

۱ ابوالاعلیٰ مودودی "تفہیم القرآن" ادارہ ترجمان القرآن، 1998

۲ ابوالاعلیٰ مودودیؒ، الجہاد فی الاسلام، میٹرو پرنٹرز لاہور، طبع دہم، 1984

۳ ابوالاعلیٰ مودودیؒ، تجدید واحیائے دین، اسلامک پبلیشرز لاہور، 2004

۴ ابوالاعلیٰ مودودیؒ، مسئلہ قومیت، اسلامک پبلیکشنز لاہور، ایڈیشن 36، 2004

۵ ابوالاعلیٰ مودودیؒ، اسلامی ریاست، اسلامک پبلیکشنز، 2000

۶ ابوالاعلیٰ مودودیؒ تحریک اور کارکن، ادارہ معارف اسلامی، منصورہ لاہور 1997

۷ ابوالحسن علی ندوی، سیرت سید احمد شہید، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 1960

۸ ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 1980

۹ ابوالحسن علی ندوی، دریائے کابل سے دریائے یرموک تک، اسلامک پبلی کیشنز لاہور ، 1962

۱۰ ابوالحسن علی ندوی، مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت، ادارۃ الحرم لاہور، 1980

۱۱ احمد رشید، طالبان اسلام و تیل ، وسط ایشیا میں سازشوں کا کھیل، مشعل بکس لاہور، 2002

۱۲ اختر حسین عزمی (ڈاکٹر)، دعوت جہاد کا منہج، منشورات مارچ 2009

۱۳ اسد اللہ بھٹو، پروفیسر، عالم اسلام اور عصری سیاست، اتحاد فاونڈیشن، اقبال ٹاؤن لاہور، 1996

۱۴ اسرار احمد، ڈاکٹر تحریک جماعت اسلامی ایک تحقیقی مطالعہ، مرکزی مکتبہ تنظیم اسلامی کراچی، 1983

۱۵ اسرار الرحمٰن، جدید دنیائے اسلام، بخاری ایور نیو بک پیلس لاہور، 2003

۱۶ السید عمر تلمسانی، یادوں کی امانت ترجمہ حافظ محمد ادریس، مکتبہ احیاء دین، 2005

۱۷ اعظم تمیمی، حماس، ترجمہ یحییٰ خان، نگارشات لاہور، 2009

۱۸ افتخار فریدی، ارشادات و مکتوبات حضرت مولانا محمد الیاس، رائے ونڈ مکتبہ دینیات لاہور، 1981

۱۹ اکرام محمد، شیخ، موج کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، 1993

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰ امین احسن اصلاحی، دعوت دین اور اس کا طریق کار، انجمن خدام القران لاہور ستمبر، 1981

۲۱ امین احسن اصلاحی، ''تدبر قرآن'' فاران فاونڈیشن لاہور، 1990

۲۲ انوار احمد (ڈاکٹر)، خطبات اقبالیات، بہاالدین ذکریا یونیورسٹی ملتان، 2003

(ب)

۲۳ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح نور محمد اصح المطابع دہلی، 1938

۲۴ بشیر احمد تمنا، جدید دنیائے اسلام تاریخ و سیاست، ایورنیو بک پیلس اُردو بازار لاہور، 2003

(ت)

۲۵ ترمذی محمد بن عیسیٰ بن سورہ (السنن ترمذی) مطبع مجتبائی دہلی 1985

۲۶ تورا کیہ قاضی، مولانا دہاب اور وہابی تحریک، ادارہ مطبوعات سلیمانی، لاہور، 2004

(ث)

۲۷ ثروت صولت، ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 1999

۲۸ ثروت صولت، ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ حصہ اول، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 1999

۲۹ ثروت صولت، ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ حصہ سوئم، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 1999

۳۰ ثروت صولت، ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ حصہ چہارم، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 1999

۳۱ ثروت صولت، ترکی کا مرد مجاہد بدیع الزمان سعید نورسیؒ، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 1990

(ج)

۳۲ جاوید احمد غامدی، میزان، دارالاشراق پبلشرز، 2002

۳۳ جہاد وسط ایشاء میں، جہادی تحریکوں کا فروغ، مشعل بکس لاہور، 2002

(ح)

۳۴ حافظ محمد ادریس، وادی نیل کا قافلہ سخت جان، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 2005

۳۵ حافظ محمد سجاد (مرتب)، اسلامی تحریکات عہد جدید میں ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، 2001

۳۶ حسین حسنی، شہید بالاکوٹ، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 2001

۳۷ حکیم محمد سعید، اسلام میں سائنس و تہذیب، ہمدرد فاونڈیشن کراچی، 1985

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۸ حکیم محمد سعید، نظریہ وفلسفہ تعلیم اسلامی (جلد دوئم)، ہمدرد فاونڈیشن کراچی، 1980

۳۹ حمیداللہ ڈاکٹر، خطبات بہاولپور ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، 1981

۴۰ حمید صدیقی عبدل، مذہب اور تجدید مذہب، ادارہ معارف اسلامی کراچی اگست، 1979

(خ)

۴۱ خالد علوی ڈاکٹر، اقبال اور تصور قومیت، دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد 2005

۴۲ خرم مراد، مغرب اور عالم اسلام، منشورات لاہور، 2006

۴۳ خلیفہ عبدالحکیم ڈاکٹر، مقالات حکیم، مرتبہ شاہد رزاقی، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، 1998

۴۴ خلیفہ عبدالحکیم ڈاکٹر، اسلام کا نظریہ حیات، ترجمہ قطب الدین احمد ، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، 1998

۴۵ خلیل احمد حامدی، اخوان المسلمون، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 1990

۴۶ خلیل احمد حامدی، تحریک اسلامی کے عالمی اثرات، ادارہ معارف اسلامی لاہور، 1990

۴۷ خلیل احمد حامدی، تحریکی سفر کی داستان، ادارہ معارف اسلامی لاہور، 1939

۴۸ خورشید احمد پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، کراچی یونیورسٹی، 1993

۴۹ خورشید احمد پروفیسر، احیائے اسلام "مستقبل کے مسائل اور امکانات" انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈی اسلامی آباد، 1998

۵۰ خورشید احمد پروفیسر، اسلامی تحریک کو درپیش چیلنج، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈی اسلام آباد، 1994

(ر)

۵۱ رشید احمد جالندھری، دارالعلوم دیوبند، نیشنل بک فاونڈیشن اسلام آباد، 1984

۵۲ ریاض محمد درانی، دارالعلوم دیوبند احیائے اسلام کی عالمگیر تحریک، جمعیۃ کمپوزنگ سنٹر لاہور، 2009

(ز)

۵۳ زاہد محمد چوہدری، افغانستان پر امریکہ کا قبضہ، u یو پبلشرز لاہور، 2002

(س)

۵۴ سبط حسن، پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء، مکتبہ دانیال کراچی، 1983

۵۵ سبط حسن انقلاب ایران، مکتبہ دانیال کراچی، 1985

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۶ سعید احمد نوریؒ، قرآن مجید کے کھلے راز، جہانگیر بک ڈپو لاہور

۵۷ سوید احتا اسامہ اور طالبان پر کیا گزری، صبیح پبلیشرز اگست، 2002

۵۸ سید قطب شہید، معالم فی طریق (جادہ و منزل) مترجم خلیل احمد حامدیؒ، اسلامک پبلشرز لاہور، 1977

۵۹ سید قطب شہید، اسلام میں عدل اجتماعی، مترجم ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی، اسلامک پبلشرز لاہور 1920،

۶۰ سیف اللہ خالد، اب امریکہ کی باری ہے، علم و عرفان پبلشرز لاہور، 2003

(ش)

۶۱ شبلی نعمانی و سید سلیمان ندوی ''سیرت النبی ﷺ'' مکتبہ الرشیدیہ کوئٹہ

۶۲ شفیق ملک محمد، اسلامی تحریکیں حال و مستقبل، PHD مقالہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، 2007

(ص)

۶۳ صالح محمد ڈاکٹر، تاریخ فلسطین مترجم فیض احمد شہابی، ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور، 2009

۶۴ صلاح الدین ناسک، جدید دنیائے اسلام، عزیز بک ڈپو لاہور، 1977

(ط)

۶۵ طاہر القادری پروفیسر، فرقہ پرستی خاتمہ کیونکر، ادارہ منہاج القرآن لاہور، 1985

(ع)

۶۶ عاشق الٰہی بلند شہری (مولانا)، مولانا الیاسؒ کے بنیادی اُصول (چھ باتیں)، تحسین پبلشرز لاہور، 1989

۶۷ عزیز الرحمٰن مولانا مفتی صاحب بجنوری، تذکرہ امیر تبلیغ، ذوالنورین اکیڈمی رائے ونڈ مکتبہ دینیات 1980،

۶۸ عطاء اللہ شیخ، اقبال نامہ (جلد دوم)، ادارہ ثقافت لاہور، 2003

(ف)

۶۹ فلاحی عبید اللہ فہد، جدید ترکی میں اسلامی بیداری، اسلامک پبلی کیشنز لاہور

۷۰ فلاحی عبید اللہ فہد، تاریخ دعوت جہاد، فضلی سنز لاہور، 1986

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ق)

۷۱ قاضی جاوید، تاریخ وتہذیب، فکشن ہاوس لاہور، 2009

۷۲ قاضی حسین احمد، اسلام مسلمان اور پاکستان، اسلامک پبلی کیشنز، 2008

۷۳ قاضی حسین احمد، سید مودودیؒ اور جماعت اسلامی، اسلامک پبلی کیشنز، 2005

۷۴ قیام الدین احمد ڈاکٹر، ہندستان میں وہابی تحریک، مترجم پروفیسر محمد اسلم آبادی، نفیس اکیڈمی کراچی 1968

(م)

۷۵ مبارک علی ڈاکٹر، تاریخ و مذہبی تحریکیں، فکشن ہاوس لاہور، 1995

۷۶ مبارک علی ڈاکٹر، علما معاشرہ اور جہادی تحریک، نگارشات لاہور، 1989

۷۷ محمد احمد صدیقی، اقبال کے تعلیمی نظریات، اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ کراچی، 1965

۷۸ محمد اقبال ڈاکٹر، تشکیل جدید الہیات اسلامیہ ترجمہ سید نذیر نیازی، بزم اقبال لاہور، 1980

۷۹ محمد ریاض درانی، دارالعلوم دیوبند احیائے اسلام کی عالمگیر تحریک، جمعیۃ کمپوزنگ سینٹر 2009

۸۰ محمد علی شیخ ''اسلام اور افکارِ نو'' اسلامک بک کارپوریشن کراچی، 1988

۸۱ مریم جمیلہ، اسلام ایک نظریہ ایک تحریک، سنت نگر لاہور، 1978

۸۲ مسعود عالم ندوی، روداد جماعت اسلامی، حصہ ششم، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی، 1967

۸۳ مسعود عالم ندوی، دستور جماعت اسلامی، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی 1967

۸۴ مسلم، ابوالحسین مسلم بن حجاج نشاپوری، الجامع الصحیح، احیاء التراث العربی بیروت 1906

۸۵ مصباح الدین ڈاکٹر، اسلامی تحریکیں ایک تعارف، دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد، 2000

۸۶ مصطفےٰ طحان ڈاکٹر، احیائے اسلام نئے محاذ نئے مسائل، اسلامک پبلی کیشنز، 1984

۸۷ مفتی محمد شفیع، ''معارف القرآن'' ادارۃ المعارف، کراچی 1996

۸۸ مفکر احمد ڈاکٹر، شیخ احمد یسین شہید، القدس پبلشرز لاہور، 2008

۸۹ ملک غلام مرتضیٰ ملک، ''انوار القرآن'' ملک سنز، لاہور، 1997

۹۰ ممتاز علی ڈاکٹر، تہذیبی تصادم یا بقائے باہمی، منشورات لاہور، 2006

۹۱ مناظر احسن گیلانی، سوانح قاسمی، دیوبند دارالعلوم، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی، 1373

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۶ سعید احمد نوریؒ، قرآن مجید کے کھلے راز، جہانگیر بک ڈپو لاہور

۵۷ سویدا حنا اسامہ اور طالبان پر کیا گزری، صبیح پبلیشرز اگست، 2002

۵۸ سید قطب شہید، معالم فی طریق (جادہ ومنزل) مترجم خلیل احمد حامدی، اسلامک پبلشرز لاہور، 1977

۵۹ سید قطب شہید، اسلام میں عدل اجتماعی، مترجم ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی، اسلامک پبلشرز لاہور 1920،

۶۰ سیف اللہ خالد، اب امریکہ کی باری ہے، علم وعرفان پبلشرز لاہور، 2003

(ش)

۶۱ شبلی نعمانی وسید سلیمان ندوی "سیرت النبی ﷺ" مکتبہ الرشیدیہ کوئٹہ

۶۲ شفیق ملک محمد، اسلامی تحریکیں حال و مستقبل، PHD مقالہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، 2007

(ص)

۶۳ صالح محمد ڈاکٹر، تاریخ فلسطین مترجم فیض احمد شہابی، ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور، 2009

۶۴ صلاح الدین ناسک، جدید دنیائے اسلام، عزیز بک ڈپو لاہور، 1977

(ط)

۶۵ طاہر القادری پروفیسر، فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر، ادارہ منہاج القرآن لاہور، 1985

(ع)

۶۶ عاشق الٰہی بلندشہری (مولانا)، مولانا الیاسؒ کے بنیادی اُصول (چھ باتیں)، تحسین پبلشرز لاہور، 1989

۶۷ عزیز الرحمٰن مولانا مفتی صاحب بجنوری، تذکرہ امیر تبلیغ، ذوالنورین اکیڈمی رائے ونڈ مکتبہ دینیات 1980،

۶۸ عطاء اللہ شیخ، اقبال نامہ (جلد دوم)، ادارہ ثقافت لاہور، 2003

(ف)

۶۹ فلاحی عبید اللہ فہد، جدید ترکی میں اسلامی بیداری، اسلامک پبلی کیشنز لاہور

۷۰ فلاحی عبید اللہ فہد، تاریخ دعوت جہاد، فضلی سنز لاہور، 1986

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ق)

۷۱ قاضی جاوید، تاریخ وتہذیب، فکشن ہاؤس لاہور، 2009

۷۲ قاضی حسین احمد، اسلام مسلمان اور پاکستان، اسلامک پبلی کیشنز، 2008

۷۳ قاضی حسین احمد، سید مودودیؒ اور جماعت اسلامی، اسلامک پبلی کیشنز، 2005

۷۴ قیام الدین احمد ڈاکٹر، ہندستان میں وہابی تحریک، مترجم پروفیسر محمد اسلم آبادی، نفیس اکیڈمی کراچی 1968

(م)

۷۵ مبارک علی ڈاکٹر، تاریخ ومذہبی تحریکیں، فکشن ہاؤس لاہور، 1995

۷۶ مبارک علی ڈاکٹر، علما معاشرہ اور جہادی تحریک، نگارشات لاہور، 1989

۷۷ محمد احمد صدیقی، اقبال کے تعلیمی نظریات، اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ کراچی، 1965

۷۸ محمد اقبال ڈاکٹر، تشکیل جدید الہٰیات اسلامیہ ترجمہ سید نذیر نیازی، بزم اقبال لاہور، 1980

۷۹ محمد ریاض درانی، دارالعلوم دیوبند احیائے اسلام کی عالمگیر تحریک، جمعیۃ کمپوزنگ سینٹر 2009

۸۰ محمد علی شیخ ''اسلام اور افکار نو'' اسلامک بک کارپوریشن کراچی، 1988

۸۱ مریم جمیلہ، اسلام ایک نظریہ ایک تحریک، سنت نگر لاہور، 1978

۸۲ مسعود عالم ندوی، روداد جماعت اسلامی، حصہ ششم، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی، 1967

۸۳ مسعود عالم ندوی، دستور جماعت اسلامی، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی 1967

۸۴ مسلم، ابوالحسین مسلم بن حجاج نشاپوری، الجامع الصحیح، احیاء التراث العربی بیروت 1906

۸۵ مصباح الدین ڈاکٹر، اسلامی تحریکیں ایک تعارف، دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد، 2000

۸۶ مصطفےٰ طحان ڈاکٹر، احیائے اسلام نئے محاذ نئے مسائل، اسلامک پبلی کیشنز، 1984

۸۷ مفتی محمد شفیع، ''معارف القرآن'' ادارۃ المعارف، کراچی 1996

۸۸ مفکر احمد ڈاکٹر، شیخ احمد یسٰین شہید، القدس پبلشرز لاہور، 2008

۸۹ ملک غلام مرتضیٰ ملک، ''انوار القرآن'' ملک سنز، لاہور، 1997

۹۰ ممتاز علی ڈاکٹر، تہذیبی تصادم یا بقائے باہمی، منشورات لاہور، 2006

۹۱ مناظر احسن گیلانی، سوانح قاسمی، دیوبند دارالعلوم، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی، 1373

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۲ حظور نعمانی، مولانا مودودی اور میری رفاقت، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی، 1982
۹۳ حسیر احمد قطبی، عصر حاضر کی اسلامی تحریکیں، حسن البنا اکیڈمی راولپنڈی، 2000

(ن)

۹۴ نسائی، احمد بن شعیب بن دینار، السنن مطبع قاہرہ، 1348
۹۵ نعیم قاسم، حزب اللہ، ترجمہ محمد یحییٰ، نگارشات لاہور، 2009
۹۶ نوم چومسکی ، ورلڈ آرڈر کی حقیقت، مترجم احسن محمود مخدوم ، جمہوری پبلشرز لاہور، 2004

(و)

۹۷ وحید الدین، مولانا، فکر اسلامی، پرنٹیڈ فضلی سنز کراچی، 1996
۹۸ ولیم بلیم، مبد معاش امریکہ، مترجم سید ناصر علی، صبیح پبلشرز لاہور، 2003

(ی)

۹۹ یوسف القرضاوی، ڈاکٹر، اخوان کا تربیتی نظام، مترجم عبید اللہ فہد فلاحی، اسلامک پبلی کیشنز، 1989

اخبارات و رسائل

۱ حسن البناء، ترجمان القرآن، اشاعت خاص، 2007
۲ ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی، مجدد عصر اخوان، ماہنامہ ترجمان القرآن، 2006
۳ عبدالغفار عزیز، مصر کی سیاست کا نیا موڑ، ماہنامہ ترجمان القرآن مارچ، 2010
۴ عبدالغفار عزیز، اخبار امت، ماہنامہ ترجمان القرآن ستمبر، 2009
۵ عبدالغفار عزیز، اخوان پھر زیر عتاب، ماہنامہ ترجمان القرآن ستمبر، 2009
۶ عبدالغفار عزیز، اخبار امت، ماہنامہ ترجمان القرآن فروری، 2008
۷ عبدالغفار عزیز، فلسطین میں جمہوریت کا قتل، ماہنامہ ترجمان القرآن جولائی، 2009
۸ عبدالغفار عزیز، کربلائے غزہ، ماہنامہ ترجمان القرآن فروری، 2009
۹ عبدالغفار عزیز، سفینہ حریت اور اسرائیل کا مستقبل، ماہنامہ ترجمان القرآن جولائی، 2009
۱۰ عبدالغفار عزیز، صہیونی جارحیت اور فیصلہ کن معرکہ، ماہنامہ ترجمان القرآن اگست، 2009
۱۱ عبدالغفار عزیز، لبنانی فسادات اور خطے کا مستقبل، ماہنامہ ترجمان القرآن جون، 2008

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲ عبدالغفار عزیز ،ترکی خاموش انقلاب کی راہ پر، ماہنامہ ترجمان القرآن ستمبر، 2007

۱۳ عبدالغفار عزیز ،ترکی سیکولرازم کا ایک حملہ، ماہنامہ ترجمان القرآن مئی، 2008

۱۴ عبدالغفار عزیز ،ترکی اسکارف پر پیش رفت، ماہنامہ ترجمان القرآن مارچ، 2008

۱۵ عبدالغفار عزیز، سفینہ حریت اور اسرائیل کا مستقبل، ماہنامہ ترجمان القرآن جولائی، 2010

۱۶ عبدالغفار عزیز ،عالمی اتحاد علماء کانفرنس، ماہنامہ ترجمان القرآن اگست، 2010

۱۷ عبدالغفار عزیز ،عالمی اتحاد علماء کانفرنس، ماہنامہ ترجمان القرآن اگست، 2010

۱۸ حافظ محمد ادریس، ترکی میں حکمران پارٹی پر پابندی، ماہنامہ ترجمان القرآن اگست، 2008

۱۹ حافظ محمد ادریس، مصر میں بلدیاتی انتخابات کا ڈھونگ، ماہنامہ ترجمان القرآن مئی، 2008

۲۰ حافظ محمد ادریس، اخوان المسلمون اور شام، ماہنامہ ترجمان القرآن دسمبر، 2009

۲۱ نجیبہ عارف، مغرب میں اسلام کا مطالعہ، ترجمان القرآن نومبر، 2010

۲۲ ڈاکٹر انیس احمد، اسلامی ثقافت کی بنیادیں، ترجمان القرآن فروری، 2009

۲۳ سلیمان عابد، سیاسی نظام میں تبدیلی، ترجمان القرآن اپریل، 2010

۲۴ یوسف النجاز، استعمار کی ذہنی غلامی، ترجمہ ادارہ، ترجمان القرآن فروری، 2008

۲۵ حبیب الرحمٰن چترالی، عصر حاضر کا بحران اور آیندہ لائحہ عمل، ترجمان القرآن مارچ، 2007

۲۶ محمد فاروق ناطق، سیکولرازم لبرل ازم اور اسلام، ترجمان القرآن جنوری، 2010

۲۷ راشد الغنوشی ،اسلامی تحریکیں جدوجہد کس طرح؟ ترجمہ محمد ظہیر الدین بھٹی ،ترجمان القرآن فروری، 2010

۲۸ راشد الغنوشی، ''عالم عرب کی اسلامی تحریکیں'' ترجمہ محمد ظہیر الدین بھٹی، ترجمان القرآن فروری، 2008

۲۹ ڈاکٹر فضل الرحمٰن، دور حاضر میں انتہا پسند رجحان، ترجمان القرآن اگست، 1999

۳۰ پروفیسر خورشید احمد، تحریک اسلامی اور ترجیحات و تقاضے، ترجمان القرآن اپریل، 2010

۳۱ پروفیسر خورشید احمد، اسلام اور جمہوریت، ترجمان القرآن مارچ، 2004

۳۲ پروفیسر خورشید احمد، نائن الیون سے پردہ اُٹھ رہا ہے، ترجمان القرآن فروری، 2008

۳۳ قاضی حسین احمد، اشارات، ترجمان القرآن جولائی، 2007

۳۴ پروفیسر خورشید احمد، ''فلسطین اور لبنان میں تازہ اسرائیل جارحیت، ترجمان القرآن اگست، 2004

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۵ ڈاکٹر محمد شفیق ملک، اسلامی تحریکیں حال و مستقبل، ترجمان القرآن مئی، 2009

۳۶ جیمز کرتھ، مشرق اوسط میں امریکی حکمت عملی ترجمہ ریاض محمود انجم، ترجمان القرآن مارچ، 2007

۳۷ عبدالرشید ترابی، ''ترکی میں چند روز'' ترجمان القرآن مارچ، 2007

۳۸ فیض محمد شہابی، ''مشرق اوسط میں شام کا کردار'' ترجمان القرآن دسمبر، 2008

۳۹ ڈاکٹر محمد محمود صیام، جہاد فلسطین کا مرکزی کردار'' حسن البنا ترجمان القرآن، مئی 2007

۴۰ ارشاد احمد حقانی، کیا عالم اسلام ہمیشہ مغلوب رہے گا، روزنامہ جنگ کوئٹہ 13 اگست، 2005

۴۱ ارشاد احمد حقانی، اُمہ حقیقت یا واہمہ، روزنامہ جنگ کوئٹہ ۲ جون، 2005

۴۲ ڈاکٹر قدیر خان، جہالت و تعلیم، روزنامہ جنگ کوئٹہ ۱۴ اپریل، 2011

۴۳ خلیل احمد نینی تال والا، انقلاب تیونس کی دستک، روزنامہ جنگ کوئٹہ ۱۳ جنوری، 2011

۴۴ ڈاکٹر ملیحہ لودھی، افغانستان سے غیر ملکی فوجیوں کا انخلاء، روزنامہ جنگ کوئٹہ ۳۰ جولائی، 2010

۴۵ سلیم صافی، القائدہ سے مذاکرات کیوں نہیں، روزنامہ جنگ کوئٹہ ۲۹ جون، 2010

۴۶ قاضی حسین احمد، نجم الدین اربکان ہوجہ، روزنامہ جنگ کوئٹہ ۱۶ مارچ، 2011

۴۷ مشکل گھڑی نیا طوفان، خصوصی اشاعت، روزنامہ جنگ کوئٹہ ۱۸ اکتوبر، 2001

۴۸ محمد علی بشیر، افغانستان تاریخی اور سیاسی منظر، روزنامہ جنگ کوئٹہ ۲۸ ستمبر، 2001

۴۹ شعیب واجد، یہ فیصلہ کی گھڑی ہے، روزنامہ جنگ کوئٹہ ۲۹ ستمبر، 2001

۵۰ رحیم اللہ یوسف زئی، کیا تحریک طالبان کی امریکہ تک رسائی ہے؟ روزنامہ جنگ کوئٹہ ۱۳ مئی، 2010

۵۱ سلیم صافی، عسکریت پسندی مسئلہ کیا ہے، روزنامہ جنگ کوئٹہ ہفتہ ۱۶ مئی، 2010

۵۲ سلیم صافی، عسکریت پسندی اعتراف حقیقت، روزنامہ جنگ کوئٹہ ۲۰ جنوری، 2010

۵۳ امریکہ کی نیند اُڑانے والا مجاہد، روزنامہ کائنات کراچی ۱۷ ستمبر، 2011

۵۴ رشید احمد خان، اسامہ بن لادن سے القائدہ تک کا سفر، سنڈے میگزین روزنامہ مشرق ۲۹ مئی، 2011

۵۵ محمد ارشد، اخذ و تلخیص سہ روزہ، دعوت انڈیا خصوصی اشاعت مسلم دنیا، 2000

۵۶ شفیع بلوچ، اسلام اور احیائے علوم، افکار معلم اپریل، 2010

۵۷ ارشادات حکیم الامت، روایت سید نذیر نیازی، روزنامہ تسخیر لاہور شمارہ ۲۸ اگست، 1995

۵۸ فدا محمد حسین انٹرویو، گلبدین حکمتیار، سیارہ ڈائجسٹ مارچ، 2010 ص 25

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۹ ہفت روزہ المجتمع، کویت شمارہ نمبر 11،۳۰ جنوری، 1996

۶۰ ظہیر اختر بیداری، مشرق وسطی کے انقلابات چہروں کی تبدیلی، روزنامہ ایکسپریس کوئٹہ، 5 فروری 2011

۶۱ عبیداللہ عابد، عالمی منظر، مشرق سنڈے میگزین کوئٹہ، یکم جولائی، 2007

۶۲ عبدالقیوم فہد، فلسطینوں کے خلاف صیہونی جارحیت، سنڈے میگزین روزنامہ ایکسپریس، 2008

۶۳ فہمید احمد، تخریب کے بعد غزہ کی تعمیر تو، سنڈے مشرق ۳۱ مئی، 2009

۶۴ مصدق گھسن، فریڈم فلوٹیلا، روزنامہ باخبر کوئٹہ ۷ جون، 2010

۶۵ ہفت روزہ اخبار جہاں، عالم اسلام میں کیا ہو رہا ہے، ۳۱ مئی جون، 2010

۶۶ کاشف جاوید، اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان، روزنامہ ایکسپریس کوئٹہ ۲ فروری، 2011

۶۷ ماہنامہ (الرشید) لاہور، تبلیغی جماعت کی دینی جدوجہد، خصوصی اشاعت شمارہ نمبر 7-8 مارچ 1998

۶۸ قاضی جوناگڑھی، یورپی یونین اور مسلم دنیا کے تعلقات، سنڈے میگزین جنگ، 14 مارچ 1910

انگلش بکس

1. Akbar S. Ahmed , Islam Today, a Short introduction to muslim world, F.B.Tauris Publishers London 1999.

2. Benedict, Tuth , introduction to Sociology, Pennsy lvania the Stok home pole 1952

3. Jan-L Ispowzeto 'Islam the straight path'

4. Khorshid Ahmed . the world situation after september 11, 2001 edited by Ibrahim M. Abu - Rabi, Black well publishing USA

5. Mithoq 'Hamas (the Charter of Hamas) Palestine. 18 August 1988.

6. M. Sabry, Empire Egyption Sour Mohammad Ali Paris 1930

7. Nazih Ayubi, Political Islam, Religion and Politics in the Arab World, London 1991.

8. R.P Tripathi, some aspects of Muslim Administration, published, Pakstan Lahore, P 49.

9. Shereen. T, Hanter, The future of Islam and the west: clash of civilization or Peaceful, washington 1988

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈکشنری اور انسائیکلو پیڈیاز

۱۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا اور وکی پیڈیا

۲۔ ویبسٹر ڈکشنری www.webesters.online.org

۳۔ اکسفورڈ انسائیکلو پیڈیا آف دی اسلامک ورلڈ، اشاعت 1995ء

۴۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا اسلامی شاہکار، سید قاسم محمود، الفیصل ناشران لاہور 1999ء

۵۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا از مولوی محبوب عالم، الفیصل ناشران و تاجران لاہور 1992ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سندھ ساگر اکادمی، اردو بازار، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ